صحیح بخاری

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جلد سوم

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلام مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

حضرت العلام مولانا ابو محمد عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ

نام کتاب	:	صحیح بخاری شریف
مترجم	:	حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمہ اللہ
ناشر	:	مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
سن اشاعت	:	۲۰۰۴ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ ترجمان ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، ریوری تالاب، وارانسی

۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۶۴ اے، چاہ رہٹ جامع مسجد، دہلی

۴۔ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربرشاہ سری نگر، کشمیر

۵۔ حدیث پبلیکیشن، چار مینار مسجد روڈ، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱

۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار مئوناتھ بھنجن، یوپی

فہرست مضامین

کتاب صلوۃ التراویح

کتاب لیلۃ القدر

کتاب الاعتکاف

فہرست تشریحی مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ساتواں پارہ

٨٤- بَابُ الصَّلاةِ بِمِنًى

باب منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان

١٦٥٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ)).

[راجع: ١٠٨٢]

(۱۶۵۵) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی' کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے باپ سے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ نے منیٰ میں دو رکعات پڑھیں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے شروع ایام میں (دو) ہی رکعت پڑھتے تھے۔

تشریح: باب کا مطلب یہ کہ منیٰ میں بھی نماز قصر کرنی چاہئے۔ یہ باب مع ان احادیث کے پیچھے بھی گذر چکا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے چھٹے سال منیٰ میں نماز پوری پڑھی۔ لیکن دوسرے صحابہ نے ان کا یہ فعل خلاف سنت سمجھا۔ حضرت عثمانؓ کے پوری پڑھنے کی بہت سی وجوہ بیان کی گئی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ سفر میں قصر کرنا اور پوری نماز پڑھنا ہر دو امر جائز جانتے تھے' اس لئے آپ نے جواز پر عمل کیا۔ منیٰ کی وجہ تسمیہ اور اس کا پورا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

١٦٥٦- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ- وَنَحْنُ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَآمَنُهُ - بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ)). [راجع: ١٠٨٣]

(۱۶۵۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابواسحاق ہمدانی سے بیان کیا اور ان سے حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں ہمیں دو رکعات پڑھائیں' ہمارا شمار اس وقت سب وقتوں سے زیادہ تھا اور ہم اتنے بے ڈر کسی وقت میں نہ تھے (اس کے باوجود ہم کو نماز قصر پڑھائی)

١٦٥٧- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ

(۱۶۵۷) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے' ان سے اعمش نے' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان

عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ، فَمَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ)). [راجع: ١٠٨٤]

کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت' لیکن پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا تو کاش ان چار رکعتوں کے بدلے مجھ کو دو رکعات ہی نصیب ہوتیں جو (اللہ کے ہاں) قبول ہو جائیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطور اظہار ناراضگی فرمایا کہ کاش میری دو رکعات ہی اللہ کے ہاں قبول ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فروعی اور اجتہادی اختلاف کی بنا پر کسی کو بھی مورد طعن نہیں بنایا جا سکتا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے کچھ مصالح ہوں گے جن کی بنا پر انہوں نے ایسا کیا ورنہ شروع خلافت میں وہ بھی قصر ہی کیا کرتے تھے۔ قصر کرنا بہرحال اولیٰ ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کی سنت ہے' آپ کی سنت ہر حال میں مقدم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشاد کے فیالیت حظی من اربع رکعتان متقبلتان کے متعلق حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والذی یظهر انه قال ذالک علی سبیل التفویض الی الله لعدم اطلاعه علی الغیب و هل یقبل الله صلوته ام لا فتمنی ان یقبل منه من الاربع التی یصلیها رکعتان و لو یقبل الزائد و هو یشعر بان المسافر عنده مخیر بین القصر والاتمام والرکعتان لا بد منهما و مع ذالک فکان یخاف ان لا یقبل منه شئی فحاصله انه قال انما اتم متابعة لعثمان و لیت الله قبل منی رکعتین من الاربع یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا یہ آپ نے اپنا عمل اللہ کو سونپا اس لئے کہ آپ کو غیب پر اطلاع نہ تھی کہ اللہ پاک آپ کی نماز قبول کرتا ہے یا نہیں' اس لئے تمنا فرمائی کہ کاش اللہ میری چار رکعات میں سے دو رکعات کو قبول فرما لے اگرچہ وہ زائد رکعات کو قبول نہ فرمائے اور یہ اس لئے بھی کہ مسافر کو نماز پوری کرنے اور قصر کرنے کا آپ کے نزدیک اختیار تھا اور دو رکعات کے بغیر تو گذارہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ ڈرتے تھے کہ شاید کچھ بھی قبول نہ ہو پس حاصل بحث یہ کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی متابعت میں نماز کو پورا فرمایا اور یہ کہا کہ کاش اللہ پاک ان چار رکعات میں سے میری دو رکعات ہی کو قبول فرما لے۔ اللہ والوں کی یہی شان ہے کہ وہ کچھ نیکی کریں کتنے ہی تقویٰ شعار ہوں مگر پھر بھی ان کو یہی خطرہ لاحق رہتا ہے کہ ان کی نیکیاں دربار الٰہی میں قبول ہوتی ہیں یا رد ہو جاتی ہیں۔ ایسے اللہ والے آج کل عنقاء ہیں جب کہ اکثریت ریاکاروں بظاہر تقویٰ شعاروں و بباطن دنیا داروں کی رہ گئی ہے۔

٨٥- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

باب عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

١٦٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ ((شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ)).

[أطرافه في : ١٦٦١، ١٩٨٨، ٥٦٠٤، ٥٦١٨، ٥٦٣٦].

(١٦٥٨) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے سالم ابو النصر نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ام فضل کے غلام عمیر سے سنا' انہوں نے ام فضل رضی اللہ عنہا سے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا' اس لئے میں نے آپ کے پینے کو کچھ بھیجا جسے آپ نے پی لیا۔

تشریح عرفہ کا روزہ بہت ہی بڑا وسیلہ ثواب ہے دوسری احادیث میں اس کے فضائل مذکور ہیں۔ حدیث مذکورہ ام الفضل کے ذیل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ فرماتے ہیں قال الحافظ قوله في صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا يشعر بان صوم يوم عرفة كان معروفا عندهم معتادا لهم في الحضر و كان من جزم به بانه صائم استند الى ما الفه من العبادة و من جزم بانه غير صائم قامت عنده قرينة كونه مسافرًا وقدعرف نهيه عن صوم الفرض في السفر فضلا من النفل (مرعاة) لوگوں میں رسول کریم ﷺ کے روزہ کے متعلق اختلاف ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ان دنوں ان کے ہاں معروف تھا اور حضر میں اسے بطور عادت سب رکھا کرتے تھے' اس لئے جن لوگوں کو آپ کے روزہ دار ہونے کا یقین ہوا وہ اس بنا پر کہ وہ آنحضرت ﷺ کی عبادت گذاری کی الفت سے واقف تھے اور جن کو نہ رکھنے کا خیال ہوا وہ اس بنا پر کہ آپ مسافر تھے اور یہ بھی مشہور تھا کہ آپ نے سفر میں ایک دفعہ فرض روزہ ہی سے منع فرما دیا تھا تو نفل کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اس روایت میں دودھ بھیجنے والی حضرت ام الفضل بتلائی گئی ہیں مگر مسلم شریف کی روایت میں حضرت میمونہ کا ذکر ہے کہ دودھ انہوں نے بھیجا تھا۔ اس پر حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں فيحتمل التعدد ويحتمل انهما ارسلتا معًا فنسب ذالک الى كل منهما لانهما كانتا اختين و تكون ميمونة ارسلت بسوال ام الفضل لها في ذالک لكشف الحال في ذالک و يحتمل العكس (مرعاة) یعنی احتمال ہے کہ ہر دو نے الگ الگ دودھ بھیجا ہو اور یہ ہر ایک کی طرف منسوب ہو گیا اس لئے بھی کہ وہ دونوں بہن تھیں اور میمونہ نے اس وقت بھیجا ہو جب کہ ام الفضل نے ان سے تحقیق حال کا سوال کیا اور اس کا عکس بھی محتمل ہے اور دودھ اس لئے بھیجا گیا کہ یہ غذا اور پانی ہر دو کا کام دیتا ہے' اسی لئے کھانا کھانے پر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللهم بارک لی فیه واطعمنی خیرا منه یا اللہ! مجھ کو اس میں برکت بخش اور اس سے بھی بہتر کھلائیو اور دودھ پی کر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللہم بارک لی فیه و رزدنی منه (یا اللہ! مجھے اس میں برکت عطا فرما اور مجھے زیادہ نصیب فرمائیو۔) ابوقتادہ کی حدیث جسے مسلم نے روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ عرفہ کا روزہ اگلے اور پچھلے سالوں کے گناہ معاف کرا دیتا ہے۔ ہر دو احادیث میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ یہ روزہ عرفات میں حاجیوں کے لئے رکھنا منع ہے تاکہ ان میں وقوف عرفہ کے لئے ضعف پیدا نہ ہو جو حج کا اصل مقصد ہے اور غیر حاجیوں کے لئے یہ روزہ مستحب اور باعث ثواب مذکور ہے و قال ابن قدامة (ص ١٧٦) اكثر اهل العلم يستحبون الفطر يوم عرفة بعرفة و كانت عائشة و ابن الزبير يصومانه و قال قتادة لاباس به اذا لم يضعف عن الدعاء الخ (مرعاة) یعنی اکثر اہل علم نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے کہ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھا جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ یہ روزہ وہاں بھی رکھا کرتے تھے اور قتادہ نے کہا کہ اگر دعا میں کمزوری کا خطرہ نہ ہو تو پھر روزہ رکھنے میں حاجی کے لئے بھی کوئی ہرج نہیں ہے مگر افضل نہ رکھنا ہی ہے۔

حدیث ام فضل کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حج اور صیام اور اشربہ میں بھی ذکر فرما کر اس سے متعدد مسائل کو ثابت فرمایا ہے۔

٨٦- بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيْرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ

باب صبح کے وقت منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے لبیک اور تکبیر کہنے کا بیان

١٦٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ ((أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ - وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ - كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللهِ

(١٦٥٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے محمد بن ابی بکر ثقفی سے خبر دی کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات جا رہے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ آپ لوگ آج کے دن کس طرح کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کوئی ہم میں سے لبیک پکارتا ہوتا' اس پر

ﷺ؟ فَقَالَ: كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلاَ يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلاَ يُنْكِرُ عَلَيْهِ)). [راجع: ٩٧٠]

کوئی اعتراض نہ کرتا اور کوئی تکبیر کہتا' اس پر بھی کوئی انکار نہ کرتا (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی کو اختیار ہے لبیک پکارتا رہے یا تکبیر کہتا رہے)

٨٧- بَابُ التَّهْجِيْرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ

باب عرفات کے دن عین گرمی میں ٹھیک دوپہر کو روانہ ہونا

یعنی وقوف کیلئے نمرہ سے نکلنا۔ نمرہ وہ مقام ہے جہاں حاجی نویں تاریخ کو ٹھہرتے ہیں وہ حد حرم سے باہر اور عرفات سے متصل ہے۔

١٦٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: ((كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحُجَّاجِ أَنْ لاَ يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ. فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ فَقَالَ: مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ فَقَالَ: الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ. قَالَ: هَذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْظِرْنِي حَتَّى أُفِيْضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجَ. فَنَزَلَ حَتَّى خَرَجَ الْحُجَّاجُ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ. فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَبْدِ اللهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ قَالَ: صَدَقَ)). [طرفاه في: ١٦٦٢، ١٦٦٣].

(١٦٦٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حج کے احکام میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف نہ کرے۔ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے حجاج کے خیمہ کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ حجاج باہر نکلا اس کے بدن پر ایک کسم میں رنگی ہوئی چادر تھی۔ اس نے پوچھا ابو عبدالرحمن! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اگر سنت کے مطابق عمل چاہتے ہو تو جلدی اٹھ کر چل کھڑے ہو جاؤ۔ اس نے کہا کیا اسی وقت؟ عبداللہ نے فرمایا کہ ہاں اسی وقت۔ حجاج نے کہا کہ پھر تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ میں اپنے سر پر پانی ڈال لوں یعنی غسل کر لوں پھر نکلتا ہوں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سواری سے) اتر گئے اور جب حجاج باہر آیا تو میرے اور والد (ابن عمر) کے درمیان چلنے لگا تو میں نے کہا کہ اگر سنت پر عمل کا ارادہ ہے تو خطبہ میں اختصار اور وقوف (عرفات) میں جلدی کرنا۔ اس بات پر وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھنے لگا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

تشریح حجاج عبدالملک کی طرف سے حجاز کا حاکم تھا' جب عبداللہ بن زبیرؓ پر فتح پائی تو عبدالملک نے اسی کو حاکم بنا دیا۔ ابو عبدالرحمن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے اور سالم ان کے بیٹے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ عین گرمی کے وقت دوپہر کے بعد ہی شروع کر دینا چاہئے۔ اس وقت وقوف کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اور وقوف میں کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے۔ حجاج نے یہ بھی غلطی کی' جہاں اور بہت سی غلطیاں اس سے ہوئی ہیں' خاص طور پر کتنے ہی مسلمانوں کا خون ناحق اس کی گردن پر

ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا قتل ناحق بھی ہے جس کے بعد حجاج بیمار ہو گیا تھا اور اسے اکثر خواب میں نظر آیا کرتا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا خون ناحق اس کی گردن پر سوار ہے۔

٨٨- بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

باب عرفات میں جانور پر سوار ہو کر وقوف کرنا

١٦٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ ((عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ)). [راجع: ١٦٥٨]

(١٦٦١) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے' ان سے ابوالنضر نے' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر نے' ان سے ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہ ان کے یہاں لوگوں کا عرفات کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے سے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا بعض نے کہا کہ آپؐ (عرفہ کے دن) روزے سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں اس لئے انہوں نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا آنحضرت ﷺ اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

آپ اونٹ پر سوار ہو کر وقوف فرما رہے تھے۔ اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرفات میں حاجیوں کے لئے روزہ نہ رکھنا سنت نبوی ہے۔

٨٩- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ بِعَرَفَةَ

باب عرفات میں دو نمازوں (ظہر اور عصر) کو ملا کر پڑھنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلاَةُ مَعَ الإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اگر نماز امام کے ساتھ چھوٹ جاتی تو بھی جمع کرتے۔

١٦٦٢- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ((أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ - عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - سَأَلَ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ : إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلاَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: صَدَقَ، إِنَّهُمْ كَانُوا

(١٦٦٢) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل نے ابن شہاب سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ میں اترا تو اس موقع پر اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ عرفہ کے دن وقوف میں آپ کیا کرتے ہیں؟ اس پر سالم رحمۃ اللہ علیہ بولے کہ اگر تو سنت پر چلنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز دوپہر ڈھلتے ہی پڑھ لینا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم نے سچ کہا' صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ظہر اور عصر ایک ہی

يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ. فَقُلْتُ لِسَالِمٍ: أَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: وَهَلْ تَتَّبِعُونَ فِي ذَلِكَ إِلاَّ سُنَّتَهُ؟)) [راجع: ١٦٦٠]

ساتھ پڑھتے تھے۔ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ سالم نے فرمایا اور کس کی سنت پر اس مسئلہ میں چلتے ہو۔

یعنی عرفات میں ظہر اور عصر میں جمع کرنا آنحضرت ﷺ ہی کی سنت ہے' آپ کے سوا اور کس کا فعل سنت ہو سکتا ہے اور آپ کی سنت کے سوا اور کس سنت پر تم چل سکتے ہو بعض نسخوں میں تتبعون کے بدل یتبعون ہے یعنی آپ کے سوا اور کس کا طریقہ ڈھونڈتے ہیں (وحیدی) محققین اہل حدیث کا یہی قول ہے کہ عرفات میں اور مزدلفہ میں مطلقاً جمع کرنا چاہئے خواہ آدمی مسافر ہو یا نہ ہو' امام کے ساتھ نماز پڑھے یا اکیلے پڑھے۔ چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اجمع اهل العلم على ان الامام يجمع بين الظهر والعصر بعرفة وكذالك من صلى مع الامام یعنی اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عرفات میں امام ظہر اور عصر میں جمع کرے گا اور جو بھی امام کے ساتھ نمازی ہوں گے سب کو جمع کرنا ہو گا۔ (نیل الاوطار)

٩٠- بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

باب میدان عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا

١٦٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ((أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَأْتَمَّ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَأَنَا مَعَهُ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ - أَوْ زَالَتْ - فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهِ: أَيْنَ هَذَا؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: الرَّوَاحَ. فَقَالَ: الآنَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَنْظِرْنِي أُفِيْضُ عَلَيَّ مَاءً. فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَتَّى خَرَجَ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ: إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تُصِيْبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ صَدَقَ)). [راجع: ١٦٦٠]

(١٦٦٣) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں سالم بن عبداللہ نے کہ عبدالملک بن مروان (خلیفہ) نے حجاج کو لکھا کہ حج کے کاموں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرے۔ جب عرفہ کا دن آیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا' سورج ڈھل چکا تھا' آپ نے حجاج کے ڈیرے کے پاس آکر بلند آواز سے کہا حجاج کہاں ہے؟ حجاج باہر نکلا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا چل جلدی کر وقت ہو گیا۔ حجاج نے کہا ابھی سے! ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں۔ حجاج بولا کہ پھر تھوڑی مہلت دے دیجئے' میں ابھی غسل کر کے آتا ہوں۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنی سواری سے) اتر گئے۔ حجاج باہر نکلا اور میرے اور میرے والد (ابن عمر) کے بیچ میں چلنے لگا' میں نے اس سے کہا کہ آج اگر سنت پر عمل کی خواہش ہے تو خطبہ مختصر پڑھ اور وقوف میں جلدی کر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم سچ کہتا ہے۔

خطبہ مختصر پڑھنا خطیب کی سمجھ داری کی دلیل ہے' عیدین ہو یا جمعہ پھر حج کا خطبہ تو اور بھی مختصر ہونا چاہئے کہ یہی سنت نبوی ہے جو محترم علمائے کرام خطبات جمعہ و عیدین میں طویل طویل خطبات دیتے ہیں ان کو سنت نبوی کا لحاظ رکھنا چاہئے جو ان کی سمجھ بوجھ کی

دلیل ہو گی۔ وباللہ التوفیق۔

۹۱- بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

باب میدان عرفات میں ٹھہرنے کا بیان

١٦٦٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : ((كُنْتُ أَطْلُبُ بَعِيْرًا لِي. ح)).

وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: ((أَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِي، فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ، فَقُلْتُ : هَذَا وَاللهِ مِنَ الْحُمْسِ، فَمَا شَأْنُهُ هَا هُنَا؟)).

(۱۶۶۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن جبیر بن مطعم نے' ان سے ان کے باپ نے کہ میں اپنا ایک اونٹ تلاش کر رہا تھا (دوسری سند)

اور ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمر بن دینار نے' انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا کہ ان کے والد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میرا ایک اونٹ کھو گیا تھا تو میں عرفات میں اس کو تلاش کرنے گیا' یہ دن عرفات کا تھا' میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ میری زبان سے نکلا قسم اللہ کی! یہ تو قریش ہیں پھر یہ یہاں کیوں ہیں۔

تشریح: جاہلیت میں دوسرے تمام لوگ عرفات میں وقوف کرتے لیکن قریش کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اہل و عیال ہیں' اس لئے ہم وقوف کے لئے حرم سے باہر نہیں نکلیں گے۔ آنحضرت ﷺ بھی قریش میں سے تھے مگر آپ اور تمام مسلمان اور غیر قریش کے امتیاز کے بغیر عرفات ہی میں وقوف پذیر ہوئے۔ عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے راوی کو حیرت ہوئی کہ ایک قریش اور اس دن عرفات میں۔ لفظ حمس حماست سے مشتق ہے۔ قریش کے لوگوں کو حمس اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے دین میں حماست یعنی سختی رکھتے تھے۔

١٦٦٥- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ: ((كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلاَّ الْحُمْسَ - وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ - وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ، يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا، فَمَنْ لَمْ يُعْطِهِ جَمَاعَةُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا. وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ

(۱۶۶۵) ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مسہر سے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حمس کے سوا بقیہ سب لوگ جاہلیت میں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے' حمس قریش اور اس کی آل اولاد کو کہتے تھے' (اور بنی کنانہ وغیرہ' جیسے خزاعہ) لوگوں کو (خدا واسطے) کپڑے دیا کرتے تھے (قریش) کے مرد دوسرے مردوں کو تاکہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں اور (قریش کی) عورتیں دوسری عورتوں کو تاکہ وہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں اور جن کو قریش کپڑا دیتے وہ بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے۔ دوسرے سب لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے لیکن قریش مزدلفہ ہی سے (جو حرم میں تھا) واپس ہو جاتے۔

وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ قَالَ: كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ)). [طرفه في: ٤٥٢٠].

ہشام بن عروہ نے کہا کہ میرے باپ عروہ بن زبیر نے مجھے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی کہ "پھر تم بھی (قریش) وہیں سے واپس آؤ جہاں سے اور لوگ واپس آتے ہیں (یعنی عرفات سے' سورۂ بقرہ) انہوں نے بیان کیا کہ قریش مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے اس لئے انہیں بھی عرفات سے لوٹنے کا حکم ہوا۔

تشریح کعبہ شریف سے میدان عرفات تقریباً پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے' یہ جگہ حرم سے خارج ہے' اس اطراف میں وادی عرنہ' قریہ عرفات' جبل عرفات' مشرقی سڑک واقع ہیں' یہاں سے طائف کے لئے راستہ جاتا ہے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام خلیل اللہ علیہ السلام کو مناسک سکھلاتے ہوئے اس میدان تک لائے تو کہا ھَلْ عَرَفْتَ آپ نے مناسک حج کو جان لیا؟ اس وقت سے اس کا نام میدان عرفات ہوا۔ (درمنثور) یہ جگہ ملت ابراہیمی میں ایک اہم تاریخی جگہ ہے اور اس میں وقوف کرنا ہی حج کی جان ہے اگر کسی کا یہ وقوف فوت ہو جائے تو اس کا حج نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا قفوا علی مشاعر کم فانکم علی ارث ابیکم ابراھیم یعنی میدان عرفات میں تم جہاں اتر چکے ہو وہاں پر ہی وقوف کرو' تم سب اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی موروثہ زمین پر ہو' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے قانون اساسی کا اعلان اسی مقام پر فرمایا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ کا مشہور خطبہ عرفات اسی کی یادگار ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات فرفع یدیه یدعو فمالت ناقته فسقط خطامها فتناول الخطام باحدی یدیه و ھو رافع یدہ الاخریٰ (رواہ النسائی) یعنی عرفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر میں آپؐ کے پیچھے سوار تھا' آپؐ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعائیں مانگ رہے تھے' اچانک آپؐ کی اونٹنی جھک گئی اور آپؐ کے ہاتھ سے اس کی نکیل چھوٹ گئی' آپؐ نے اپنا ایک ہاتھ اس کے اٹھانے کے لئے نیچے جھکا دیا اور دوسرا ہاتھ دعاؤں میں بدستور اٹھائے رکھا۔ میدان عرفات میں یہی وقوف یعنی کھڑا ہونا اور شام تک دعاؤں کے لئے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانا یہی حج کی روح ہے' یہ فوت ہوا تو حج فوت ہو گیا اور اگر اس میں کوئی شخص شریک ہو گیا اس کا حج ادا ہو گیا۔

جمہور کے نزدیک عرفات کا یہ وقوف ظہر عصر کی نماز جمع کر کے نمرہ میں ادا کر لینے کے بعد ہونا چاہئے۔ حضرت علامہ شوکانی فرماتے ہیں انه صلی اللہ علیه وسلم والخلفاء الراشدین بعده لم یقفوا الا بعد الزوال ولم ینقل عن احد انه وقف قبله (نیل) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد خلفاء راشدین سب کا یہی عمل رہا ہے کہ زوال کے بعد ہی عرفات کا وقوف کیا ہے' زوال سے پہلے وقوف کرنا کسی سے بھی ثابت نہیں ہے۔ وقوف سے ظہر و عصر ملا کر پڑھ لینے کے بعد میدان عرفات میں داخل ہونا اور وہاں شام تک کھڑے کھڑے دعائیں کرنا مراد ہے' یہی وقوف حج کی جان ہے' اس مبارک موقعہ پر جس قدر بھی دعائیں کی جائیں کم ہیں کیونکہ آج اللہ پاک اپنے بندوں پر فخر کر رہا ہے جو دور دراز ملکوں سے جمع ہو کر آسمان کے نیچے ایک کھلے میدان میں اللہ پاک کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعائیں کر رہے ہیں اللہ پاک حاجی صاحبان کی دعائیں قبول کرے اور ان کو حج مبرور نصیب ہو آمین۔ جو حاجی میدان عرفات میں جا کر بھی حقہ بازی کرتے رہتے ہیں وہ بڑے بدنصیب ہیں خدا ان کو ہدایت بخشے۔ (آمین)

٩٢- بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ
باب عرفات سے لوٹتے وقت کس چال سے چلے

یعنی دھیمی چال سے یا جلدی چونکہ مزدلفہ میں آ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھتے ہیں عرفات سے لوٹتے وقت جلد چلنا

مسنون ہے جیسے حدیث آگے موجود ہے۔

١٦٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ: ((سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسِيْرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ؟ قَالَ: كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ)). قَالَ هِشَامٌ: وَالنَّص فَوقَ الْعَنَقِ. فَجْوَة: مُتسع، وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ، وكَذَلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ. مَنَاصٌ لَيْسَ حِيْنَ فِرَار.

[طرفاه في: ٢٩٩٩، ٤٤١٣].

(١٦٦٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے ہشام بن عروہ سے خبر دی' ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا (میں بھی وہیں موجود تھا) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے رسول اللہ ﷺ کے واپس ہونے کی چال کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپؐ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے ذرا تیز لیکن جب جگہ پاتے (ہجوم نہ ہوتا) تو تیز چلتے تھے' ہشام نے کہا کہ عنق تیز چلنا اور نص عنق سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ فجوہ کے معنی کشادہ جگہ اس کی جمع فجوات اور فجاء ہے جیسے زکوۃ مفرد زکاء اسکی جمع اور سورۂ ص میں مناص کا جو لفظ آیا ہے اسکے معنی بھاگنا ہیں۔

تو اس سے نص مشتق نہیں ہے جو حدیث میں مذکور ہے' یہ تو ایک ادنیٰ آدمی بھی جس کی عربیت سے ذرا سی استعداد ہو سمجھ سکتا ہے کہ مناص کو نص سے کیا علاقہ' نص مضاعف ہے اور مناص معتل ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مناص کو نص سے مشتق سمجھا ہے اس لیے یہاں اس کے معنی بیان کر دیئے جسے عینی نے نقل کیا ہے یہ بالکل کم فہمی ہے اور اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہہ یوں ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہو گا کہ مناص اور نص کا مادہ ایک ہی ہے امام بخاری نے مناص کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کیا ہے۔

٩٣- بَابُ النُّزُولِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

باب عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا

١٦٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي؟ فَقَالَ: ((الصَّلاَةُ أَمَامَكَ)). [راجع: ١٣٩]

(١٦٦٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید نے' ان سے موسیٰ ابن عقبہ نے ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول کریم ﷺ عرفات سے واپس ہوئے تھے تو آپؐ (راہ میں) ایک گھاٹی کی طرف مڑے اور وہاں قضاء حاجت کی پھر آپؐ نے وضو کیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا (آپؐ مغرب کی) نماز پڑھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا نماز آگے چل کر پڑھی جائے گی۔ (یعنی عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے قضاء حاجت وغیرہ کے لئے راستہ میں رکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

١٦٦٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ عَبْدُ

(١٦٦٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر

اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَيَدْخُلُ فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلاَ يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ)). [راجع: ١٠٩١]

رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں آ کر نماز مغرب اور عشاء ملا کر ایک ساتھ پڑھتے' البتہ آپ اس گھاٹی میں بھی مڑتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مڑے تھے۔ وہاں آپ قضاء حاجت کرتے پھر وضو کرتے لیکن نماز نہ پڑھتے نماز آپ مزدلفہ میں آ کر پڑھتے تھے۔

تشریح: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کمال متابعت سنت تھی حالانکہ آنحضرت ﷺ بہ ضرورت حاجت بشری اس گھاٹی پر ٹھہرے تھے کوئی حج کا رکن نہ تھا مگر عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں ٹھہرتے اور حاجت وغیرہ سے فارغ ہو کر وہاں وضو کر لیتے جیسے آنحضرت ﷺ نے کیا تھا۔ (وحیدی)

١٦٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: ((رَدِفْتُ رَسُولَ اللهِ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الشِّعْبَ الأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ تَوَضَّأَ وَضُوءًا خَفِيفًا، فَقُلْتُ: الصَّلاَةُ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((الصَّلاَةُ أَمَامَكَ)). فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُولَ اللهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ.))

[راجع: ١٣٩]

(١٦٦٩) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے محمد بن حرملہ نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ میں عرفات سے رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ مزدلفہ کے قریب بائیں طرف جو گھاٹی پڑتی ہے جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو آپ نے اونٹ کو بٹھایا پھر پیشاب کیا اور تشریف لائے تو میں نے آپ پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپ نے ہلکا سا وضو کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اور نماز! آپ نے فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے۔ (یعنی مزدلفہ میں پڑھی جائے گی) پھر آپ سوار ہو گئے جب مزدلفہ میں آئے تو (مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر) پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح (یعنی دسویں تاریخ) کو رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سوار ہوئے۔

١٦٧٠- قَالَ كُرَيْبٌ: فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ)). [راجع: ١٥٤٤]

(١٦٧٠) کریب نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فضل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم برابر لبیک کہتے رہے تا آنکہ جمرہ عقبہ پر پہنچ گئے (اور وہاں آپ نے کنکریاں ماریں)

تشریح: ہلکا وضو یہ کہ اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھویا یا پانی کم ڈالا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ وضو کرنے میں دوسرے آدمی سے مدد لینا بھی درست ہے نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ظاہر ہوا کہ حاجی جب رمی جمار کے لئے جمرہ عقبہ پر پہنچے اس

وقت سے لبیک پکارنا موقوف کرے۔

٩٤- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الإِفَاضَةِ، وَإِشَارَتِهِ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

١٦٧١- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى وَالِبَةَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلإِبِلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالإِيْضَاعِ)). أَوْضَعُوا: أَسْرَعُوا. خِلاَلَكُمْ مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ. ﴿وَفَجَّرْنَا خِلاَلَهُمَا﴾: بَيْنَهُمَا.

باب عرفات سے لوٹتے وقت رسول کریم ﷺ کا لوگوں کو سکون واطمینان کی ہدایت کرنا اور کوڑے سے اشارہ کرنا

(۱۶۷۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سوید نے بیان کیا' کہا مجھ سے مطلب کے غلام عمرو بن ابی عمرو نے بیان کیا' انہیں والبہ کوفی کے غلام سعید بن جبیر نے خبر دی' ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سخت شور (اونٹ ہانکنے کا) اور اونٹوں کی مار دھاڑ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا لوگو! آہستگی و وقار اپنے اوپر لازم کرلو (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ (سورۂ بقرہ میں) اوضعوا کے معنی ریشہ دوانیاں کریں خلالکم کا معنی تمہارے بیچ میں اسی سے (سورۂ کہف) میں آیا ہے فجرنا خلالہما یعنی ان کے بیچ میں۔

چونکہ حدیث میں' ایضاع کا لفظ آیا ہے تو امام بخاری نے اپنی عادت کے موافق قرآن کی اس آیت کی تفسیر کر دی جس میں ولا اوضعوا خلالکم آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی خلالکم کے بھی معنی بیان کر دیئے پھر سورۂ کہف میں بھی خلالکم کا لفظ آیا تھا اس کی بھی تفسیر کر دی (وحیدی) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ چاہتے ہیں کہ احادیث میں جو الفاظ قرآنی مصادر سے آئیں ساتھ ہی آیات قرآنی سے ان کی بھی وضاحت فرما دیں تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو حدیث اور قرآن پر پورا پورا عبور حاصل ہو سکے۔ جزاہ اللہ خیرا عن سائر المسلمین

٩٥- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

باب مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھنا

١٦٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ ((دَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ، فَنَزَلَ الشِّعْبَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ. فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلاَةُ. فَقَالَ: ((الصَّلاَةُ أَمَامَكَ)). فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَصَلَّى، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا)).

[راجع: ١٣٩]

(۱۶۷۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے کہا' انہیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی' انہیں کریب نے انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میدان عرفات سے رسول اللہ ﷺ روانہ ہو کر گھاٹی میں اترے (جو مزدلفہ کے قریب ہے) وہاں پیشاب کیا' پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا (خوب پانی نہیں بہایا ہلکا وضو کیا) میں نے نماز کے متعلق عرض کی تو فرمایا کہ نماز آگے ہے۔ اب آپؐ مزدلفہ تشریف لائے وہاں پھر وضو کیا اور پوری طرح کیا پھر نماز کی تکبیر کہی گئی اور آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ ڈیروں پر بٹھا دیئے پھر دوبارہ نماز عشاء کے لئے تکبیر کہی گئی اور آپؐ نے نماز پڑھی آپؐ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت یا نفل) نماز نہیں پڑھی تھی۔

اس حدیث سے مزدلفہ میں جمع کرنا ثابت ہوا جو باب کا مطلب ہے اور یہ بھی نکلا کہ اگر دو نمازوں کے بیچ میں جن کو جمع کرنا ہو آدمی کوئی تھوڑا سا کام کر لے تو قباحت نہیں۔ یہ بھی نکلا کہ جمع کی حالت میں سنت وغیرہ پڑھنا ضروری نہیں یہ جمع شافعیہ کے نزدیک سفر کی وجہ سے ہے اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک حج کی وجہ سے ہے۔

٩٦- بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

باب مغرب اور عشاء مزدلفہ میں ملا کر پڑھنا اور سنت وغیرہ نہ پڑھنا

١٦٧٣- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ. كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا، وَلاَ عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا)).

[راجع: ١٠٩١]

(۱۶۷۳) ہم سے آدم بن ابی العلاء نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' ان سے زہری نے ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مزدلفہ میں نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں تھیں ہر نماز الگ الگ تکبیر کے ساتھ نہ ان دونوں کے پہلے کوئی نفل و سنت پڑھی تھی اور نہ ان کے بعد۔

عینی نے اس سلسلہ میں علماء کے چھ قول نقل کئے ہیں آخری قول یہ کہ پہلی نماز کے لئے اذان کہے اور دونوں کے لئے الگ الگ تکبیر کہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کا یہی قول ہے اسی کو ترجیح ہے۔

١٦٧٤- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا

(۱۶۷۴) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے

سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ الْخَطْمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الأَنْصَارِيُّ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبِ وَالعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ)).

سلیمان بن بلال نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن یزید خطمی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مزدلفہ میں آکر مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ملا کر پڑھا تھا۔

[طرفه في : ٤٤١٤].

مزدلفہ کو جمع کہتے ہیں کیونکہ وہاں آدم اور حواء جمع ہوئے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں' ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کے بیچ میں نفل و سنت نہ پڑھے۔ ابن منذر نے کہا جو کوئی بیچ میں سنت یا نفل پڑھے گا تو اس کا جمع صحیح نہ ہو گا۔ (وحیدی)

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وانما جمع بين الظهر والعصر و بين المغرب والعشاء لان للناس يومئذ اجتماعًا لم يعهد في غيرهذا الموطن والجماعة الواحدة مطلوبة ولا بد من اقامتها في مثل هذا الجمع ليراه من هنالك ولا تيسر اجتماعهم في وقتين و ايضًا فلان للناس اشتغالاً بالذكر والدعا و هما و ظيفة هذا اليوم و رعاية الاقامت وظيفة جميع السنة و انما يرجح في مثل هذا الشئى البديع النادر ثم ركب حتى اتى الموقف و استقبل القبلة فلم يزل واقفًا حتى غربت الشمس و ذهبت الصفرة قليلا ثم دفع (حجۃ اللہ البالغہ) یوم عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اس روز ان مقامات مقدسہ میں لوگوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے جو بجز اس مقام کے اور کہیں نہیں ہوتا اور شارعؑ کو ایک جماعت کا ہونا مطلوب ہے اور ایسے اجتماع میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضروری ہے تاکہ سب لوگ اس کو دیکھیں اور دو وقتوں میں سب کا مجتمع ہونا مشکل تھا نیز اس روز لوگ ذکر اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ اس روز کا وظیفہ ہیں اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسے وقت میں بدیع اور نادر چیز کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پھر آپؐ وہاں سے (نمرہ سے نماز ظہر و عصر سے فارغ ہو کر) عرفات میں موقف میں تشریف لائے' پس آپؐ وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی کم ہو گئی پھر وہاں سے مزدلفہ کو لوٹے۔ خلاصہ یہ کہ یہاں ان مقامات پر ان نمازوں کو ملا کر پڑھنا شارعؑ کو عین محبوب ہے۔ پس جس کام سے محبوب راضی ہوں وہی کام دعویداران محبت کو بھی بذوق و شوق انجام دینا چاہیے۔

٩٧- بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا

باب جس نے کہا کہ ہر نماز کے لئے اذان اور تکبیر کہنا چاہئے' اس کی دلیل

١٦٧٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُولُ: ((حَجَّ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذَلِكَ، فَأَمَرَ

(١٦٧٥) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابواسحاق عمرو بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا' آپ کے ساتھ تقریباً عشاء کی اذان کے وقت ہم مزدلفہ میں بھی آئے' آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اذان تکبیر کہی اور آپ

رَجُلاً فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشَّى، ثُمَّ أَمَرَ - أُرَى - فَأَذَّنَ وَأَقَامَ)) قَالَ عَمْرٌو : لاَ أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلاَّ مِنْ زُهَيْرٍ ((ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ . فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ : لاَ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلاَّ هَذِهِ الصَّلاَةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: هُمَا صَلاَتَانِ تُحَوَّلاَنِ عَنْ وَقْتِهِمَا: صَلاَةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ)).

نے مغرب کی نماز پڑھی' پھر دو رکعت (سنت) اور پڑھی اور شام کا کھانا منگوا کر کھایا۔ میرا خیال ہے (راوی حدیث زہیر کا) کہ پھر آپ نے حکم دیا اور اس شخص نے اذان دی اور تکبیر کہی عمرو (راوی حدیث) نے کہا میں یہی سمجھتا ہوں کہ شک زہیر (عمرو کے شیخ) کو تھا' اس کے بعد عشاء کی نماز دو رکعت پڑھی۔ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (طلوع فجر ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ صرف دو نمازیں (آج کے دن) اپنے معمولی وقت سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے ساتھ ملا کر) پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز طلوع فجر کے ساتھ ہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

[طرفاه في : ١٦٨٢، ١٦٨٣].

تشریح اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ نمازوں کا جمع کرنے والا دونوں نمازوں کے بیچ میں کھانا کھا سکتا ہے یا اور کچھ کام کر سکتا ہے اس حدیث میں جمع کے ساتھ نفل پڑھنا بھی مذکور ہے۔ فجر کے بارے میں یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز اسی دن تاریکی میں پڑھی اور شاید مراد ان کی یہ ہو کہ اس دن بہت تاریکی میں پڑھی یعنی صبح صادق ہوتے ہی ورنہ دوسرے بہت صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی عادت بہت یہی تھی کہ آپؐ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں کو پروانہ لکھا کہ صبح کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گھنے ہوں یعنی اندھیری ہو. اور یہ بھی صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سوا اس مقام کے اور کہیں جمع نہیں کیا اور دوسرے صحابہؓ نے سفر میں آپؐ سے جمع کرنا نقل کیا ہے۔ (وحیدی)

آپؐ نے نماز مغرب اور عشاء کے درمیان نفل بھی پڑھے مگر رسول کریم ﷺ سے نہ پڑھنا ثابت ہے' لہٰذا ترجیح فعل نبوی ہی کو ہو گی۔ ہاں کوئی شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح پڑھ بھی لے تو غالباً وہ گنہگار نہ ہو گا اگرچہ یہ سنت نبوی کے مطابق نہ ہو گا۔ انما الاعمال بالنیات

دین میں اصل الاصول یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا بہر حال مقدم رکھی جائے۔ جہاں جس کام کے لیے حکم فرمایا جائے اس کام کو کیا جائے اور جہاں اس کام سے روک دیا جائے وہاں رک جائے' اطاعت کا یہی مفہوم ہے' اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔ اللہ سب کو دین پر قائم رکھے۔

٩٨- بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ، فَيَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُونَ،

باب عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں آگے منیٰ روانہ کر دینا' وہ مزدلفہ میں ٹھہریں اور دعا کریں اور چاند

وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

ڈوبتے ہی چل دیں

١٦٧٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ : ((وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُونَ اللهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُونَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلاَةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَدِمُوا رَمَوُا الْجَمْرَةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَرْخَصَ فِي أُولَئِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ)).

(١٦٧٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے یونس سے بیان کیا اور ان سے ابن شہاب نے کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزوروں کو پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس آ کر ٹھہرتے اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے' پھر امام کے ٹھہرنے اور لوٹنے سے پہلے ہی (منیٰ) آ جاتے تھے' بعض تو منیٰ فجر کی نماز کے وقت پہنچتے اور بعض اس کے بعد' جب منیٰ پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کے لئے یہ اجازت دی ہے۔

تشریح: یعنی عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ میں تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے جانے کی اجازت دی ہے ان کے سوا' اور دوسرے سب لوگوں کو رات میں مزدلفہ رہنا چاہئے۔ شعبی اور نخعی اور علقمہ نے کہا کہ جو کوئی رات کو مزدلفہ میں نہ رہے اس کا حج فوت ہوا اور عطا اور زہری کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آ جاتا ہے اور آدھی رات سے پہلے وہاں سے لوٹنا درست نہیں ہے۔ (وحیدی)

١٦٧٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ)). [طرفاه في: ١٦٧٨، ١٨٥٦].

(١٦٧٧) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے رات ہی میں منیٰ روانہ کر دیا تھا۔

١٦٧٨ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ)).

(١٦٧٨) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبید اللہ بن ابی یزید نے خبر دی' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کے ساتھ مزدلفہ کی رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا۔

١٦٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ ((أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ

(١٦٧٩) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید بن قطان نے' ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ ان سے اسماء کے غلام عبداللہ نے بیان کیا کہ ان سے اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما نے کہ وہ رات کی

عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ فَقَامَتْ تُصَلِّي، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ : لاَ. فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَتْ: فَارْتَحِلُوا ؛ فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا. فَقُلْتُ لَهَا : يَا هَنْتَاهُ، مَا أُرَانَا إِلاَّ قَدْ غَلَّسْنَا. قَالَتْ : يَا بُنَيَّ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَذِنَ لِلظُّعُنِ)).

رات میں ہی مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر تک نماز پڑھنے کے بعد پوچھا بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا! میں نے کہا کہ نہیں! اس لئے وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر بعد پھر پوچھا کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا ہاں' انہوں نے کہا کہ اب آگے چلو (منیٰ کو) چنانچہ ہم ان کے ساتھ آگے چلے وہ (منیٰ میں) رمی جمرہ کرنے کے بعد پھر واپس آ گئیں اور صبح کی نماز اپنے ڈیرے پر پڑھی میں نے کہا جناب! یہ کیا بات ہوئی کہ ہم نے اندھیرے ہی میں نماز صبح پڑھ لی۔ انہوں نے کہا بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی۔

تشریح معلوم ہوا کہ سورج نکلنے سے پہلے بھی کنکریاں مار لینا درست ہے' لیکن حنفیہ نے اس کو جائز نہیں رکھا اور امام احمد اور اسحاق اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ صبح صادق سے پہلے درست نہیں اگر کوئی اس سے پہلے مارے تو صبح ہونے کے بعد دوبارہ مارنا چاہئے اور شافعی کے نزدیک صبح سے پہلے کنکریاں مار لینا درست ہے۔ (وحیدی)

١٦٨٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ - عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ جَمْعٍ - وَكَانَتْ ثَقِيلَةً ثَبْطَةً - فَأَذِنَ لَهَا)).

[طرفه في: ١٦٨١].

(١٦٨٠) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی' کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا' ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے مزدلفہ کی رات عام لوگوں سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت چاہی آپؓ بھاری بھر کم بدن کی عورت تھیں تو حضور ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

١٦٨١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ ﷺ سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ - وَكَانَتِ امْرَأَةً بَطِيئَةً - فَأَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ، فَلأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللهِ

(١٦٨١) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے افلح بن حمید نے' ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب ہم نے مزدلفہ میں قیام کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں کے اژدھام سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت دے دی تھی' وہ بھاری بھر کم بدن کی خاتون تھیں' اس لئے آپ نے اجازت دے دی چنانچہ وہ اژدھام سے پہلے روانہ ہو گئیں۔ لیکن ہم لوگ وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپؐ کے ساتھ گئے اگر میں بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ صلی

ﷺ كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ)).

اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیتی تو مجھ کو تمام خوشی کی چیزوں میں یہ بہت ہی پسند ہوتا۔

٩٩- بَابُ مَنْ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

باب فجر کی نماز مزدلفہ ہی میں پڑھنا

١٦٨٢- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلاَةً بِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا، إِلاَّ صَلاَتَيْنِ: جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا)). [راجع: ١٦٧٥]

(١٦٨٢) ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عمارہ نے عبدالرحمٰن بن یزید سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ دو نمازوں کے سوا میں نے نبی کریم ﷺ کو اور کوئی نماز بغیر وقت نہیں پڑھتے دیکھا' آپ نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھیں اور فجر کی نماز بھی اس دن (مزدلفہ میں) معمولی وقت سے پہلے ادا کی۔

یعنی بہت اول وقت یہ نہیں کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پڑھ لی جیسے بعض نے گمان کیا اور دلیل اس کی آگے کی روایت ہے جس میں صاف یہ ہے کہ صبح کی نماز فجر طلوع ہوتے ہی پڑھی۔ (وحیدی)

١٦٨٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ إِلَى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلاَتَيْنِ: كُلَّ صَلاَةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، وَالْعِشَاءَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ - وَقَائِلٌ يَقُولُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ - ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلاَتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ: الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلاَ يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتِمُوا، وَصَلاَةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ)). ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفَاضَ الآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ. فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ

(١٦٨٣) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا' ان سے ابو اسحاق نے' ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے (حج شروع کیا) پھر جب ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہر نماز ایک الگ اذان اور ایک الگ اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان میں کھایا' پھر طلوع صبح کے ساتھ ہی آپ نے نماز فجر پڑھی' کوئی کہتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہو گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یہ دونوں نمازیں اس مقام سے ہٹا دی گئی ہیں' یعنی مغرب اور عشاء' مزدلفہ میں اس وقت داخل ہوں کہ اندھیرا ہو جائے اور فجر کی نماز اس وقت۔ پھر عبداللہ اجالے تک وہیں مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور کہا کہ اگر امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت چلیں تو یہ سنت کے مطابق ہو گا۔ (حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ ان کی زبان سے پہلے نکلے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَزِلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ)).

پہلے شروع ہوئی' آپ دسویں تاریخ تک جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

[راجع: ١٦٧٥]

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مزدلفہ سے لوٹے سنت یہی ہے کہ مزدلفہ سے فجر کی روشنی ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے لوٹے۔ فجر کی نماز سے متعلق اس حدیث میں جو وارد ہے کہ وہ ایسے وقت پڑھی گئی کہ لوگوں کو فجر کے ہونے میں شبہ ہو رہا تھا' اس کی وضاحت مسلم شریف کی حدیث میں موجود ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو ملا کر ادا کیا پھر آپؐ سو گئے ثم اضطجع حتى طلع الفجر فصلى الفجر حين تبين له الصبح باذان و اقامة الى اخر الحديث پھر سو کر آپؐ کھڑے ہوئے جب کہ فجر طلوع ہو گئی۔ آپؐ نے صبح کھل جانے پر نماز فجر کو ادا فرمایا اور اس کے لئے اذان اور اقامت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ پچھلی حدیث میں راوی کی مراد یہ ہے کہ آپؐ نے فجر کی نماز کو اندھیرے میں بہت اول وقت یعنی فجر ظاہر ہوتے ہی فوراً ادا فرمالیا' یوں آپؐ ہمیشہ ہی نماز فجر غلس یعنی اندھیرے میں ادا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے مگر یہاں اور بھی اول وقت طلوع فجر کے فوراً بعد ہی آپؐ نے نماز فجر کو ادا فرمالیا۔

١٠٠- بَابُ مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ

باب مزدلفہ سے کب چلا جائے؟

١٦٨٤- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ يَقُولُ: ((شَهِدْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوا لاَ يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيْرُ. وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ)).

(١٦٨٤) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ابو اسحاق نے' انہوں نے عمرو بن میمون کو یہ کہتے سنا کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا' نماز کے بعد آپ ٹھہرے اور فرمایا کہ مشرکین (جاہلیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے کہتے تھے اے ثبیر! تو چمک جا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

[طرفه في : ٣٨٣٨].

تشریح: ثبیر ایک پہاڑ کا نام ہے مزدلفہ میں جو منیٰ کو آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں جبل معروف هناك و هو على يسار الذاهب الى منى و هواعظم جبال مكة عرف به جبل من هذيل اسمه ثبير دفن فيه یعنی ثبیر مکہ کا ایک عظیم پہاڑ ہے جو منیٰ جاتے ہوئے بائیں طرف پڑتا ہے اور یہ ہذیل کے ایک آدمی ثبیر نامی کے نام پر مشہور ہے جو وہاں دفن ہوا تھا۔ مزدلفہ سے صبح سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کے لئے چل دینا سنت ہے۔ مسلم شریف میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے مزید تفصیل یوں ہے۔ ثم ركب القصواء حتى اتى المشعرا الحرام فاستقبل القبلة فدعا الله تعالى و كبره و هلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر فدفع قبل ان تطلع الشمس یعنی عرفات سے لوٹتے وقت آپؐ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے' یہاں سے مزدلفہ میں مشعر الحرام میں آئے اور وہاں آ کر قبلہ رو ہو کر تکبیر و تہلیل کہی اور آپؐ خوب اجالا ہونے تک ٹھہرے رہے' مگر سورج طلوع ہونے سے پہلے آپؐ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ عہد جاہلیت میں مکہ والے سورج نکلنے کے بعد یہاں سے چلا کرتے تھے' اسلام میں سورج نکلنے سے پہلے چلنا قرار پایا۔

۱۰۱- بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحرِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ، وَالِارْتِدَافِ فِي السَّيْرِ

باب دسویں تاریخ صبح کو تکبیر اور لبیک کہتے رہنا جمرہ عقبہ کی رمی تک اور چلتے ہوئے (سواری پر کسی کو) اپنے پیچھے بٹھالینا۔

تشریح دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں جا کر نماز فجر سے فارغ ہو کر سورج نکلنے کے بعد رمی جمار کرنا ضروری ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المنذر :السنة ان لايرمي الا بعد طلوع الشمس كما فعل النبي صلى الله عليه وسلم ولا يجوز الرمي قبل طلوع الفجر لان فاعله مخالف للسنة و من رمى حينئذ لا اعادة عليه اذ لااعلم احدا قال لا يجزئه (فتح) یعنی ابن منذر نے کہا کہ سنت یہی ہے کہ رمی جمار سورج نکلنے کے بعد کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہے اور طلوع فجر سے پہلے رمی جمار درست نہیں اس کا کرنے والا سنت کا مخالف ہو گا۔ ہاں اگر کسی نے اس وقت رمی جمار کر لیا تو پھر اس پر دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس نے اسے غیر کافی کہا ہو۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے رات میں رمی جمار کرنا بھی منقول ہے جیسا کہ اس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کمزور مردوں عورتوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ رات ہی میں مزدلفہ سے کوچ کر کے منیٰ آ جائیں اور آنے پر خواہ رات ہی کیوں نہ ہو' رمی جمار کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے مزدلفہ کی رات میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اذهب بضعفاء نا و نساء نا فليصلوا الصبح بمنى ويرموا جمرة العقبة قبل ان تصيبهم دفعة الناس (فتح الباری) یعنی آپ ہمارے ضعیفوں اور عورتوں وغیرہ کو مزدلفہ سے رات ہی میں منیٰ لے جائیے تا کہ وہ صبح کی نماز منیٰ میں ادا کر لیں اور لوگوں کے اژدہام سے پہلے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١٦٨٥- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْدَفَ الْفَضْلَ، فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ)).

[راجع: ١٥٢٤]

(۱۶۸۵) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا' انہیں ابن جریج نے خبر دی' انہیں عطاء نے' انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے (مزدلفہ سے لوٹتے وقت) فضل (بن عباس رضی اللہ عنہما) کو اپنے پیچھے سوار کرایا تھا۔ فضل رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ رمی جمرہ تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

١٦٨٦، ١٦٨٧- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ الأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ((أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، فَقَالَ فَكِلاَهُمَا قَالاَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ

(۸۶'۱۶۸۷) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا' ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے یونس ایلی نے' ان سے زہری نے' ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے مزدلفہ تک نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پھر آپ نے مزدلفہ سے منیٰ جاتے وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جمرہ عقبہ کی سواری تک مسلسل

يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةَ)).

[راجع: ١٥٤٣، ١٥٤٤]

لبیک کہتے رہے۔

باب

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ، ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾[البقرة : ١٩٦]

باب

سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں پس جو شخص تمتع کرے حج کے ساتھ عمرہ کا یعنی حج تمتع کر کے فائدہ اٹھائے تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور اگر کسی کو قربانی میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ایام حج میں اور سات دن کے روزے گھر واپس ہونے پر رکھے' یہ پورے دس دن (کے روزے) ہوئے یہ آسانی ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد کے پاس نہ رہتے ہوں۔

١٦٨٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَأَمَرَنِي بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ فَقَالَ فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ. قَالَ : كَأَنَّ نَاسًا كَرِهُوهَا، فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ، وَمُتْعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ. فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ)).

قَالَ: وَقَالَ آدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ((عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، وَحَجٌّ مَبْرُورٌ)).

[راجع: ١٥٦٧]

(١٦٨٨) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' انہیں نضر بن شمیل نے خبر دی' انہیں شعبہ نے خبر دی' ان سے ابو جمرہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا' پھر میں نے قربانی کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ تمتع میں ایک اونٹ' یا ایک گائے یا ایک بکری (کی قربانی واجب ہے) یا کسی قربانی (اونٹ یا گائے بھینس کی) میں شریک ہو جائے' ابو جمرہ نے کہا کہ بعض لوگ تمتع کو ناپسندیدہ قرار دیتے تھے۔ پھر میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے یہ حج مبرور ہے اور یہ مقبول تمتع ہے۔ اب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تو ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے۔ کہا کہ وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے عمرة متقبلة و حج مبرور (اس میں عمرہ کا ذکر پہلے ہے یعنی یہ عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے)

تشریح حضرت عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے تمتع کی کراہیت منقول ہے لیکن ان کا قول احادیث صحیحہ اور خود نص قرآنی کے برخلاف ہے' اس لئے ترک کیا گیا اور کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ جب حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی رائے جو خلفائے راشدین میں سے ہیں حدیث کے خلاف مقبول نہ ہو تو اور مجتہد یا مولوی کس شمار میں ہیں' ان کا فتویٰ حدیث کے خلاف لچر اور پوچ ہے۔ (وحیدی) اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ صحیح مرفوع احادیث کے مقابلہ پر قول امام کو ترجیح دیتے ہیں

اور سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے یہی کافی ہے پس اللہ کے ہاں جس دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے ان کا کیا جواب ہو سکے گا۔ صد افسوس کہ یہود و نصاریٰ میں تقلید شخصی کی بیماری تھی جس نے مسلمانوں کو بھی پکڑ لیا اور وہ بھی ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ﴾ (التوبہ: ۳۱) کے مصداق بن گئے یعنی ان لوگوں نے اپنے مولویوں درویشوں کو خدا کے سوا اپنا رب ٹھہرا لیا' یعنی خدا کی طرح ان کی فرمانبرداری کو اپنے لئے لازم قرار دے لیا۔ اسی کا نام تقلید جامد ہے جو سب بیماریوں کی جڑ ہے۔

۱۰۳ – بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ

لِقَولِهِ : ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ، فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ، فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ، كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. لَنْ يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلاَ دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ، كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ﴾ [الحج : ٣٦]. قال مجاهدٌ : سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبَدَنِهَا. وَالْقَانِعُ : السَّائِلُ: وَالْمُعْتَرُّ، الَّذِي يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ. وَشَعَائِرُ اللهِ: اسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا. وَالْعَتِيقُ: عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ. وَيُقَالُ وَجَبَتْ: سَقَطَتْ إِلَى الأَرْضِ، وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ.

باب قربانی کے جانور پر سوار ہونا (جائز ہے)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج میں فرمایا "ہم نے قربانیوں کو تمہارے لئے اللہ کے نام کی نشانی بنایا ہے' تمہارے واسطے ان میں بھلائی ہے سو پڑھو ان پر اللہ کا نام قطار باندھ کر' پھر وہ جب گر پڑیں اپنی کروٹ پر (یعنی ذبح ہو جائیں) تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے دونوں طرح کے فقیروں کو' اسی طرح تمہارے لئے حلال کر دیا ہم نے ان جانوروں کو تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا خون' لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ اس طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ تم کو اس نے راہ دکھائی اور بشارت سنا دے نیکی کرنے والوں کو۔ مجاہد نے کہا کہ قربانی کے جانور کو بدنہ اس کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے' قانع سائل کو کہتے ہیں اور معتر جو قربانی کے جانور کے سامنے سائل کی صورت بنا کر آ جائے خواہ غنی ہو یا فقیر' شعائر کے معنی قربانی کے جانور کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور اسے موٹا بنانا ہے۔ عتیق (خانہ کعبہ کو کہتے ہیں) بوجہ ظالموں اور جابروں سے آزاد ہونے کے جب کوئی چیز زمین پر گر جائے تو کہتے ہیں وجبت۔ اسی سے وجبت الشمس آتا ہے یعنی سورج ڈوب گیا۔

تشریح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قوله والقانع السائل والمعتر الذى يعتر بالبدن من غني او فقير اى يطيف بها متعرضا لها و هذا التعليق اخرجه ايضا عبد بن حميد من طريق عثمان ابن الاسود قلت لمجاهد ما القانع؟ قال جارک الذى ينتظر مادخل بيتک و المعتر الذى يعتر ببابک و يريک نفسه و لا يسالک شيئا و اخرج ابن ابى حاتم من طريق سفيان بن عيينة عن ابن ابى نجيح عن مجاهد قـ القانع هوالطامع و قال مرة هوالسائل و من يسئالک و من طريق الثورى عن فرات عن سعيد بن جبير المعتر الذى يعتريک يزورک و لا يسئالک و من طريق ابن جريع عن مجاهد المعتر الذى يعتر بالبدن من غني اوفقير وقال الخليل فى العين القنوع المعتزل للمسئلة قنع نبه مال و خضع و هوالسائل والمعتر الذى يعترض و لا يسال ويقال قنع بكسر النون اذارضى وقنع بفتحها اذا سال و قر الحسن المعترى و هو بمعنى المعتر (فتح البارى) یعنی قانع سے سائل مراد ہے (اور (لغات الحدیث) میں قنوع کے ایک معنی مانگنا بھی نکلتا ہے اور معتر وہ غنی ...

فقیر جو دل سے طالب ہو کر وہاں گھومتا رہے تاکہ اس کو گوشت حاصل ہو جائے زبان سے سوال نہ کرے معترو فقیر جو سامنے آئے اس کی صورت سوالی ہو لیکن سوال نہ کرے لغات الحدیث اس تعلیق کو عبد بن حمید نے طریق عثمان بن اسود سے نکالا ہے میں نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے قانع کی تحقیق کی کہا قانع وہ ہے جو انتظار کرتا رہے کہ تیرے گھر میں کیا کیا چیزیں آئی ہیں۔ (اور کاش ان میں سے مجھ کو بھی کچھ مل جائے) معترو وہ ہے جو وہاں گھومتا رہے اور تیرے دروازے پر امید وار بن کر آئے جائے مگر کسی چیز کا سوال نہ کرے اور مجاہد سے قانع کے معنی طامع یعنی لالچی کے بھی آئے ہیں اور ایک دفعہ بتلایا کہ سائل مراد ہے اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور سعید بن جبیر سے معتر کے وہی معنی نقل ہوئے جو اوپر بیان ہوئے اور مجاہد نے کہا کہ معترو جو غنی ہو یا فقیر خواہش کی وجہ سے قربانی کے جانور کے اردگرد پھرتا رہے (اور خلیل نے قنوع کے معنی وہ بتایا جو ذلیل ہو کر سوال کرے قنع الیہ کے معنی مال وہ اس کی طرف جھکا وشفع الیہ اور اُس نے اس کی طرف جس سے کچھ چاہتا ہے چاپلوسی کی' مراد آگے سائل ہے اور قنع بکسر نون رضی کے معنی کے ہے اور قنع فتح نون کے ساتھ اذا سال کے معنی میں اور حسن کی قرأت میں یہاں لفظ معتری پڑھا گیا ہے وہ بھی معتر ہی کے معنی میں ہے۔

١٦٨٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)) فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا وَيْلَكَ)) فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ.

(۱۶۸۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابوالزناد نے' انہیں اعرج اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے' آپؐ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جانا۔ اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے تو آپؐ نے پھر فرمایا افسوس! سوار بھی ہو جاؤ (ویلک آپؐ نے) دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا۔

[أطرافه في : ١٧١٦، ٢٧٥٥، ٦١٦٠].

تشریح زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ سائبہ وغیرہ جو جانور مذہبی نیاز نذر کے طور پر چھوڑ دیتے ان پر سوار ہونا معیوب جانا کرتے تھے قربانی کے جانوروں کے متعلق بھی جو کعبہ میں لے جائی جائیں ان کا ایسا ہی تصور تھا۔ اسلام نے اس غلط تصور کو ختم کیا اور آنحضرت ﷺ نے باصرار حکم دیا کہ اس پر سواری کرو تاکہ راستہ کی تھکن سے بچ سکو۔ قربانی کے جانور ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے معطل کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اسلام اسی لئے دین فطرت ہے کہ اس نے قدم قدم پر انسانی ضروریات کو ملحوظ نظر رکھا ہے اور ہر جگہ عین ضروریات انسانی کے تحت احکامات صادر کئے ہیں خود عرب میں اطراف مکہ سے جو لاکھوں حاجی آج کل بھی حج کے لئے مکہ شریف آتے ہیں ان کے لئے یہی احکام ہیں باقی دور دراز ممالک اسلامیہ سے آنے والوں کے لئے قدرت نے ریل موٹر جہاز وجود پذیر کر دیئے ہیں۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ آج کل سفر حج بے حد آسان ہو گیا ہے پھر بھی کوئی دولت مند مسلمان حج کو نہ جائے تو اس کی بدبختی میں کیا شبہ ہے۔

١٦٩٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشُعْبَةُ قَالاَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلاً

(۱۶۹۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لئے

يَسُوقُ بُدْنَةً فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا)) ثَلاَثًا.

[طرفاه في : ٢٧٥٤، ٦١٥٩].

جا رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے آپؐ نے فرمایا کہ سوار ہو جا اس نے پھر عرض کیا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے۔ لیکن آپؐ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا کہ سوار ہو جا۔

آپ کے بار بار فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا اس کے شعائر اسلام ہونے کے منافی نہیں ہے۔

١٠٤ - بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے۔

١٦٩١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((تَمَتَّعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ. فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ : ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لاَ يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ)). فَطَافَ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ، وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ. ثُمَّ

(١٦٩١) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپؐ ذی الحلیفہ سے اپنے ساتھ قربانی لے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے عمرہ کے لئے احرام باندھا' پھر حج کے لئے لبیک پکارا۔ لوگوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے حج کیا' لیکن بہت سے لوگ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے گئے تھے اور بہت سے نہیں لے گئے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کہا کہ جو شخص قربانی ساتھ لایا ہو اس کے لئے حج پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز حلال نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے اوپر (احرام کی وجہ سے) حرام کر لیا ہے لیکن جن کے ساتھ قربانی نہیں ہے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لیں اور صفا اور مروہ کی سعی کر کے بال ترشوا لیں اور حلال ہو جائیں' پھر حج کے لئے (از سر نو آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھیں) ایسا شخص اگر قربانی نہ پائے تو تین دن کے روزے حج ہی کے دنوں میں اور سات دن کے روزے گھر واپس آ کر رکھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو سب سے پہلے آپؐ نے طواف کیا پھر حجر اسود کو بوسہ دیا تین چکروں میں آپؐ نے رمل کیا اور باقی چار میں معمولی رفتار سے چلے' پھر بیت اللہ کا طواف پورا کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو

خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعًا، فَرَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ، مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ)).

رکعت نماز پڑھی سلام پھیر کر آپؐ صفا پہاڑی کی طرف آئے اور صفا اور مروہ کی سعی بھی سات چکروں میں پوری کی۔ جن چیزوں کو (احرام کی وجہ سے اپنے پر) حرام کرلیا تھا ان سے اس وقت تک آپؐ حلال نہیں ہوئے جب تک ر بھی پورا نہ کرلیا اور یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں قربانی کا جانور بھی ذبح نہ کرلیا۔ پھر آپؐ (مکہ واپس) آئے اور بیت اللہ کا جب طواف افاضہ کرلیا تو ہر وہ چیز آپ کے لئے حلال ہو گئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی جو لوگ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

۱۶۹۲- وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ)).

(۱۶۹۲) عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آنحضرت ﷺ کے حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کی خبر دی کہ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا تھا' بالکل اسی طرح جیسے مجھے سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی تھی۔

تشریح نووی نے کہا کہ تمتع سے یہاں قران مراد ہے' ہوا یہ کہ پہلے آپؐ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کیا اس میں شریک کرلیا اور قران کو بھی تمتع کہتے ہیں۔ (وحیدی) اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں رمل کا ذکر بھی آیا ہے یعنی اکڑ کر مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا۔ یہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں کیا اور باقی چار میں معمولی چال سے چلے یہ اس واسطے کیا کہ مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا تھا کہ مدینہ کے بخار سے وہ ناتواں ہو گئے ہیں تو پہلی بار یہ فعل ان کا خیال غلط کرنے کے لیے کیا گیا تھا' پھر ہمیشہ یہی سنت قائم رہی۔ (وحیدی) حج میں ایسے بہت سے تاریخی یادگاری امور ہیں جو پچھلے بزرگوں کی یادگاریں ہیں اور اسی لئے ان کو ارکان حج سمجھیں اور اس سے سبق حاصل کریں' رمل کا عمل بھی ایسا ہی تاریخی عمل ہے۔

۱۰۵- بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيقِ

باب اس شخص کے بارے میں جس نے قربانی کا جانور راستے میں خریدا۔

۱۶۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لأَبِيهِ: أَقِمْ فَإِنِّي لاَ آمَنُهَا أَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ. قَالَ: إِذًا أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَقَدْ

(۱۶۹۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے کہا (جب وہ حج کے لئے نکل رہے تھے) کہ آپ نہ جائیے کیونکہ میرا خیال ہے کہ (بدامنی کی وجہ سے) آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر

قَالَ اللهُ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ. فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ. قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَ إِلاَّ وَاحِدٌ. ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ، ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)). [راجع: ١٦٣٩]

میں بھی وہی کام کروں گا جو (ایسے موقعہ پر) رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے" میں اب تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے' چنانچہ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ نکلے اور جب بیداء پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں تو ایک ہی ہیں اس کے بعد قدید پہنچ کر ہدی خریدی پھر مکہ آ کر دونوں کے لئے طواف کیا اور درمیان میں نہیں بلکہ دونوں سے ایک ہی ساتھ حلال ہوئے۔

١٠٦- بَابُ مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ

باب جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قلادہ پہنایا پھر احرام باندھا!

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِينَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ يَطْعَنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ الأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ، وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر جاتے تو ذوالحلیفہ سے اسے ہار پہنا دیتے اور اشعار کر دیتے اس طرح کہ جب اونٹ اپنا منہ قبلہ کی طرف کئے بیٹھا ہوتا تو اس کے داہنے کوہان میں نیزے سے زخم لگا دیتے۔

١٦٩٤، ١٦٩٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالاَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ النَّبِيُّ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ)).

[أطرافه في : ١٨١١، ٢٧١٢، ٢٧٣١، ٤١٧٨، ٤١٨١].

(۱۶۹۴-۹۵) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں عروہ بن زبیر نے' اور ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور مروان نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم مدینہ سے تقریباً اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ (حج کے لئے نکلے) جب ذی الحلیفہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا۔

[أطرافه في : ٢٧١١، ٢٧٣٢، ٤١٥٧، ٤١٧٩، ٤١٨٠].

تشریح اشعار کے معنی قربانی کے اونٹ کے دائیں کوہان میں نیزے سے ایک زخم کر دینا' اب یہ جانور بیت اللہ میں قربانی کے لئے نشان زدہ ہو جاتا تھا اور کوئی بھی ڈاکو چور اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اب بھی یہ اشعار رسول کریم ﷺ کی سنت ہے۔ بعض لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے جو سخت غلطی اور سنت نبوی کی بے ادبی ہے۔ امام ابن حزم نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ

کے سوا اور کسی سے اس کی کراہیت منقول نہیں' طحاوی نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اس میں مبالغہ کرنے کو مکروہ کہا ہے جس سے اونٹ کی ہلاکت کا ڈر ہو اور ہمارا یہی گمان حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جو مسلمانوں کے پیشوا ہیں' یہی ہے۔ اصل اشعار کو وہ کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں اس کا سنت ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (وحیدی) قلادہ جوتیوں کا ہار جو قربانی کے جانوروں کے گلے میں ڈال کر گویا اسے بیت اللہ میں قربانی کے لئے نشان لگا دیا جاتا تھا' قلادہ اونٹ بکری گائے سب کے لئے ہے اور اشعار کے بارے میں حضرت علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ و فیه مشروعیة الاشعار و هو ان یکشط جلد البدنة حتی یسیل دم ثم یسلقه فیکون ذالک علامة علی کونها هدیا و بذالک قال الجمهور من السلف و الخلف و ذکر الطحاوی فی اختلاف العلماء کراهیته عن ابی حنیفة و ذهب غیره الی استحبابه للاتباع حتی صاحباه ابو یوسف و محمد فقالا هو حسن قال و قال مالک یختص الاشعار بمن لها سنام قال الطاوی ثبت عن عائشة و ابن عباس التخییر فی الاشعار و ترکه فدل علی انه لیس بنسک لکنه غیر مکروه لثبوت فعله عن النبی صلی الله علیه وسلم الی اخره (فتح الباری) یعنی اس حدیث سے اشعار کی مشروعیت ثابت ہے وہ یہ کہ ہدی کے چمڑے کو ذرا سا زخمی کر کے اس سے خون بہا دیا جائے بس وہ اس کے ہدی ہونے کی علامت ہے اور سلف اور خلف سے تمام جمہور نے اس کی مشروعیت کا اقرار کیا ہے اور امام طحاوی نے اس بارے میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور دوسرے لوگ اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہر دو شاگردان رشید حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ بھی اس کے بہتر ہونے کے قائل ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اشعار ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جن کے کوہان ہیں۔ طحاوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ اس کے لئے اختیار ہے کہ یا تو اشعار کرے یا نہ کرے' یہ اسی امر کی دلیل ہے کہ اشعار کوئی حج کے مناسک سے نہیں ہے لیکن وہ غیر مکروہ ہے اس لئے کہ اس کا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ مطلقاً اشعار کو مکروہ کہنے پر بہت سے متقدمین نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات امام طحاوی نے دیئے ہیں' ان میں سے یہ بھی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق اشعار کا انکار نہیں کیا بلکہ ایسے مبالغہ کے ساتھ اشعار کرنے کو مکروہ بتلایا ہے جس سے جانور ضعیف ہو کر ہلاکت کے قریب ہو جائے۔ جن لوگوں نے اشعار کو مثلہ سے تشبیہ دی ہے ان کا قول بھی غلط ہے۔ اشعار صرف ایسا ہی ہے جیسے کہ ختنہ اور حجامت اور نشانی کے لئے بعض جانوروں کے کان چیر دینا ہے' ظاہر ہے کہ یہ سب مثلہ کے ذیل میں نہیں آسکتے' پھر اشعار کیونکہ آسکتا ہے۔ اسی لئے ابو صائب کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں امام وکیع کے پاس تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ امام نخعی سے اشعار کا مثلہ ہونا منقول ہے۔ امام وکیع نے خفگی کے لہجہ میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے ایسا کہا' حق تو یہ ہے کہ تجھ کو قید کر دیا جائے (فتح) قرآن مجید کی آیت شریفہ ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ .... ﴾ (الحجرات: ۱) کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول سے کوئی امر صحیح طور پر ثابت ہو وہاں ہرگز قیل و قال و اقوال و آراء کو داخل نہ کیا جائے کہ یہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبی ہے۔ مگر صد افسوس ہے کہ امت کا جم غفیر اسی بیماری میں مبتلا ہے' اللہ پاک سب کو تقلید جامد سے شفائے کامل عطا فرمائے آمین۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ جب کسی ہدی کا اشعار کرتے تو اسے قبلہ رخ کر لیتے اور بسم اللہ و اللہ اکبر کہہ کر اس کے کوہان کو زخمی کیا کرتے تھے۔

١٦٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((فَتَلْتُ قَلاَئِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ

(۱۶۹۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے افلح نے بیان کیا' ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے خود بٹے تھے' پھر آپ نے

قَلَّدَهَا، وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ)).

[أطرافه في : ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٨٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦]

انہیں ہار پہنایا' اشعار کیا' ان کو مکہ کی طرف روانہ کیا پھر بھی آپ کے لئے جو چیزیں حلال تھیں وہ (احرام سے پہلے صرف ہدی سے) حرام نہیں ہوئیں۔

تشریح یہ واقعہ ہجرت کے نویں سال کا ہے' جب آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا سردار بنا کر مکہ روانہ کیا تھا' ان کے ساتھ قربانی کے اونٹ بھی آپؐ نے بھیجے تھے۔ نووی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص خود مکہ کو نہ جا سکے تو قربانی کا جانور وہاں بھیج دینا مستحب ہے اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ صرف قربانی روانہ کرنے سے آدمی محرم نہیں ہوتا جب تک خود احرام کی نیت نہ کرے۔ (وحیدی)

١٠٧- بَابُ فَتْلِ الْقَلاَئِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

باب گائے اونٹ وغیرہ قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹنے کا بیان۔

١٦٩٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَتْ: ((قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلاَ أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ)). [راجع: ١٥٦٦]

(١٦٩٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ نے کہ مجھے نافع نے خبر دی انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا' کہا میں نے کہا! یا رسول اللہ! اور لوگ تو حلال ہو گئے لیکن آپؐ حلال نہیں ہوئے' اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بالوں کو جما لیا ہے اور اپنی ہدی کو قلادہ پہنا دیا ہے' اس لئے جب تک حج سے بھی حلال نہ ہو جاؤں میں (درمیان میں) حلال نہیں ہو سکتا' (گوند لگا کر سر کے بالوں کو جما لینا اس کو تلبید کہتے ہیں۔)

١٦٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ، فَأَفْتِلُ قَلاَئِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لاَ يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ)).

[راجع: ١٦٩٦]

(١٦٩٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمن نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ہدی ساتھ لے کر چلتے تھے اور میں ان کے قلادے بٹا کرتی تھی پھر بھی آپ (احرام باندھنے سے پہلے) ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پرہیز کرتا ہے۔

دونوں حدیثوں میں قربانی کا لفظ ہے وہ عام ہے اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے تو باب کا مطلب ثابت ہو گیا یعنی قران کے

اونٹ اور گایوں کے لئے ہار بٹنا یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے یہ ہار بٹا کرتی تھیں پس عورتوں کے لئے اس قسم کے صنعت حرفت کے کام کرنا کوئی امر معیوب نہیں ہے جیسا کہ نام نہاد شرفاء اسلام کے تصورات ہیں جو عورتوں کے لئے اس قسم کے کاموں کو اچھا نہیں جانتے یہ انتہائی کم فہمی کی دلیل ہے۔

١٠٨- بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ

باب قربانی کے جانور کا اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ ((قَلَّدَ النَّبِيُّ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ)).

اور عروہ نے مسور سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہدی کو ہار پہنایا اور اس کا اشعار کیا' پھر عمرہ کے لئے احرام باندھا تھا۔

١٦٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((فَتَلْتُ قَلاَئِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا - أَوْ قَلَّدْتُهَا - ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ)). [راجع: ١٦٩٦]

(١٦٩٩) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا' ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی ہدی کے قلادے خود بٹے تھے' پھر آپؐ نے انہیں اشعار کیا اور ہار پہنایا' یا میں نے ہار پہنایا پھر آپؐ نے بیت اللہ کے لئے انہیں بھیج دیا اور خود مدینہ میں ٹھہر گئے لیکن کوئی بھی ایسی چیز آپؐ کے لئے حرام نہیں ہوئی جو آپؐ کے لئے حلال تھی۔

کوئی شخص اپنے وطن سے کسی کے ہمراہ مکہ شریف میں قربانی کا جانور بھیج دے تو وہ حلال ہی رہے گا اس پر احرام کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

١٠٩- بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلاَئِدَ بِيَدِهِ

باب اس کے بارے میں جس نے اپنے ہاتھ سے (قربانی کے جانوروں کو) قلائد پہنائے۔

١٧٠٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ ((أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ عَمْرَةُ: فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

(١٧٠٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے خبر دی' انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ زیاد بن ابی سفیان نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس نے ہدی بھیج دی اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو ایک حاجی پر حرام ہوتی ہیں تا آنکہ اس کی ہدی کی قربانی کر دی جائے' عمرہ نے کہا کہ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کہا مسئلہ اس طرح نہیں ہے' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے قربانی کے جانوروں کے قلادے اپنے ہاتھوں سے خود بٹے ہیں' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و

أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِيَدِيْ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ)). [راجع: ١٦٩٦]

سلم نے اپنے ہاتھوں سے ان جانوروں کو قلادہ پہنایا اور میرے والد محترم (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ انہیں بھیج دیا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کیا جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کی تھی' اور ہدی کی قربانی بھی کردی گئی۔

یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اس سال رسول کریم ﷺ نے اپنے نائب کی حیثیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لئے بھیجا تھا' آئندہ سال حجۃ الوداع کیا گیا۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ درست نہ تھا' اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید کردی۔ معلوم ہوا کہ غلطیوں کا امکان بڑی شخصیتوں سے بھی ہو سکتا ہے ممکن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خیال سے بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حق جسے بھی معلوم ہو ظاہر کر دینا چاہئے اور اس بارے میں کسی بھی بڑی شخصیت سے مرعوب نہ ہونا چاہئے کیونکہ الحق یعلو ولا یعلی یعنی امر حق ہمیشہ غالب رہتا ہے اسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔

١١٠- بَابُ تَقْلِيْدِ الْغَنَمِ

باب بکریوں کو ہار پہنانے کا بیان

(لیکن بکریوں کا اشعار کرنا بالاتفاق جائز نہیں)

تشریح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المنذر انکر مالک واصحاب الرائے تقلید ھا زاد غیرہ و کانھم لم یبلغھم الحدیث ولم نجد لھم حجۃ الاقول بعضھم انھا تضعف عن التقلید و ھی حجۃ ضعیفۃ لان المقصود من التقلید العلامۃ و قد اتفقوا انھا لاتشعر لانھا تضعف عنہ فتقلد بما لا یضعفھا والحنفیۃ فی الاصل یقولون لیست الغنم من الھدی فالحدیث حجۃ علیھم من جھۃ اخری الخ (فتح الباری) یعنی ابن منذر نے کہا کہ امام مالک اور اصحاب الرائے نے بکریوں کے لئے ہار سے انکار کیا ہے گویا کہ ان کو حدیث نبوی پہنچی ہی نہیں ہے اور ہم نے ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں پائی سوائے' اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ بکری ہار لٹکانے سے کمزور ہو جائے گی۔ یہ بہت ہی کمزور دلیل ہے کیونکہ ہار لٹکانے سے اس کو نشان زدہ برائے قربانی حج کرنا مقصود ہے' بکری کا متفقہ طور پر اشعار جائز نہیں ہے۔ اسی سے وہ فی الواقع کمزور ہو سکتی ہے اور ہار لٹکانے سے کمزور ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے اور حنفیہ اصولاً کہتے ہیں کہ بکری ہدی ہی نہیں ہے پس یہ حدیث ان پر دوسرے طریق سے بھی حجت ہے۔ بعض نے کہا کہ بکری ہدی اس لئے نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ شریف کو بکری بطور ہدی نہیں بھیجی یہ خیال غلط ہے کیونکہ حدیث باب دلیل ہے کہ آپؐ نے حج سے قبل قطعی طور پر بکری کو بطور ہدی بھیجا پس یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے۔

غالباً حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسے ہی حضرات کے خیال کی اصلاح کے لئے باب تقلید الغنم منعقد فرمایا ہے جو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی علمی اصلاحی بصیرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اللہ پاک ایسے امام حدیث کو فردوس بریں میں بہترین جزائیں عطا فرمائے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور جو لوگ ایسے امام کی شان میں گستاخانہ کلمات منہ سے نکالتے ہیں اللہ پاک ان کو نیک سمجھ عطا فرمائے کہ وہ اس دریدہ دہنی سے باز آئیں یا جو حضرات ان کی شان اجتہاد کا انکار کرتے ہیں اللہ ان کو توفیق دے کہ وہ اپنے اس غلط خیال پر نظر ثانی کر سکیں۔

١٧٠١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

(۱۷۰۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نے' ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً غَنَمًا)). [راجع: ١٦٩٦]

کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے لئے (بیت اللہ) بکریاں بھیجی تھیں۔

گو اس حدیث میں بکریوں کے گلے میں ہار لٹکانے کا ذکر نہیں ہے جو باب کا مطلب ہے لیکن آگے کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

١٧٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلاَئِدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ وَيُقِيمُ فِي أَهْلِهِ حَلاَلاً)).

[راجع: ١٦٩٦]

(١٧٠٢) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' ان سے عبدالواحد نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نے' ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے لئے قلادے خود بٹا کرتی تھی' آنحضرت ﷺ نے بکری کو بھی قلادہ پہنایا تھا اور آپؐ خود اپنے گھر اس حال میں مقیم تھے کہ آپؐ حلال تھے۔

١٧٠٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ. ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أَفْتِلُ قَلاَئِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَيَبْعَثُ بِهَا، ثُمَّ يَمْكُثُ حَلاَلاً)). [راجع: ١٦٩٦]

(١٧٠٣) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' ان سے حماد نے بیان کیا' ان سے منصور بن معتمر نے (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' انہیں سفیان نے خبر دی' انہیں منصور نے' انہیں ابراہیم نے' انہیں اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بکریوں کے قلادے خود بٹا کرتی تھی' آنحضرت ﷺ انہیں (بیت اللہ کے لئے) بھیج دیتے اور خود حلال ہی ہونے کی حالت میں اپنے گھر ٹھہرے رہتے۔

١٧٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ - تَعْنِي الْقَلاَئِدَ - قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ)).

[راجع: ١٦٩٦]

(١٧٠٤) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زکریا نے بیان کیا' ان سے عامر نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے لئے خود قلادے بٹے ہیں۔ ان کی مراد احرام سے پہلے کے قلادوں سے تھی۔

تقلید کہتے ہیں قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جوتیوں وغیرہ کا ہار بنا کر ڈالنا' یہ عرب کے ملک میں نشان تھا ہدی کا۔ ایسے جانور کو عرب لوگ نہ کوٹتے تھے نہ اس سے متعرض ہوتے اور اشعار کے معنی خود کتاب میں مذکور ہیں یعنی اونٹ کا کوہان داہنی طرف سے ذرا سا چیر دینا اور خون بہا دینا یہ بھی سنت ہے اور جس نے اس سے منع کیا اس نے غلطی کی ہے۔

١١١- بَابُ الْقَلاَئِدِ مِنَ الْعِهْنِ

باب اون کے ہار بٹنا

١٧٠٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا

(١٧٠٥) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے معاذ

مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((فَتَلْتُ قَلاَئِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِي)). [راجع: ١٦٩٦]

بن معاذ نے بیان کیا' ان سے ابن عون نے بیان کیا' ان سے قاسم نے بیان کیا' ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس جو اون تھی اس کے ہار میں نے قربانی کے جانوروں کے لئے خود بٹے تھے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ قربانی کے جانوروں کے گلوں میں اون کی رسیوں کے ہار ڈالنا سنت ہے اور یہ اونٹ گائے بکری سب کے لئے ہے جو جانور بھی قربانی کئے جاتے ہیں۔

١١٢- بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ

باب جوتوں کا ہار ڈالنا

١٧٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ الْقَلاَئِدِ مِنَ العِهْنِ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بَدَنَةً قَالَ: ((ارْكَبْهَا))، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَة. قَالَ: ((ارْكَبْهَا))، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَايِرُ النَّبِيَّ ﷺ وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.
حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.
[راجع: ١٦٨٩]

(١٧٠٦) ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا ہم کو عبدالاعلیٰ نے خبر دی' انہیں معمر نے' انہیں یحییٰ بن ابی کثیر نے' انہیں عکرمہ نے' انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ لئے جا رہا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا' اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا ہے تو آپؐ نے پھر فرمایا کہ سوار ہو جا' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہا ہے اور جوتے (کا ہار) اس اونٹ کی گردن میں ہے۔ اس روایت کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے۔
ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا' ہم کو علی بن مبارک نے خبر دی' انہیں یحییٰ نے انہیں عکرمہ نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے (مثل سابق حدیث کے)۔

اس حدیث میں اشارہ بھی ہے کہ ایک جوتی بھی لٹکانا کافی ہے اور رد ہے اس کا جو کہ کم سے کم دو جوتیاں لٹکانا ضروری کہتا ہے اور مستحب یہی ہے کہ دو جوتیاں ڈالے' (وحیدی) مگر ایک بھی کافی ہو جاتی ہے۔

١١٣- بَابُ الْجِلاَلِ لِلْبُدْنِ

باب قربانی کے جانوروں کے لئے جھول کا ہونا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لاَ يَشُقُّ مِنَ الْجِلاَلِ إِلاَّ مَوْضِعَ السَّنَامِ وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلاَلَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف کوہان کی جگہ کے جھول کو پھاڑتے اور جب اس کی قربانی کرتے تو اس ڈر سے کہ کہیں اسے خون خراب نہ کر دے جھول اتار دیتے اور پھر اس کو بھی صدقہ کر دیتے۔

١٧٠٧- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلاَلِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا)).

[أطرافه في : ١٧١٦، ١٧١٧، ١٧١٨، ٢٢٩٩].

(۱۷۰۷) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے ابن ابی نجیح نے' ان سے مجاہد نے' ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا جن کی قربانی میں نے کر دی تھی۔

معلوم ہوا کہ قربانی کے جانوروں کی ہر چیز حتیٰ کہ جھول تک بھی صدقہ کر دی جائے اور قصائی کو ان میں سے اجرت میں کچھ نہ دیا جائے' اجرت علیحدہ دینی چاہئے۔

١١٤- بَابُ مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيْقِ وَقَلَّدَهَا

باب اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ہدی راستہ میں خریدی اور اسے ہار پہنایا

١٧٠٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا الْحَجَّ، عَامَ حَجَّةِ الْحَرُورِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقِيْلَ لَهُ : إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَنَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ : ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾، إِذًا أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ، رَسُولُ اللهِ ﷺ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً. حَتَّى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ : مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلاَّ وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ. وَأَهْدَى هَدْيًا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ، حَتَّى قَدِمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَقَ وَنَحَرَ، وَرَأَى أَنْ

(۱۷۰۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں حجۃ الحروریہ کے سال حج کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں میں باہم قتل و خون ہونے والا ہے اور ہم کو خطرہ اس کا ہے کہ آپ کو (مفسد لوگ حج سے) روک دیں' آپ نے جواب میں یہ آیت سنائی کہ "تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔" اس وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے پر عمرہ واجب کر لیا ہے' پھر جب آپ بیداء کے بالائی حصہ تک پہنچے تو فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ میں نے حج کو بھی جمع کر لیا ہے' پھر آپ نے ایک ہدی بھی ساتھ لے لی جسے ہار پہنایا گیا تھا۔ آپ نے اسے خرید لیا یہاں تک کہ آپ مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی' اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جو چیزیں (احرام کی وجہ سے ان پر) حرام تھیں ان میں سے کسی سے قربانی کے دن تک وہ حلال نہیں ہوئے' پھر سر منڈوایا

قَدْ قَضَى طَوَافَهُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: كَذَلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ)). [راجع: ١٦٣٩]

اور قربانی کی وجہ یہ سمجھتے تھے کہ اپنا پہلا طواف کر کے انہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا طواف پورا کرلیا ہے پھر آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اس روایت میں حجۃ الحروریہ سے مراد امت کے طاغی حجاج کی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف فوج کشی ہے۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے' حجاج خود خارجی نہیں تھا لیکن خارجیوں کی طرح اس نے بھی دعوائے اسلام کے باوجود حرم اور اسلام دونوں کی حرمت پر تاخت کی تھی۔ اس لئے راوی نے اس کے اس حملہ کو بھی خارجیوں کے حملہ کے ساتھ مشابہت دی اور اس کو بھی ایک طرح سے خارجیوں ہی کا حملہ تصور کیا کہ اس نے امام حق یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف چڑھائی کی۔ حجۃ الحروریہ کہنے سے ہجو اور خوارج کے سے عمل کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ خارجیوں نے ۶۴ھ میں حج کیا تھا' احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان ہر دو سالوں میں حج کیا ہو۔ باب اور حدیث میں مطابقت یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے راستہ میں قربانی کا جانور خرید لیا اور عمرہ کے ساتھ حج کو بھی جمع فرمالیا اور فرمایا کہ اگر مجھ کو حج سے روک دیا گیا تو آنحضرت ﷺ کو بھی مشرکوں نے حدیبیہ کے سال حج سے روک دیا تھا اور آپؐ نے اسی جگہ احرام کھول کر جانوروں کو قربان کرا دیا تھا' میں بھی ویسا ہی کر لوں گا۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ نے بروقت جملہ ارکان حج کو ادا فرمایا۔

١١٥- بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ

باب کسی آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت بغیر گائے کی قربانی کرنا

١٧٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لاَ نُرَى إِلاَّ الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَحِلَّ. قَالَتْ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: نَحَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ: أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ)). [راجع: ٢٩٤]

(۱۷۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی' انہیں یحیٰی بن سعید نے' ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' انہوں نے بتلایا کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ (حج کے لئے) نکلے تو ذی قعدہ میں سے پانچ دن باقی رہے تھے ہم صرف حج کا ارادہ لے کر نکلے تھے' جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ جب طواف کرلیں اور صفا و مروہ کی سعی بھی کرلیں تو حلال ہو جائیں گے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ قربانی کے دن ہمارے گھر گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ (لانے والے نے بتلایا) کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے یہ قربانی کی ہے' یحیٰی نے کہا کہ میں نے عمرہ کی یہ حدیث قاسم سے بیان کی انہوں نے کہا عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک بیان کی ہے۔

تشریح: یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ ترجمہ باب میں تو گائے کا ذبح کرنا مذکور ہے اور حدیث میں نحر کا لفظ ہے تو حدیث باب سے مطابق نہیں ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نحر سے ذبح مراد ہے چنانچہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں جو آگے مذکور ہو گا ذبح کا لفظ ہے اور گائے کا نحر کرنا بھی جائز ہے مگر ذبح کرنا علماء نے بہتر سمجھا ہے اور قرآن شریف میں بھی ﴿ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ﴾ (البقرۃ : ۶۷) وارد ہے۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن سے ثابت ہے رسول کریم ﷺ نے حجتہ الوداع میں اپنی تمام ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی تھی' گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جیسا کہ مسلمہ ہے' حج کے موقع پر تو یہ ہر مسلمان کر سکتا ہے مگر عیدالاضحیٰ پر یہاں اپنے ہاں کے ملکی قانون (بھارتی قانون) کی بنا پر بہتر یہی ہے کہ صرف بکرے یا دنبہ کی قربانی کی جائے اور گائے کی قربانی نہ کی جائے جس سے یہاں بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے ﴿ لا یکلف الله نفسا الا وسعھا ﴾ قرآنی اصول ہے' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اما التعبیر بالذبح مع ان حدیث الباب بلفظ النحر فاشارة الی ماورد فی بعض طرقه بالذبح وسیاتی بعد سبعة ابواب من طریق سلیمان بن بلال عن یحیی بن سعید و نحر البقر جائز عند العلماء الا ان الذبح مستحب عندھم لقوله تعالٰی ان الله یا مرکم ان تذبحوا بقرة وخالف الحسن بن صالح فاستحب نحرھا و اما قوله من غیر امر ھن فاخذه من استفھام عائشة عن اللحم لما دخل به علیھا و لو کان ذبحه بعلمھا لم تحتج الی الاستفھام لکن لیس ذالک دافعا للاحتمال فیجوز ان یکون علمھا بذالک تقدم بان یکون استاذنھن فی ذالک لکن لما ادخل اللحم علیھا احتمل سندھا ان یکون ھوالذی وقع الاستیذان فیه و ان یکون غیر ذالک فاستفھمت عنه لذالک (فتح) یعنی حدیث الباب میں لفظ نحر کو ذبح سے تعبیر کرنا حدیث کے بعض دیگر طرق کی طرف اشارہ کرنا ہے جس میں بجائے نحر کے لفظ ذبح ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ عنقریب وہ حدیث آئے گی۔ گائے کا نحر کرنا بھی علماء کے نزدیک جائز ہے مگر مستحب ذبح کرنا ہے کیونکہ بمطابق آیت قرآنی "بے شک اللہ تمہیں گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے" یہاں لفظ ذبح گائے کے لئے استعمال ہوا ہے' حسن بن صالح نے نحر کو مستحب قرار دیا ہے اور باب میں لفظ من غیرا مرھن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استفہام سے لیا گیا ہے کہ جب وہ گوشت آیا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کیسا گوشت ہے اگر ان کے علم سے ذبح ہوتا تو استفہام کی حاجت نہ ہوتی' لیکن اس توجیہ سے احتمال دفع نہیں ہوتا' پس ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے ہی اس کا علم ہو جب کہ ان سے اجازت لے کر ہی یہ قربانی ان کی طرف سے کی گئی ہو گی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ یہ وہی اجازت والی قربانی کا گوشت ہے یا اس کے سوا اور کوئی ہے اسی لئے انہوں نے دریافت فرمایا' اس توجیہ سے یہ اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ جب بغیر اجازت کے قربانی جائز نہیں جن کی طرف سے کی جا رہی ہے تو یہ قربانی ازواج النبی ﷺ کی طرف سے کیونکر جائز ہو گی۔ پس ان کی اجازت ہی سے کی گئی مگر گوشت آتے وقت انہوں نے تحقیق کے لئے دریافت کیا۔

۱۱۶- بَابُ النَّحْرِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى

باب منیٰ میں نبی کریم ﷺ نے جہاں نحر کیا وہاں نحر کرنا

تشریح: آنحضرت ﷺ کے نحر کا مقام منیٰ میں جمرہ عقبہ کے نزدیک قریب مسجد خیف کے پاس تھا' ہرچند سارے منیٰ میں کہیں بھی نحر کرنا درست ہے مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اتباع سنت میں بڑا تشدد تھا وہ ڈھونڈ کر ان ہی مقامات میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں آنحضرت ﷺ نے پڑھی تھی اور اسی مقام میں نحر کرتے جہاں آنحضرت ﷺ نے نحر کیا تھا۔ (وحیدی)

۱۷۱۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ

(۱۷۱۰) ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ نے بیان کیا' انہوں نے خالد بن حارث سے سنا' کہا ہم سے عبیداللہ ابن عمر نے بیان کیا' ان سے نافع نے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نحر کرنے کی جگہ نحر کرتے تھے'

يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: مَنْحَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ)). [راجع: ٩٨٢]

عبیداللہ نے بتایا کہ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نحر کرنے کی جگہ سے تھی۔

١٧١١- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ حُجَّاجٍ فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ)). [راجع: ٩٨٢]

(۱۷۱۱) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کے جانور کو مزدلفہ سے آخر رات میں منیٰ بھجوا دیتے' یہ قربانیاں جن میں حاجی لوگ نیز غلام اور آزاد دونوں طرح کے لوگ ہوتے' اس مقام میں لے جاتے جہاں آنحضرت ﷺ نحر کیا کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانیاں لے جانے کے لیے کچھ آزاد لوگوں کی تخصیص نہ تھی بلکہ غلام بھی لے جاتے۔

١١٧- بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهِ

باب اپنے ہاتھ سے نحر کرنا

١٧١٢- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ - وَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ: ((وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، مُخْتَصَرًا)). [راجع: ١٠٨٩]

(۱۷۱۲) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے ابو قلابہ نے' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے مختصر حدیث بیان کی اور یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے اور مدینہ میں دو چت کبرے سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی۔

مقصد باب یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کو نحر کیا اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔

١١٨- بَابُ نَحْرِ الإِبِلِ مُقَيَّدَةً

باب اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

١٧١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: ((رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا، قَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ)). وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ.

(۱۷۱۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے زیاد بن جبیر نے کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے جو اپنا اونٹ بٹھا کر نحر کر رہا تھا' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے کھڑا کر اور باندھ دے' پھر نحر کر کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ شعبہ نے یونس سے بیان کیا کہ مجھے زیاد نے خبر دی۔

معلوم ہوا کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا ہی افضل ہے اور حنفیہ نے کھڑا اور بیٹھا دونوں طرح نحر کرنا برابر رکھا ہے اور اس حدیث

سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص پر انکار نہ کرتے اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وفیه ان قول الصحابی من السنة كذا مرفوع عند الشيخين لاحتجاجهما بهذا الحديث في صحيحين ﴾ (فتح) یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی صحابی کا کسی کام کے لئے یہ کہنا کہ یہ سنت ہے یہ شیخین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اس لئے کہ شیخین نے اس سے حجت پکڑی ہے اپنی صحیح ترین کتابوں بخاری و مسلم میں۔

١٩- بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً

باب اونٹوں کو کھڑا کرکے نحر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ﴿ صَوَافَّ ﴾ قِيَامًا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کی یہی سنت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورۂ حج میں) جو آیا ہے فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف کے معنی یہی ہیں کہ وہ کھڑے ہوں صفیں باندھ کر۔

١٧١٤- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَبَاتَ بِهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ. فَلَمَّا عَلاَ عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيعًا. فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا، وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ)).

[راجع: ١٠٨٩]

(١٧١٤) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعات۔ رات آپؐ نے وہیں گذاری' پھر جب صبح ہوئی تو آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تہلیل و تسبیح کرنے لگے۔ جب بیداء پہنچے تو آپؐ نے دونوں (حج اور عمرہ) کے لئے ایک ساتھ تلبیہ کہا جب مکہ پہنچے (اور عمرہ ادا کر لیا) تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں۔ آنحضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے نحر کئے اور مدینہ میں دو چت کبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے۔

یہی حدیث مختصراً ابھی پہلے گذر چکی ہے حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٧١٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ)). وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ

(١٧١٥) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعات پڑھی تھیں۔ ایوب نے ایک شخص کے واسطہ سے بروایت انس رضی اللہ عنہ کہا پھر آپؐ نے وہیں رات گذاری۔ صبح ہوئی تو فجر کی نماز پڑھی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے' پھر جب مقام بیداء پہنچے تو عمرہ اور حج دونوں کا

وَحَجَّةٍ)) [راجع:١٠٨٩]

نام لے کر لبیک پکارا۔

ایوب کی روایت میں راوی مجہول ہے اگر امام بخاری نے متابعت کے طور پر اس سند کو ذکر کیا تو اس کے مجہول ہونے میں قباحت نہیں بعض نے کہا کہ یہ شخص ابو قلابہ ہیں۔ (وحیدی)

١٢٠- بَابُ لاَ يُعْطِي الْجَزَّارَ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

باب قصاب کو بطور مزدوری اس قربانی کے جانور میں سے کچھ نہ دیا جائے۔

١٧١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ، فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلاَلَهَا وَجُلُودَهَا)). قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَقُومَ عَلَى الْبُدْنِ، وَلاَ أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا)).
[راجع: ١٧٠٧]

(١٧١٦) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی' کہا مجھ کو ابن ابی نجیح نے خبر دی' انہیں مجاہد نے' انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے (قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کے لئے) بھیجا۔ اس لئے میں نے ان کی دیکھ بھال کی' پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت تقسیم کئے' پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھول اور چمڑے بھی تقسیم کر دیئے۔ سفیان نے کہا کہ مجھ سے عبدالکریم نے بیان کیا' ان سے مجاہد نے' ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کروں اور ان میں سے کوئی چیز قصائی کی مزدوری میں نہ دوں۔

جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ قصائی کی اجرت میں کھال یا اوجھڑی یا سری پائے حوالہ کر دیتے ہیں بلکہ اجرت اپنے پاس سے دینی چاہیے البتہ اگر قصاب کو للہ کوئی چیز قربانی میں دیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (وحیدی) صحیح مسلم میں حدیث جابر میں ہے کہ اس دن رسول کریم ﷺ نے تریسٹھ اونٹ نحر فرمائے پھر باقی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور فرما دیا تھا۔

١٢١- بَابُ يُتَصَدَّقُ بِجُلُودِ الْهَدْيِ

باب قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے گی۔

١٧١٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَعَبْدُ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ:

(١٧١٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا' کہا کہ مجھے حسن بن مسلم اور عبدالکریم جزری نے خبر دی کہ مجاہد نے ان دونوں کو خبر دی' انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی' انہیں علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ آپ کی قربانی

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلاَلَهَا، وَلاَ يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا)).

کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور یہ کہ آپؐ کے قربانی کے جانوروں کی ہر چیز گوشت چمڑے اور جھول خیرات کر دیں اور قصائی کی مزدوری اس میں سے نہ دیں۔

[راجع: ١٧٠٧]

یہ وہ اونٹ تھے جو آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع میں قربانی کیلئے لے گئے تھے' دوسری روایت میں ہے کہ یہ سو اونٹ تھے ان میں سے تریسٹھ اونٹوں کو تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے نحر کیا' باقی اونٹوں کو آپؐ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کر دیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ثم اعطى عليا فنحر ماعبروا شركه في هديه ثم امر من كل بدنة ببضعة فجعلت في قدرفطبخت فاكلا من لحمها وشربا من مرقها یعنی آپؐ نے بقایا اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیئے اور انہوں نے ان کو نحر کیا اور آپؐ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا پھر ہر اونٹ سے ایک ایک بوٹی لے کر ہانڈی میں اسے پکایا گیا پس آپ دونوں نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ یہ کل سو اونٹ تھے جن میں سے آنحضرت ﷺ نے تریسٹھ اونٹ نحر فرمائے باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے۔ قال البغوي في شرح السنة و اما اذا اعطى اجرته كاملة ثم تصدق عليه اذاكان فقيرا كما تصدق على الفقراء فلا باس بذالك۔ (فتح) یعنی امام بغوی نے شرح السنہ میں کہا کہ قصائی کو پوری اجرت دینے کے بعد اگر وہ فقیر ہے تو بطور صدقہ قربانی کا گوشت دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ و قد اتفقوا على ان لحمها لا يباع فلذالك الجلود و الجلال واجازه الاوزاعي واحمد و اسحاق و ابو ثور (فتح) یعنی اس پر اتفاق ہے کہ قربانی کا گوشت بیچا نہیں جا سکتا اس کے چمڑے اور جھول کا بھی یہی حکم ہے مگر ان چیزوں کو امام اوزاعی اور احمد و اسحاق اور ابو ثور نے جائز کہا ہے کہ چمڑا اور جھول بیچ کر قربانی کے مستحقین میں خرچ کر دیا جائے۔

١٢٢- بَابُ يُتَصَدَّقُ بِجِلاَلِ الْبُدْنِ

باب قربانی کے جانوروں کے جھول بھی صدقہ کر دیئے جائیں۔

١٧١٨- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مِائَةَ بَدَنَةٍ، فَأَمَرَنِي بِلُحُومِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلاَلِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُودِهَا فَقَسَمْتُهَا)). [راجع: ١٧٠٧]

(١٧١٨) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' ان سے سیف بن ابی سلیمان نے بیان کیا' کہا میں نے مجاہد سے سنا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) سو اونٹ قربان کئے' میں نے آپؐ کے حکم کے مطابق ان کے گوشت بانٹ دیئے' پھر آپؐ نے ان کے جھول بھی تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں نے انہیں بھی تقسیم کیا' پھر چمڑے کے لئے حکم دیا اور میں نے انہیں بھی بانٹ دیا۔

قربانی کے جانور کا چمڑا' اس کا جھول سب غرباء و مساکین میں للہ تقسیم کر دیا جائے یا ان کو فروخت کر کے مستحقین کو ان کی قیمت دے دی جائے' چمڑے کا خود اپنے استعمال میں مصلی یا ڈول وغیرہ بنانے کے لئے لانا بھی جائز ہے۔ آج کل مدارس اسلامیہ کے غریب طلباء بھی اس مد سے امداد کئے جانے کے مستحق ہیں جو اپنا وطن اور متعلقین کو چھوڑ کر دور دراز مدارس اسلامیہ میں خالص دینی تعلیم

حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں اور جن میں اکثریت غرباء کی ہوتی ہے' ایسے مد سے ان کی امداد بہت بڑا کار ثواب ہے۔

۱۲۳- بَابٌ

باب (سورۂ حج) میں

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لاَ تُشْرِكْ بِي شَيْئًا، وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالاً وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ، وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ، فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ، ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ. ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾ [الحج : ٢٦-٣٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب ہم نے بتلا دیا ابراہیم کو ٹھکانا اس گھر کا اور کہہ دیا کہ شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو' اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنے والوں اور کھڑے رہنے والوں' اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے اور پکار لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیدل اور سوار ہو کر' دبلے پتلے اونٹوں پر' چلے آتے راہوں دور دراز سے کہ پہنچیں اپنے فائدوں کی جگہوں پر اور یاد کریں اللہ کا نام کئی دنوں میں جو مقرر ہیں' چوپائے جانوروں پر جو اس نے دیئے ہیں' سو ان کو کھاؤ اور کھلاؤ برے حال فقیر کو' پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی نذریں اور طواف کریں اس قدیم گھر (کعبہ) کا' یہ سن چکے اور جو کوئی اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں کی عزت کرے تو اس کو اپنے مالک کے پاس بھلائی پہنچے گی۔

تشریح اس باب میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف آیت قرآنی پر اختصار کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی' شاید ان کی شرط پر اس باب کے مناسب کوئی حدیث ان کو نہ ملی ہو یا ملی ہو اور لکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو' بعض نسخوں میں اس کے بعد کا باب مذکور نہیں بلکہ یوں عبارت ہے وما یاکل من البدن وما یتصدق بہ واؤ عطف کے ساتھ اس صورت میں آگے جو حدیثیں بیان کی ہیں وہ اسی باب سے متعلق ہوں گی۔ گویا پہلی آیت قرآنی سے ثابت کیا کہ قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھانا درست ہے' پھر حدیثوں سے بھی ثابت کیا۔ (وحیدی) مقصود باب آیت کا ٹکڑا ﴿ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾ (الحج : ۲۸) ہے یعنی قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور غریب و مساکین کو کھلاؤ۔

۱۲٤- بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَ مَا يَتَصَدَّقُ

باب قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں اور کیا خیرات کریں

وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : لاَ يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ : يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اور عبید اللہ نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ احرام میں کوئی شکار کرے اور اس کا بدلہ دینا پڑے تو بدلہ کے جانور اور نذر کے جانور سے خود کچھ نہ کھائے اور باقی سب میں سے کھا لے اور عطاء نے کہا تمتع کی قربانی میں سے کھائے اور کھلائے۔

١٧١٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ

(۱۷۱۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے' ان سے

ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((كُنَّا لاَ نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدنِنَا فَوقَ ثَلاَثِ امنَي، فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((كُلُوا وَتَزَوَّدُوا)) فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَقَالَ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ؟ قَالَ : لاَ.

[أطرافه في : ۲۹۸۰، ۵٤۲٤، ۵۵٦۷].

ابن جریج نے' ان سے عطاء نے' انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت منیٰ کے بعد تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے' پھر آنحضرت ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا کہ کھاؤ بھی اور توشہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ' چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لائے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے' انہوں نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں فرمایا۔

تشریح یعنی جابر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے مدینہ پہنچنے تک اس گوشت کو توشہ کے طور پر رکھا' لیکن مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ عطاء نے نہیں کے بدلے ہاں کہا' شاید عطاء بھول گئے ہوں پہلے نہیں کہا ہو پھر یاد آیا تو ہاں کہنے لگے۔ اس حدیث سے وہ حدیث منسوخ ہے جس میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (وحیدی)

۱۷۲۰- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِخَمسٍ بَقِيْنَ مِن ذِي الْقَعْدَةِ وَلاَ نُرَى إِلاَّ الْحَجَّ، حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَحِلُّ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ فَقِيْلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ)). قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ : أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ. [راجع: ۲۹٤]

(۱۷۲۰) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' ان سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا' کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا' کہا مجھ سے عمرہ نے بیان کیا' کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ ہم مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو ذی قعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے' ہمارا ارادہ صرف حج ہی کا تھا' پھر جب مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ بیت اللہ کا طواف کر کے حلال ہو جائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس بقر عید کے دن گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس وقت معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے اس حدیث کا قاسم بن محمد سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے ٹھیک ٹھیک حدیث بیان کر دی ہے۔ (ہر دو احادیث سے مقصد باب ظاہر ہے) کہ قربانی کا گوشت کھانے اور بطور توشہ رکھنے کی عام اجازت ہے' خود قرآن مجید میں فکلوا منها کا صیغہ موجود ہے کہ اسے غرباء مساکین کو بھی تقسیم کرو اور خود بھی کھاؤ۔

۱۲۵- بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

باب سر منڈانے سے پہلے ذبح کرنا۔

۱۷۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ

(۱۷۲۱) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا' ان سے ہشیم

حَوشَبٍ حَدَّثَنَا هُشَيمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ وَنَحْوِهِ فَقَالَ: ((لاَ حَرَجَ، لاَ حَرَجَ)). [راجع: ٨٤]

١٧٢٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا أَبُوبَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ((قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَقَالَ: ((لاَ حَرَجَ)). قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: ((لاَ حَرَجَ)). قَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((لاَ حَرَجَ)). وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيْمِ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عَفَّانُ: أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

١٧٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ: ((لاَ حَرَجَ)). قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ

بن بشیر نے بیان کیا' انہیں منصور بن زاذان نے خبر دی' انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی سر منڈوا لے' تو آپ نے فرمایا کوئی قباحت نہیں' کوئی قباحت نہیں۔ (ترجمہ اور باب میں موافقت ظاہر ہے)

(۱۷۲۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا ہم کو ابو بکر بن عیاش نے خبر دی' انہیں عبدالعزیز بن رفیع نے' انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ حضور! رمی سے پہلے میں نے طواف زیارت کر لیا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں' پھر اس نے کہا اور حضور قربانی کرنے سے پہلے میں نے سر منڈوا لیا' آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں' پھر اس نے کہا اور قربانی کو رمی سے بھی پہلے کر لیا آنحضرت ﷺ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور عبدالرحیم رازی نے ابن خثیم سے بیان کیا' کہا کہ عطاء نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اور قاسم بن یحیی نے کہا کہ مجھ سے ابن خثیم نے بیان کیا' ان سے عطاء نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے۔ عفان بن مسلم صفار نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہیب بن خالد سے روایت ہے کہ ابن خثیم نے بیان کیا' ان سے سعید بن جبیر نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے۔ اور حماد نے قیس بن سعد اور عباد بن منصور سے بیان کیا' ان سے عطاء نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔

(۱۷۲۳) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالاعلی نے بیان کیا' کہا ہم سے خالد نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ شام ہونے کے بعد میں نے رمی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ سائل نے کہا کہ قربانی کرنے سے پہلے میں نے سر

أَنْحَرَ، قَالَ : ((لاَ حَرَجَ)). [راجع: ٨٤] منڈا لیا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

تشریح قسطلانی نے کہا رمی کرنے کا افضل وقت زوال تک ہے اور غروب آفتاب سے قبل تک بھی عمدہ ہے اور اس کے بعد بھی جائز ہے اور حلق اور قصر اور طواف الزیارۃ کا وقت معین نہیں' لیکن یوم النحر سے ان کی تاخیر کرنا مکروہ ہے اور ایام تشریق سے تاخیر کرنا سخت مکروہ ہے۔ غرض یوم النحر کے دن حاجی کو چار کام کرنے ہوتے ہیں رمی اور قربانی اور حلق یا قصر ان چاروں میں ترتیب سنت ہے' لیکن فرض نہیں اگر کوئی کام دوسرے سے آگے پیچھے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں جیسے کہ ان حدیثوں سے نکلتا ہے۔ امام مالک اور شافعی اور اسحاق اور ہمارے امام احمد بن حنبل سب کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آئے گا اور اگر قارن ہے تو دو دم لازم آئیں گے۔ (وحیدی) جب شارع علیہ السلام نے خود ایسی حالتوں میں لاحرج فرما دیا تو ایسے مواقع پر ایک یا دو دم لازم کرنا صحیح نہیں ہے آج کل مطلمین حاجیوں کو ان بہانوں سے جس قدر پریشان کرتے ہیں اور ان سے روپیہ اینٹھتے ہیں یہ سب حرکتیں سخت ناپسندیدہ ہیں۔ فی الواقع کوئی شرعی کوتاہی قابل دم ہو تو وہ تو اپنی جگہ پر ٹھیک ہے مگر خواہ مخواہ ایسی چیزیں از خود پیدا کرنا بہت ہی معیوب ہے۔

اس حدیث سے مفتیان اسلام کو بھی سبق ملتا ہے جہاں تک ممکن ہو فتویٰ دریافت کرنے والوں کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں آسانی و نرمی کا پہلو اختیار کریں مگر حدود شرعیہ میں کوئی بھی نرمی نہ ہونی چاہیے۔

١٧٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ : ((أَحَجَجْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ : ((بِمَا أَهْلَلْتَ؟)) قُلْتُ : لَبَّيْكَ بِإِهْلاَلٍ كَإِهْلاَلِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: أَحْسَنْتَ، انْطَلِقْ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ حَتَّى خِلاَفَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَذَكَرْتُهُ فَقَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ)). [راجع: ١٥٥٩]

(١٧٢٤) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان نے خبر دی' انہیں شعبہ نے' انہیں قیس بن مسلم نے' انہیں طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو آپ بطحاء میں تھے۔ (جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) آپؐ نے پوچھا کیا تو نے حج کی نیت کی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں' آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تو نے احرام کس چیز کا باندھا ہے میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے احرام کی طرح احرام باندھا ہے' آپؐ نے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا اب جا۔ چنانچہ (مکہ پہنچ کر) میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی' پھر میں بنو قیس کی ایک خاتون کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جوئیں نکالی۔ اس کے بعد میں نے حج کی لبیک پکاری۔ اس کے بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک اسی کا فتویٰ دیتا رہا پھر جب میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر بھی عمل کرنا چاہیے اور اس میں پورا کرنے کا حکم ہے' پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت پر بھی عمل کرنا چاہیے اور آنحضرت ﷺ قربانی سے پہلے حلال نہیں ہوئے تھے۔

تشریح ہوا یہ کہ ابو موسیٰ بنٹھ کے ساتھ قربانی نہ تھی۔ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ تھی گو انہوں نے میقات سے حج کی نیت کی تھی مگر آنحضرت ﷺ نے حج کو فسخ کر کے ان کو عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا اگر میرے ساتھ میں ہدی نہ ہوتی تو میں بھی ایسا ہی کرتا' ابو موسیٰ بنٹھ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے رہے کہ تمتع کرنا درست ہے اور حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا دینا درست ہے' یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے تمتع سے منع کیا۔ (وحیدی) اس روایت سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہیں پہنچ گئی یعنی منیٰ میں ذبح یا نحر نہیں کی گئی تو معلوم ہوا کہ قربانی حلق پر مقدم ہے اور باب کا یہی مطلب تھا۔ حضرت عمرؓ نے اللہ کی کتاب سے یہ آیت مراد لی ﴿ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ (البقرۃ: ۱۹۶) اور اس آیت سے استدلال کر کے انہوں نے حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا دینا اور احرام کھول ڈالنا ناجائز سمجھا حالانکہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد حج کا احرام باندھ کر اس کو پورا کرتے ہیں اور حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ ہدی ساتھ لائے تھے اور جو شخص ہدی ساتھ لائے اس کو بے شک احرام کھولنا اس وقت تک درست نہیں جب تک ذبح نہ ہو لے لیکن کلام اس شخص میں ہے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو۔ (وحیدی) و مطابقته للترجمة من قول عمرفیه لم یحل حتی بلغ الهدی محله لان بلوغ الهدی محله یدل علی ذبح الهدی فلو تقدم الحلق علیه لصار متحللا قبل بلوغ الهدی محله و هذا هو الاصل و هو تقدیم الذبح علی الحلق و اما تاخیره فهو رخصة (فتح)

۱۲۷- بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الإِحْرَامِ وَحَلَقَ

باب اس کے متعلق جس نے احرام کے وقت سر کے بالوں کو جمالیا اور احرام کھولتے وقت سر منڈالیا

یعنی گوند وغیرہ سے تاکہ گرد اور غبار سے محفوظ رہیں اس کو عربی زبان میں تلبید کہتے ہیں۔

۱۷۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّهَا قَالَتْ: ((يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟)) قَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلاَ أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ)). [راجع: ١٥٦٦]

(۱۷۲۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ امام مالک نے خبردی' انہیں نافع نے' انہیں ابن عمرؓ نے کہ حفصہ ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہوئی کہ اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے اور آپؐ نے عمرہ کر لیا اور حلال نہ ہوئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بال جما لئے تھے اور قربانی کے گلے میں قلادہ پہنا کر میں (اپنے ساتھ) لایا ہوں' اس لئے جب تک میں نحر نہ کرلوں گا میں احرام نہیں کھولوں گا۔

۱۲۸- بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الإِحْلاَلِ

باب احرام کھولتے وقت بال منڈانا یا ترشوانا۔

۱۷۲۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((حَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ)).

(۱۷۲۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب بن ابی حمزہ نے خبردی' ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنا سر منڈایا تھا۔

[طرفاه في : ٤٤١٠، ٤٤١١].

معلوم ہوا کہ سر منڈانا یا بال کتروانا بھی حج کا ایک کام ہے۔

١٧٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ)). قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ)). قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ)). وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ: ((رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِيْنَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ)). قَالَ : وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ :((وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ:((وَالْمُقَصِّرِيْنَ)).

(۱۷۲۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اور کتروانے والوں پر؟ آنحضرت ﷺ نے اب بھی دعا کی اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کی اور کتروانے والوں پر؟ اب آپ ﷺ نے فرمایا اور کتروانے والوں پر بھی' لیث نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' اللہ نے سر منڈوانے والوں پر رحم کیا ایک یا دو مرتبہ' انہوں نے بیان کیا کہ عبیداللہ نے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ چوتھی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ کتروانے والوں پر بھی۔

تشریح یعنی لیث کو اس میں شک ہے کہ آپؐ نے سر منڈانے والوں کے لئے ایک بار دعا کی یا دو بار' اور اکثر راویوں کا اتفاق امام مالک کی روایت پر ہے کہ آپؐ نے سر منڈانے والوں کے لیے دو بار دعا کی اور تیسری بار کتروانے والوں کو بھی شریک کر لیا عبیداللہ کی روایت میں ہے کہ چوتھی بار میں کتروانے والوں کو شریک کیا۔ بہر حال حدیث سے یہ نکلا کہ سر منڈانا بال کتروانے سے افضل ہے' امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ سارا سر منڈائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر منڈانا کافی ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین بال منڈانا کافی ہیں بعض شافعیہ نے ایک بال منڈانا بھی کافی سمجھا ہے اور عورتوں کو بال کترانا چاہئیں ان کو سر منڈانا منع ہے۔ (وحیدی) سر منڈانے یا بال کتروانے کا واقعہ حجۃ الوداع سے متعلق ہے اور حدیبیہ سے بھی جب کہ مکہ والوں نے آپؐ کو عمرہ سے روک دیا تھا' آپؐ نے میدان حدیبیہ ہی میں حلق اور قربانی کی اب بھی جو لوگ راستے میں حج عمرہ سے روک دیئے جاتے ہیں ان کے لئے یہی حکم ہے۔

حافظ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں و اما السبب فی تکریر الدعاء للمحلقین فی حجة الوداع فقال ابن اثیر فی النہایة کان اکثر من حج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسق الھدی فلما امرھم ان یفسخوا الحج الی العمرة ثم یتحللوا منھا و یحلقوا روسھم شق علیھم ثم لما لم یکن لھم بد من الطاعة کان التقصیر فی انفسھم اخف من الحلق ففعلہ اکثرھم فرجح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل من حلق لکونہ ابین فی امتثال الامر انتھی محلقین یعنی سر منڈوانے والوں کے لئے آپؐ نے بکثرت دعا فرمائی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اکثر حاجی وہ تھے جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آئے تھے پس جب آنحضرت ﷺ نے ان کو حج کے فسخ کرنے اور عمرہ کر لینے اور احرام کھول دینے اور سر منڈوانے کا حکم فرمایا تو یہ امر ان پر بار گذرا پھر ان کے لیے امتثال امر بھی ضروری تھا اس لئے ان کو حلق سے تقصیر میں کچھ آسانی نظر آئی' پس اکثر نے یہی کیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے فعل کو ترجیح فرمائی اس لئے کہ یہ امتثال امر میں زیادہ ظاہر بات تھی عربوں کی عادت بھی اکثر بالوں کو بڑھانے ان سے زینت حاصل کرنے کی تھی اور سر منڈانے کا رواج ان میں کم

تھا وہ بالوں کو عجمیوں کی شہرت کا ذریعہ بھی گردانتے اور ان کی نقل اپنے لئے باعث شہرت سمجھتے تھے' اس لئے ان میں سے اکثر سر منڈانے کو مکروہ جانتے اور بال کتروانے پر کفایت کرنا پسند کرتے تھے۔ حدیث بالا سے ایسے لوگوں کے لئے دعا کرنا بھی ثابت ہوا جو بہتر سے بہتر کاموں کے لئے آمادہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امرمرجوح پر عمل کرنے والوں کے لئے بھی دعائے خیر کی درخواست کی جا سکتی ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ حلق کی جگہ تقصیر بھی کافی ہے مگر بہتر حلق ہی ہے۔

١٧٢٨- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ))، قَالُوا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ، قَالَ : قَالَهَا ثَلاثًا. قَالَ: ((وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ)).

(۱۷۲۸) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا' ان سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا' ان سے ابو زرعہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لئے بھی (یہی دعا فرمایئے) لیکن آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت کر۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کی بھی! تیسری مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور کتروانے والوں کی بھی مغفرت فرما۔

١٧٢٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ ((حَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ)).

[راجع: ١٦٣٩]

(۱۷۲۹) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا' کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے' ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے بہت سے اصحاب نے سر منڈوایا تھا لیکن بعض نے کتروایا بھی تھا۔

١٧٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ : ((قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمِشْقَصٍ)).

(۱۷۳۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے حسن بن مسلم نے بیان کیا' ان سے طاؤس نے بیان کیا' ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔

تشریح ارکان حج کی بجا آوری کے بعد حاجی کو سر کے بال منڈانے ہیں یا کتروانے' ہر دو صورتیں جائز ہیں' مگر منڈانے والوں کے لیے آپ ﷺ نے تین بار مغفرت کی دعا فرمائی اور کتروانے والوں کے لئے ایک بار' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنداللہ اس موقعہ پر بالوں کا منڈوانا زیادہ محبوب ہے۔ اس روایت میں حضرت معاویہ کا بیان وارد ہوتا ہے' اس کے وقت کی تعیین کرنے میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔ یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے متعلق نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہو کیونکہ اصحاب سیر کے بیان کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے پہلے بھی حج کئے ہیں۔ علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وقد اخرج ابن

عساکر فی تاریخ دمشق من ترجمة معاویة تصریح معاویة بانه اسلم بین الحدیبیة و القضیة وانه کان یخفی اسلامه خوفًا من ابویه و کان النبی صلی الله علیه وسلم لما دخل فی عمرة القضیة مکة خج اکثر اهلها عن ها حتی لا ینظرونه و اصحابه یطوفون بالبیت فلعل معاویة کان ممن تخلف بمکة لسبب اقتضاه و لا یعارضه ایضا قول سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه فیما اخرجه مسلم وغیره فعلناها یعنی العمرة فی الشهر الحج و هذا یومئذ کافر بالعرش بضمتین یعنی بیوت مکة یشیر الی معاویة لانه یحمل علی انه اخبربما استصحب من خاله و لم یطلع علی اسلامه لکونه کان یخفیه و ینکر علی ماجوزوه ان تقصیره کان فی عمره الجعرانة ان النبی صلی الله علیه وسلم رکب من الجعرانة بعد ان احرم بعمرة ولم یستصحب احدا معه الا بعض اصحابه المهاجرین فقدم مکة فطاف وسعی و حلق و رجع الی الجعرانة فاصبح بها کبائت فخفیت عمرته علی کثیر من الناس کذا اخرجه الترمذی وغیره ولم یعد معاویة فیمن کان صحبه حینئذ ولا کان معاویة فیمن تخلف عنه بمکة فی غزوة حنین حتی یقال لعله وجده بمکة بل کان مع القوم و اعطاه مثل ما اعطی اباه من الغنیمة مع جملة المولفة واخرج الحاکم فی الاکلیل فی اخرقصة غزوة حنین ان الذی حلق راسه صلی الله علیه وسلم فی عمرته التی اعتمرها من الجعرانة ابو هند عبد بنی بیاضة فان ثبت هذا و ثبت ان معاویة کان حینئذ معه اوکان بمکة فقصرعنه بالمروة امکن الجمع بان یکون معاویة قصر عنه اولاً و کان احلاق غائبافی بعض حاجته ثم حضر فامره ان یکمل ازالة الشعر بالحلق لانه افضل ففعل و ان ثبت ان ذالک کان فی عمرة القضیة و ثبت انه صلی الله علیه وسلم حلق فیها جاء هذا الاحتمال بعینه و حصل التوفیق بین الاخبار کلها و هذا مما فتح الله علیّ به فی هذا الفتح و لله الحمد ثم لله الحمد ابدا (فتح الباری)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سال حدیبیہ اور سال عمرۃ القضاء کے درمیان اسلام لا چکے تھے' مگر وہ والدین کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر رہے تھے' عمرۃ القضاء میں جب کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اصحاب طواف کعبہ میں مشغول تھے تمام کفار مکہ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تاکہ وہ اہل اسلام کو دیکھ نہ سکیں اس موقع پر شاید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ شریف ہی میں رہ گئے ہوں (اور ممکن ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ بھی اسی وقت سے تعلق رکھتا ہو) اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا وہ قول جسے مسلم نے روایت کیا ہے اس کے خلاف نہیں ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ شریف کے کسی گھر میں چھت پر چھپے ہوئے تھے۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے اسلام کو اپنے رشتہ داروں سے ابھی تک پوشیدہ رکھے ہوئے تھے اور جس نے اس واقعہ کو عمرہ جعرانہ سے متعلق بتلایا ہے وہ بھی درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس موقع پر جو صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار نہیں ہے اور غزوۂ حنین کے موقع پر تو انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مال غنیمت سے مؤلفین میں شامل ہو کر حصہ لیا تھا۔ غزوہ حنین کے قصہ کے آخر میں حاکم نے نقل کیا ہے کہ اس موقع پر آپؐ کا سر مونڈنے والا بنی بیاضہ کا ایک غلام تھا جس کا نام ابو ہند تھا' اگر یہ ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس دن آپؐ کے ساتھ تھے یا مکہ میں موجود تھے تو یہ امکان ہے کہ انہوں نے پہلے آپؐ کے بال قینچی سے کترے ہوں اور حلاق اس وقت غائب ہو پھر اس کے آ جانے پر اس سے کرایا ہو کیونکہ حلق افضل ہے اور اگر یہ عمرۃ القضیہ میں ثابت ہو جب کہ وہاں بھی آپؐ کا حلق ثابت ہے تو یہ احتمال صحیح ہے کہ اس موقع پر انہوں نے یہ خدمت انجام دی ہو۔ مختلف روایات میں تطبیق کی یہ توفیق محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوئی ہے' ولله الحمد.

١٢٨- بَابُ تَقْصِيْرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

باب تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد بال ترشوائے۔

١٧٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ

(۱۷۳۱) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' ان سے فضیل بن سلیمان

حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّوا وَيَحْلِقُوا أَوْ يُقَصِّرُوا)). [راجع: ١٥٤٥]

نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے' انہیں کریب نے خبردی' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیں پھر سر منڈوا لیں یا بال کتروا لیں۔

آپؐ نے ہر دو کے لئے اختیار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں امور جائز ہیں۔

١٢٩- بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب دسویں تاریخ میں طواف الزیارۃ کرنا۔

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: ((أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ)) وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَزُورُ الْبَيْتَ أَيَّامَ مِنًى)).

اور ابو الزبیر نے حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف الزیارۃ میں اتنی دیر کی کہ رات ہو گئی اور ابو حسان سے منقول ہے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف الزیارۃ منیٰ کے دنوں میں کرتے۔

ابو الزبیر والی روایت کو ترمذی اور ابو داؤد اور امام احمد نے وصل کیا ہے۔ مذکورہ ابو حسان کا نام مسلم بن عبداللہ عدی ہے' اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے وصل کیا ہے۔

١٧٣٢- وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَاحِدًا، ثُمَّ ثُمَّ يَقِيلُ ثُمَّ يَأْتِي مِنًى)) يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ. وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ.

(١٧٣٢) اور ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' ان سے سفیان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ نے' ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف ایک طواف الزیارۃ کیا پھر سویرے سے منیٰ کو آئے' ان کی مراد دسویں تاریخ سے تھی۔ عبدالرزاق نے اس حدیث کا رفع (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک) بھی کیا ہے۔ انہیں عبیداللہ نے خبردی۔

١٧٣٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الأَعْرَجِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ فَأَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهَا مَا

(١٧٣٣) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' ان سے لیث نے بیان' ان سے جعفر بن ربیعہ نے' ان سے اعرج نے کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو دسویں تاریخ کو طواف الزیارۃ کیا لیکن صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی چاہا جو شوہر اپنی بیوی سے چاہتا

يُرِيْدُ الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنَّهَا حَائِضٌ. قَالَ: ((حَابِسَتُنَا هِيَ؟)) قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ. قَالَ : ((اخْرُجُوا)).

[راجع: ٢٩٤]

ہے' تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ حائضہ ہیں' آپؐ نے اس پر فرمایا کہ اس نے تو ہمیں روک دیا پھر جب لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! انہوں نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارۃ کر لیا تھا' آپؐ نے فرمایا پھر چلے چلو۔

وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ وَالأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ)).

قاسم' عروہ اور اسود سے بواسطہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ صفیہ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارۃ کیا تھا۔

تشریح اس کو طواف الافاضہ اور طواف الصدر اور طواف الرکن بھی کہا گیا ہے' بعض روایتوں میں ہے کہ آپؐ نے یہ طواف دن میں کیا تھا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو حسان کی حدیث لا کر احادیث مختلفہ میں اس طرح تطبیق دی کہ جابر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان یوم اول سے متعلق ہے اور حضرت ابن عباس کی حدیث کا تعلق بقایا دنوں سے ہے' یہاں تک بھی مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یزور البیت کل لیلۃ ما اقام بمنی یعنی ایام منیٰ میں آپؐ ہر رات مکہ شریف آ کر طواف الزیارۃ کیا کرتے تھے۔ (فتح الباری)

١٣٠- بَابُ إِذَا رَمَى بَعْدَمَا أَمْسَى، أَوْحَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ، نَاسِيًا أَوْ جَاهِلاً

باب کسی نے شام تک رمی نہ کی یا قربانی سے پہلے بھول کر یا مسئلہ نہ جان کر سر منڈا لیا تو کیا حکم ہے؟

١٧٣٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قِيْلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالتَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ فَقَالَ : ((لاَ حَرَجَ)). [راجع: ٨٤]

(١٧٣٤) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے وہیب نے بیان کیا' ان سے ابن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے قربانی کرنے' سر منڈانے' رمی جمار کرنے اور ان میں آگے پیچھے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

١٧٣٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فَيَقُولُ : ((لاَ حَرَجَ)). فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ:

(١٧٣٥) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے خالد نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم نحر میں منیٰ میں مسائل پوچھے جاتے اور آپؐ فرماتے جاتے کہ کوئی حرج نہیں' ایک شخص نے پوچھا تھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے تو آپ

حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: ((اذْبَحْ وَلاَ حَرَجَ)). وَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ : لاَ ((لاَ حَرَجَ)). [راجع: ٨٤]

نے اس کے جواب میں بھی یہی فرمایا کہ جاؤ قربانی کرلو کوئی حرج نہیں اور اس نے یہ بھی پوچھا کہ میں نے کنکریاں شام ہونے سے بعد ہی مار لی ہیں' تو بھی آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

آپ نے ان صورتوں میں نہ کوئی گناہ لازم کیا نہ فدیہ۔ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے اور شافعیہ اور حنابلہ کا یہی مذہب ہے اور مالکیہ اور حنفیہ کا قول ہے کہ ان میں ترتیب واجب ہے اور اس کا خلاف کرنے والوں پر دم لازم ہو گا' ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ قول حدیث ہذا کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں کیونکہ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

١٣١- بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

باب جمرہ کے پاس سوار رہ کر لوگوں کو مسئلہ بتانا۔

١٧٣٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ : لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: ((اذْبَحْ وَلاَ حَرَجَ)). فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ : ((ارْمِ وَلاَ حَرَجَ))، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلاَ أُخِّرَ إِلاَّ قَالَ : ((افْعَلْ وَلاَ حَرَجَ)).

[راجع: ٨٣]

(١٧٣٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں عیسیٰ بن طلحہ نے' انہیں عبداللہ بن عمرؓ نے کہ نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر (اپنی سواری) پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ سے مسائل معلوم کئے جا رہے تھے' ایک شخص نے کہا حضور مجھ کو معلوم نہ تھا اور میں نے قربانی کرنے سے پہلے ہی سر منڈا لیا' آپ نے فرمایا اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں' دوسرا شخص آیا اور بولا حضور مجھے خیال نہ رہا اور رمی جمار سے پہلے ہی میں نے قربانی کر دی' آپ نے فرمایا اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں' اس دن آپ سے جس چیز کے آگے پیچھے کرنے کے متعلق سوال ہوا آپ نے یہی فرمایا اب کرلو کوئی حرج نہیں۔

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما تھے اور مسائل بتلا رہے تھے۔

١٧٣٧- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ ((أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ

(١٧٣٧) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے عیسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسویں تاریخ کو منیٰ میں خطبہ دے رہے تھے تو وہ وہاں موجود تھے۔ ایک شخص نے اس وقت کھڑے ہو کر پوچھا میں اس خیال میں تھا کہ فلاں کام فلاں

أَنْ كَذَا قَبْلَ كَذَا، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنْ كَذَا، حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((افْعَلْ وَلاَ حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ))، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلاَّ قَالَ: ((افْعَلْ وَلاَ حَرَجَ)). [راجع: ٨٣]

سے پہلے ہے پھر دوسرا کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے' چنانچہ میں نے قربانی سے پہلے سر منڈالیا' رمی جمار سے پہلے قربانی کرلی' اور مجھے اس میں شک ہوا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اب کرلو۔ ان سب میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کے دوسرے سوالات بھی آپؐ سے کئے گئے آپ ﷺ نے ان سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اب کرلو۔

١٧٣٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَقَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى نَاقَتِهِ.. فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ)). تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[راجع: ٨٣]

(۱۷۳۸) ہم سے اسحاق نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' ان سے میرے والد نے بیان کیا' ان سے صالح نے' ان سے ابن شہاب نے اور ان سے عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اپنی سواری پر سوار ہو کر ٹھہرے رہے' پھر پوری حدیث بیان کی اس کی متابعت معمر نے زہری سے روایت کر کے کی ہے۔

تشریح شریعت کی اس سادگی اور آسانی کا اظہار مقصود ہے جو اس نے تعلیم' تعلم' افتاء و ارشاد کے سلسلہ میں سامنے رکھی ہے۔ بعض روایتوں میں ایسا بھی ہے کہ آپؐ اس وقت سواری پر نہ تھے بلکہ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کو مسائل بتلا رہے تھے۔ سو تطبیق یہ ہے کہ کچھ وقت سواری پر بیٹھ کر ہی آپؐ نے مسائل بتلائے ہوں' بعد میں آپؐ اتر کر نیچے بیٹھ گئے ہوں۔ جس راوی نے آپؐ کو جس حال میں دیکھا بیان کر دیا۔

١٣٢- بَابُ الْخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى

باب منیٰ کے دنوں میں خطبہ سنانا۔

١٧٣٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ. قَالَ: ((فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ. قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ:

(۱۷۳۹) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے فضیل بن غزوان نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ دسویں تاریخ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے منیٰ میں خطبہ دیا' خطبہ میں آپؐ نے پوچھا لوگو! آج کونسا دن ہے؟ لوگ بولے یہ حرمت کا دن ہے' آپؐ نے پھر پوچھا اور یہ شہر کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا شہر ہے' آپؐ نے پوچھا یہ مہینہ کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا مہینہ ہے' پھر آپؐ نے فرمایا بس تمہارا

((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا)). فَأَعَادَهَا مِرَارًا. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ : ((اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. ((لاَتَرجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

[طرفه في : ٧٠٧٩].

خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت' اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے' اس کلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے کئی بار دھرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لئے ہے کہ حاضر (اور جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے پھر فرمایا' دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔

یہ خطبہ یوم النحر کے دن سنانا سنت ہے اس میں رمی وغیرہ کے احکام بیان کرنا چاہیے اور یہ حج کے چار خطبوں میں سے تیسرا خطبہ ہے اور سب نماز عید کے بعد ہیں مگر عرفہ کا خطبہ نماز سے پہلے ہے اس دن دو خطبے پڑھنے چاہئیں۔ قسطلانی (وحیدی)

حج کا مقصد عظیم دنیائے اسلام کو خدا ترسی اور اتفاق باہمی کی دعوت دینا ہے اور اس کا بہترین موقع یہی خطبات ہیں' لہٰذا خطیب کا فرض ہے کہ مسائل حج کے ساتھ ساتھ وہ دنیائے اسلام کے مسائل پر بھی روشنی ڈالے اور مسلمانوں کو خدا ترسی' کتاب و سنت کی پابندی اور باہمی اتفاق کی دعوت دے کہ حج کا یہی مقصود اعظم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں اللہ پاک کو پکارنے کے لیے آسمان کی طرف سر اٹھایا' اس سے اللہ پاک کے لئے جہت فوق اور استوی علی العرش ثابت ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو یوم النحر / آٹھویں کو یوم الترویہ نویں کو یوم عرفہ اور گیارھویں کو یوم القرا اور بارھویں کو یوم النفر اول اور تیرھویں کو یوم النفر الثانی کہتے ہیں۔ اور دسویں گیارھویں بارھویں تیرھویں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

١٧٤٠- حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ عُمَرَ :حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو قَالَ:سَمِعْتُ جَابِرَبْنَ زَيْدٍ قَالَ:سَمِعْتُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ : تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو.

[أطرافه في : ١٨١٢، ١٨٤١، ١٨٤٢، ١٨٤٣، ٥٨٠٤، ٥٨٥٣].

(۱۷۴۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عمرو نے خبر دی' کہا کہ میں نے جابر بن زید سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' آپؓ نے بتلایا کہ میدان عرفات میں رسول کریم ﷺ کا خطبہ میں نے خود سنا تھا۔ اس کی متابعت ابن عیینہ نے عمرو سے کی ہے۔

تشریح یہ یوم عرفہ کا خطبہ ہے اور منیٰ کا خطبہ بعد والا ہے' جو دسویں تاریخ کو دیا تھا اس میں صاف یوم النحر کی وضاحت موجود ہے۔

فهذا الحديث الذى وقع فى الصحيح انه صلى الله عليه وسلم خطب به يوم النحر وقد ثبت انه خطب به قبل ذالک يوم عرفة (فتح الباری) یعنی صحیح بخاری کی حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آپؐ نے یوم النحر میں خطبہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس سے پہلے آپؐ نے یہی خطبہ یوم عرفات میں بھی پیش فرمایا تھا۔

١٧٤١- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، وَرَجُلٌ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ : ((أَتَدْرُونَ أَيُّ يَومٍ هَذَا؟ قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: ((أَلَيْسَ يَومَ النَّحْرِ ؟)) قُلْنَا بَلَى. قَالَ ((أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ: ((أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ؟)) قُلْنَا: بَلَى. قَالَ : ((أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: ((أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ؟)) قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلاَ هَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: ((اللَّهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، فَلاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ

(۱۷۴۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو عامر نے بیان کیا' ان سے قرہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اور ایک اور شخص نے جو میرے نزدیک عبدالرحمٰن سے بھی افضل ہے یعنی حمید بن عبدالرحمٰن نے خبردی کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں تاریخ کو منیٰ میں خطبہ سنایا' آپؐ نے پوچھا لوگو! معلوم ہے آج یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' آپؐ اس پر خاموش ہو گئے اور ہم نے سمجھا کہ آپؐ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپؐ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم بولے ہاں ضرور ہے' پھر آپؐ نے پوچھا یہ مہینہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ اس مرتبہ بھی خاموش ہو گئے اور ہمیں خیال ہوا کہ آپؐ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے' لیکن آپؐ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم بولے کیوں نہیں' پھر آپؐ نے پوچھا یہ شہر کون سا ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' اس مرتبہ بھی آپؐ اس طرح خاموش ہو گئے کہ ہم نے سمجھا کہ آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے' لیکن آپؐ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی کیوں نہیں ضرور ہے' اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا بس تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں ہے' تا آنکہ تم اپنے رب سے جاملو۔ کہو کیا میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپؐ نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہنا اور ہاں! یہاں موجود غائب کو پہنچا دیں کیونکہ بہت سے لوگ جن تک یہ پیغام پہنچے گا سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یاد رکھنے والے ثابت ہوں گے اور میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردنیں مارنے

بَعْضٍ)). [راجع: ٦٧]

لگو۔

تشریح: یہ حجۃ الوداع میں آپؐ کا وہ عظیم الشان خطبہ ہے جسے اساس الاسلام ہونے کی سند حاصل ہے اور یہ کافی طویل ہے جسے مختلف راویوں نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کے تحت یہ روایات یہاں نقل کی ہیں' پورے خطبے کا احصار مقصد نہیں ہے۔ واراد البخاری الرد علی من زعم ان یوم النحر لا خطبة فیه للحاج و ان المذکور فی هذا الحدیث من قبیل الوصایا العامة لا علی انه من شعار الحج فاراد البخاری ان یبین ان الراوی سماها خطبة کما سمی التی وقعت فی وفات خطبة (فتح) یعنی کچھ لوگ یوم نحر کے خطبہ کے قائل نہیں ہیں اور یہ خطبہ وصایا سے تعبیر کرتے ہیں' امام بخاری نے ان کا رد کیا اور بتلایا کہ راوی نے اسے لفظ خطبہ سے ذکر کیا ہے' کہ عرفات کے خطبہ کو خطبہ کہا ایسا ہی اسے بھی' لہٰذا یوم النحر کو بھی خطبہ سنت نبوی ہے۔

١٧٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِنًى: ((أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوم هَذَا؟)) اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ: ((فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا : اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ((شَهْرٌ حَرَامٌ)). قَالَ: ((فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا)) وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ: ((أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ يَومَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا، وَقَالَ: هَذَا يَومُ الْحَجِّ الأَكْبَرِ. فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ اشْهَدْ)). وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوا : هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ)).

[أطرافه في : ٤٤٠٣، ٦٠٤٣، ٦١٦٦، ٦٧٨٥، ٦٨٦٨، ٧٠٧٧].

(١٧٤٢) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا' کہا ہم کو عاصم بن محمد بن زید نے خبردی' انہیں ان کے باپ نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں فرمایا کہ تم کو معلوم ہے! آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا دن ہے اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ یہ کونسا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں' آپؐ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا شہر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے یہ کونسا مہینہ ہے' لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا مہینہ ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون! تمہارا مال اور عزت ایک دوسرے پر (ناحق) اس طرح حرام کر دی ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں ہے۔ ہشام بن غاز نے کہا کہ مجھے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبردی کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں دسویں تاریخ کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ یہ دیکھو (یوم النحر) اکبر کا دن ہے' پھر نبی کریم ﷺ یہ فرمانے لگے کہ اے اللہ! گواہ رہنا' آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر چونکہ لوگوں کو رخصت کیا تھا (آپ سمجھ گئے کہ وفات کا زمانہ آن پہنچا) جب سے لوگ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔

تشریح: حج اکبر حج کو کہتے ہیں اور حج اصغر عمرہ کو اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ نویں تاریخ جمعہ کو آ جائے تو وہ حج اکبر ہے' اس کی سند صحیح حدیث سے کچھ نہیں البتہ چند ضعیف حدیثیں اس حج کی زیادہ فضیلت میں وارد ہیں' جس میں نویں تاریخ جمعہ کو آن پڑے۔ بعضوں نے کہا یوم الحج الاصغر نویں تاریخ کو اور یوم الحج الاکبر دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان ہی دنوں میں آپؐ پر سورۃ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی اور آپؐ سمجھ گئے کہ اب دنیا سے روانگی قریب ہے' اب ایسے اجتماع کا موقعہ نہ مل سکے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا فیہ دلیل لمن یقول ان یوم الحج الاکبر ہو یوم النحر یعنی اس حدیث میں اس شخص کی دلیل موجود ہے جو کہتا ہے کہ حج اکبر کے دن سے مراد دسویں تاریخ ہے بس عوام میں جو مشہور ہے کہ اگر جمعہ کے دن حج واقع ہو تو اسے حج اکبر کہا جاتا ہے' یہ خیال قوی نہیں ہے انہ نبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخطبۃ المذکورۃ علی تعظیم یوم النحر و علی تعظیم شہر ذی الحجۃ و علی تعظیم البلد الحرام یعنی آنحضرت ﷺ اس خطبہ میں یوم النحر اور ماہ ذی الحجہ اور مکۃ المکرمہ کی عظمتوں پر تنبیہ فرمائی کہ امت ان اشیاء مقدسہ کو یاد رکھے اور جو نصائح و وصایا آپؐ دیئے جا رہے ہیں امت ان کو تا ابد فراموش نہ کرے۔

۱۳۳- بَابُ هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَو غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى؟

باب منیٰ کی راتوں میں جو لوگ مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا اور کچھ کام کرتے ہیں وہ مکہ میں رہ سکتے ہیں۔

۱۷۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ((رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ. .)).ح

[راجع: ١٦٣٤]

(۱۷۴۳) ہم سے محمد بن عبید بن میمون نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے' ان سے عبیداللہ نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ (دوسری سند)

۱۷۴٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ ح. .)).

[راجع: ١٦٣٤]

(۱۷۴۴) اور ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن بکر نے بیان کیا' کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی' انہیں عبیداللہ نے' انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

۱۷۴٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ لِيَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ،

(۱۷۴۵) اور ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے منیٰ کی راتوں میں (حاجیوں) کو پانی پلانے کے لئے مکہ میں رہنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ اس

فَأَذِنَ لَهُ)). تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو ضَمْرَةَ. [راجع: ١٦٣٤]

روایت کی متابعت محمد بن عبداللہ کے ساتھ ابو اسامہ عقبہ بن خالد اور ابو ضمرہ نے کی ہے۔

تشریح معلوم ہوا کہ جس کو کوئی عذر نہ ہو اس کو منیٰ کی راتوں میں منیٰ میں رہنا واجب ہے' شافعیہ اور حنابلہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور بعض کے نزدیک یہ واجب نہیں سنت ہے۔ (وحیدی) وفی الحدیث دلیل علی وجوب المبیت بمنی و انه من مناسک الحج لان التعبیر بالرخصة یقتضی ان مقابلها و ان الاذن و قع للعلة المذکورة و اذ الم توجد او ما فی معناها لم یحصل الاذن و بالوجوب قال الجمهور (فتح) یعنی منیٰ میں رات گذارنا واجب اور مناسک حج سے ہے' جمہور کا یہی قول ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو علت مذکورہ کی وجہ سے مکہ میں رات گذارنے کی اجازت ہی دلیل ہے کہ جب ایسی کوئی علت نہ ہو تو منیٰ میں رات گذارنا واجب ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔

١٣٤- بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ

باب کنکریاں مارنے کا بیان

وَقَالَ جَابِرٌ: رَمَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحىً، وَرَمَى بَعْدَ ذَلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو چاشت کے وقت کنکریاں ماری تھیں اور اس کے بعد کی تاریخوں میں سورج ڈھل جانے پر۔

١٧٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ: إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهْ. فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ، قَالَ: كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا)).

(١٧٤٦) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا' ان سے وبرہ نے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کنکریاں کس وقت ماروں؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ جب تمہارا امام مارے تو تم بھی مارو' لیکن دوبارہ میں نے ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم انتظار کرتے رہتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو کنکریاں مارتے۔

تشریح افضل وقت کنکریاں مارنے کا یہی ہے کہ یوم النحر کو چاشت کے وقت مارے اور جائز ہے' دسویں شب کی آدھی رات کے بعد سے اور غروب آفتاب تک دسویں تاریخ کو اس کا آخری وقت ہے اور گیارہویں یا بارہویں کو زوال کے بعد مارنا افضل ہے' ظہر کی نماز سے پہلے کنکریاں سات سے کم نہ ہوں' جمہور علماء کا یہی قول ہے وفیہ دلیل علی ان السنة ان یرمی الجمار فی غیر یوم الاضحی بعد الزوال و بہ قال الجمهور (فتح الباری) یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ دسویں تاریخ کے بعد سنت یہ ہے کہ رمی جمار زوال کے بعد ہو اور جمہور کا یہی فتویٰ ہے جب امام مارے تم بھی مارو' یہ ہدایت اس لئے فرمائی تاکہ امرائے وقت کی مخالفت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے' اگر امرائے جور ہوں تو ایسے احکام میں مجبوراً ان کی اطاعت کرنی ہے جیسا کہ نماز کے لئے فرمایا کہ ظالم امیر اگر دیر سے پڑھیں تو ان کے ساتھ بھی ادا کر لو اور ان کو نفل قرار دے لو' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس دور میں حجاج بن یوسف جیسے سفاک ظالم کا زمانہ تھا اس بنا پر آپؓ نے ایسا فرمایا' نیک عادل امراء کی اطاعت نیک کاموں میں بہر حال فرض ہے اور موجب ثواب ہے اور یہ چیز امراء ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نیک امر میں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی بھی اطاعت لازم ہے۔ و ان کان عبدا حبشیا کا یہی مطلب ہے۔

١٣٥- بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي

باب رمی جمار وادی کے نشیب سے کرنے کا بیان۔

١٧٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: ((رَمَى عَبْدُ اللهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّ نَاسًا يَرْمُونَهَا مِنْ فَوقِهَا، فَقَالَ : وَالَّذِي لاَ إِلَهَ غَيْرُهُ، هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ)). وقال عبدُ اللهِ بنُ الوليدِ قالَ حدَّثنا سفيانُ حَدَّثَنَا الأعمشِ بهذا.

[اطرافه في : ١٧٤٨، ١٧٤٩، ١٧٥٠].

(۱۷۴۷) محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی' انہیں اعمش نے' انہیں ابراہیم نے اور ان سے عبدالرحمٰن بن زید نے بیان کیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وادی کے نشیب (بطن وادی) میں کھڑے ہو کر کنکری ماری تو میں نے کہا' اے ابو عبدالرحمٰن! کچھ لوگ تو وادی کے بالائی علاقہ سے کنکریاں مارتے ہیں' اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں' یہی (بطن وادی) ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے (رمی کرتے وقت) جن پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی ﷺ۔ عبداللہ بن ولید نے بیان کیا کہ ان سے سفیان ثوری نے اور ان سے اعمش نے یہی حدیث بیان کی۔

١٣٦- باب رمي الجمار بسبعِ حصيًا

تَذْكُرُهُ ابنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب رمی جمار سات کنکریوں سے کرنا۔ اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

١٧٤٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهِ، وَرَمَى بِسَبْعٍ وَقَالَ: هَكَذَا رَمَى الَّذِي أُنزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ)).

[راجع: ١٧٤٧]

(۱۷۴۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے حکم بن عتبہ نے' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچے تو کعبہ کو آپ نے بائیں طرف کیا اور منیٰ کو دائیں طرف پھر سات کنکریوں سے رمی کی اور فرمایا کہ جن پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے بھی اسی طرح رمی کی تھی۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ)

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں واستدل بهذا الحديث على اشراط رمي الجمارات واحدة واحدة لقوله يكبر مع كل حصاة و قد قال صلى الله عليه وسلم خذوا عني مناسككم و خالف في ذالك عطاء و صاحبه ابو حنيفة فقالا لو رمى السبع دفعة واحدة اجزاه الخ (فتح) یعنی اس حدیث سے دلیل لی گئی ہے کہ رمی جمرات میں شرط یہ ہے کہ ایک ایک کنکری الگ الگ پھینکی جانے کے بعد ہر کنکری پر تکبیر کہی جائے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے مناسک حج سیکھو اور آپ کا یہی طریقہ تھا کہ آپ ہر کنکری پر تکبیر کہا کرتے تھے۔ مگر عطاء اور آپ کے صاحب امام ابو حنیفہؒ نے اس کے خلاف کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ سب کنکریوں کا ایک دفعہ ہی مار دینا کافی ہے۔

(مگر یہ قول درست نہیں ہے)

١٣٧- بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

باب اس شخص کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف کیا۔

١٧٤٩- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ ((أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ : هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ)). [راجع: ١٧٤٧]

(١٧٤٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے حکم بن عتیبہ نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے دیکھا کہ جمرہ عقبہ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کے وقت آپ نے بیت اللہ کو تو اپنی بائیں طرف اور منیٰ کو دائیں طرف کر لیا پھر فرمایا کہ یہی ان کا بھی مقام تھا جن پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ یہ دسویں تاریخ کی رمی ہے گیارہویں بارہویں تاریخ کو اوپر سے مارنا چاہیے اور جمرہ عقبہ جس کو آج کل عوام بڑا شیطان کہتے ہیں چار باتوں میں اور جمرات سے بہتر ہے' ایک تو یہ کہ یوم النحر کو فقط اسی کی رمی ہے دوسرے یہ کہ اس کی رمی چاشت کے وقت ہے' تیسرے یہ کہ نشیب میں اس کو مارنا ہے' چوتھے یہ کہ دعا وغیرہ کے لئے اس کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے اور دوسرے جمروں کے پاس رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنا مستحب ہے۔ جمرات کی رمی کرنا یہ اس وقت کی یادگار ہے جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کے لئے ان مقامات پر شیطان ظاہر ہوا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ارشاد الٰہی کی تعمیل سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ ان تینوں مقامات پر بطور نشان پتھروں کے مینارے سے بنا دیئے گئے ہیں اور ان ہی پر مقررہ شرائط کے ساتھ کنکریاں مار کر گویا شیطان مردود کو رجم کیا جاتا ہے اور حاجی گویا اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ شیطان مردود کی مخالفت اور ارشاد الٰہی کی اطاعت میں پیش پیش رہے گا اور تا عمر اس یادگار کو فراموش نہ کر کے اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا سچا پیروکار ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔
جمرۂ عقبہ کو جمرہ کبریٰ بھی کہتے ہیں اور یہ جہت مکہ میں منیٰ کی آخری حد پر واقع ہے آپؐ نے ہجرت کے لئے انصار سے اسی جگہ بیعت لی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللهم اجعله حجا مبرورا وذنبا مغفورا

١٣٨- بَابُ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ.

باب اس بیان میں کہ (حاجی کو) ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

١٧٥٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: ((سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ

(١٧٥٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد مصری نے بیان کیا' ان سے سلیمان اعمش نے بیان کیا' کہا کہ میں نے حجاج سے سنا۔ وہ منبر پر سورتوں کا یوں نام لے رہا تھا وہ سورہ جس میں

فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهِ النِّسَاء. قَالَ فَذَكَرْتُ ذَٰلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيْدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ، حَتَّى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ : مِنْ هَا هُنَا - وَالَّذِي لاَ إِلَهَ غَيْرُهُ - قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ)).

بقرہ (گائے) کا ذکر آیا ہے' وہ سورہ جس میں آل عمران کا ذکر آیا ہے' وہ سورہ جس میں نساء (عورتوں) کا ذکر آیا ہے' اعمش نے کہا میں نے اس کا ذکر حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو وہ ان کے ساتھ تھے' اس وقت وہ وادی کے نشیب میں اتر گئے اور جب درخت کے (جو اس وقت وہاں پر تھا) برابر پہنچے اس کے سامنے ہو کر سات کنکریوں سے رمی کی ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا قسم ہے اس کی کہ جس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ ذات بھی کھڑی ہوئی تھی جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی ﷺ۔

[راجع: ١٧٤٧]

تشریح معلوم ہوا کہ کنکری جدا جدا مارنی چاہیے اور ہر ایک کے مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ روایت میں حجاج بن یوسف کا ذکر ہے کہ وہ سورتوں کے مجوزہ ناموں کا استعمال چھوڑ کر اضافی ناموں سے ان کا ذکر کرتا تھا جیسا کہ روایت مذکور ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا کہ وہ سورتوں کے مجوزہ نام ہی لیتے تھے اور یہی ہونا چاہیے اس بارے میں حجاج کا خیال درست نہ تھا' امت اسلامیہ میں یہ شخص سفاک بے رحم ظالم کے نام سے مشہور ہے کہ اس نے زندگی میں خدا جانے کتنے بے گناہوں کا خون ناحق زمین کی گردن پر بہایا ہے اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے قال ابن المنیر خص عبداللہ سورۃ البقرۃ بالذکر لانھا التی ذکر اللہ فیھا الرمی فاشار الی ان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم مبین لمراد کتاب اللہ تعالیٰ الخ ﴾ (فتح الباری) یعنی ابن منیر نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خصوصیت کے ساتھ سورۂ بقرہ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس میں اللہ نے رمی کا ذکر فرمایا ہے پس آپ نے اشارہ کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے عمل سے کتاب اللہ کی مراد کی تفسیر پیش کر دی گویا یہ بتلایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں آنحضرت ﷺ پر احکام مناسک کا نزول ہوا۔ اس میں یہاں تنبیہ ہے کہ احکام حج توقیفی ہیں جس طرح شارح علیہ السلام نے ان کو بتلایا' اسی طرح ان کی ادائیگی لازم ہے کمی بیشی کی کسی کو مجال نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

١٣٩- بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِف، قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب اس کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اور وہاں ٹھہرا نہیں۔ اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (یہ حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے)

١٤٠- بَابُ إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُومُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

باب جب حاجی دونوں جمروں کی رمی کر چکے تو ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑا ہو جائے۔

١٧٥١- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

(١٧٥١) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم

حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيْلاً، وَيَدْعُوا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُ وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيْلاً وَيَدْعُو، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلاَ يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُولُ : هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ)).

سے طلحہ بن یحیٰ نے بیان کیا' ان سے یونس نے زہری سے بیان کیا' ان سے سالم نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے' پھر آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اسی طرح دیر تک کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے' پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کرتے' پھر بائیں طرف بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے' یہاں بھی دیر تک کھڑے کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے' اس کے بعد والے نشیب سے جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اس کے بعد آپ کھڑے نہ ہوتے بلکہ واپس چلے آتے اور فرماتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

[طرفاه في : ١٧٥٢، ١٧٥٣].

یہ آخری رمی گیارہویں تاریخ میں سب سے پہلے رمی جمرہ کی ہے یہ جمرہ مسجد خیف سے قریب پڑتا ہے یہاں نہ کھڑا ہونا ہے نہ دعا کرنا' ایسے مواقع پر عقل کا دخل نہیں ہے' صرف شارع علیہ السلام کی اتباع ضروری ہے۔ ایمان اور اطاعت اسی کا نام ہے جہاں جو کام منقول ہوا ہے وہاں وہی کام سرانجام دینا چاہیے اور اپنی ناقص عقل کا دخل ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

١٤١- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى

باب پہلے اور دوسرے جمرہ کے پاس جا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

جمہور علماء کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے پاس دعاء مانگنا مستحب ہے' ابن قدامہ نے کہا کہ میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا مگر امام مالک سے اس کے خلاف منقول ہے قال ابن المنذر لا اعلم احداً انکر رفع الیدین فی الدعاء عندالجمرۃ الا ماحکاہ ابن القاسم عن مالک انتھی (فتح)

١٧٥٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَخِي عن سليمانَ عن يونسَ بن يزيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ((أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا

(١٧٥٢) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے بھائی (عبدالحمید) نے بیان کیا' ان سے سلیمان نے بیان کیا' ان سے یونس بن یزید نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے' اس کے بعد آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر

طَوِيْلاً، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى كَذَلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ، وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلاً: فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلاَ يَقِفُ، وَيَقُوْلُ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُ)). [راجع: ۱۷۵۱]

قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے' دعائیں کرتے رہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی بھی اسی طرح کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک نرم زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے' بہت دیر تک اسی طرح کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہتے' پھر جمرہ عقبہ کی رمی بطن وادی سے کرتے لیکن وہاں ٹھہرتے نہیں تھے' آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہ حدیث کئی جگہ نقل ہوئی ہے اور اس سے حضرت مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ نے بہت سے مسائل کا اخراج فرمایا ہے جو آپ کے تفقہ کی دلیل ہے ان لوگوں پر بے حد افسوس جو ایسے فقیہ اعظم فاضل مکرم امام معظم رحمہ اللہ کی شان میں تنقیص کرتے ہوئے آپ کی فقاہت اور درایت کا انکار کرتے ہیں اور آپ کو محض ناقل مطلق کہہ کر اپنی ناسمجھی یا تعصب باطنی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بعض علمائے احناف کا رویہ اس بارے میں انتہائی تکلیف دہ ہے جو محدثین کرام خصوصاً امام بخاری رحمہ اللہ کی شان میں اپنی زبان بے لگام چلا کر خود ائمہ دین مجتہدین کی تنقیص کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے جو مقام عظمت عطا فرمایا ہے وہ ایسی واہی تباہی باتوں سے گرایا نہیں جا سکتا ہاں ایسے کور باطن نام نہاد علماء کی نشان دہی ضرور کر دیتا ہے۔

۱۴۲- بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

باب دونوں جمروں کے پاس دعا کرنے کے بیان میں

(دونوں جمروں سے جمرۂ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ مراد ہیں)

۱۷۵۳- وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ((أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى يَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، وَكَانَ يُطِيْلُ الْوُقُوفَ. ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ، فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو. ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلاَ

(۱۷۵۳) اور محمد بن بشار نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا' انہیں یونس نے خبر دی اور انہیں زہری نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ کی رمی کرتے جو منیٰ کی مسجد کے نزدیک ہے تو سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے' پھر آگے بڑھتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے' یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے پھر جمرہ ثانیہ (وسطیٰ) کے پاس آتے یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے' پھر بائیں طرف نالے کے قریب اتر جاتے اور وہاں بھی قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتے رہتے' پھر جمرۂ عقبہ کے پاس آتے اور یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے' اس کے بعد واپس ہو جاتے یہاں آپ دعا کے لیے ٹھہرتے نہیں تھے۔ زہری نے کہا کہ میں نے سالم سے سنا وہ بھی اسی طرح اپنے والد (ابن

يَقِفُ عِنْدَهَا)) قَالَ الزُّهْرِيُّ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

[راجع: ۱۷۵۱]

عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی حدیث بیان کرتے تھے اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں و فی الحدیث مشروعیة التکبیر عند رمی کل حصاة و قد اجمعوا علی ان من ترکه لا یلزمه شی الا الثوری فقال یطعم و ان جبره بدم احب الی و علی الرمی بسبع و قد تقدم ما فیه و علی استقبال القبلة بعد الرمی و القیام طویلا و قد وقع تفسیره فیما رواه ابن ابی شیبة باسناد صحیح عن عطاء کان ابن عمر یقوم عند الجمرتین مقدار ما یقرا سورة البقرة و فیه التباعد من موضع الرمی عند القیام للدعاء حتی لا یصیب رمی غیره و فیه مشروعیة رفع الیدین فی الدعاء و ترک الدعاء و القیام عند جمرة العقبة (فتح الباری)

یعنی اس حدیث میں ہر کنکری کو مارتے وقت تکبیر کہنے کی مشروعیت کا ذکر ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے اسے ترک کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا مگر ثوری کہتے ہیں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اور اگر دم دے تو زیادہ بہتر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات کنکریوں سے رمی کرنا مشروع ہے اور وہ بھی ثابت ہوا کہ رمی کے بعد قبلہ رخ ہو کر کافی دیر تک کھڑے کھڑے دعا مانگنا بھی مشروع ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرتین کے نزدیک اتنی دیر تک قیام فرماتے جتنی دیر میں سورۂ بقرہ ختم کی جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام رمی سے ذرا دور ہو کر دعا کے لئے قیام کرنا مشروع ہے تاکہ کسی کی کنکری اس کو نہ لگ سکے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا بھی مشروع ہے اور یہ بھی کہ جمرۂ عقبہ کے پاس نہ تو قیام کرنا ہے نہ دعا کرنا وہاں سے کنکریاں مارتے ہی واپس ہو جانا چاہیے۔

مزید ہدایات: گیارہ ذی الحجہ تک یہ تاریخیں ایام تشریق کہلاتی ہیں' طواف افاضہ جو دس کو کیا ہے اس کے بعد سے تاریخوں میں منیٰ کے میدان میں مستقل پڑاؤ رکھنا چاہیے۔ یہ دن کھانے پینے کے ہیں' ان میں روزہ رکھنا بھی منع ہے۔ ان دنوں میں ہر روز زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنی ہوں گی جیسا کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں قالت افاض رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی فمکث بها لیالی ایام التشریق یرمی الجمرة اذا زالت الشمس کل جمرة بسبع حصیات یکبر مع کل حصاة و یقف عند الاولی و الثانیة فیطیل القیام و یتفرع و یرمی الثالثة فلا یقف عندها (رواہ ابوداؤد) یعنی نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز تک طواف افاضہ سے فارغ ہو گئے پھر آپؐ منیٰ واپس تشریف لے گئے اور ایام تشریق میں آپؐ نے منیٰ میں ہی شب کو قیام فرمایا۔ زوال شمس کے بعد آپؐ روزانہ رمی جمار کرتے ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری پر نعرہ تکبیر بلند کرتے۔ جمرہ اولیٰ جمرہ ثانیہ کے پاس بہت دیر تک آپؐ قیام فرماتے اور باری تعالیٰ کے سامنے گریہ و زاری فرماتے۔ جمرہ ثالثہ پر کنکری مارتے وقت یہاں قیام نہیں فرماتے تھے۔ پس تیرہ ذی الحجہ کے وقت زوال تک منیٰ میں رہنا ہو گا۔ ان ایام میں تکبیرات بھی پڑھنی ضروری ہیں' کنکریاں بعد نماز ظہر بھی ماری جا سکتی ہیں۔

رمی جمار کیا ہے؟

کنکریاں مارنا' صفا و مروہ کی سعی کرنا' یہ عمل ذکر اللہ کو قائم رکھنے کے لیے ہیں جیسا کہ ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے۔ کنکریاں مارنا شیطان کو رجم کرنا ہے' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی ہے آپؑ جب مناسک حج ادا کر چکے تو جمرہ عقبہ پر آپ کے سامنے شیطان آیا آپؑ نے اس پر سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ پھر جمرۂ ثانیہ پر وہ آپؑ کے سامنے آیا

تو آپ نے وہاں بھی سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ پھر جمرۂ ثالثہ پر آپ کے سامنے آیا تو بھی آپؑ نے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ یہ اسی واقعہ کی یادگار ہیں۔

کنکریاں مارنے سے مہلک ترین گناہوں میں سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے نیز کنکریاں مارنے والے کے لیے قیامت کے روز وہ کنکری باعث روشنی ہوگی۔ جو کنکریاں باری تعالیٰ کے دربار میں درجہ قبولیت کو پہنچتی ہیں' وہ وہاں سے اٹھ جاتی ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو پہاڑوں کے ڈھیر لگ جاتے (مشکوٰۃ مجمع الزوائد) اب ہر سہ جمرات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ لکھی جاتی ہے۔

جمرۂ اولیٰ

یہ پہلا منارہ ہے جس کو پہلا شیطان کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد خیف کی طرف بازار میں ہے۔ گیارہ تاریخ کو اسی سے کنکریاں مارنی شروع کریں' کنکریاں مارتے وقت قبلہ شریف کو بائیں طرف اور منیٰ دائیں ہاتھ کرنا چاہیے۔ اللہ اکبر کہہ کر ایک ایک کنکری پیچھے بتلائے طریقے سے پھینکیں۔ جب ساتوں کنکریاں مار چکیں تو قبلہ کی طرف چند قدم بڑھ جائیں اور قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر تسبیح' تحمید و تہلیل و تکبیر پکاریں اور خوب دعائیں مانگیں۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ اتنی دیر تک یہاں دعا مانگیں اور ذکر اذکار کریں جتنی دیر سورۂ بقرہ کی تلاوت میں لگتی ہے اتنا نہ ہو سکے تو جو کچھ ہو سکے اس کو غنیمت جانیں۔

جمرۂ وسطیٰ

یہ درمیانی منارہ ہے جس طرح جمرۂ اولیٰ کو کنکریاں ماری تھیں اسی طرح اس کو بھی ماریں اور چند قدم بائیں طرف ہٹ کر نشیب میں قبلہ رو کھڑے ہو کر مثل سابق کے دعائیں مانگیں اور بقدر تلاوت سورۂ بقرہ کے حمد و ثنائے الٰہی میں مشغول رہیں۔ (بخاری)

جمرۂ عقبیٰ

یہ منارہ بیت اللہ کی جانب ہے اس کو بڑے شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کو بھی اسی طرح کنکریاں ماریں۔ ہاں اس کو کنکریاں مار کر یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے اور نہ یہاں ذکر اذکار اور دعائیں ہونی چاہئیں۔ (بخاری)

یہ تیرہ ذی الحجہ کے زوال تک کا پروگرام ہے یعنی ۱۳ کی زوال تک منیٰ میں رہ کر روزانہ وقت مقررہ پر رمی جمار کرنا چاہیے ہاں ضرورت مندوں مثلاً اونٹ چرانے والوں اور آب زمزم کے خادموں اور ضروری کام کاج کرنے والوں کے لئے اجازت ہے کہ گیارہ تاریخ ہی کو گیارہ کے ساتھ بارہ تاریخ کی بھی اکٹھی چودہ کنکریاں مار کر چلے جائیں' پھر تیرہ کو تیرہ کی کنکریاں مار کر منیٰ سے رخصت ہونا چاہیے اگر کوئی بارہ ہی کو ۱۲ کی بھی مار کر منیٰ سے رخصت ہو جائے تو درجہ جواز میں ہے مگر بہتر نہیں ہے۔ دوران قیام منیٰ میں نماز با جماعت مسجد خیف میں ادا کرنی چاہیے۔ یہاں نماز جمع نہیں کر سکتے ہاں قصر کر سکتے ہیں۔

جمروں کے پاس والی مسجدوں کی داخلی اور ان کا طواف کرنا بدعت ہے' منیٰ سے تیرھویں تاریخ کو زوال کے بعد تینوں شیطانوں کو کنکریاں مار کر مکہ شریف کو واپسی ہے' کنکریاں مارتے ہوئے سیدھے وادی محصب کو چلے جائیں یہ مکہ شریف کے قریب ایک گھاٹی ہے جو ایک سنگریزہ زمین ہے حصیب ابطح اور بطحاء اور خیف بنی کنانہ بھی اسی کے نام ہیں' یہاں اتر کر نماز ظہر' عصر' مغرب اور عشاء ادا کریں اور سو رہیں۔ صبح سویرے مکہ شریف میں ۱۴ کی فجر کے بعد داخل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا اگر کوئی اس وادی میں نہ ٹھہرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے' مگر سنت سے محرومی رہے گی یہاں ٹھہرنا ارکان حج میں سے نہیں ہے لیکن ہماری کوشش ہمیشہ یہ ہونی چاہیے جہاں تک ہو سکے سنت ترک نہ ہو' جیسا کہ ایک شاعر سنت فرماتے ہیں

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

۱۴۳- بَابُ الطِّيْبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ، وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

باب رمی جمار کے بعد خوشبو لگانا اور طواف الزیارۃ سے پہلے سر منڈانا

امام بخاری نے باب کی حدیث سے یہ مضمون اس طرح پر نکالا کہ دوسری روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپؐ جب مزدلفہ سے لوٹے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ نہ تھیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ جمرہ عقبہ کی رمی تک سوار رہے۔ پس لا محالہ انہوں نے رمی کے بعد آپ کے خوشبو لگائی ہو گی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ رمی اور حلق کے بعد خوشبو وغیرہ اور سلے ہوئے کپڑے درست ہو جاتے ہیں صرف عورتوں سے صحبت کرنا درست نہیں ہوتا' طواف الزیارۃ کے بعد وہ بھی درست ہو جاتا ہے۔ بیہقی نے یہ مضمون مرفوعاً روایت کیا ہے گو وہ حدیث ضعیف ہے اور نسائی کی حدیث یوں ہے اذا رميتم الجمرة فقد حل لكم الا النساء یعنی جب تم جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو گئے گو اب عورتوں کے سوا ہر چیز تمہارے لئے حلال ہو گئی۔

۱۷۵۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ - وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ - يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ حِيْنَ أَحْرَمَ، وَلِحِلِّهِ حِيْنَ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ. وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا)).

[راجع: ۱۵۳۹]

(۱۷۵۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے' جب آپ نے احرام باندھنا چاہا' خوشبو لگائی تھی اس طرح احرام کھولتے وقت بھی جب آپ نے طواف الزیارۃ سے پہلے احرام کھولنا چاہا تھا (آپ نے ہاتھ پھیلا کر خوشبو لگانے کی کیفیت بتائی)

۱۴۴- باب طواف الوَداع

باب طواف وداع کا بیان

اس کو طواف الصدر بھی کہتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک یہ طواف واجب ہے اور امام مالک وغیرہ اس کو سنت کہتے ہیں مگر صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حیض نفاس کے عذر سے اس کا ترک کر دینا اور وطن کو چلے جانا جائز ہے۔

۱۷۵۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلاَّ أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ)). [راجع: ۳۲۹]

(۱۷۵۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابن طاؤس نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں کو اس کا حکم تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو (یعنی طواف وداع کریں) البتہ حائضہ سے یہ معاف ہو گیا تھا۔

تشریح کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ حائضہ اور نفساء عورتوں کے متعلق پہلے یہ تھا کہ وہ حیض اور نفاس کا خون بند ہونے تک انتظار کریں اور پاک ہونے پر طواف وداع کر کے رخصت ہوں' مگر جب ان کو نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے اس مسلک سے رجوع کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام دستور العمل یہی تو تھا کہ وہ حدیث صحیح کے سامنے اپنے خیالات کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور اپنے مسلک سے رجوع کر لیا کرتے تھے' نہ جیسا کہ بعد کے مقلدین

جامدین کا دستور بن گیا ہے کہ حدیث صحیح جو ان کے مزعومہ مسلک کے خلاف ہو اسے بڑی بے باکی کے ساتھ رد کر دیتے ہیں اور اپنے مزعومہ امام کے قول کو ہر حالت میں ترجیح دیتے ہیں۔ آیت کریمہ ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ: ۳۱) کے مصداق در حقیقت یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرحوم نے فرمایا ہے کہ احادیث صحیحہ کو رد کر کے اپنے امام کے قول کو ترجیح دینے والے اس دن کیا جواب دیں گے جس دن دربار الٰہی میں پیشی ہو گی۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

١٧٥٦- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ)). تَابَعَهُ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدٌ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفه في : ١٧٦٤].

(۱۷۵۶) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن وہب نے خبر دی' انہیں عمرو بن حارث نے' انہیں قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء پڑھی' پھر تھوڑی دیر محصب میں سو رہے' اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور وہاں طواف زیارۃ عمرو بن حارث کے ساتھ کیا' اس روایت کی متابعت لیث نے کی ہے' ان سے خالد نے بیان کیا' ان سے سعید نے' ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

١٤٥- بَابُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

باب اگر طواف افاضہ کے بعد عورت حائضہ ہو جائے؟

١٧٥٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، حَاضَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: ((أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟)) قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: ((فَلاَ إِذًا)). [راجع: ٢٩٤]

(۱۷۵۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے' انہیں ان کے والد نے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا (حجۃ الوداع کے موقع پر) حائضہ ہو گئیں تو میں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا' آپؐ نے فرمایا کہ پھر تو یہ ہمیں روکیں گی' لوگوں نے کہا کہ انہوں نے طواف افاضہ کر لیا ہے' تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر کوئی فکر نہیں۔

تشریح یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک روایت میں پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے صحبت کرنی چاہی تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ حائضہ ہیں پس اگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ طواف الزیارۃ کر چکی ہیں' جیسے اس روایت سے نکلتا ہے تو پھر آپؐ نے ان سے صحبت کرنے کا ارادہ کیونکر کیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ صحبت کا قصد کرتے وقت یہ سمجھے ہوں گے کہ اور بیویوں کے ساتھ وہ بھی طواف الزیارۃ کر چکی ہیں کیونکہ آپؐ نے سب بیویوں کو طواف کا اذن دیا تھا اور چلتے وقت

آپؐ کو اس کا خیال نہ رہا یا آپ کو یہ خیال آیا کہ شاید طواف الزیارۃ سے پہلے ان کو حیض آیا تھا تو انہوں نے طواف الزیارۃ بھی نہیں کیا۔ (وحیدی) بہر حال اس صورت میں ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے' احادیث صحیحہ مختلفہ میں بایں صورت تطبیق دینا ہی مناسب ہے نہ کہ ان کو رد کرنے کی کوشش کرنا جیسا کہ آج کل منکرین احادیث دستور سے اپنی ناقص عقل کے تحت احادیث کو پرکھنا چاہتے ہیں ان کی عقلوں پر خدا کی مار ہو کہ یہ کلام رسول ﷺ کی گہرائیوں کو سمجھنے سے اپنے کو قاصر پا کر ضلالت و غوایت کا یہ خطرناک راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس شک و شبہ کے لئے ایک ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے کہ احادیث صحیحہ کا انکار کرنا' قرآن مجید کا انکار کرنا ہے' بلکہ اسلام اور اس جامع شریعت کا انکار کرنا ہے' اس حقیقت کے بعد منکرین حدیث کو اگر دائرہ اسلام اور روزمرہ اہل ایمان سے قطعاً خارج قرار دیا جائے تو یہ فیصلہ عین حق بجانب ہے۔ واللہ علی مانقول وکیل۔

١٧٥٨، ١٧٥٩- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ ((أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ: تَنْفِرُ، قَالُوا: لاَ نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ: إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَاسْأَلُوا. فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَسَأَلُوا، فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيْمٍ، فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ)) رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ.

(١٧٥٨'٥٩) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے عکرمہ نے کہ مدینہ کے لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق پوچھا کہ جو طواف کرنے کے بعد حائضہ ہو گئی تھیں' آپ نے انہیں بتایا کہ (انہیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں بلکہ) چلی جائیں۔ لیکن پوچھنے والوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کی بات پر عمل تو کریں اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بات چھوڑ دیں' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو یہ مسئلہ وہاں (اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے) پوچھنا۔ چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو پوچھا' جن اکابر سے پوچھا گیا تھا ان میں ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور انہوں نے (ان کے جواب میں وہی) صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے بھی عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

١٧٦٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ)). [راجع: ٣٢٩]

(١٧٦٠) ہم سے مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عورت کو اس کی اجازت ہے کہ اگر وہ طواف افاضہ (طواف زیارت) کر چکی ہو اور پھر (طواف وداع سے پہلے) حیض آ جائے تو (اپنے گھر) واپس چلی جائے۔

١٧٦١- قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: إِنَّهَا لاَ تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ. [راجع: ٣٣٠]

(١٧٦١) کہا میں نے ابن عمر کو کہتے سنا کہ اس عورت کے لیے واپس نہیں۔ اس کے بعد میں نے ان سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

ایسی معذور عورتوں کے لئے طواف وداع معاف ہے' اور وہ اس کے بغیر اپنے وطن لوٹ سکتی ہیں۔

١٧٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو

(١٧٦٢) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے

عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلاَ نُرَى إِلاَّ الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ، وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ، فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا. فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ لَيْلَةُ النَّفْرِ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِي. قَالَ: ((مَا كُنْتِ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا؟)) قُلْتُ: لاَ. قَالَ: ((فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا)). فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَقْرَى حَلْقَى، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: ((فَلاَ بَأْسَ انْفِرِي)). فَلَقِيْتُهُ مُصْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ)). قَالَ مُسَدَّدٌ ((قُلْتُ: لاَ)). تَابَعَهُ جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ فِي قَوْلِهِ ((لاَ)). [راجع: ٢٩٤]

بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے' ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ (مکہ) پہنچے تو آپؐ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کی' لیکن آپؐ نے احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ کے ساتھ قربانی تھی آپؐ کے ساتھ آپؐ کی بیویوں نے اور دیگر اصحاب نے بھی طواف کیا اور جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی انہوں نے (اس طواف و سعی کے بعد) احرام کھول دیا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئی تھیں' سب نے اپنے حج کے تمام مناسک ادا کر لئے تھے' پھر جب لیلۃ حصبہ یعنی روانگی کی رات آئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کے تمام ساتھی حج اور عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں صرف میں عمرہ سے محروم ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جب ہم آئے تھے تو تم (حیض کی وجہ سے) بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکی تھیں؟ میں نے کہا کہ نہیں' آپؐ نے فرمایا کہ پھر اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (اور عمرہ کر) ہم تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے' چنانچہ میں اپنے بھائی (عبدالرحمٰنؓ) کے ساتھ تنعیم گئی اور وہاں سے احرام باندھا۔ اسی طرح صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بھی حائضہ ہو گئی تھیں نبی کریم ﷺ نے انہیں (از راہ محبت) فرمایا عقری حلقی' تو تو ہمیں روک لے گی' کیا تو نے قربانی کے دن طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ وہ بولیں کہ کیا تھا' اس پر آپؐ نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں' چلی چلو۔ میں جب آپ تک پہنچی تو آپؐ مکہ کے بالائی علاقہ پر چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں چڑھ رہی تھی اور حضور ﷺ اتر رہے تھے۔ مسدد کی روایت میں (رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر) ہاں کے بجائے نہیں ہے' اس کی متابعت جریر نے منصور کے واسطہ سے "نہیں" کے ذکر میں کی ہے۔

عقریٰ کے لفظی ترجمہ بانجھ اور حلقی کا ترجمہ سر منڈی ہے یہ الفاظ آپؐ نے محبت میں استعمال فرمائے' معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر ایسے لفظوں میں خطاب کرنا جائز ہے۔

١٤٦- بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفرِ بِالأَبْطَحِ

باب اس سے متعلق جس نے روانگی کے دن عصر کی نماز ابطح میں پڑھی۔

١٧٦٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ : بِمِنًى. قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَومَ النَّفرِ؟ قَالَ: بِالأَبْطَحِ، افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ)). [راجع: ١٦٥٣]

(١٧٦٣) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے اسحاق بن یوسف نے بیان کیا' ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا' مجھے وہ حدیث بتایئے جو آپ کو رسول اللہ ﷺ سے یاد ہو کہ انہوں نے آٹھویں ذی الحجہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی' انہوں نے کہا منیٰ میں' میں نے پوچھا اور روانگی کے دن عصر کہاں پڑھی تھی انہوں نے فرمایا کہ ابطح میں اور تم اسی طرح کرو جس طرح تمہارے حاکم لوگ کرتے ہوں۔ (تاکہ فتنہ واقع نہ ہو)

١٧٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ)). [راجع: ١٧٥٦]

(١٧٦٤) ہم سے عبدالمتعال بن طالب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی' ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ظہر' عصر' مغرب عشاء نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے پڑھی اور تھوڑی دیر کے لئے محصب میں سو رہے' پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہو کر گئے اور طواف کیا۔ (یہاں طواف الزیارۃ مراد ہے)

کسی نے کیا خوب کہا ہے

امر علی الدیار دیار لیلی
و ما حب الدیار شغفن قلبی
اقبل ذا جدار و ذا الحدارا
و لکن حب من سکن الدیارا

١٤٧- بَابُ الْمُحَصَّبِ

باب وادی محصب کا بیان

محصب ایک کھلا میدان مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے اس کو ابطح اور بطحا اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔

١٧٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ

(١٧٦٥) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے

عَنهَا قَالَتْ: ((إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَكُونَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ)) يَعْنِي بِالأَبْطَحِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ منیٰ سے کوچ کر کے یہاں محصب میں اس لئے اترے تھے تاکہ آسانی کے ساتھ مدینہ کو نکل سکیں۔ آپ کی مراد ابطح میں اترنے سے تھی۔

١٧٦٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ)).

(١٧٦٦) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو نے عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ محصب میں اترنا حج کی کوئی عبادت نہیں ہے' یہ تو صرف رسول اللہ ﷺ کے قیام کی جگہ تھی۔

محصب میں ٹھہرنا کوئی حج کا رکن نہیں۔ آپؐ وہاں آرام کے لئے اس خیال سے کہ مدینہ کی روانگی وہاں سے آسان ہو گی ٹھہر گئے تھے چنانچہ عصرین و مغربین آپ نے وہیں ادا کیں' اس پر بھی جب آپؐ وہاں ٹھہرے تو یہ ٹھہرنا مستحب ہو گیا اور آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

١٤٨- بَابُ النُّزُولِ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُولِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

باب مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں قیام کرنا اور مکہ سے واپسی میں ذی الحلیفہ کے کنکریلے میدان میں قیام کرنا۔

١٧٦٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبِيتُ بِذِي طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ. وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ إِلاَّ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَأْتِي الرُّكْنَ الأَسْوَدَ فَيَبْدَأُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَبْعًا: ثَلاَثًا سَعْيًا، وَأَرْبَعًا مَشْيًا. ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ

(١٧٦٧) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ جاتے وقت ذی طویٰ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان رات گذارتے تھے اور پھر اس پہاڑی سے ہو کر گذرتے جو مکہ کے اوپر کی طرف ہے اور جب مکہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھنے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے دروازہ پر لا کر بٹھاتے پھر حجر اسود کے پاس آتے اور یہیں سے طواف شروع کرتے' طواف سات چکروں میں ختم ہوتا جس کے شروع میں رمل کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے' طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے پھر ڈیرہ پر واپس ہونے سے پہلے صفا اور مروہ کی دوڑ کرتے۔ جب حج یا عمرہ کر کے مدینہ واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کے میدان میں سواری بٹھاتے' جہاں نبی کریم ﷺ بھی (مکہ سے مدینہ

الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُنِيخُ بِهَا)).

[راجع: ٤٩١]

واپس ہوتے ہوئے) اپنی سواری بٹھایا کرتے تھے۔

١٧٦٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: سُئِلَ عُبَيْدُ اللهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ، فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَعُمَرُ وابْنُ عُمَرَ)).

وَعَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا - يَعْنِي الْمُحَصَّبَ - الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ - أَحْسِبُهُ قَالَ: وَالْمَغْرِبَ - قَالَ خَالِدٌ: لاَ أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ)).

(۱۷۶۸) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ عبیداللہ سے محصب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے محصب میں قیام فرمایا تھا۔

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محصب میں ظہر اور عصر پڑھتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مغرب (پڑھنے کا بھی) ذکر کیا' خالد نے بیان کیا کہ عشاء میں مجھے کوئی شک نہیں۔ اس کے پڑھنے کا ذکر ضرور کیا پھر تھوڑی دیر کے لئے وہاں سو رہتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

١٤٩- بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

باب اس سے متعلق جس نے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے ذی طویٰ میں قیام کیا

١٧٦٩- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى، حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ، وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ. وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ)). [راجع: ٤٩١]

(۱۷۶۹) اور محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے مکہ آتے تو ذی طویٰ میں رات گذارتے اور جب صبح ہوتی تو مکہ میں داخل ہوتے۔ اسی طرح مکہ سے واپسی میں بھی ذی طویٰ سے گذرتے اور وہیں رات گذارتے اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

آج کل یہ مقام شہری آبادی میں آ گیا ہے الحمد للہ ۵۲ء کے سفر حج میں یہاں غسل کرنے کا موقعہ ملا تھا) والحمد للہ علی ذالک

١٥٠- بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب زمانہ حج میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کا بیان۔

۱۷۷۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظٌ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلاَمُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذَلِكَ حَتَّى نزلَتْ [البقرة : ١٩٨] ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ)).

(۱۷۷۰) ہم سے عثمان بن ہیثم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبردی' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالمجاز اور عکاظ عہد جاہلیت کے بازار تھے جب اسلام آیا تو گویا لوگوں نے (جاہلیت کے ان بازاروں میں) خرید و فروخت کو برا خیال کیا اس پر (سورہ بقرۃ کی) یہ آیت نازل ہوئی "تمہارے لئے کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو' یہ حج کے زمانہ کے لیے تھا۔

[أطرافه في : ٢٠٥٠، ٢٠٩٨، ٤٥١٩].

جاہلیت کے زمانہ میں چار منڈیاں مشہور تھیں عکاظ' ذوالمجاز' مجنہ اور حباشہ' اسلام کے بعد بس حج کے دنوں میں ان منڈیوں میں خرید و فروخت اور تجارت جائز رہی۔ اللہ نے خود قرآن شریف میں اس کا جواز اتارا ہے کہ تجارت کے ذریعے نفع حاصل کرنے کو اپنا فضل قرار دیا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے۔ تجارت کرنا اسلاف کا بہترین شغل تھا جس کے ذریعہ وہ اطراف عالم میں پہنچے' مگر افسوس کہ اب مسلمانوں نے اس سے توجہ ہٹالی جس کا نتیجہ افلاس و ذلت کی شکل میں ظاہر ہے۔

١٥١- بَابُ الادِّلاَجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ

باب (آرام کر لینے کے بعد) وادی محصب سے آخری رات میں چل دینا۔

۱۷۷۱- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَقَالَتْ: مَا أُرَانِي إِلاَّ حَابِسَتُكُمْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَقْرَى حَلْقَى أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قِيْلَ: نَعَمْ. قَالَ ((فَانْفِرِيْ)).[راجع: ٢٩٤]

(۱۷۷۱) ہم سے عمرو بن حفص نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا' ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مکہ سے روانگی کی رات صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں' انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے میں ان لوگوں کے روکنے کا باعث بن جاؤں گی پھر نبی کریم ﷺ نے کہا عقری حلقی کیا تو نے قربانی کے دن طواف الزیارۃ کیا تھا؟ اس نے کہا کہ جی ہاں کر لیا تھا' آپؐ نے فرمایا کہ پھر چلو۔

۱۷۷۲- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَن إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لاَ نَذْكُرُ إِلاَّ الْحَجَّ،

(۱۷۷۲) ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا' محمد بن سلام نے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے محاضر نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حجۃ الوداع) میں مدینہ سے نکلے تو ہماری زبانوں پر صرف حج کا ذکر تھا۔ جب ہم مکہ پہنچ

فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّفرِ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((حَلْقَى عَقْرَى، مَا أُرَاهَا إِلاَّ حَابِسَتَكُمْ)). قَالَ : ((كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ : ((فَانْفِرِي)). قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَمْ أَكُنْ حَلَلْتُ. قَالَ : فَاعْتَمِرِي مِنَ التَّنْعِيمِ. فَخَرَجَ مَعَهَا أَخُوهَا، فَلَقِينَاهُ مُدَّلِجًا. فَقَالَ : ((مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا)). [راجع: ٢٩٤]

گئے تو آپؐ نے ہمیں احرام کھول دینے کا حکم دیا (افعال عمرہ کے بعد جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی) روانگی کی رات صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں' آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا عقری' حلقی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمیں روکنے کا باعث بنوگی' پھر آپؐ نے پوچھا کیا قربانی کے دن تم نے طواف الزیارۃ کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں' اس پر آپؐ نے فرمایا کہ پھر چلی چلو! (عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق کہا کہ) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے احرام نہیں کھولا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھ لو (اور عمرہ کر لو) چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بھائی گئے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) فرمایا کہ ہم رات کے آخر میں واپس لوٹ رہے تھے کہ آپؐ سے ملاقات ہوئی' آپؐ نے فرمایا تھا کہ ہم تمہارا انتظار فلاں جگہ کریں گے۔

معلوم ہوا کہ محصب سے آخر رات میں کوچ کرنا مستحب ہے۔ عقریٰ کا لفظی ترجمہ بانجھ اور حلقی کا سر منڈی' آپؐ نے از راہ محبت یہ لفظ استعمال فرمائے جیسا کہہ دیا کرتے ہیں سر منڈی' یہ بول چال کا عام محاورہ ہے۔ یہ حدیث بھی بہت سے فوائد پر مشتمل ہے' خاص طور پر صنف نازک کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ کے قلب مبارک میں کس قدر رافت اور رحمت تھی کہ آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذرا سی دل شکنی بھی گوارا نہیں فرمائی بلکہ ان کی دل جوئی کے لیے ان کو تنعیم جا کر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا اور ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا' جس سے ظاہر ہے کہ صنف نازک کو تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ بہرحال کوئی ذمہ دار نگران ہونا ضروری ہے۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہو جانے کی خبر سن کر آپؐ نے از راہ محبت ان کے لیے عقری حلقی کے الفاظ استعمال فرمائے اس سے بھی صنف نازک کے لیے آپؐ کی شفقت ٹپکتی ہے' نیز یہ بھی کہ مفتی حضرات کو اسوۂ حسنہ کی پیروی ضروری ہے کہ حدود شرعیہ میں ہر ممکن نرمی اختیار کرنا اسوۂ نبوت ہے۔

١- بَابُ الْعُمْرَةِ. وُجُوبُ الْعُمْرَةِ

باب عمرہ کا وجوب اور اس کی

وَفَضْلُهَا

فضیلت

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: لَيْسَ أَحَدٌ إِلاَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّهَا لَقَرِينَتُهَا فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ [البقرة : ١٩٦].

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (صاحب استطاعت) پر حج اور عمرہ واجب ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں عمرہ حج کے ساتھ آیا ہے "اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے۔"

کعبہ شریف کی مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کرنا اسے عمرہ کہتے ہیں' عمرہ سال بھر میں ہر وقت کیا جا سکتا ہے' ہاں چند دنوں میں منع ہے جن کا ذکر ہو چکا ہے اکثر علماء کا قول ہے کہ عمرہ عمر بھر میں ایک دفعہ واجب ہے' بعض لوگ صرف مستحب مانتے ہیں۔

١٧٧٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلاَّ الْجَنَّةُ)).

(۱۷۷۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبردی' انہیں ابو بکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی نے خبردی' انہیں ابو صالح سمان نے خبردی اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اللہ پاک نے قرآن مجید میں اور رسول کریم ﷺ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں حج کے ساتھ عمرہ کا ذکر فرمایا ہے' جس سے عمرہ کا وجوب ثابت ہوا' یہی امام بخاری رحمہ اللہ بتلانا چاہتے ہیں آپ نے عمرہ کا وجوب آیت اور حدیث ہر دو سے ثابت فرمایا۔ حج مبرور وہ جس میں از ابتداء تا انتہاء نیکیاں ہی نیکیاں ہوں اور آداب حج کو پورے طور پر نبھایا جائے ایسا حج یقیناً دخول جنت کا موجب ہے۔ اللھم ارزقناہ (امین)

٢- بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

باب اس شخص کا بیان جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا۔

١٧٧٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ((أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ: لاَ بَأْسَ. قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ)). وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ

(۱۷۷۴) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا' انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبردی' انہیں ابن جریج نے خبردی کہ عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں' عکرمہ نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ ہی کیا تھا اور ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا' ان سے عکرمہ بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر

خَالِدٍ ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ . مِثْلَهُ)). حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا . مِثْلَهُ)).

رضی اللہ عنہما سے پوچھا پھر یہی حدیث بیان کی۔
ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا' ان سے ابو عاصم نے بیان کیا' انہیں ابن جریج نے خبر دی' ان سے عکرمہ بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا پھر یہی حدیث بیان کی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں۔ بنی حنظلہ کے آزاد کردہ ہیں' ہشام بن عروہ' امام مالک' ثوری' شعبہ اور اوزاعی اور ان کے ماسوا بہت سے لوگوں سے حدیث کو سنا اور ان سے سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن سعید اور یحییٰ بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں' ان علماء میں سے ہیں جن کو قرآن مجید میں علمائے ربانیین سے یاد کیا گیا ہے' اپنے زمانہ کے امام اور پختہ کار فقیہ اور حافظ حدیث تھے' ساتھ ہی زاہد کامل اور قابل فخر سخی اور اخلاق فاضلہ کے مجسمہ تھے' اسماعیل بن عیاش نے کہا کہ روئے زمین پر ان کے زمانہ میں کوئی ان جیسا باخدا عالم مسلمانوں میں نہ تھا۔ خیر کی کوئی ایسی خصلت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نہ بخشی ہو' ان کے شاگردوں کی بھی کثیر تعداد ہے عرصہ تک بغداد میں درس حدیث دیا۔ ان کا سال پیدائش ۱۱۸ھ ہے اور ۱۸۱ھ میں وفات پائی' اللہ پاک فردوس بریں میں آپ کے بہترین مقامات میں اضافہ فرمائے اور ہم کو ایسے بزرگوں کے ساتھ محشور کرے' آمین۔ صد افسوس کہ آج ایسے بزرگوں اور باخدا حضرات سے امت محروم ہے' کاش! اللہ پاک پھر ایسے بزرگ پیدا کرے اور امت کو پھر ایسے بزرگوں کے علوم سے نور اریقان عطا کرے آمین۔

٣- بَابُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے ہیں

کسی روایت میں چار عمرے مذکور ہیں' کسی میں دو ان میں جمع یوں کیا ہے کہ اخیر کی روایت میں وہ عمرہ جو آپؐ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔ اسی طرح وہ عمرہ جس سے آپؐ رد کئے گئے تھے شمار نہیں کیا۔ سعید بن منصور نے نکالا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کئے دو تو ذی قعدہ میں اور ایک شوال میں اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ آپؐ نے تینوں عمرے ذی قعدہ میں کئے تھے۔

١٧٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: ((دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، وَإِذَا أُنَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلاَةَ الضُّحَى، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلاَتِهِمْ فَقَالَ: بِدْعَةٌ. ثُمَّ قَالَ لَهُ: كَمِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعٌ، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ)). [طرفه في : ٤٢٥٣].

(١٧٧٥) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' ان سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے' وہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' کچھ لوگ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر سے ان لوگوں کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بدعت ہے' پھر ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ چار' ایک ان میں سے رجب میں کیا تھا لیکن ہم نے پسند نہیں کیا کہ ان کی اس بات کی تردید کریں۔

١٧٧٦- وَقَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ

(١٧٧٦) مجاہد نے بیان کیا کہ ہم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ

الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ: يَا أُمَّاهُ، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلاَ تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قَالَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمُرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. قَالَتْ: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلاَّ وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ)).

[طرفاه في: ۱۷۷۷، ٤٢٥٤].

سے ان کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے پوچھا اے میری ماں! اے ام المؤمنین! ابو عبدالرحمٰن کی بات آپ سن رہی ہیں؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہہ رہے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا' انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ خود موجود نہ رہے ہوں' آپؐ نے رجب میں تو کبھی عمرہ ہی نہیں کیا۔

تشریح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک اشراق کی نماز سے متعلق معلومات نہ ہوں گی اس لئے انہوں نے اسے بدعت کہہ دیا حالانکہ یہ نماز احادیث میں مذکور ہے یا آپ نے اس نماز کو مسجد میں پڑھنا بدعت قرار دیا جیسا کہ ہر نماز گھر میں پڑھنے ہی سے متعلق ہے۔ جمہور کے نزدیک اس نماز کو مسجد یا گھر ہر جگہ پڑھا جا سکتا ہے۔ عمرہ نبوی کے بارے میں ماہ رجب کا ذکر صحیح نہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا۔ آپ عروہ کی خالہ ہیں اس لئے آپ نے ان کو یا اماہ کہہ کر پکارا۔

۱۷۷۷- حدّثنا أبو عاصمٍ أخبرَنا ابنُ جُريجٍ قال: أخبرَني عطاءٌ عن عُروةَ بنِ الزُّبيرِ قال: ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي رَجَبٍ)). [راجع: ۱۷۷٦]

(۱۷۷۷) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔

۱۷۷۸- حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ ((سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ أَرْبَعٌ: عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُونَ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ - أُرَاهُ - حُنَيْنٍ. قُلْتُ كَمْ حَجَّ؟ قَالَ: وَاحِدَةً)).

[أطرافه في: ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۳۰٦٦، ٤١٤٨].

(۱۷۷۸) ہم سے حسان بن حسان نے بیان کیا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ چار' عمرہ حدیبیہ ذی قعدہ میں جہاں پر مشرکین نے آپؐ کو روک دیا تھا' پھر آئندہ سال ذی قعدہ ہی میں ایک عمرہ قضا جس کے متعلق آپؐ نے مشرکین سے صلح کی تھی اور تیسرا عمرہ جعرانہ جس موقعہ پر آپؐ نے غنیمت غالباً حنین کی تقسیم کی تھی چوتھا حج کے ساتھ میں نے پوچھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کتنے کئے؟ فرمایا کہ ایک۔

۱۷۷۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ:

(۱۷۷۹) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ

سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْثُ رَدُّوهُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ)).

[راجع: ١٧٧٨]

سے آنحضرت ﷺ کے عمرہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عمرہ وہاں کیا جہاں سے آپ کو مشرکین نے واپس کر دیا تھا اور دوسرے سال (اسی) عمرہ حدیبیہ (کی قضاء) کی تھی اور ایک عمرہ ذی قعدہ میں اور ایک اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

جن راویوں نے حدیبیہ میں آپؐ کے احرام کھولنے اور قربانی کرنے کو عمرہ قرار دیا انہوں نے آپؐ کے چار عمرے بیان کئے اور جنہوں نے اسے عمرہ قرار نہیں دیا انہوں نے تین عمرے بیان کئے اور روایات میں اختلاف کی وجہ صرف یہی ہے اور ان توجیہات کی بنا پر کسی بھی روایت کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

١٧٨٠- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَقَالَ: ((اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، إِلاَّ الَّتِي اعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ: عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ)). [راجع: ١٧٧٨]

(١٧٨٠) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا' کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا' اس روایت میں یوں ہے کہ جو عمرہ آنحضرت ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا اس کے سوا تمام عمرے ذی قعدہ ہی میں کئے تھے۔ حدیبیہ کا عمرہ اور دوسرے سال اس کی قضا کا عمرہ کیا تھا۔ (کیونکہ آپؐ نے قران کیا تھا اور حجۃ الوداع سے متعلق ہے) اور جعرانہ کا عمرہ جب آپؐ نے جنگ حنین کی غنیمت تقسیم کی تھی۔ پھر ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

١٧٨١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلْتُ مَسْرُوقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا فَقَالُوا: ((اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ. وَقَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ مَرَّتَيْنِ)).

[أطرافه في : ١٨٤٤، ٢٦٩٨، ٢٦٩٩، ٢٧٠٠، ٣١٨٤، ٤٢٥١].

(١٧٨١) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابواسحاق نے بیان کیا کہ میں نے مسروق' عطاء اور مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو ان سب حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے حج سے پہلے ذی قعدہ ہی میں عمرے کئے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ماہ ذی قعدہ میں حج سے پہلے دو عمرے کئے تھے۔

٤- بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ

باب رمضان میں عمرہ کرنے کا بیان

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ باب میں اسکی فضیلت کی تشریح نہیں کی اور شاید انہوں نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا جو دار قطنی نے نکالی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے عمرے میں نکلی' آپؐ نے افطار کیا اور میں نے روزہ رکھا۔ آپ نے قصر کیا' میں نے پوری نماز پڑھی بعض نے کہا یہ روایت غلط ہے کیونکہ آپؐ نے رمضان میں کوئی عمرہ نہیں کیا' حافظ نے کہا شاید مطلب یہ ہو کہ میں رمضان میں عمرہ کیلئے مدینہ سے نکلی یہ صحیح ہے کیونکہ فتح مکہ کا سفر رمضان ہی میں ہوا تھا۔ (وحیدی)

١٧٨٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُولُ: ((قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لاِمْرَأَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ - سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيْتُ اسْمَهَا - ((مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّيْنَ مَعَنَا؟)) قَالَتْ: كَانَ لَنَا نَاضِحٌ، فَرَكِبَهُ أَبُو فُلاَنٍ وَابْنُهُ - لِزَوجِهَا وَابْنِهَا - وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ. قَالَ : ((فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيْهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ)) أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ. [طرفه في : ١٨٦٣].

(١٧٨٢) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے' ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون (ام سنان رضی اللہ عنہا) سے (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا نام بتایا تھا لیکن مجھے یاد نہ رہا) پوچھا کہ تو ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتی؟ وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ابو فلاں (یعنی اس کا خاوند) اور اس کا بیٹا سوار ہو کر حج کے لیے چل دیئے اور ایک اونٹ انہوں نے چھوڑا ہے' جس سے پانی لایا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے یا اسی جیسی کوئی بات آپؐ نے فرمائی۔

امام بخاری کی دوسری روایات میں اس عورت کا نام ام سنان رضی اللہ عنہا مذکور ہے' بعض نے کہا وہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں جیسے ابن حبان کی روایت میں ہے اور نسائی نے نکالا ہے کہ بنی اسعد کی ایک عورت معقل نے کہا میں نے حج کا قصد کیا لیکن میرا اونٹ بیمار ہو گیا' میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تو رمضان میں عمرہ کر لے رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔ حافظ نے کہا اگر یہ عورت ام سنان تھی تو اس کے بیٹے کا نام سنان ہو گا اور اگر ام سلیم تھی تو اس کا بیٹا ہی کوئی ایسا نہ تھا جو حج کے قابل ہوتا۔ ایک انس تھے وہ چھوٹی عمر میں تھے اور شاید ان کے خاوند ابو طلحہ کا بیٹا مراد ہو وہ بھی گویا ام سلیم کا بیٹا ہوا کیونکہ ابو طلحہ ام سلیم کے خاوند تھے۔

٥- بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

باب محصب کی رات عمرہ کرنا یا اس کے علاوہ کسی دن بھی عمرہ کرنے کا بیان۔

١٧٨٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُوَافِيْنَ لِهِلاَلِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ لَنَا: ((مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ

(١٧٨٣) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی' ان سے ہشام نے بیان کیا' ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے نکلے تو ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا' آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ حج کا باندھ لے اور

يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَو لاَ أَنِّي أَهْدَيْتُ لأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ)). قَالَتْ : فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَظَلَّنِي يَومُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْفُضِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ)). فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي)). [راجع: ٢٩٤]

اگر کوئی عمرہ کا باندھنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کا باندھ لے۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم میں بعض نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' لیکن عرفہ کا دن آیا تو میں اس وقت حائضہ تھی' چنانچہ میں نے اس کی حضور ﷺ سے شکایت کی آپؐ نے فرمایا کہ پھر عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول دے اور اس میں کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔ (میں نے ایسا ہی کیا) جب محصب کے قیام کی رات آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن کو میرے ساتھ تنعیم بھیجا' وہاں سے میں نے عمرہ کا احرام اپنے اس عمرہ کے بدلہ میں باندھا۔ (جس کو توڑ ڈالا تھا)

٦- بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ

باب تنعیم سے عمرہ کرنا

یہ خاص حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے کیا تھا باقی کسی صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے عمرہ کا احرام تنعیم سے باندھا ہو نہ آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسا کیا' امام ابن قیم نے زادالمعاد میں ایسا ہی کہا ہے۔ حافظ نے کہا کہ جب حضرت عائشہ نے بحکم نبوی ایسا کیا تو اسکا مشروع ہونا ثابت ہو گیا اگرچہ اس میں شک نہیں کہ عمرہ کیلئے بھی خاص اپنے ملک سے سفر کر کے جانا افضل اور اعلیٰ ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ ہر سال ایک عمرہ سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں' امام مالک نے ایک سے زیادہ کرنا مکروہ جانا ہے اور جمہور علماء نے ان کا خلاف کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عرفہ اور یوم النحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ رکھا ہے۔ (وحیدی)

١٧٨٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُرْدِفَ عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ)). قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: سَمِعْتُ عَمْرًا، كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو. [طرفه في : ٢٩٨٥].

(١٧٨٤) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' انہوں نے عمرو بن اوس سے سنا' ان کو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر لے جائیں اور تنعیم سے انہیں عمرہ کرا لائیں۔ سفیان بن عیینہ نے کہیں یوں کہا میں نے عمرو بن دینار سے سنا۔ کہیں یوں کہا میں نے کئی بار اس حدیث کو عمرو بن دینار سے سنا۔

١٧٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطَاءٍ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ

(١٧٨٥) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' ان سے عبدالوہاب بن عبدالمجید نے' ان سے حبیب معلم نے' ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اور

اللہِ رَضِيَ اللہُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ، وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللہِ ﷺ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ لأَصْحَابِهِ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً يَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا، إِلاَّ مَنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالُوا : نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ. فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْ لاَ أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لأَحْلَلْتُ)). وَأَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْهَا حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ. قَالَ : فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللہِ، أَتَنْطَلِقُونَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحَجَّةِ. وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيهَا، فَقَالَ: أَلَكُمْ هَذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُولَ اللہِ؟ قَالَ: ((لاَ، بَلْ لِلْأَبَدِ)). [راجع: ١٥٥٧]

آپؐ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا تھا اور آنحضرت ﷺ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا قربانی کسی کے پاس نہیں تھی۔ ان ہی دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو ان کے ساتھ بھی قربانی تھی' انہوں نے کہا کہ جس چیز کا احرام رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے میرا بھی احرام وہی ہے' آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو (مکہ میں پہنچ کر) اس کی اجازت دے دی تھی کہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیں اور بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے بال ترشوالیں اور احرام کھول دیں' لیکن وہ لوگ ایسا نہ کریں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم منیٰ سے حج کے لیے اس طرح سے جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ جو بات اب ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو (افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد میں بھی احرام کھول دیتا) عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں) حائضہ ہو گئی تھیں اس لیے انہوں نے اگرچہ تمام مناسک ادا کئے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ پھر جب وہ پاک ہو گئیں اور طواف کر لیا تو عرض کی یا رسول اللہ! سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں' آپؐ نے اس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ انہیں ہمراہ لے کر تنعیم جائیں اور عمرہ کرا لائیں' یہ عمرہ حج کے بعد ذی الحجہ کے ہی مہینہ میں ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ جب جمرہ عقبہ کی رمی کر رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ (عمرہ اور حج کے درمیان احرام کھول دینا) صرف آپ ہی کے لئے ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

تشریح یزید کی روایت میں یوں ہے کیا یہ حکم خاص ہمارے لیے ہے' امام مسلم کی روایت میں یوں ہے سراقہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ کیا یہ حکم خاص اسی سال کے لیے ہے۔ آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور دوبار فرمایا عمرہ حج میں ہمیشہ کے لئے شریک ہو گیا۔ نووی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہوا اور جاہلیت کا قاعدہ ٹوٹ گیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ قران یعنی حج اور عمرے کو جمع کرنا درست ہوا اس باب کے لانے سے امام

بخاری کی غرض یہ ہے کہ تمتع' جس میں قربانی ہے وہ یہ ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کرے اور جو لوگ حج کے مہینوں میں سارے ذی الحجہ کو شامل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذی الحجہ میں حج کے بعد بھی عمرہ کرے تو وہ بھی تمتع ہے اور اس میں قربانی یا روزے واجب نہیں' وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی تھی۔ جیسے ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربان کی اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے قربانی دی اور شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر نہ ہو۔

٧- بَابُ الاعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

١٧٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنِيْ هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُوَافِيْنَ لِهِلاَلِ ذِي الْحِجَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ وَلَوْ لاَ أَنِّي أَهْدَيْتُ لأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ)). فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ، فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ ((دَعِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ))، فَفَعَلْتُ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَرْدَفَهَا، فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا، وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ وَلاَ صَدَقَةٌ وَلاَ صَوْمٌ)). [راجع: ٢٩٤]

باب حج کے بعد عمرہ کرنا اور قربانی نہ دینا۔

(١٧٨٦) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی کہا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے حج کیلئے چلے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا باندھ لے اور جو حج کا باندھنا چاہے وہ حج کا باندھ لے' اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا ہی احرام باندھتا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بہتوں نے حج کا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر میں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حائضہ ہو گئی' عرفہ کا دن آ گیا اور ابھی میں حائضہ ہی تھی' اس کا رونا میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے روئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول لے اور کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا' اس کے بعد جب محصب کی رات آئی تو آنحضرت ﷺ نے میرے ساتھ عبدالرحمٰن کو تنعیم بھیجا وہ مجھے اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر لے گئے وہاں سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرے کے بجائے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی حج اور عمرہ دونوں ہی پورے کر دیئے نہ تو اس کیلئے انہیں قربانی لانی پڑی نہ صدقہ دینا پڑا اور نہ روزہ رکھنا پڑا۔

٨- بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ

باب عمرہ میں جتنی تکلیف ہو اتنا ہی ثواب ہے۔

۱۷۸۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ، قَالاَ: ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ؟ فَقِيْلَ لَهَا: ((انْتَظِرِيْ، فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي، ثُمَّ ائْتِنَا بِمَكَانِ كَذَا، وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ)).

[راجع: ۲۹۴]

(۱۷۸۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے ابن عون نے بیان کیا' ان سے قاسم بن محمد نے اور دوسری (روایت میں) ابن عون' ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اسود سے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! لوگ تو دو نسک (حج اور عمرہ) کر کے واپس ہو رہے ہیں اور میں نے صرف ایک نسک (حج) کیا ہے؟ اس پر ان سے کہا گیا کہ پھر انتظار کریں اور جب پاک ہو جائیں تو تنعیم جا کر وہاں سے (عمرہ کا) احرام باندھیں' پھر ہم سے فلاں جگہ آ ملیں اور یہ کہ اس عمرہ کا ثواب تمہارے خرچ اور محنت کے مطابق ملے گا۔

تشریح: ابن عبدالسلام نے کہا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' بعض عبادتوں میں دوسری عبادتوں سے تکلیف اور مشقت کم ہوتی ہے لیکن ثواب زیادہ ملتا ہے' جیسے شب قدر میں عبادت کرنا رمضان کی کئی راتوں میں عبادت کرنے سے ثواب میں زیادہ ہے یا فرض نماز یا فرض زکوٰۃ کا ثواب نفل نمازوں اور نفل صدقوں سے بہت زیادہ ہے۔

۹- بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ؟

باب (حج کے بعد) عمرہ کرنے والا عمرہ کا طواف کر کے مکہ سے چل دے تو طواف وداع کی ضرورت ہے یا نہیں ہے۔

۱۷۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجْنَا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا سَرِفَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لأَصْحَابِهِ : ((مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلاَ)). وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ذَوِي قُوَّةٍ الْهَدْيُ فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُمْرَةٌ. فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ:

(۱۷۸۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا' ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حج کے مہینوں اور آداب میں ہم حج کا احرام باندھ کر مدینہ سے چلے اور مقام سرف میں پڑاؤ کیا' نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ چاہے کہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے' لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعض مقدور والوں کے ساتھ قربانی تھی' اس لیے ان کا (احرام صرف) عمرہ کا نہیں رہا' پھر نبی کریم ﷺ میرے یہاں تشریف لائے تو میں رو رہی تھی آپ نے دریافت فرمایا کہ رو کیوں رہی ہو؟ میں نے کہا آپ نے اپنے

((مَا يُبْكِيكِ؟)) قُلْتُ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ لأَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ، فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ: ((وَمَا شَأْنُكِ؟)) قُلْتُ : لاَ أُصَلِّي. قَالَ: ((فَلاَ يَضُرُّكِ، أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ، عَسَى اللهُ أَنْ يَرْزُقَكِهَا)). قَالَتْ: فَكُنْتُ، حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِنًى فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: ((اخْرُجْ بِأُخْتِكَ الْحَرَمَ، فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا، أَنْتَظِرُ كَمَا هَهُنَا)). فَأَتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، فَقَالَ : ((فَرَغْتُمَا؟)) قُلْتُ : نَعَمْ. فَنَادَى بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلاَةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ)). [راجع: ٢٩٤]

اصحاب سے جو کچھ فرمایا میں سن رہی تھی اب تو میرا عمرہ ہو گیا آپؐ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی' (حیض کی وجہ سے) آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کوئی حرج نہیں' تو بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے اور جو ان سب کے مقدر میں لکھا ہے وہی تمہارا بھی مقدر ہے' اب حج کا احرام باندھ لے شاید اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ بھی نصیب کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھ لیا پھر جب ہم (حج سے فارغ ہو کر اور) منیٰ سے نکل کر محصب میں اترے تو آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمٰن کو بلایا اور ان سے کہا کہ اپنی بہن کو حد حرم سے باہر لے جا (تنعیم) تاکہ وہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لیں' پھر طواف و سعی کرو ہم تمہارا انتظار یہیں کریں گے۔ ہم آدھی رات کو آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپؐ نے پوچھا کیا فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ بیت اللہ کا طواف وداع کرنے والے لوگ صبح کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہو گئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔

حافظ نے کہا اس روایت میں غلطی ہو گئی ہے صحیح یوں ہے لوگ چل کھڑے ہوئے پھر آپؐ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ امام مسلم اور ابوداؤد کی روایتوں میں ایسا ہی ہے۔

١٠ - بَابُ يَفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ

باب عمرہ میں ان ہی کاموں کا پرہیز ہے جن سے حج میں پرہیز ہے۔

١٧٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ يَعْنِي عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوقِ - أَوْ قَالَ صُفْرَةٌ - فَقَالَ: كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَسُتِرَ بِثَوْبٍ، وَوَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَقَدْ أُنْزِلَ

(١٧٨٩) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' ان سے عطا بن ابی رباحؒ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تھے' تو آپؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جبہ پہنے ہوئے اور اس پر خلوق یا زردی کا نشان تھا۔ اس نے پوچھا مجھے اپنے عمرہ میں آپؐ کس طرح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل کی اور آپؐ پر کپڑا ڈال دیا گیا' میری بڑی آرزو تھی کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو میں آپؐ

عَلَيْهِ الْوَحْيُ. فَقَالَ عُمَرُ : تَعَالَ، أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوبِ، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيْطٌ - وَأَحْسِبُهُ قَالَ: كَغَطِيْطِ الْبَكْرِ - فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ اخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخُلُوقِ عَنْكَ وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ)). [راجع: ١٥٣٦]

کو دیکھوں۔ عمر رضی اللہ نے فرمایا یہاں آؤ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہو رہی ہو' اس وقت تم حضور ﷺ کو دیکھنے کے آرزومند ہو؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کپڑے کا کنارہ اٹھایا اور میں نے اس میں سے آپ کو دیکھا آپ زور زور سے خراٹے لے رہے تھے' میرا خیال ہے کہ انہوں نے بیان کیا "جیسے اونٹ کے سانس کی آواز ہوتی ہے" پھر جب وحی اترنی بند ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ پوچھنے والا کہاں ہے جو عمرے کا حال پوچھتا تھا؟ اپنا جبہ اتار دے' خلوق کے اثر کو دھو ڈال اور (زعفران کی) زردی صاف کر لے اور جس طرح حج میں کرتے ہو اسی طرح اس میں بھی کرو۔

١٧٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ: ((قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ- وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ - أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾. فَلاَ أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. فَقَالَتْ عَائِشَةُ : كَلاَّ، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ - فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا، نَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي الأَنْصَارِ، كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ، وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطَّوَّفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلاَمُ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى : ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ

(١٧٩٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا---- جبکہ ابھی میں نو عمر تھا--- کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں" اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ اگر مطلب یہ ہوتا جیسا کہ تم بتا رہے ہو پھر تو ان کی سعی نہ کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں تھا' لیکن یہ آیت تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو منات بت کے نام کا احرام باندھتے تھے جو قدید کے مقابل میں رکھا ہوا تھا وہ صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے' جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اس لئے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لئے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں" سفیان اور ابو معاویہ نے ہشام سے یہ زیادتی نکالی ہے کہ جو کوئی صفا مروہ کا پھیرا نہ کرے تو اللہ اس کا

عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾. زَادَ سُفْيَانُ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ: مَا أَتَمَّ اللهُ حَجَّ امْرِىءٍ وَلاَ عُمْرَتَهُ مَا لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ١٦٤٣]

حج اور عمرہ پورا نہ کرے گا۔

یہ اس لئے کہ اللہ پاک نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کو بھی اپنے شعائر قرار دیا ہے اور اس سعی سے ہزارہا سال قبل کے اس واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے جب کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے نور نظر اسماعیل علیہ السلام کے لئے یہاں پانی کی تلاش میں چکر لگائے تھے اور اس موقع پر چشمۂ زمزم کا ظہور ہوا تھا۔

١١- بَابُ مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ؟

باب عمرہ کرنے والا احرام سے کب نکلتا ہے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ ﷺ ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا)).

اور عطاء بن ابی رباح نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دیں اور طواف (بیت اللہ اور صفا مروہ) کریں پھر بال ترشوا کر احرام سے نکل جائیں۔

تشریح ابن بطال نے کہا میں تو علماء کا اختلاف اس باب میں نہیں جانتا کہ عمرہ کرنے والا اس وقت حلال ہوتا ہے جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شاذ قول منقول ہے کہ صرف طواف اور سعی کرنے سے حلال ہو جاتا ہے اور اسحاق بن راہویہ (استاذ امام بخاری رحمہ اللہ) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام بخاری نے یہ باب لا کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کی طرف اشارہ کیا اور قاضی عیاض نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ عمرہ کرنے والا جہاں حرم میں پہنچا وہ حلال ہو گیا گو طواف اور سعی نہ کرے مگر صحیح بات وہی ہے جو باب اور حدیث سے ظاہر ہے۔

١٧٩١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: ((اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ، وَأَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَأَتَيْنَاهَا مَعَهُ، وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَرْمِيَهُ أَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ صَاحِبٌ لِيْ: أَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ : لاَ)). [راجع: ١٦٠٠]

(١٧٩١) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جریر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ بھی کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کیا، چنانچہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے پہلے (بیت اللہ کا) طواف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی طواف کیا، پھر صفا اور مروہ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ آئے۔ ہم آپ کی مکہ والوں سے حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں کوئی کافر تیر نہ چلا دے، میرے ایک ساتھی نے ابن ابی اوفیٰ سے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ کعبہ میں اندر داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

١٧٩٢- قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِيْجَةَ قَالَ: ((بَشِّرُوا خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ

(١٧٩٢) کہا انہوں نے پھر پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کچھ فرمایا تھا؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا

مِنْ قَصَبٍ، لاَ صَخَبَ فِيْهِ وَلاَ نَصَبَ))۔

[طرفه في : ۳۸۱۹]۔

تھا" خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک موتی کے گھر کی بشارت ہو، جس میں نہ کسی قسم کا شور وغل ہو گا نہ کوئی تکلیف ہو گی۔"

۱۷۹۳- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ : ((سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

[راجع: ۳۹۵]

(۱۷۹۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف تو کرتا ہے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا' کیا وہ (صرف بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نبی کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے اور آپؐ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا' پھر مقام ابراہیمؑ کے قریب دو رکعت نماز پڑھی' اس کے بعد صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی "اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے"۔

۱۷۹۴- قَالَ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ : ((لاَ يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ))۔

[راجع: ۳۹۶]

(۱۷۹۴) انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔

۱۷۹۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيْخٌ فَقَالَ: ((أَحَجَجْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ؟)) قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلاَلٍ كَإِهْلاَلِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: ((أَحْسَنْتَ))، طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ. فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ

(۱۷۹۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' ان سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے قیس بن مسلم نے بیان کیا ان سے طارق بن شہاب نے بیان کیا' اور ان سے ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطحاء میں حاضر ہوا آپ وہاں (حج کے لئے جاتے ہوئے اترے ہوئے تھے) آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارا حج ہی کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا' جی ہاں۔ آپؐ نے پوچھا اور احرام کس چیز کا باندھا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسی کا احرام باندھا ہے' جس کا نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا ہو' آپؐ نے فرمایا تو نے اچھا کیا' اب بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کر لے پھر احرام کھول ڈال' چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی' پھر میں بنو قیس کی

أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ. حَتَّى كَانَ فِي خِلاَفَةِ عُمَرَ فَقَالَ : إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ)). [راجع: ١٥٥٩]

ایک عورت کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جوئیں نکالیں' اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا۔ میں (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد) اسی کے مطابق لوگوں کو مسئلہ بتایا کرتا تھا' جب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر عمل کرنا چاہیے کہ اس میں ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے کہ اس وقت آپ نے احرام نہیں کھولا تھا جب تک ہدی کی قربانی نہیں ہو گئی تھی۔ لہٰذا ہدی ساتھ لانے والوں کے واسطے ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔

١٧٩٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ ((أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ تَقُولُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُونِ: صَلَّى اللهِ عَلَى مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَا هُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ، قَلِيلٌ ظَهْرُنَا، قَلِيلَةٌ أَزْوَادُنَا. فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلاَنٌ وَفُلاَنٌ، فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ أَحْلَلْنَا ثُمَّ أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ)). [راجع: ١٦١٥]

(١٧٩٦) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا' انہیں عمرو نے خبر دی' انہیں ابوالاسود نے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ نے ان سے بیان کیا' انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے سنا تھا' وہ جب بھی حجون پہاڑ سے ہو کر گذرتیں تو یہ کہتیں "رحمتیں نازل ہوں اللہ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر' ہم نے آپ کے ساتھ یہیں قیام کیا تھا' ان دنوں ہمارے (سامان) بہت ہلکے پھلکے تھے سواریاں اور زاد راہ کی بھی کمی تھی' میں نے' میری بہن عائشہ رضی اللہ عنہا نے زبیر' اور فلاں فلاں رضی اللہ عنہم نے عمرہ کیا اور جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو (صفا اور مروہ کی سعی کے بعد) ہم حلال ہو گئے' حج کا احرام ہم نے شام کو باندھا تھا۔

١٢- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ؟

باب حج' عمرہ یا جہاد سے واپسی پر کیا دعا پڑھی جائے۔

١٧٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الأَرْضِ ثَلاَثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ : ((لاَ إِلَهَ إِلاَّ

(١٧٩٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج و عمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ کا چڑھاؤ ہوتا تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور یہ دعاء پڑھتے "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' ملک اسی کا ہے اور حمد اسی کے لئے

اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ)).

[أطرافه في: ٢٩٩٥، ٣٠٨٤، ٤١١٦، ٦٣٨٥].

ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم واپس ہو رہے ہیں' توبہ کرتے ہوئے' عبادت کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کی حمد کرتے ہوئے' اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور سارے لشکر کو تنہا شکست دے دی۔ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔

١٣- بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ، وَالثَّلاَثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب مکہ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین آدمیوں کا ایک سواری پر چڑھنا۔

١٧٩٨- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ)).

[طرفاه في : ٥٩٦٥، ٥٩٦٦].

(١٧٩٨) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے خالد نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم مکہ تشریف لائے تو بنو عبدالمطلب کے چند بچوں نے آپؐ کا استقبال کیا' آپؐ نے ایک بچے کو (اپنی سواری کے) آگے بٹھالیا اور دوسرے کو پیچھے۔

معلوم ہوا کہ حاجی کا آگے جا کر استقبال کرنا بھی سنت ہے مگر ہار پھول کا مروجہ رواج ایسا ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اس سے ریا' نمود' عجب کا بھی خطرہ ہے۔ لہٰذا اچھے حاجی کو ان چیزوں سے ضرور پرہیز کرنا لازم ہے ورنہ خطرہ ہے کہ سفر حج کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ رائیگاں جائیں اور بجائے ثواب کے حج الٹا باعث عذاب بن جائے کیونکہ ریا' نمود' عجب ایسی بیماریاں ہیں جن سے نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اونٹ وغیرہ پر بشرطیکہ ان جانوروں میں طاقت ہو بیک وقت تین آدمی سواری کر سکتے ہیں' بنو عبدالمطلب کے لڑکے آپ ﷺ کے استقبال کو آئے اس سے خاندانی محبت جو فطری چیز ہے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ نوجوانان خاندان عبدالمطلب کے لئے اس سے بڑھ کر کیا خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ آج ان کے ایک بزرگ ترین فرد رسول معظم' سردار بنی آدم' فخر دو عالم ﷺ کی شان میں مکہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں۔ آج وہ قسم پوری ہوئی جو قرآن مجید میں ان لفظوں میں بیان کی گئی تھی لااقسم بھذا البلد توراۃ کا وہ نوشتہ پورا ہوا جس میں ذکر ہے کہ فاران سے ہزارہا قدسیوں کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچوں سے پیار محبت شفقت کا برتاؤ کرنا بھی سنت نبوی ہے۔

١٤- بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ

باب مسافر کا اپنے گھر میں صبح کے وقت آنا۔

١٧٩٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ

(١٧٩٩) ہم سے احمد بن حجاج نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے انس

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي، وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ)). [راجع: ٤٨٤]

بن عیاض نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ نے' ان سے نافع نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جب مکہ تشریف لے جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے۔ اور جب واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپؐ صبح تک ساری رات وہیں رہتے۔

پھر مدینہ میں دن میں تشریف لاتے لہٰذا مناسب ہے کہ مسافر خاص طور پر سفر حج سے واپس ہونے والے دن میں اپنے گھروں میں تشریف لائیں کہ اس میں بھی شارع علیہ السلام نے بہت سے مصالح کو مد نظر رکھا ہے۔

١٥- بَابُ الدُّخُولِ بِالْعَشِيِّ

باب شام میں گھر کو آنا۔

١٨٠٠- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لاَ يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لاَ يَدْخُلُ إِلاَّ غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً)).

(١٨٠٠) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر سے) رات میں --- گھر نہیں پہنچتے تھے یا صبح کے وقت پہنچ جاتے یا دوپہر بعد (زوال سے لے کر غروب آفتاب تک کسی بھی وقت تشریف لاتے۔

١٦- بَابُ لاَ يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

باب آدمی جب اپنے شہر میں پہنچے تو گھر میں رات میں نہ جائے۔

١٨٠١- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلاً)). [راجع: ٤٤٣]

(١٨٠١) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے محارب بن دثار نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے (سفر سے) گھر رات کے وقت اترنے سے منع فرمایا۔

یہ اس لئے کہ گھر میں بیوی صاحبہ نہ معلوم کس حالت میں ہوں' اس لئے ادب کا تقاضہ ہے کہ دن میں گھر میں داخل ہو تاکہ بیوی کو گھر کے صاف کرنے' خود صاف بننے کا موقع حاصل رہے' اچانک رات میں داخل ہونے سے بہت سے مفاسد کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ حدیث جابرؓ میں فرمایا لتمتشط الشعثة تاکہ پریشان بال والی اپنے بالوں میں کنگھی کر کے ان کو درست کر لے اور اندرونی صفائی کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر لے۔

١٧- بَابُ مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

باب جس نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر اپنی سواری تیز کر دی (تاکہ جلد سے جلد اس پاک شہر میں داخلہ نصیب ہو)

۱۸۰۲- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ أَوْضَعَ نَاقَتَهُ، وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ ((حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا)). حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((جُدُرَاتٍ)). تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ.

[طرفه في : ۱۸۸٦].

(۱۸۰۲) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی' کہا کہ مجھے حمید طویل نے خبر دی انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر سے مدینہ واپس ہوتے اور مدینہ کے بالائی علاقوں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹنی کو تیز کر دیتے' کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اسے بھی ایڑ لگاتے۔ ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے یہ تلفظ زیادہ کئے ہیں کہ "مدینہ سے محبت کی وجہ سے سواری تیز کر دیتے تھے۔"
ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے (درجات کے بجائے) جدرات کہا' اس کی متابعت حارث بن عمیر نے کی۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس طرز عمل سے وطن کی محبت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے انسان جہاں پیدا ہوتا ہے' اس جگہ سے محبت ایک فطری جذبہ ہے' سفر میں بھی اپنے وطن کا اشتیاق باقی رہتا ہے۔ الغرض وطن سے محبت ایک قدرتی بات ہے اور اسلام میں یہ مذموم نہیں ہے مشہور مقولہ ہے حب الوطن من الایمان وطنی محبت بھی ایمان میں داخل ہے۔
جدرات یعنی مدینہ کے گھروں کی دیواروں پر نظر پڑتی تو آپؐ سواری تیز فرما دیتے تھے۔ بعض روایتوں میں دوحات کا لفظ آیا ہے یعنی مدینہ کے درخت نظر آنے لگتے تو آپؐ اپنے وطن کی محبت میں سواری تیز کر دیتے۔ آپ حج کے یا جہاد وغیرہ کے جس سفر سے بھی لوٹتے اسی طرح اظہار محبت فرمایا کرتے تھے۔

۱۸- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ [البقرة:۱۸۹]

باب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو۔

۱۸۰۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: ((نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِيْنَا، كَانَتِ الأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوا فَجَاؤُوا لَمْ يَدْخُلُوا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ، وَلَكِنْ مِنْ ظُهُوْرِهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ، فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذَلِكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا، وَلَكِنَّ

(۱۸۰۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ابواسحاق نے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی انصار جب حج کے لئے آئے تو (احرام کے بعد) گھروں میں دروازوں سے نہیں جاتے بلکہ دیواروں سے کود کر (گھر کے اندر) داخل ہوا کرتے تھے پھر (اسلام لانے کے بعد) ایک انصاری شخص آیا اور دروازے سے گھر میں داخل ہو گیا اس پر لوگوں نے لعنت ملامت کی تو یہ وحی نازل ہوئی کہ "یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھروں میں پیچھے سے (دیواروں پر چڑھ کر)

الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى، وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾)). [طرفه في : ٤٥١٢].

آؤ بلکہ نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔"

تشریح: عہد جاہلیت میں قریش کے علاوہ عام غریب لوگ حج سے واپس ہوتے وقت گھروں کے دروازوں سے آنا معیوب سمجھتے اور دروازے کا سایہ سر پر پڑنا منحوس جانتے' اس لئے گھروں کی دیواروں سے پھاند کر آتے۔ قرآن مجید نے اس غلط خیال کی تردید کی۔ وہ آنے والا انصاری جس کا روایت میں ذکر ہے قطبہ بن عامر انصاری تھا۔ ابن خزیمہ اور حاکم کی روایت میں اس کی صراحت ہے اس کا نام رفاعہ بن تابوت بتایا ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بہت سے اسلامی اساسی امور کے بیان پر مشتمل ہے۔ آنے والے بزرگ کی تفصیلات کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کا بیان یہ ہے فی صحیحهما من طریق عمار ابن زریق عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر قال کانت قریش تدعی الحمس و کانوا یدخلون من الابواب فی الاحرام و کانت الانصار و سائر العرب لا یدخلون من الابواب فبینما رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بستان فخرج من بابه فخرج معه قطبة بن عامر الانصاری فقالوا یا رسول الله ان قطبة رجل فاجر فانه خرج معک من الباب فقال ما حملک علی ذالک فقال رایتک فعلته ففعلت کما فعلت قال انی احمس قال فان دینی دینک فانزل الله الایة الخ (فتح الباری) یعنی قریش کو حمس کے نام سے پکارا جاتا تھا اور صرف وہی حالت احرام میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل ہو سکتے تھے' ایسا عہد جاہلیت کا خیال تھا اور انصار بلکہ تمام اہل عرب اگر حالت احرام میں اپنے گھروں کو آتے تو دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے کی دیوار پھاند کر گھر آیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک باغ کے دروازے سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ یہ قطبہ بن عامر انصاری بھی دروازے سے ہی آ گئے۔ اس پر لوگوں نے ان کو لعن طعن شروع کی بلکہ فاجر تک کہہ دیا' آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے بھی ایسا کیا کیوں تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ آپ نے کیا تو آپ کی اتباع میں میں نے بھی ایسا کیا' آپؐ نے فرمایا میں تو حمسی ہوں انہوں نے کہا کہ حضور دین اسلام جو آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

١٩- بَابُ السَّفَرِ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ

باب سفر بھی گویا ایک قسم کا عذاب ہے

ابن تیمیہ نے کہا اس باب کو لا کر امام بخاری نے اشارہ کیا کہ گھر میں رہنا مجاہدہ سے افضل ہے' حافظ نے کہا اس پر اعتراض ہے اور شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہو کہ حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر آدمی اپنے گھر واپس ہونے کے لیے جلدی کرے۔ گھر والوں سے زیادہ دن تک غیر حاضر ہو کر رہنا اچھا نہیں۔

١٨٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ: يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ. فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ)).

[طرفاه في : ٣٠٠١، ٥٤٢٩].

(١٨٠٤) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے سمی نے' ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' آدمی کو کھانے پینے اور سونے (ہر ایک چیز) سے روک دیتا ہے' اس لئے جب کوئی اپنی ضرورت پوری کر چکے تو فوراً گھر واپس آ جائے۔

یہ اس زمانہ میں فرمایا گیا جب گھر سے باہر نکل کر قدم قدم پر بے حد تکالیف اور خطرات کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ آج کل سفر میں بہت

سی آسانیاں مہیا ہو گئی ہیں مگر پھر بھی رسول برحق ﷺ کا فرمان اپنی جگہ پر حق ہے' ہوائی جہاز موٹر جس میں بھی سفر ہو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے' بہت سے ناموافق حالات سامنے آتے ہیں جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکل پڑتا ہے' سفر بالواقع عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا کیوں ہے فوراً جواب دیا لان فیه فراق الاحباب اس لئے کہ سفر میں احباب سے جدائی ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک طرح سے روحانی عذاب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشائے باب یہ ہے کہ حاجی کو حج کے بعد جلد ہی وطن کو واپس ہونا چاہیے۔

٢٠- بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ

باب مسافر جب جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو اور اپنے اہل میں جلد پہنچنا چاہے۔

١٨٠٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجْعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ - جَمَعَ بَيْنَهُمَا - ثُمَّ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا)).

[راجع: ١٠٩١]

(١٨٠٥) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا کہ انہیں (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی خبر ملی اور وہ نہایت تیزی سے چلنے لگے' پھر جب سرخی غروب ہو گئی تو سواری سے نیچے اترے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں' اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھا کہ جب جلدی چلنا ہوتا تو مغرب میں دیر کر کے دونوں (عشاء اور مغرب) کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

یہ اس لئے کہ اسلام سرا سر دین فطرت ہے' زندگی میں بسا اوقات ایسے مواقع آ جاتے ہیں کہ انسان وقت پر نماز ادا کرنے سے سرا سر مجبور ہو جاتا ہے ایسی حالت میں یہ سہولت رکھی گئی کہ دو نمازیں ملا کر پڑھ لی جائیں' اگلی نماز مثلاً عشاء کو پہلی یعنی مغرب میں ملا لیا جائے یا پھر پہلی نماز کو دیر کر کے اگلی یعنی عشاء میں ملا لیا جائے ہر دو امر جائز ہیں مگر یہ سخت مجبوری کی حالت میں ہے ورنہ نماز کا ادا کرنا اس کے مقررہ وقت ہی پر فرض ہے۔ ارشاد باری ہے ﴿ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا ﴾ اہل ایمان پر نماز کا بروقت ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

مسائل و احکام حج کے سلسلہ میں آداب سفر پر روشنی ڈالنا ضروری تھا۔ جب کہ حج میں از اول تا آخر سفر ہی سفر سے سابقہ پڑتا ہے' اگرچہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے مگر سفر وسیلہ ظفر بھی ہے جیسا کہ سفر حج ہے۔ اگر عنداللہ یہ قبول ہو جائے تو حاجی اس سفر سے اس حالت میں گھر واپس ہوتا ہے کہ گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ اس سفر ہی کی برکت ہے کہ مغفرت الٰہی کا عظیم خزانہ نصیب ہوا بہر حال آداب سفر میں سب سے اولین ادب فرض نماز کی محافظت ہے۔ پس مرد مسلمان کی یہ عین سعادت مندی ہے کہ وہ سفر و حضر میں ہر جگہ نماز کو اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجالائے' ساتھ ہی اسلام نے اس سلسلہ میں بہت سی آسانیاں بھی

دیں تا کہ سفر و حضر میں ہر جگہ یہ فرض آسانی سے ادا کیا جا سکے' مثلاً ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے مگر پانی نہ ہو تو مٹی سے تیمم کیا جا سکتا ہے' مسلمانوں کے لئے ساری زمین کو قابل عبادت قرار دیا گیا کہ جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہ اسی جگہ نماز ادا کر سکیں حتیٰ کہ دریاؤں میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر' لق و دق بیابانوں میں' زمین کے چپہ چپہ پر نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ اور یہ بھی آسانی دی گئی جس پر مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں اشارہ فرمایا ہے کہ مسافر خواہ وہ حج ہی کے لئے کیوں نہ سفر کر رہا ہو دو دو نمازوں کو بیک وقت ملا کر ادا کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ محترمہ کی بیماری کی خبر سنی تو سواری کو تیز کر دیا تا کہ جلد سے جلد گھر پہنچ کر مریضہ کی تیمار داری کر سکیں' نیز نماز مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کر لیا' ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفر میں نمازوں کو اس طرح ملا کر ادا فرما لیا کرتے تھے۔ ایک ایسے دین میں جو تا قیامت عالمگیر شان کے ساتھ باقی رہنے کا دعویدار ہو ایسی جملہ آسانیوں کا ہونا ضروری تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ان کی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں' آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت صفیہ بنت ابو عبید بنو ثقیف سے تعلق رکھتی ہیں' انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور آپ کے ارشادات طیبات سننے کا موقعہ ان کو بارہا ملا۔ آپ کی مرویات حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے توسط سے ہیں اور حضرت نافع جو حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' وہ ان سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۲۷- كِتَاب الْمُحْصَرِ

باب محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں۔

وَجَزَاءِ الصَّيْدِ وَقَوْلِهِ اللهِ: [البقرة: ١٩٦]. ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾. وَقَالَ عَطَاءٌ: الإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: حَصُورًا: لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پس تم اگر روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو وہ مکہ بھیجو اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ (یعنی احرام نہ کھولو' جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (یعنی مکہ پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے) اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو چیز بھی روکے اس کا یہی حکم ہے۔

تشریح لفظ محصر اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا مصدر احصار ہے جو لغت میں رکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے' وہ رکاوٹ مرض کی وجہ سے ہو یا دشمن کی وجہ سے سفر حج میں اگر کسی کو کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو کعبہ میں جانے سے روک دیا گیا تھا اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی' ایسی حالت کے لئے یہ حکم بیان فرمایا گیا بعض دفعہ دوران سفر میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے ایسے حاجی صاحبان قیامت کے دن لبیک پکارتے ہوئے کھڑے ہوں گے اور عنداللہ ان کو حاجیوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا۔ حضرت عطاء کا قول لانے سے امام بخاری کا مقصد ظاہر ہے کہ احصار عام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال صحیح نہیں انہوں نے احصار کو دشمن کے ساتھ خاص کیا ہے احصار بعض دفعہ بیماری موت جیسے اہم حوادث کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

١- بَابُ إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

باب اگر عمرہ کرنے والے کو راستے میں روک دیا گیا؟ تو وہ کیا کرے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو محصر کے لئے حلال ہونا حج کے ساتھ خاص کرتے ہیں' حدیث باب میں سف

موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور آپؐ نے حدیبیہ میں احصار کی وجہ سے وہ کھول دیا۔

١٨٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ : ((أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حِيْنَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ قَالَ : إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ)).

(١٨٠٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبردی' انہیں نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فساد کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لئے جب مکہ جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے کعبہ شریف پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم لوگوں نے کیا تھا' چنانچہ آپ نے بھی صرف عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

١٨٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَاهُ ((أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالاَ : لاَ يَضُرُّكَ أَنْ لاَ تَحُجَّ الْعَامَ، وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ. فَقَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدْيَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ. وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ إِنْ شَاءَ اللهُ، أَنْطَلِقُ، فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ. فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ : إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي. فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَهْدَى، وَكَانَ يَقُولُ: لاَ يَحِلُّ حَتَّى يَطُوفَ طَوَافًا وَاحِدًا يَوْمَ

(١٨٠٧) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا' کہا ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے خبردی کہ جن دنوں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حجاج کی لشکر کشی ہو رہی تھی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا (کیونکہ آپ مکہ جانا چاہتے تھے) کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روک نہ دیا جائے۔ آپ بولے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے اور کفار قریش ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں حائل ہو گئے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی قربانی نحر کی اور سر منڈالیا' عبداللہ نے کہا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے بھی انشاء اللہ عمرہ اپنے پر واجب قرار دے لیا ہے۔ میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے کا راستہ مل گیا تو طواف کروں گا' لیکن اگر مجھے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو نبی کریم ﷺ نے کیا تھا' میں اس وقت بھی آپؐ کے ساتھ موجود تھا چنانچہ آپ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا پھر تھوڑی دور چل کر فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہیں' اب میں بھی تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج بھی اپنے اوپر واجب قرار دے لیا ہے' آپ نے حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ فارغ ہو کر ہی دسویں ذی الحجہ کو احرام کھولا اور قربانی کی۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تک حاجی مکہ پہنچ کر ایک طواف زیارت نہ کرلے پورا احرام نہ

يَدخُلُ مَكَّةَ)). [راجع: ١٦٣٩]

کھولنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حجاج کی لشکر کشی اور اس سلسلہ میں بہت سے مسلمانوں کا خون ناحق حتیٰ کہ کعبہ شریف کی بے حرمتی یہ اسلامی تاریخ کے وہ دردناک واقعات ہیں جن کے تصور سے آج بھی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا خمیازہ پوری امت آج تک بھگت رہی ہے' اللہ اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اس دور تاریک میں اتحاد باہمی سے کام لے کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں جن کی ریشہ دوانیوں نے آج بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکال لیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللهم انصر الاسلام والمسلمین آمین۔

١٨٠٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ : ((أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللهِ قَالَ لَهُ: لَوْ أَقَمْتَ بِهَذَا)).
[راجع: ١٦٣٩]

(۱۸۰۸) ہم سے موسیٰ ابن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کسی بیٹے نے ان سے کہا تھا کاش آپ اس سال رک جاتے (تو اچھا ہوتا۔ اسی اوپر والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

١٨٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((قَدْ أُحْصِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَحَلَقَ رَأْسَهُ، وَجَامَعَ نِسَاءَهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ، حَتَّى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلاً)).

(۱۸۰۹) ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا' ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جب حدیبیہ کے سال مکہ جانے سے روک دیئے گئے تو آپ نے حدیبیہ ہی میں اپنا سر منڈایا اور ازواج مطہرات کے پاس گئے اور قربانی کو نحر کیا' پھر آئندہ سال ایک دوسرا عمرہ کیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ نے اگلے عمرے کی قضاء کی بلکہ آپؐ نے سال آئندہ دوسرا عمرہ کیا اور بعض نے کہا کہ احصار کی حالت میں اس حج یا عمرے کی قضا واجب ہے اور آپؐ کا یہ عمرہ اگلے عمرے کی قضا کا تھا۔

٢- بَابُ الإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ
باب حج سے روکے جانے کا بیان

آنحضرت ﷺ کا احصار صرف عمرہ سے تھا' لیکن علماء نے حج کو بھی عمرہ پر قیاس کر لیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مطلب ہے کہ آپ نے جیسا عمرے سے احصار کی صورت میں عمل کیا تم حج سے احصار ہونے میں بھی اسی پر چلو۔

١٨١٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ

(۱۸۱۰) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی' ان سے زہری نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی' کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے کہ اگر کسی کو حج سے روک دیا جائے تو ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا اور مروہ کی سعی' پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے' یہاں تک کہ وہ دوسرے سال حج کر

حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلاً فَيُهْدِيَ أَوْ يَصُومَ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا)).
وَعَنْ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.. نَحْوَهُ.
[راجع: ١٦٣٩]

لے پھر قربانی کرے' اگر قربانی نہ ملے تو روزہ رکھے' عبداللہ سے روایت ہے کہ ہمیں معمر نے خبردی' ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی پہلی روایت کی طرح بیان کیا۔

تشریح: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک حج یا عمرہ کے احرام میں شرط لگانا درست نہ تھا' شرط لگانا یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت یوں کہہ لے کہ یا اللہ! میں جہاں رک جاؤں تو میرا احرام وہیں کھولا جائے گا' جمہور صحابہ اور تابعین نے اسے جائز رکھا ہے اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ (وحیدی) اور ایسی حالت میں مثال سامنے ہے آج بھی ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں پس شارع علیہ السلام کی سنت مستقبل میں آنے والی امت مسلمہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ احصار کی تفصیل پیچھے بھی گذر چکی ہے۔ حضرت محمد بن شہاب زہری زہرہ بن کلاب کی طرف منسوب ہیں' کنیت ابوبکر ہے' ان کا نام محمد ہے' عبداللہ بن شہاب کے بیٹے۔ یہ بڑے فقیہ اور محدث ہوئے ہیں اور تابعین سے بڑے جلیل القدر تابعی ہیں' مدینہ کے زبردست فقیہ اور عالم ہیں' علوم شریعت کے مختلف فنون میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے جن میں سے قتادہ اور امام مالک بن انس ہیں' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ میں ان سے زیادہ عالم جو اس زمانہ میں گذرا ہے ان کے سوا اور کسی کو نہیں پاتا مکحول سے دریافت کیا گیا کہ ان علماء میں سے جن کو آپ نے دیکھا ہے کون زیادہ عالم ہے فرمایا کہ ابن شہاب ہیں' پھر دریافت کیا گیا کہ ان کے کون ہے' فرمایا کہ ابن شہاب ہیں۔ پھر کہا گیا کہ ابن شہاب کے بعد' فرمایا کہ ابن شہاب ہی ہیں۔ ۱۲۴ھ میں ماہ رمضان المبارک وفات پائی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (آمین)

٣- بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

باب رک جانے کے وقت سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا۔

١٨١١- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ)). [راجع: ١٦٩٤]

(۱۸۱۱) ہم سے محمود نے بیان کیا' کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبردی' کہا کہ ہم کو معمر نے خبردی' انہیں زہری نے' انہیں عروہ نے اور انہیں مسور رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قربانی سر منڈانے سے پہلے کی تھی اور آپؐ نے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیا تھا۔

معلوم ہوا کہ پہلے قربانی کرنا پھر سر منڈانا ہی مسنون ترتیب ہے۔

١٨١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ. قَالَ: وَحَدَّثَ نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ

(۱۸۱۲) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو ابوبدر شجاع بن ولید نے خبردی' انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر بن محمد عمری نے بیان کیا اور ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ اور سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی' (کہ وہ اس سال مکہ نہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُعْتَمِرِيْنَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ)). [راجع: ١٦٣٩]

جائیں) تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر گئے تھے اور کفار قریش نے ہمیں بیت اللہ سے روک دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی قربانی کو نحر کیا اور سر منڈایا۔

اس حدیث سے جمہور علماء کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احصار کی صورت میں جہاں احرام کھولے وہیں قربانی کر لے خواہ حل میں ہو یا حرم میں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قربانی حرم میں بھیج دی جائے اور جب وہاں ذبح ہو لے تب احرام کھولے فقال الجمهور یذبح المحصر الهدی حیث یحل سواء کان فی الحل او فی الحرم الخ (فتح) یعنی جسے حج سے روک دیا جائے وہ جہاں احرام کھولے حل میں ہو یا حرم میں اسی جگہ اپنی قربانی کر ڈالے۔

٤- بَابُ مَنْ قَالَ : لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

باب جس نے کہا کہ روکے گئے شخص پر قضاء ضروری نہیں۔

ای قضاء لما احصرفیه من حج او عمرة و هذا هو قول الجمهور (فتح) یعنی جب وہ حج یا عمرہ سے روک دیا گیا ہو اور جمہور کا قول یہی ہے جو حضرت امام بخاری کا فتویٰ ہے کہ محصر کے لئے قضاء ضروری نہیں۔

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ، فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلاَ يَرْجِعُ، وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ إِنْ كَانَ لاَ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَبْعَثَ، وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. وَقَالَ مَالِكٌ وَغَيْرُهُ: يَنْحَرُ هَدْيَهُ وَيَحْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَلاَ قَضَاءَ عَلَيْهِ، لأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوا وَحَلَقُوا وَحَلُّوا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ وَقَبْلَ أَنْ يَصِلَ الْهَدْيُ إِلَى الْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَقْضُوا شَيْئًا وَلاَ يَعُوْدُوا لَهُ. وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِنَ

اور روح نے کہا' ان سے شبل بن عباد نے' ان سے ابن ابی نجیح نے' ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قضاء اس صورت میں واجب ہوتی ہے جب کوئی حج میں اپنی بیوی سے جماع کر کے نیت حج کو توڑ ڈالے لیکن کوئی اور عذر پیش آ گیا یا اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو وہ حلال ہوتا ہے' قضا اس پر ضروری نہیں اور اگر ساتھ قربانی کا جانور تھا اور وہ محصر ہوا اور حرم میں اسے نہ بھیج سکا تو اسے نحر کر دے' (جہاں پر بھی اس کا قیام ہو) یہ اس صورت میں جب قربانی کا جانور (قربانی کی جگہ) حرم شریف میں بھیجنے کی اسے طاقت نہ ہو لیکن اگر اس کی طاقت ہے تو جب تک قربانی وہاں ذبح نہ ہو جائے احرام نہیں کھول سکتا۔ امام مالک وغیرہ نے کہا کہ (محصر) خواہ کہیں بھی ہو اپنی قربانی وہیں نحر کر دے اور سر منڈا لے۔ اس پر قضا بھی لازم نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے حدیبیہ میں بغیر طواف اور بغیر قربانی کے بیت اللہ تک پہنچے ہوئے نحر کیا اور سر منڈایا اور وہ ہر چیز سے حلال ہو گئے' پھر کوئی نہیں کہتا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو بھی قضا کا یا کسی بھی چیز کے دہرانے کا حکم دیا ہو

الْحَرَمِ. اور حدیبیہ حد حرم سے باہر ہے۔

تشریح: موطا میں امام مالک کی روایت یوں ہے انه بلغه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حل هو و اصحابه بالحدیبیة فنحروا الهدی و حلقوا روسهم و حلوا من کل شیئی قبل ان یطوفوا بالبیت و قبل ان یصل الیه الهدی ثم لم نعلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر احدا من اصحابه و لا ممن کان معه ان یقضوا شیئا و لا ان یعودوا لشیئی و سئل مالک عمن احصر بعدو فقال یحل من کل شیئی و ینحر هدیه و یحلق راسه حیث حبس و لیس علیه قضاء (فتح الباری) یعنی ان کو یہ خبر ملی ہے کہ رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کرام حدیبیہ میں حلال ہو گئے تھے پس انہوں نے اپنی قربانیوں کو نحر کر دیا اور سروں کو منڈا لیا اور وہ بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے ہی ہر چیز سے حلال ہو گئے اس سے بھی پہلے کہ کعبہ تک ان کی ہدی پہنچ سکے' پھر ہم نہیں جانتے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے کسی بھی صحابی کو کسی بھی چیز کے قضاء کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ کسی کام کے دوبارہ کرنے کا حکم دیا اور امام مالکؒ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی دشمن کی طرف سے روک دیا جائے آپؒ نے فرمایا کہ وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے اور اپنی قربانی کو نحر کر دے اور سر منڈا لے جہاں بھی اس کو روکا گیا ہے اس پر کوئی قضاء لازم نہیں۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیل غرض المصنف بهذه الترجمة الرد علی من قال التحلل بالاحصار خاص بالحاج بخلاف المعتمر فلا یتحلل بذالک بل یستمر علی احرامه حتی یطوف بالبیت لان السنة کلها وقت للعمرة فلا یخشی فواتها بخلاف الحج الخ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے اس شخص کی تردید کرنی ہے جس نے کہا کہ روکنے کی صورت میں حلال ہونا حاجیوں کے ساتھ خاص ہے اور معتمر کے لئے یہ رخصت نہیں ہے پس وہ حلال نہ ہو بلکہ جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہ کر لے اپنی حالت احرام پر قائم رہے اس لئے کہ سارے سال عمرہ کا وقت ہے اور حج کے خلاف عمرہ کے وقت کے فوت ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ احصار کی صورت میں حاجی اور عمرہ کرنے والا سب کے لئے حلال ہونے کی اجازت ہے۔

١٨١٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ حِيْنَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ: ((إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ - ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلاَّ وَاحِدٌ. فَالْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلاَّ وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ. ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا. وَرَأَى أَنَّ ذَلِكَ مُجْزِيًا عَنْهُ، وَأَهْدَى)). [راجع: ١٦٣٩]

(۱۸۱۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا کہ فتنہ کے زمانہ میں جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے ارادے سے چلے تو فرمایا کہ اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو (حدیبیہ کے سال) میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ کیا تھا۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی حدیبیہ کے سال عمرہ ہی کا احرام باندھا تھا۔ پھر آپ نے کچھ غور کر کے فرمایا کہ عمرہ اور حج تو ایک ہی ہے' اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے بھی یہی فرمایا کہ یہ دونوں تو ایک ہی ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ اب حج بھی اپنے لئے میں نے واجب قرار دے لیا ہے پھر (مکہ پہنچ کر) آپ نے دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ کافی ہے اور آپ قربانی کا جانور بھی ساتھ لے گئے تھے۔

جمہور علماء اور اہلحدیث کا یہی قول ہے کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔

٥- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَو نُسُكٍ﴾ [البقرة :١٩٦].

وَهُوَ مُخَيَّرٌ ، فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلاَثَةُ أَيَّامٍ

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان

که اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں (جوؤں کی) کوئی تکلیف ہو تو اسے روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ دینا چاہیے یعنی اسے اختیار ہے اور اگر روزہ رکھنا چاہے تو تین دن روزہ رکھے

١٨١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : ((لَعَلَّكَ آذَاكَ هَوَامُّكَ؟)) قَالَ: نَعَم يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((احْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ أَوْ أُنْسُكْ بِشَاةٍ)).

[أطرافه في : ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٨٠٨].

(۱۸۱۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں حمید بن قیس نے' انہیں مجاہد نے' انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' غالباً جوؤں سے تم کو تکلیف ہے' انہوں نے کہا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنا سر منڈا لے اور تین دن کے روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری ذبح کر۔

٦- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿ أَوْ صَدَقَةٍ ﴾ وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ

باب اللہ تعالیٰ کا قول "یا صدقہ" (دیا جائے) یہ صدقہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

١٨١٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: ((وَقَفَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَأْسِي يَتَهَافَتُ قَمْلاً، فَقَالَ:

(۱۸۱۵) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے مجاہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا' ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو جوئیں میرے سر سے برابر گر رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ جوئیں تو تمہارے لئے

((يُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاحْلِقْ رَأْسَكَ - أَوْ قَالَ: ((احْلِقْ)) - قَالَ : فِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ : ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِن رَّأْسِهِ ﴾ إِلَى آخِرِهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ أُنْسُكْ بِمَا تَيَسَّرَ)). [راجع: ١٨١٤]

تکلیف دینے والی ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں' آپ نے فرمایا پھر سر منڈا لے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ لفظ فرمایا کہ منڈا لے۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی کہ "اگر تم میں کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو" آخر آیت تک پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تین دن کے روزے رکھ لے یا ایک فرق غلہ سے چھ مسکینوں کو کھانا دے یا جو میسر ہو اس کی قربانی کر دے۔

ایک فرق غلہ کا وزن تین صاع یا سولہ رطل ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو ایک صاع کا وزن آٹھ رطل بتلاتے ہیں۔ قربانی جو آسان ہو یعنی بکرا ہو یا اور کوئی جانور جو بھی آسانی سے مل سکے قربان کر دو۔

٧- بَابُ الإِطْعَامِ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ

باب فدیہ میں ہر فقیر کو آدھا صاع غلہ دینا

١٨١٦- حَدَّثَنَ أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: ((جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ، فَقَالَ: نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً. حُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي، فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أُرَى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى. أَوْ مَا كُنْتُ أُرَى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى. تَجِدُ شَاةً؟)) فَقُلْتُ: لاَ. فَقَالَ: ((فَصُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ)). [راجع: ١٨١٤]

(١٨١٦) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن اصبہانی نے' ان سے عبداللہ بن معقل نے بیان کیا کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' میں نے ان سے فدیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ (قرآن شریف کی آیت) اگرچہ خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم تم سب کے لئے ہے۔ ہوا یہ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو جوئیں سر سے میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ نے (یہ دیکھ کر فرمایا) میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہیں اتنی زیادہ تکلیف ہوگی یا (آپ نے یوں فرمایا کہ) میں نہیں سمجھتا تھا کہ جہد (مشقت) تمہیں اس حد تک ہوگی' کیا تجھ کو ایک بکری کا مقدور ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں' آپ نے فرمایا کہ پھر تین دن کے روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا' ہر مسکین کو آدھا صاع کھلائیو۔

تشریح یہ بھی اسی صورت میں کہ میسر ہو ورنہ آیت کریمہ ﴿ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَهَا ﴾ (البقرۃ : ٢٨٦) کے تحت پھر تو توبہ استغفار بھی کفارہ ہو جائے گا' ہاں مقدور کی حالت میں ضرور ضرور حکم شرعی بجا لانا ضروری ہو گا' ورنہ حج میں نقص رہنا یقینی ہے۔ حافظ فرماتے ہیں ای لکل مسکین من کل شیئی یشیر بذالک الی الرد علی من فرق فی ذالک بین القمح و غیرہ قال ابن عبدالبر قال ابو حنیفة و الکوفیون نصف صاع من قمح و صاع من تمر و عن احمد روایة تضا هی قولهم قال عیاض و هذا الحدیث یرد علیهم (فتح

الباری) و فی حدیث کعب بن عجرۃ من الفوائد ما تقدم ان السنۃ مبینۃ لمجمل الکتاب لاطلاق الفدیۃ فی القرآن و تقیید ھا فی السنۃ و تحریم حلق الراس علی المحرم والرخصۃ فی حلقھا اذا اذاہ القمل اوغیرہ من الاوجاع و فیہ تلطف الکبیر باصحابہ و عنایتہ باحوالھم و تفقدہ لھم و اذا رای ببعض اتباعہ ضررا سال عنہ و ارشدہ الی المخرج منہ یعنی ہر مسکین کے لئے ہر ایک چیز سے اس میں اس شخص کے اوپر رد کرنا مقصود ہے جس نے اس بارے میں گندم وغیرہ کا فرق کیا ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ کہتے ہیں کہ گندم کا نصف صاع اور کھجوروں کا ایک صاع ہونا چاہیے۔ امام احمد کا قول بھی تقریباً اسی کے مشابہ ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حدیث کعب بن عجرہ ان کی تردید کر رہی ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کے کسی اجمالی حکم کی تفصیل سنت رسول بیان کرتی ہے۔ قرآن مجید میں مطلق فدیہ کا ذکر تھا سنت نے اسے مقید کر دیا اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ محرم کے لئے سر منڈانا حرام ہے اور جب اسے جوؤں وغیرہ کی تکلیف ہو تو وہ منڈا سکتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ بڑے لوگوں کو ہمیشہ اپنے ساتھیوں پر نظر عنایت رکھتے ہوئے ان کے دکھ تکلیف کا خیال رکھنا چاہیے کسی کو کچھ بیماری وغیرہ ہو جائے تو اس کے علاج کے لئے ان کو نیک مشورہ دینا چاہیے۔

٨- بَابُ النُّسُكُ شَاةٌ

باب قرآن مجید میں نسک سے مراد بکری ہے۔

یعنی آیت کریمہ ففدیۃ من صیام اوصدقۃ اونسک میں بکری مراد ہے۔

١٨١٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَآهُ وَإِنَّهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ الْقَمْلُ، فَقَالَ: ((أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ؟)) قَالَ: نَعَم. فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا، وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ. فَأَنْزَلَ اللهُ الْفِدْيَةَ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُومَ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ)).

[راجع: ١٨١٤]

(۱۸۱۷) ہم سے اسحاق نے بیان کیا' کہا ہم سے روح نے بیان کیا' ان سے شبل بن عباد نے بیان کیا' ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا' ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں' آپ نے پوچھا کیا ان جوؤں سے تمہیں تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں' آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنا سر منڈا لیں۔ وہ اس وقت حدیبیہ میں تھے۔ (صلح حدیبیہ کے سال) اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ حدیبیہ ہی میں رہ جائیں گے بلکہ سب کی خواہش یہ تھی کہ مکہ میں داخل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ چھ مسکینوں کو ایک فرق (یعنی تین صاع غلہ) تقسیم کر دیا جائے یا ایک بکری کی قربانی کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔

١٨١٨- وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ

(۱۸۱۸) اور محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ ہم کو ورقاء نے بیان کیا' ان سے ابن نجیح نے بیان کیا' ان سے مجاہد نے بیان کیا' انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ

كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ)) مِثْلَهُ. [راجع: ١٨١٤]

عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرہ پر گر رہی تھی' پھر یہی حدیث بیان کی۔

یعنی آیت قربانی میں مذکور نسک سے بکری کی قربانی مراد ہے۔

٩- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : ﴿فَلاَ رَفَثَ﴾ [البقرة : ١٩٧].

باب سورۂ بقرہ میں اللہ کا یہ فرمانا کہ حج میں شہوت کی باتیں نہیں کرنا چاہیے۔

١٨١٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)). [راجع: ١٥٢١]

(۱۸۱۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس گھر (کعبہ) کا حج کیا اور اس میں نہ رفث یعنی شہوت کی بات منہ سے نکالی اور نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو کر لوٹے گا۔ قرآن مجید میں رفث کا لفظ ہے۔ رفث جماع کو کہتے ہیں یا جماع کے متعلق شہوت انگیز باتیں کرنے کو (فحش کلام کو) سفر حج سرا سر ریاضت و مجاہدہ (نفس کشی کا سفر) ہے۔ لہٰذا اس میں جماع کرنے بلکہ جماع کی باتیں کرنے سے شہوت برانگیختہ ہو ان سے پرہیز لازم ہے۔

١٠- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرة : ١٩٧].

باب اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں فرمانا کہ حج میں گناہ اور جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔

١٨٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْت فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)). [راجع: ١٥٢١]

(۱۸۲۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شہوت کی فحش باتیں کیں' نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

باب کی حدیث میں جھگڑے کا ذکر نہیں ہے' اس کیلئے امام بخاری نے آیت پر اکتفا کیا اور فسق کی مذمت کیلئے حدیث کو نقل فرمایا' بس آیت اور حدیث ہر دو کو ملا کر آپ نے مضمون باب کو مدلل فرمایا اس سے حضرت امام رحمہ اللہ کی دقت نظر بھی ثابت ہوتی ہے۔ صد افسوس ان لوگوں پر جو ایسے بابصیرت امام کی فقاہت اور فراست سے انکار کریں اور اس وجہ سے ان کی تنقیص کر کے گنہگار بنیں۔

۲۸- كتاب جزاء الصيد

١- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ، وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ..... الي قوله ..... اتَّقُوا اللهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ [المائدة: ٩٥].

باب اللہ کا یہ فرمانا سورۂ مائدہ میں کہ احرام کی حالت میں

شکار نہ مارو۔ اور جو کوئی تم میں سے اس کو جان کر مارے گا تو اس پر اس مارے ہوئے شکار کے برابر بدلہ ہے مویشیوں میں سے' جو تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کردیں اس طرح سے کہ وہ جانور بدلہ کا بطور نیاز کعبہ پہنچایا جائے یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر روزے تاکہ اپنے کئے کی سزا چکھے' اللہ تعالیٰ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس سے لے گا اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے' حالت احرام میں دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے کے واسطے حلال ہوا اور سب مسافروں کے لئے اور حرام ہو۔ تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے۔"

تشریح اس باب میں امام بخاری نے صرف آیت پر اکتفا کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ شاید ان کو اپنی شرط کے موافق کوئی حدیث اس باب میں نہیں ملی۔ ابن بطال نے کہا اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر محرم شکار کے جانور کو عمداً یا سہواً قتل کرے ہر حال میں اس پر بدلہ واجب ہے اور اہل ظاہر نے سہواً قتل کرنے میں بدلہ واجب نہیں رکھا اور حسن اور مجاہد سے اس کے برعکس منقول ہے' اس طرح اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کو اختیار ہے چاہے کفارہ دے چاہے بدلہ دے دے ثوری نے کہا اگر بدلہ نہ پائے تو کھانا کھلائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو روزے رکھے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں قیل السبب فی نزول ھذہ الایۃ ان ابا الیسرۃ قتل حمار وحش و ھو محرم فی عمرۃ الحدیبیۃ فنزلت حکاہ مقاتل فی تفسیرہ و لم یذکر المصنف فی روایۃ ابی ذر فی ھذہ الترجمۃ حدیثا و لعلہ اشار الی انہ لم یثبت علی شرطہ فی جزاء الصید حدیث مرفوع قال ابن بطال اتفق ائمۃ الفتوی من اھل الحجاز والعراق و غیرھم علی ان المحرم اذا قتل الصید عمداً اوخطا فعلیہ الجزاء الخ (فتح الباری)

یعنی یہ آیت ایک شخص ابوالیسرہ کے بارے میں نازل ہوئی جس نے عمرۂ حدیبیہ کے موقع پر احرام کی حالت میں ایک جنگلی گدھے کو مار دیا تھا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ شاید ان کا یہ اشارہ ہے کہ ان کی شرط پر اس بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی' ابن بطال نے کہا کہ فتویٰ دینے والے اماموں کا اتفاق ہے جو حجاز اور عراق وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ محرم جان کر یا غلطی سے اگر کسی جانور کا شکار کرے تو اس پر جزا لازم آتی ہے۔

٢- بَابُ إِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ أَكَلَهُ

باب اگر بے احرام والا شکار کرے اور احرام والے کو تحفہ بھیجے تو وہ کھا سکتا ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا. وَهُوَ غَيْرِ الصَّيْدِ، نَحْوَ الإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالدَّجَاجِ وَالْخَيْلِ يُقَالُ عَدْلُ ذَلِكَ: مِثْلُ.

اور انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم (محرم کے لئے) شکار کے سوا دوسرے جانور مثلاً اونٹ' بکری' گائے' مرغی اور گھوڑے کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن میں لفظ عدل (بفتح عین) مثل کے

فَإِذَا كُسِرَتْ عِدْلٌ فَهُوَ زِنَةُ ذَلِكَ. قِيَامًا : قَوَامًا يَعْدِلُونَ : يَجْعَلُونَ عَدْلاً.

معنی میں بولا گیا ہے اور عدل (عین کو) جب زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو وزن کے معنی میں ہو گا' قیاما قواما (کے معنی میں ہے' قیم)۔ یعدلون کے معنی ہیں مثل بنانے کے۔

١٨٢١- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: ((انْطَلَقَ أَبِي عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ. وَحُدِّثَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ عَدُوًّا يَغْزُوهُ، بِغَيْقَةٍ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ، فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِي تَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ، وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَأَبَوا أَنْ يُعِينُونِي. فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ، وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ، فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ شَأْوًا، فَلَقِيتُ رَجُلاً مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، قُلْتُ : أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ، وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَؤُونَ عَلَيْكَ السَّلاَمَ وَرَحْمَةَ اللهِ، إِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يُقْتَطَعُوا دُونَكَ، فَانْتَظِرْهُمْ. قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَعِنْدِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ. فَقَالَ لِلْقَوْمِ: ((كُلُوا)). وَهُمْ مُحْرِمُونَ.

[أطرافه في : ١٨٢٢، ١٨٢٣، ١٨٢٤، ٢٥٧٠، ٢٩١٤، ٤١٤٩، ٥٣٠٦، ٥٤٠٧، ٥٤٩٠، ٥٤٩١، ٥٤٩٢].

(۱۸۲۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا' ان سے یحیٰی ابن کثیر نے' ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا کہ میرے والد صلح حدیبیہ کے موقع پر (دشمنوں کا پتہ لگانے) نکلے۔ پھر ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا لیکن (خود انہوں نے ابھی) نہیں باندھا تھا (اصل میں) نبی کریم ﷺ کو کسی نے یہ اطلاع دی تھی کہ مقام غیقہ میں دشمن آپ کی تاک میں ہے' اس لئے نبی کریم ﷺ نے (ابو قتادہ اور چند صحابہ ؓ کو ان کی تلاش میں) روانہ کیا میرے والد (ابو قتادہ ؓ) اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے (میرے والد نے بیان کیا کہ) میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک جنگلی گدھا سامنے ہے۔ میں اس پر جھپٹا اور نیزے سے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد چاہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا' پھر ہم نے گوشت کھایا۔ اب ہمیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں (رسول اللہ ﷺ سے) دور نہ رہ جائیں چنانچہ میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا کبھی اپنے گھوڑے تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ' آخر رات گئے بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں آپ سے جدا ہوا تو آپ مقام تعھن میں تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیا میں پہنچ کر دوپہر کا آرام کریں گے۔ غرض میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتے ہیں۔ انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ بہت پیچھے نہ رہ جائیں۔ اس لئے آپ ٹھہر کر ان کا انتظار کریں' پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا تھا اور اس کا کچھ بچا ہوا گوشت اب بھی میرے پاس موجود ہے' آپ ﷺ نے لوگوں سے کھانے کے لئے فرمایا حالانکہ وہ سب

احرام باندھے ہوئے تھے۔

۳- بَابُ إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُونَ صَيْدًا فَضَحِكُوا فَفَطِنَ الْحَلَالُ

باب احرام والے لوگ شکار دیکھ کر ہنس دیں اور بے احرام والا سمجھ جائے پھر شکار کرے تو وہ احرام والے بھی کھا سکتے ہیں۔

١٨٢٢- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ، فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ، فَأُنْبِئْنَا بِعَدُوٍّ بِغَيْقَةَ، فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ، فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارِ وَحْشٍ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ، فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ، فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوا أَنْ يُعِيْنُونِي، فَأَكَلْنَا مِنْهُ. ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَخَشِيْنَا أَنْ نُقْتَطَعَ، أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيْرُ عَلَيْهِ شَأْوًا. فَلَقِيْتُ رَجُلاً مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ، وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا. فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوا يَقْرَؤُوْنَ عَلَيْكَ السَّلاَمَ وَرَحْمَةَ اللهِ، وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يَقْتَطِعَهُمُ الْعَدُوُّ دُونَكَ، فَانْظُرْهُمْ، فَفَعَلَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا اصَدْنَا حِمَارَ وَحْشٍ، وَإِنَّ عِنْدَنَا مِنْهُ فَاضِلَةً. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لأَصْحَابِهِ:

(١٨٢٢) ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا' کہا ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے' کہ ان سے ان کے باپ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلے ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا تھا لیکن ان کا بیان تھا) کہ میں نے احرام نہیں باندھا تھا ہمیں غیقہ میں دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ملی اس لیے ہم ان کی تلاش میں (نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق نکلے پھر میرے ساتھیوں نے گورخر دیکھا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے میں نے جو نظر اٹھائی تو اسے دیکھ لیا گھوڑے پر (سوار ہو کر) اس پر جھپٹا اور اسے زخمی کر کے ٹھنڈا کر دیا' میں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ امدا چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر ہم سب نے اسے کھایا اور اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (پہلے) ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں ہم آنحضور ﷺ سے دور نہ رہ جائیں اس لیے میں کبھی اپنا گھوڑا تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ آخر میری ملاقات ایک بنی غفار کے آدمی سے آدھی رات میں ہوئی میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں آپؐ سے تعہن نامی جگہ میں الگ ہوا تھا اور آپؐ کا ارادہ یہ تھا کہ دوپہر کو مقام سقیا میں آرام کریں گے پھر جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور انہیں ڈر ہے کہ کہیں دشمن آپ کے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو جائے اس لیے آپ ان کا انتظار کیجئے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا میں نے یہ بھی عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک گورخر کا شکار کیا اور کچھ

((كُلُوا، وَهُمْ مُحْرِمُونَ)).

[راجع: ١٨٢٢]

٤- بَابُ لاَ يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلاَلَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

١٨٢٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى ثَلاَثٍ)) ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ، وَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ)). فَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا، فَنَظَرْتُ فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ - يَعْنِي وَقَعَ سَوْطُهُ - فَقَالُوا: لاَ نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، إِنَّا مُحْرِمُونَ، فَتَنَاوَلْتُهُ فَأَخَذْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِمَارَ مِنْ وَرَاءِ أَكَمَةٍ فَعَقَرْتُهُ، فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كُلُوا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ تَأْكُلُوا. فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ أَمَامَنَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: ((كُلُوهُ حَلاَلٌ)). قَالَ لَنَا عَمْرٌو: اذْهَبُوا إِلَى صَالِحٍ فَسَلُوهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ. وَقَدِمَ عَلَيْنَا هَا هُنَا.

[راجع: ١٨٢١]

بچا ہوا گوشت اب بھی موجود ہے اس پر آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھاؤ حالانکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے۔

باب شکار کرنے میں احرام والا غیر محرم کی کچھ بھی مدد نہ کرے۔

(۱۸۲۳) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا' ان سے ابو محمد نے' ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے غلام نافع نے' انہوں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ سے تین منزل دور مقام قاحہ میں تھے۔ (دوسری سند امام بخاری نے) کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا' ان سے ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقام قاحہ میں تھے' بعض تو ہم سے محرم تھے اور بعض غیر محرم میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی ایک دوسرے کو کچھ دکھا رہے ہیں' میں نے جو نظر اٹھائی تو ایک گورخر سامنے تھا' ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا کوڑا گر گیا' (اور اپنے ساتھیوں سے اسے اٹھانے کے لئے انہوں نے کہا)' لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محرم ہیں) اس لئے میں نے وہ خود اٹھایا اس کے بعد میں اس گورخر کے نزدیک ایک ٹیلے کے پیچھے سے آیا اور اسے شکار کیا' پھر میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لایا' بعض نے تو یہ کہا کہ (ہمیں بھی) کھا لینا چاہیے لیکن بعض نے کہا کہ نہ کھانا چاہیے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ہم سے آگے تھے' میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے بتایا کہ کھا لو یہ حلال ہے۔ ہم سے عمرو بن دینار نے کہا کہ صالح بن کیسان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس حدیث اور اس کے علاوہ کے متعلق پوچھ سکتے ہو اور وہ ہمارے پاس یہاں آئے تھے۔

ساتھیوں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا کوڑا اٹھانے میں بھی مدد نہ کی اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ حالت احرام میں کسی غیر محرم شکاری کی بہ سلسلہ شکار کوئی مدد نہ کی جائے۔ اسی صورت میں اس شکار کا گوشت احرام والوں کو بھی کھانا درست ہے' اس سے

حالت احرام کی روحانی اہمیت اور بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آدمی محرم بننے کے بعد ایک خالص مخلص فقیر الی اللہ بن جاتا ہے۔ پھر شکار یا اس کے متعلق اور اس سے اس کو کیا واسطہ۔ جو حج ایسے ہی نیک جذبات کے ساتھ ہو گا وہی حج مبرور ہے۔

نافع بن مرجس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ دیلمی تھے اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے بہت سے اکابر علمائے حدیث نے روایت کی ہے جن میں امام زہری' امام مالک بن انس شامل ہیں۔ حدیث کے بارے میں یہ بہت ہی مشہور فن ہیں۔ نیز ان ثقہ راویوں میں سے ہیں جن کی روایت شک و شبہ سے بالا ہوتی ہے اور جن کی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کا بڑا حصہ ان پر موقوف ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ میں جب نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سن لیتا ہوں تو کسی اور راوی سے سننے سے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی سرجس میں سین مہملہ اول مفتوح را ساکن اور جیم مکسور ہے۔

٥- بَابُ لاَ يُشِيْرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلاَلُ

۱۸۲٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ - هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ - قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوا مَعَهُ، فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنْهُمْ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ : ((خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْتَقِي))، فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا أَحْرَمُوا كُلُّهُمْ إِلاَّ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ. فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيْرُونَ إِذَا رَأَوا حُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا وَقَالُوا: أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الأَتَانِ. فَلَمَّا أَتَوا رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا، وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا

باب غیر محرم کے شکار کرنے کے لئے احرام والا شکار کی طرف اشارہ بھی نہ کرے۔

(۱۸۲۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا' ان سے عثمان بن موہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد ابو قتادہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ (حج کا) ارادہ کر کے نکلے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ ہدایت دے کر راستے سے واپس بھیجا کہ تم لوگ دریا کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ' (اور دشمن کا پتہ لگاؤ) پھر ہم سے آملو۔ چنانچہ یہ جماعت دریا کے کنارے کنارے چلی' واپسی میں سب نے احرام باندھ لیا تھا لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ قافلہ چل رہا تھا کہ کئی گورخر دکھائی دیئے' ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک مادہ کا شکار کر لیا' پھر ایک جگہ ٹھہر کر سب نے اس کا گوشت کھایا اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ چنانچہ جو کچھ گوشت بچا وہ ہم ساتھ لائے اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یا رسول اللہ! ہم سب لوگ تو محرم تھے لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا پھر ہم نے گورخر دیکھے اور ابو قتادہؓ نے ان پر حملہ کر کے ایک مادہ کا شکار کر لیا' اس کے بعد ایک جگہ ہم نے قیام کیا اور

أَتَانَا، فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا، ثُمَّ قُلْنَا : أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا. قَالَ: ((أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟)) قَالُوا: لاَ، قَالَ: ((فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا)).

[راجع: ١٨٢١]

اس کا گوشت کھایا پھر خیال آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ اس لئے جو کچھ گوشت باقی بچا ہے وہ ہم ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنے کے لیے کہا تھا؟ یا کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ سب نے کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ پھر بچا ہوا گوشت بھی کھا لو۔

معلوم ہوا کہ حالت احرام والوں کے واسطے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شکاری کو اشاروں سے اس شکار کے لئے رہ نمائی کر سکیں۔

٦- بَابُ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

باب اگر کسی نے محرم کے لئے زندہ گور خر تحفہ بھیجا ہو تو اسے قبول نہ کرے

١٨٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ ((أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالأَبْوَاءِ - أَوْ بِوَدَّانَ - فَرَدَّهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ إِلاَّ أَنَّا حُرُمٌ)).

[طرفاه في : ٢٥٧٣، ٢٥٩٦].

(١٨٢٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے' انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ ابواء یا ودان میں تھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گور خر کا تحفہ دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا تھا' پھر جب آپ نے ان کے چہروں پر ناراضگی کا رنگ دیکھا تو آپ نے فرمایا واپسی کی وجہ صرف یہ ہے کہ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

تشریح ابن خزیمہ اور ابو عوانہ کی روایت میں یوں ہے کہ گور خر کا گوشت بھیجا' مسلم کی روایت میں ران کا ذکر ہے یا پٹھے کا جن میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ صعب نے جنگلی گدھے کا پٹھا بھیجا' آپؐ جحفہ میں تھے۔ آپؐ نے اس میں سے فوراً کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ بیہقی نے کہا اگر روایت محفوظ ہو تو شاید پہلے صعب نے زندہ گور خر بھیجا ہو گا آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر اس کا گوشت بھیجا تو آپ نے اسے لے لیا۔ ابواء ایک پہاڑ کا نام ہے اور ودان ایک موضع ہے جحفہ کے قریب۔ حافظ نے کہا کہ ابواء سے جحفہ تک تیئس میل اور ودان سے جحفہ تک آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ باب کے ذریعہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس شکار کو واپس کرنے کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ وہ زندہ تھا' حضرت امام نے دوسرے قرائن کی روشنی میں یہ تطبیق دی ہے۔

٧- بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

باب احرام والا کون کون سے جانور مار سکتا ہے؟

١٨٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ

(١٨٢٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ)).

ح: عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ. . [طرفه في : ٣٣١٥].

١٨٢٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((حَدَّثَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ. .)). [طرفه في : ١٨٢٨].

١٨٢٨- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ حَفْصَةُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لاَ حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ: الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ)).

١٨٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ : الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ)).

کو امام مالک نے خبردی' انہیں نافع نے خبردی' اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں محرم کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

(دوسری سند) اور امام مالک نے عبداللہ بن دینار سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جو اوپر مذکور ہوا)

(۱۸۲۷) (تیسری سند) اور ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے زید بن جبیر نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا محرم (پانچ جانوروں کو) مار سکتا ہے (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)

(۱۸۲۸) (چوتھی سند) اور ہم سے اصبغ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں کوئی گناہ نہیں کوا' چیل' چوہا' بچھو اور کاٹ کھانے والا کتا۔

(۱۸۲۹) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے یونس نے خبردی' انہیں ابن شہاب نے خبردی' انہیں عروہ بن زبیر نے خبردی اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جو سب کے سب موذی ہیں اور انہیں حرم میں بھی مارا جا سکتا ہیں کوا' چیل' بچھو' چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ [طرفه في : ٣٣١٤].

تشریح: یہ پانچوں جانور جس قدر بھی موذی ہیں ظاہر ہے ان کی ہلاکت کے حکم سے شارع علیہ السلام نے بنی نوع انسان کے مالی' جسمانی' اقتصادی' غذائی بہت سے مسائل کی طرف رہ نمائی فرمائی ہے کوا اور چیل ڈاکہ زنی میں مشہور ہیں اور بچھو اپنی نیش زنی (ڈنک مارنے میں)' چوہا انسانی صحت کے لئے مضر' پھر غذاؤں کے ذخیروں کا دشمن اور کاٹنے والا کتا صحت کے لئے انتہائی خطرناک۔ یہی وجہ ہے جو ان کا قتل ہر جگہ جائز ہوا۔

١٨٣٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَارٍ بِمِنًى إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ وَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا، وَإِنِّي لأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا، إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اقْتُلُوهَا)). فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهَذَا أَنَّ مِنًى مِنَ الْحَرَمِ وَ إِنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ حَيَّةٍ بَأْسًا.

[أطرافه في: ٣٣١٨، ٤٩٣٠، ٤٩٣١، ٤٩٣٤].

(١٨٣٠) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے اسود سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے کہ آپ پر سورۂ والمرسلات نازل ہونی شروع ہوئی۔ پھر آپ اس کی تلاوت کرنے لگے اور میں آپ کی زبان سے اسے سیکھنے لگا' ابھی آپ نے تلاوت ختم بھی نہیں کی تھی کہ ہم پر ایک سانپ گرا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے مار ڈالو چنانچہ ہم اس کی طرف لپکے لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح سے تم اس کے شر سے بچ گئے وہ بھی تمہارے شر سے بچ کر چلا گیا۔ حضرت ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ منیٰ حرم میں داخل ہے اور صحابہ نے حرم میں سانپ مارنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث سے باب کا مطلب نہیں نکلتا کیونکہ حدیث میں یہ کہاں ہے کہ صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے اور اس کا جواب یہ ہے کہ اسماعیل کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ واقعہ عرفہ کی رات کا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہوں گے۔ پس باب کا مطلب نکل آیا قال ابو عبداللہ الخ یہ عبارت اکثر نسخوں میں نہیں ہے ابوالوقت کی روایت میں ہے۔ اس عبارت سے بھی وہ اشکال رفع ہو جاتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔

١٨٣١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِلْوَزَغِ: ((فُوَيْسِقٌ))، وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ)).

(١٨٣١) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو موذی کہا تھا لیکن میں نے آپ سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اسے مارنے کا بھی حکم دیا تھا۔

[طرفه في : ۳۳۰٦].

تشریح ابن عبدالبر نے کہا اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ چھپکلی مار ڈالنا حل اور حرم دونوں جگہ درست ہے' واللہ اعلم۔ حافظ نے کہا کہ ابن عبدالحکم نے امام مالک سے اس کے خلاف نقل کیا کہ اگر محرم چھپکلی کو مارے تو صدقہ دے کیونکہ وہ ان پانچ جانوروں میں نہیں ہے جن کا قتل جائز ہے اور ابن ابی شیبہ نے عطا سے نکالا کہ بچھو وغیرہ پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور حل و حرم میں اسے مارنا بھی درست کہا جا سکتا ہے۔

٨- بَابُ لاَ يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ يُعْضَدُ شَوْكُهُ)).

باب اس بیان میں کہ حرم شریف کے درخت نہ کاٹے جائیں (اور) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ حرم کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔

١٨٣٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ: ((ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ، أَنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلاَ يَحِلُّ لاِمْرِىءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلاَ يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً. فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)). فَقِيْلَ لأَبِي شُرَيْحٍ : مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ الْحَرَمَ لاَ يُعِيْذُ عَاصِيًا، وَلاَ فَارًّا بِدَمٍ وَلاَ فَارًّا

(١٨٣٢) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعید نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید مقبری نے' ان سے ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہ جب عمرو بن سعید مکہ پر لشکر کشی کر رہا تھا تو انہوں نے کہا امیر اجازت دے تو میں ایک ایسی حدیث سناؤں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی' اس حدیث مبارک کو میرے ان کانوں نے سنا اور میرے دل نے پوری طرح اسے یاد کر لیا تھا اور جب آپ ارشاد فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپؐ نے اللہ کی حمد اور اس کی ثنا بیان کی' پھر فرمایا کہ مکہ کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے لوگوں نے نہیں! اس لئے کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز اور حلال نہیں کہ یہاں خون بہائے اور کوئی یہاں کا ایک درخت بھی نہ کاٹے لیکن اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال (فتح مکہ کے موقع پر) سے اس کا جواز نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اجازت دی تھی لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی تھوڑی سی دیر کے لئے اجازت ملی تھی پھر دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی قائم ہو گئی جیسے پہلے تھی اور ہاں جو موجود ہیں وہ غائب کو (اللہ کا یہ پیغام) پہنچا دیں' ابو شریح سے کسی نے پوچھا کہ پھر عمرو بن سعید نے (یہ حدیث سن کر) آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا ابو شریح! میں یہ حدیث تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں مگر حرم

بِخُرْبَةٍ)) خُرْبَةٌ : بَلِيَّةٌ. [راجع: ١٠٤]

کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کر کے اور نہ کسی جرم کر کے بھاگنے والے کو پناہ دیتا ہے۔ خربہ سے مراد خربہ بلیہ ہے۔

تشریح حدیث ہذا میں عمرو بن سعید کی فوج کشی کا ذکر ہے جو خلافت اموی کا ایک حاکم تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ پر مکہ شریف میں جنگ کرنے کے لئے فوج بھیج رہا تھا اس موقع پر کلمہ حق بلند کرنے کے لئے حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ اسے سن کر شاید عمرو بن سعید اپنے اس اقدام سے رک جائے مگر وہ رکنے والا کہاں تھا۔ الٹا حدیث کی تاویل کرنے لگا اور الٹی سیدھی باتوں سے اپنے فعل کا جواز ثابت کرنے لگا جو سراسر اس کا فریب نفس تھا۔ آخر اس نے مکہ شریف پر فوج کشی کی اور حرمت کعبہ کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ابو شریح نے اس لئے سکوت نہیں کیا کہ عمرو بن سعید کا جواب معقول تھا بلکہ اس کا جواب سراسر نا معقول تھا۔ بحث تو یہ تھی کہ مکہ پر لشکر کشی اور جنگ جائز نہیں لیکن عمرو بن سعید نے دوسرا مسئلہ چھیڑ دیا کہ کوئی حدی جرم کا مرتکب ہو کر حرم میں بھاگ جائے تو اس کو حرم میں پناہ نہیں ملتی۔ اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے مگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تو کوئی حدی جرم بھی نہیں کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی کنیت ابوبکر ہے' یہ اسدی قریشی ہیں ان کی یہ کنیت ان کے نانا جان حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کنیت پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ مدینہ میں مہاجرین میں یہ سب سے پہلے بچے تھے جو ۱ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے کان میں اذان کہی' مقام قبا میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعائے برکت کے واسطے لے کر حاضر ہوئیں' آپؐ نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور دہن مبارک میں ایک کھجور چبا کر اس کا لعاب ان کے منہ میں ڈالا اور ان کے تالو سے لگایا' گویا سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپؐ نے ان کے لیے دعاء برکت فرمائی' بالغ ہونے پر یہ بہت ہی بھاری بھرکم بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ بکثرت روزہ رکھنے والے' نوافل پڑھنے والے اور حق و صداقت کے علم بردار تھے' تعلقات اور رشتہ کے قائم رکھنے والے' لحاظ و مروت کے پیکر' مجسمہ اخلاق حسنہ تھے۔ ان کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے نانا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی دادی صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی ہوئی ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ ان کی خالہ ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس جنگ میں جس کا یہاں ذکر ہے حجاج بن یوسف نے ان کو مکہ شریف میں قتل کیا اور ۱۷ جمادی الثانی بروز منگل ۷۳ھ میں ان کی لاش کو سولی پر لٹکایا' جس کے کچھ دنوں بعد حجاج بھی بڑی ذلت و خواری کی موت مرا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے ۶۴ھ میں بیعت خلافت لی گئی' جس پر بیشتر اہل حجاز یمن' عراق اور خراسان والوں کا اتفاق تھا۔ حضرت عبداللہ نے اپنی عمر میں آٹھ مرتبہ حج کیا ان سے ایک بڑی جماعت روایت حدیث کرتی ہے۔ مختلف مسائل کے استنباط کے لئے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی جامع الصحیح میں بہت سے مقامات پر اس حدیث کو لائے ہیں۔

٩- بَابُ لاَ يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

باب حرم کے شکار ہانکے نہ جائیں

١٨٣٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لأَحَدٍ

(۱۸۳۳) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا ہم سے خالد نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا

قَبْلِي، وَلاَ تَحِلُّ لأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، لاَ يُخْتَلَى خَلاَهَا، وَلاَ يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلاَ تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلاَّ لِمُعَرِّفٍ)). وَقَالَ الْعَبَّاسُ : يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِلاَّ الإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا. فَقَالَ: ((إِلاَّ الإِذْخِرَ)). وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: هَلْ تَدْرِي ((مَا لاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟)) هُوَ أَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.

اس لئے میرے بعد بھی وہ کسی کے لئے حلال نہیں ہو گا۔ میرے لئے صرف ایک دن گھڑی بھر حلال ہوا تھا اس لئے اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں' اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور نہ وہاں کی کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے' ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (تاکہ اصل مالک تک پہنچا دے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر کی اجازت دیجئے کیونکہ یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لئے کام آتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔ خالد نے روایت کیا کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر کہیں کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھگا کر خود وہاں قیام نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ حرم محترم کا مقام یہ ہے جس میں کسی جانور تک کو بھی ستانا' اس کو اس کے آرام کی جگہ سے اٹھا دینا' خود اس جگہ پر قبضہ کر لینا یہ جملہ امور حرم شریف کے آداب کے خلاف ہیں۔ ایام حج میں ہر حاجی کا فرض ہے کہ وہاں دوسرے بھائیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھے۔

١٠- بَابُ لاَ يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

باب مکہ میں لڑنا جائز نہیں ہے۔

وَقَالَ أَبُو شُرَيْحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ يَسْفِكُ بِهَا دَمًا)).

اور ابو شریح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ وہاں خون نہ بہایا جائے

١٨٣٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَومَ الْفَتْحِ مَكَّةَ: ((لاَ هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا، فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللهُ يَومَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَومِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلاَّ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَومِ

(۱۸۳۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے مجاہد نے' ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب ہجرت فرض نہیں رہی لیکن (اچھی) نیت اور جہاد اب بھی باقی ہے اس لئے جب تمہیں جہاد کیلئے بلایا جائے تو تیار ہو جانا۔ اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطاء کی تھی جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے' اس لئے یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حرمت کی وجہ سے محترم ہے یہاں کسی کیلئے بھی مجھ سے پہلے لڑائی جائز نہیں تھی اور مجھے بھی صرف ایک دن گھڑی بھر کے لئے (فتح مکہ کے دن اجازت ملی تھی) اب ہمیشہ یہ شہر اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کی

الْقِيَامَةِ، لاَ يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلاَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلاَّ مَنْ عَرَّفَهَا، وَلاَ يُخْتَلَي خَلاَهَا)). قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِلاَّ الإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ. قَالَ: قَالَ ((إِلاَّ الإِذْخِرَ)).

[راجع: ۱۳۴۹]

وجہ سے قیامت تک کے لئے حرمت والا ہے۔ پس اس کا کانٹا کاٹا جائے نہ اس کے شکار ہانکے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر (ایک گھاس) کی اجازت تو دے دیجئے کیونکہ یہاں یہ کاری گروں اور گھروں کے لئے ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔

تشریح عہد رسالت میں ہجرت کا سلسلہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا تھا کیونکہ اب خود مکہ شریف ہی دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کو آزادی سے رہنا نصیب ہو گیا لیکن یہ حکم قیامت تک کے لئے باقی ہے کہ کسی زمانہ میں کہیں بھی دارالحرب سے بوقت ضرورت مسلمان دارالاسلام کی طرف ہجرت کر سکتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اپنے دین ایمان کو بہرحال محفوظ رکھنے کے لئے حسن نیت رکھنا ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر وقت باقی ہے۔ ساتھ ہی سلسلہ جہاد بھی قیامت تک کے لئے باقی ہے جب بھی کسی جگہ کفر اور اسلام کی معرکہ آرائی ہو اور اسلامی سربراہ جہاد کے لئے اعلان کرے تو ہر مسلمان پر اسکے اعلان پر لبیک کہنا فرض ہو جاتا ہے' جب مکہ شریف فتح ہوا تو تھوڑی دیر کیلئے مدافعانہ جنگ کی اجازت ملی تھی جو وہاں استحکام امن کے لئے ضروری تھی بعد میں وہ اجازت جلدی ہی ختم ہو گئی اور اب مکہ شریف میں جنگ کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔ مکہ سب کے لئے دارالامن ہے جو قیامت تک اسی حیثیت میں رہے گا۔

بکہ مبارکہ : روایت مذکورہ میں مقدس شہر مکہ کا ذکر ہے جسے قرآن مجید میں لفظ بکہ سے بھی یاد کیا گیا ہے اس سلسلہ کی کچھ تفصیلات ہم مولانا ابوالجلال صاحب ندوی کے قلم سے اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ مولانا ندوہ کے ان فضلاء میں سے ہیں جن کو قدیم عبرانی و سریانی زبانوں پر عبور حاصل ہے اور اس موضوع پر ان کے متعدد علمی مقالات علمی رسائل میں شائع شدہ موجود ہیں ہم بکہ مبارکہ کے عنوان سے آپ کے ایک علمی مقالہ کا ایک حصہ معارف ص ۲ جلد نمبر ۶ سے اپنے قارئین کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ امید ہے کہ اہل علم اسے بغور مطالعہ فرمائیں گے۔ صاحب مقالہ مرحوم ہو چکے ہیں اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے آمین۔

توراۃ کے اندر مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے جب اپنا آبائی وطن چھوڑا تو ارض کنعان میں شکم کے مقام سے مورہ تک سفر کرتے رہے' (تکوین ۱۲/۶) شکم اسی مقام کا نام تھا جسے ان دنوں نابلس کہتے ہیں' مورہ کا مقام بحث طلب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سفر کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو یہاں ان کو خداوند عالم کی تجلی نظر آئی۔ مقام تجلی پر انہوں نے خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی (تکوین ۱۲:۷) توراۃ کے بیان کے مطابق اس مقام کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹوں پوتوں نے اور مقامات کو بھی عبادت گاہ مقرر کیا لیکن قدامت کے لحاظ سے اولین معبد یہی مورہ کے پاس والا تھا۔ مورہ نام کے بائبل میں دو مقامات کا ذکر ہے ایک مورہ جلجال کے مقابل کنعانیوں کی سرزمین میں یردن کے پار مغرب جانب واقع تھا جہاں قاضی جدعون کے زمانہ میں بنو اسرائیل اور بنو مدین سے جنگ ہوئی تھی (استثناء ۱۱: ۳۰ و قاضیون ۷:۱۰)

دوسرے مورہ کا ذکر زبور میں وارد ہے بائبل کے مترجموں نے اس مورہ کے ذکر کو پردۂ خفا میں رکھنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت کا چھپانا نہایت ہی مشکل کام ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے اشارہ کا اردو میں حسب ذیل ترجمہ کیا ہے۔

"اے لشکروں کے خداوند! تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں' میری روح خداوند کے بارگاہوں کے لئے آرزو مند ہے' بلکہ گداز ہوتی

ہے' میرا من اور تن زندہ خدا کے لئے للکارتا ہے۔ گورے نے بھی اپنا گھونسلا بنایا' اور ابابیل نے اپنا آشیانہ پایا جہاں وے اپنے بچے رکھیں' تیری قربان گاہوں کو اے لشکروں کے خداوند! میرے بادشاہ میرے خدا۔ مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں' وہ سدا تیری ستائش کرتے رہیں گے' سلاہ۔ مبارک ہیں وہ انسان جن کی قوت تجھ سے ہیں۔ ان کے دل میں تیری راہیں ہیں' وے بکا کی وادی میں گذرتے ہوئے اسے ایک کنواں بناتے ہیں' پہلی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔ وہ قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں' یہاں تک کہ خدا کے آگے صیہون میں حاضر ہوتے ہیں۔ (زبور نمبر ۸۴)

چھٹی اور ساتویں آیت کا ترجمہ انگریزی میں بھی تقریباً یہی کیا گیا ہے اور غالباً مترجمین نے ترجمہ میں ارادۃً غلطی سے کام لیا ہے' صحیح ترجمہ حسب ذیل ہے۔

عبری بعمق هبکه۔ معین بسیتوهو۔ گم برکوف یعطنه موده۔ بلکو محیل ال حیل یراء ال الوهم یصیون۔ وہ بکہ کے بطحا میں چلتے ہیں' ایک کنویں کے پاس پھرتے ہیں' جمیع برکتیں' مورہ کی ڈھانپ لیتی ہیں' وہ قوت سے قوت تک چلتے ہیں' خدائے صیہون سے ڈرتے ہوئے۔

مورہ در حقیقت وہی لفظ ہے' جسے قرآن کریم میں ہم بصورت مروہ پاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ﴿ ان الصفا والمروة من شعائر الله ﴾ یقیناً صفا اور مروہ اللہ کے مشاعر میں سے ہیں۔

زبور نمبر ۸۴ سے ایک بیت اللہ' ایک کنویں' اور ایک مروہ کا وادی بکہ میں ہونا صراحت کے ساتھ ثابت ہے' اس سے خانہ کعبہ کی بڑی عظمت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے' ہمارے پادری صاحبان کے نزدیک مناسب نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ کا احترام پیدا ہو' اس لئے انہوں نے زبور نمبر ۸۴ کے ترجمے میں دانستہ غلطی سے کام لیا' بہر حال بائبل کے اندر مورہ نام کے دو مقامات کا ذکر ہے' جن میں سے ایک جلجال کے پاس یعنی ارض فلسطین تھا اور ایک وادی بکہ میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا معبد کس مورہ کے پاس تھا' ۹ھ میں نجران کے نصرانیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا' ان نصرانیوں نے جیسا کہ سورۂ ال عمران کی بہت سی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے' یہود مسلمانوں اور مشرکین کے ساتھ مذہبی بحثیں کی تھیں' ان بحثوں کے درمیان یہ سوال بھی اٹھا تھا کہ ملت ابراہیم کا اولین معبد کون تھا' اس کے جواب میں خدا نے ارشاد فرمایا ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۹۶) بلاشبہ پہلا خانہ خدا جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے' جو بکہ میں واقع ہے' مبارک ہے اور سارے لوگوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے' اس میں کھلی نشانیاں ہیں' یعنی مقام ابراہیم ہے' جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی' اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج فرض ہے بشرطیکہ راستہ چلنا ممکن ہو' اور اگر کوئی کافر کہا نہیں مانتا' یاد رہے اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

جلجال کے قریب جو مورہ تھا اس کے پاس کسی مقدس معبد کا پوری تاریخ یہود کے کسی عہد میں سراغ نہیں ملتا' اس لئے یقینی طور پر ملت ابراہیم کا پہلا معبد وہی ہے جس کا ذکر زبور میں ہے اور یہی خانہ کعبہ ہے۔

خانہ کعبہ جس شہر یا علاقہ میں واقع ہے اس کا معروف ترین نام بکہ نہیں بلکہ مکہ ہے' قرآن پاک میں ایک جگہ مکہ کے نام سے بھی اس کا ذکر آیا ہے' زیر بحث آیت میں شہر کے معروف تر نام کی جگہ غیر مشہور نام کو ترجیح دی گئی ہے' اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اہل کتاب کو یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ مورہ جس کے پاس توراۃ کے اندر مذکور معبد اول کو ہونا چاہیے' جلجال کے پاس نہیں' بلکہ اس وادی بکہ میں واقع ہے' جس کا زبور میں ذکر ہے' دوسری یہ ہے کہ مکہ دراصل بکہ کے نام کی بدلی ہوئی صورت ہے' تحریری نام اس شہر کا بکہ تھا' لیکن عوام کی زبان نے اسے مکہ بنا دیا۔

سب سے قدیم نوشتہ جس میں ہم کو "مکہ" کا نام ملتا ہے' وہ قرآن مجید ہے لیکن بکہ کا نام قرآن سے پیشتر زبور میں ملتا ہے' حضرت رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف جب ۳۵ برس کی تھی تو قریش نے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی' اس زمانہ میں خانہ کعبہ کی بنیاد کے اندر سے چند پتھر ملے' جن پر کچھ عبارتیں منقوش تھیں' قریش نے یمن سے ایک یہودی اور ایک نصرانی راہب کو بلا کر وہ تحریریں پڑھوائیں ایک پتھر کے پہلو پر لکھا ہوا تھا کہ انا اللہ ذوبکۃ میں ہوں اللہ بکہ کا حاکم' حفظتها بسبعة املاک حنفاء میں نے اس کی حفاظت کی سات خدا پرست فرشتوں سے' ﴿ بارکت لاهلها في الماء واللحم ﴾ 'اس کے باشندوں کے لئے پانی اور گوشت میں برکت دی مختلف روایات میں کچھ اور الفاظ بھی ہیں' لیکن ہم نے جتنے الفاظ نقل کئے ہیں ان پر سب روایتوں کا اتفاق ہے' روایات کے مطابق یہ نوشتہ کعبہ کی بنائے ابراہیم کے اندر ملا تھا۔ سچ ہے

یہی گھر ہے کہ جس میں شوکت اسلام پنہاں ہے
اسی سے صاحب فاران کی عظمت نمایاں ہے

(راز)

۱۱- بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم کا پچھنا لگوانا کیسا ہے؟

وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ. وَيَتَدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ.

اور محرم ہونے کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کے داغ لگایا تھا اور ایسی دوا جس میں خوشبو نہ ہو اسے محرم استعمال کر سکتا ہے

اس لڑکے کا نام واقد تھا۔ اس کو سعید بن منصور نے مجاہد کے طریق سے وصل کیا۔ دوا والا جملہ حضرت امام بخاری کا کلام ہے' ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر میں داخل نہیں ہے۔

۱۸۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: أَوَّلَ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءَ يَقُولُ: ((سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ)). ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ : ((حَدَّثَنِي طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ)) فَقُلْتُ : لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا.

[أطرافه في : ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱].

(۱۸۳۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہ عمرو بن دینار نے بیان کیا پہلی بات میں نے جو عطاء بن ابی رباح سے سنی تھی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم تھے اس وقت آپ نے پچھنا لگوایا تھا۔ پھر میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ شاید انہوں نے ان دونوں حضرات سے یہ حدیث سنی ہو گی (متکلم عمرو ہیں اور دونوں حضرات سے مراد عطاء اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ ہیں)

۱۸۳۶- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ

(۱۸۳۶) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' کہا کہ ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' ان سے علقمہ بن ابی علقمہ نے' ان سے عبدالرحمٰن اعرج نے اور ان سے ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے

بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ)). [طرفه في : ٥٦٩٨].

جب کہ آپؐ محرم تھے اپنے سر کے بیچ میں مقام لحی جمل میں پچھنا لگوایا تھا۔

یہ مقام مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت محرم پچھنا لگوا سکتا ہے مروجہ اعمال جراحی کو بھی بوقت ضرورت شدید اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

١٢- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

باب محرم نکاح کر سکتا ہے

١٨٣٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ)).

[أطرافه في : ٤٢٥٨، ٤٢٥٩، ٥١١٤].

(۱۸۳۷) ہم سے ابو المغیرہ عبد القدوس بن حجاج نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے جب میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے۔

تشریح شاید امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اہل کوفہ سے متفق ہیں کہ محرم کو عقد نکاح کرنا درست ہے لیکن مجامعت بالاتفاق درست نہیں ہے اور جمہور علماء کے نزدیک نکاح بھی احرام میں جائز نہیں۔ امام مسلم نے حضرت عثمان سے مرفوعاً نکالا ہے کہ محرم نہ نکاح کرے اپنا نہ دوسرا کوئی اس کا نکاح کرے نہ نکاح کا پیام دے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ محرم کو جماع کے لئے لونڈی خریدنا درست ہے تو نکاح بھی درست ہو گا۔ حافظ نے کہا یہ قیاس بھی جو خلاف نص کے ہے قابل قبول نہیں (وحیدی)

١٣- بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

باب احرام والے مرد اور عورت کو خوشبو لگانا منع ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لاَ تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محرم عورت ورس یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

١٨٣٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الإِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَلاَ السَّرَاوِيلاَتِ وَلاَ

(۱۸۳۸) ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! حالت احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ نہ قمیص پہنو نہ پاجامے' نہ عمامے اور نہ برنس۔ اگر کسی کے

الْعَمَائِمَ وَلاَ الْبَرَانِسَ، إِلاَّ أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلاَنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَلاَ تَلْبَسُوا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلاَ الْوَرْسُ. وَلاَ تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلاَ تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)). تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: وَلاَ وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ: ((لاَ تَتَنَقَّبُ الْمُحْرِمَةُ وَلاَ تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)). وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: لاَ تَتَنَقَّبُ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

پاس جوتے نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ اسی طرح کوئی ایسا لباس نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہو۔ احرام کی حالت میں عورتیں منہ پر نقاب نہ ڈالیں اور دستانے بھی نہ پہنیں۔ لیث کے ساتھ اس روایت کی متابعت موسیٰ بن عقبہ اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں کے ذکر کے سلسلے میں کی ہے۔ عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "ولا ورس" کا لفظ بیان کیا وہ کہتے تھے کہ احرام کی حالت میں عورت منہ پر نہ نقاب ڈالے اور نہ دستانے استعمال کرے۔ اور امام مالک نے نافع سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ احرام کی حالت میں عورت نقاب نہ ڈالے اور لیث بن ابی سلیم نے مالک کی طرح روایت کی ہے۔

[راجع: ١٣٤]

تشریح: باب میں خوشبو لگانے کی ممانعت کا ذکر تھا مگر حدیث میں اور بھی بہت سے مسائل کا ذکر موجود ہے' احرام کی حالت میں سلا ہوا لباس منع ہے اور عورتوں کے لئے منہ پر نقاب ڈالنا بھی منع ہے' ان کو چاہیے کہ اس حالت میں اور بھی زیادہ اپنی نگاہوں کو بچا رکھیں حیا و شرم و خوف خدا و آداب حج کا پورا پورا خیال رکھیں۔ مردوں کے لئے بھی یہی سب امور ضروری ہیں۔ حیا شرم ملحوظ نہ رہے تو حج الٹا وبال جان بن سکتا ہے۔ آج کل کچھ لوگ عورتوں کے منہ پر پنکھوں کی شکل میں نقاب ڈالتے ہیں' یہ تکلیف بالکل غیر شرعی ہے' احکام شرع پر بلا چون و چرا عمل ضروری ہے۔

١٨٣٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ((اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ وَلاَ تُغَطُّوا رَأْسَهُ وَلاَ تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ)).

(١٨٣٩) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے حکم نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک محرم شخص کے اونٹ نے حجۃ الوداع کے موقع پر) اس کی گردن (گرا کر) توڑ دی اور اسے جان سے مار دیا' اس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ انہیں غسل اور کفن دے دو لیکن ان کا سر نہ ڈھکو اور نہ خوشبو لگاؤ کیونکہ (قیامت میں) یہ لبیک کہتے ہوئے اٹھے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اس کا احرام باقی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کا منہ نہ ڈھانکو' حافظ نے کہا مجھے اس شخص کا نام نہیں معلوم ہوا۔ اس بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملی' اس سے بھی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا کہ محرم کو خوشبو لگانا منع ہے کیونکہ آپ نے مرنے والے کو محرم گردان کر اس کے جسم پر خوشبو لگانے سے منع فرمایا۔ حدیث سے عمل حج کی اہمیت بھی ثابت

ہوئی کہ ایسا شخص روز قیامت میں حاجی ہی کی شکل میں پیش ہو گا بشرطیکہ اس کا حج عنداللہ مقبول ہوا ہو اور جملہ آداب و شرائط کو سامنے رکھ کر ادا کیا گیا ہو۔ حدیث سے اونٹ کی فطری طینت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اپنے مالک سے اگر یہ جانور خفا ہو جائے تو موقع پانے پر اسے ہلاک کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ اس جانور میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں مگر اس کی کینہ پروری بھی مشہور ہے قرآن مجید میں اللہ نے اونٹ کا بھی ذکر فرمایا ہے ﴿ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴾ (الغاشیہ : ۱۷) یعنی اونٹ کی طرف دیکھو وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے جسم کا ہر حصہ شان قدرت کا ایک بہترین نمونہ ہے' اللہ نے اسے ریگستان کا جہاز بنایا ہے' جہاں اور سب گھبرا جاتے ہیں مگر یہ ریگستانوں میں خوب جھوم جھوم کر سفر طے کرتا ہے۔

١٤- بَابُ الِاغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم کو غسل کرنا کیسا ہے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم (غسل کے لیے) حمام میں جا سکتا ہے۔ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بدن کو کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

ابن منذر نے کہا محرم کو غسل جنابت بالاجماع درست ہے لیکن غسل صفائی اور پاکیزگی میں اختلاف ہے امام مالک نے اس کو مکروہ جانا ہے اور محرم اپنا سر پانی میں ڈبائے اور مؤطا میں نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کی حالت میں اپنا سر نہیں دھوتے تھے لیکن جب احتلام ہوتا تو دھوتے۔

١٨٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ. فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ أَسْأَلُكَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ

(۱۸۴۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں زید بن اسلم نے' انہیں ابراہیم بن عبداللہ بن حنین نے' انہیں ان کے والد نے کہ عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں (مسئلہ پوچھنے کے لئے) بھیجا' میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کنوئیں کی دو لکڑیوں کے بیچ میں غسل کر رہے تھے' ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا' میں نے پہنچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں' آپ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لئے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سر مبارک کس طرح دھوتے تھے۔ یہ سن کر انہوں نے کپڑے پر (جس سے پردہ تھا) ہاتھ رکھ کر اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا تھا' جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لئے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا' پھر انہوں نے اپنے

يَصُبُّ عَلَيْهِ : اصْبُبْ. فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ. وَقَالَ : هَكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَفْعَلُ)).

سر کو دونوں ہاتھ سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لے گئے اور پھر پیچھے لائے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

تشریح: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وفي الحديث من الفوائد مناظرة الصحابة في الاحكام و رجوعهم الى النصوص و قبولهم لخبر الواحد و لوكان تابعيا و ان قول بعضهم ليس بحجة على بعض الخ یعنی اس حدیث کے فوائد میں سے صحابہ کرام کا باہمی طور پر مسائل احکام سے متعلق مناظرہ کرنا' پھر نص کی طرف رجوع کرنا اور ان کا خبر واحد کو قبول کر لینا بھی ہے اگرچہ وہ تابعی ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے بعض کا کوئی محض قول بعض کے لئے حجت نہیں گردانا جاتا تھا۔ انہیں سطروں کو لکھتے وقت ایک صاحب جو دیو بند مسلک رکھتے ہیں ان کا مضمون پڑھ رہا ہوں جنہوں نے بزور قلم ثابت فرمایا ہے کہ صحابہ کرام تقلید شخصی کیا کرتے تھے' لہٰذا تقلید شخصی کا جواز بلکہ وجوب ثابت ہوا اس دعویٰ پر انہوں نے جو دلائل واقعات کی شکل میں پیش فرمائے ہیں وہ متنازعہ تقلید شخصی کی تعریف میں بالکل نہیں آتے مگر تقلید شخصی کے اس حامی بزرگ کو قدم قدم پر یہی نظر آ رہا ہے کہ تقلید شخصی صحابہ میں عام طور پر مروج تھی۔ حافظ ابن حجر کا مذکورہ بیان ایسے کمزور دلائل کے جواب کے لئے کافی وافی ہے۔

١٥- بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

باب محرم کو جب جوتیاں نہ ملیں تو وہ موزے پہن سکتا ہے

١٨٤١- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ: ((مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ لِلْمُحْرِمِ)).

(۱۸۴۱) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی۔ انہوں نے جابر بن زید سے سنا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' آپ نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے سنا تھا کہ جس کے پاس احرام میں جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ پاجامہ پہن لے۔

[راجع: ١٧٤٠]

امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کر کے حکم دیا ہے کہ جس محرم کو تہبند نہ ملے وہ پاجامہ اور جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزہ پہن لے اور پاجامہ کا پھاڑنا اور موزوں کا کاٹنا ضروری نہیں اور جمہور علماء کے نزدیک ضروری ہے اگر اسی طرح پہن لے گا' تو اس پر فدیہ لازم ہو گا یہاں جمہور کا یہ فتویٰ محض قیاس پر مبنی ہے جو حجت نہیں۔

١٨٤٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ

(۱۸۴۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے سالم نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا گیا کہ

الثِّيَابِ؟ فَقَالَ : ((لاَ يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلاَ الْعَمَائِمَ وَلاَ السَّرَاوِيلاَتِ وَلاَ الْبُرْنُسَ وَلاَ ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلاَ وَرْسٌ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ)).

[راجع: ۱۳۴]

محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص' عمامہ' پاجامہ اور برنس (کن ٹوپ یا باران کوٹ) نہ پہنے اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران یا ورس لگی ہو اور اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے' البتہ اس طرح کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

ان جملہ لباسوں کو چھوڑ کر صرف سیدھی سادھی دو سفید چادریں ہونی ضروری ہیں جن میں سے ایک تہبند ہو اور ایک کرتے کی جگہ ہو کیونکہ حج میں اللہ پاک کو یہی فقیرانہ ادا پسند ہے۔

١٦- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ

باب جس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ پاجامہ پہن سکتا ہے

۱۸۴۳- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ : ((مَنْ لَمْ يَجِدِ الإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ)). [راجع: ۱۷٤۰]

(۱۸۴۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' ان سے جابر بن زید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو میدان عرفات میں وعظ سنایا' اس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو احرام کے لئے تہبند نہ ملے تو وہ پاجامہ پہن لے اور اگر کسی کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔

مطلب آپ کا یہ تھا کہ احرام میں تہبند کا ہونا اور پیروں میں جوتیوں کا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کسی کو یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو مجبوراً پاجامہ اور موزے پہن سکتا ہے کیونکہ اسلام میں ہر ہر قدم پر آسانیوں کو ملحوظ رکھا ہے' امام احمد نے اسی حدیث کے ظاہر پر فتویٰ دیا ہے۔

١٧- بَابُ لُبْسِ السِّلاَحِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم کا ہتھیار بند ہونا درست ہے

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلاَحَ وَافْتَدَى. وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر دشمن کا خوف ہو اور کوئی ہتھیار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہیے لیکن عکرمہ کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ فدیہ دے۔

حافظ نے کہا عکرمہ کا یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ ابن منذر نے حسن بصری سے نقل کیا انہوں نے محرم کو تلوار باندھنا مکروہ سمجھا۔ ہتھیار بند ہونا اسی وقت درست ہے جب کسی دشمن کا خوف ہو جیسا کہ باب سے ظاہر ہے۔

۱۸۴٤- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ

(۱۸۴۴) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا

عَنْهُ: ((وَاعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ: لاَ يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلاَحًا إِلاَّ فِي الْقِرَابِ)). [راجع: ١٧٨١]

اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا تو مکہ والوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا' پھر ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ ہتھیار نیام میں ڈال کر مکہ میں داخل ہوں گے۔

١٨- بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ. وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حلالاً

باب حرم اور مکہ شریف میں بغیر احرام کے داخل ہونا

وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالإِهْلاَلِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ. وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام کے بغیر داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے احرام کا حکم ان ہی لوگوں کو دیا جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں۔ اس کے لئے لکڑی بیچنے والوں وغیرہ کو ایسا حکم نہیں دیا۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ کو امام مالک نے مؤطا میں نافع سے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قدید میں پہنچے تو انہوں نے فساد کی خبر سنی۔ وہ لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ باب کا مطلب حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یوں نکالا کہ حدیث میں ذکر ہے جو لوگ حج اور عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں ان پر لازم ہے کہ مکہ میں با احرام داخل ہوں یہاں جو لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مکہ شریف آتے جاتے رہتے ہیں ان کے لئے احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے مگر حنفیہ مکہ شریف میں ہر داخل ہونے والے کے لئے احرام ضروری قرار دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں مگر درایت اور روایت کی بنا پر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ہی کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

١٨٤٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ)). [راجع: ١٥٢٤]

(١٨٤٥) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن طاؤس نے' ان سے ان کے باپ نے' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات بنایا' نجد والوں کے لئے قرن منازل کو اور یمن والوں کے لئے یلملم کو۔ یہ میقات ان ملکوں کے باشندوں کے لئے ہے اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے ہو کر مکہ آئیں اور حج اور عمرہ کا بھی ارادہ رکھتے ہوں' لیکن جو لوگ ان حدود کے اندر ہوں تو ان کی میقات وہی جگہ ہے جہاں سے وہ اپنا سفر شروع کریں یہاں تک کہ مکہ والوں کی میقات مکہ ہی ہے۔

١٨٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

(١٨٤٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب زہری نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ

مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ : إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : ((اقْتُلُوْهُ)).

[أطرافه في : ٣٠٤٤، ٤٢٨٦، ٥٨٠٨].

نے آکر خبردی کہ فتح مکہ کے دن رسول کریم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس وقت آپ نے اتارا تو ایک شخص نے خبردی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے قتل کردو۔

تشریح: ابن خطل کا نام عبداللہ تھا یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ آپؐ نے ایک صحابی کو اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا' جس کے ساتھ ایک مسلمان غلام بھی تھا۔ ابن خطل نے اس مسلمان غلام کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود سو رہا' پھر جاگا تو اس مسلمان غلام نے کھانا تیار نہیں کیا تھا' غصہ میں آن کر اس نے اس غلام کو قتل کر ڈالا اور خود اسلام سے پھر گیا۔ دو گانے والی لونڈیاں اس نے رکھی تھیں اور ان سے آنحضرت ﷺ کی ہجو کے گیت گوایا کرتا تھا۔ یہ بد بخت ایسا ازلی دشمن ثابت ہوا کہ اسے کعبہ شریف کے اندر ہی قتل کر دیا گیا۔ ابن خطل کو قتل کرنے والے حضرت ابو برزہ اسلمی تھے بعض نے حضرت زبیر کو بتلایا ہے۔

١٩- بَابٌ إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلاً وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ

باب اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کرتہ پہنے ہوئے احرام باندھے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ : إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلاً أَوْ نَاسِيًا فَلاَ كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا ناواقفیت میں یا بھول کر اگر کوئی محرم شخص خوشبو لگائے' سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی کا یہی قول ہے اور امام مالک نے کہا اگر اسی وقت اتار ڈالے یا خوشبو دھو ڈالے تو کفارہ نہ ہو گا' ورنہ کفارہ لازم ہو گا دلائل کی رو سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

١٨٤٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ : حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ : كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ، كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِي: تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ نَزَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ : ((اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ)). [راجع: ١٥٣٦]

(١٨٤٧) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا' کہا ہم سے عطاء نے بیان کیا' کہا مجھ سے صفوان بن یعلیٰ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپؐ کی خدمت میں ایک شخص جو جبہ پہنے ہوئے تھا حاضر ہوا اور اس پر زردی یا اسی طرح کی کسی خوشبو کا نشان تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہا کرتے تھے کیا تم چاہتے ہو کہ جب آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہونے لگے تو تم آنحضرت ﷺ کو دیکھ سکو؟ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرہ میں بھی کرو۔

١٨٤٨- وَعَضَّ رَجُلٌ - يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ - فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ.

(١٨٤٨) ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں دانت سے کاٹا تھا دوسرے نے جو اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا دانت اکھڑ گیا نبی کریم ﷺ

[أطرافه في : ۲۲٦٥، ۲۹۷۳، ٤٤١٧، ٦٨٩٣].

نے اس کا کوئی بدلہ نہیں دلوایا۔

۲۰- بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ، وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ

باب اگر محرم عرفات میں مرجائے

اور نبی کریم ﷺ نے یہ حکم نہیں کیا کہ حج کے باقی ارکان اس کی طرف سے ادا کئے جائیں۔

۱۸٤۹- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ - أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ - أَوْ قَالَ فِي ثَوْبَيْهِ - وَلاَ تُحَنِّطُوهُ وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي)).

(۱۸٤۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میدان عرفات میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی' نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے غسل دو اور احرام ہی کے دو کپڑوں کا کفن دو لیکن خوشبو نہ لگانا نہ اس کا سر چھپانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

۱۸۵۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ - أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلاَ تُمِسُّوهُ طِيْبًا، وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، وَلاَ تُحَنِّطُوهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)).

(۱۸۵۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب نے بیان کیا' ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس نے اس کی گردن توڑ دی' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے غسل دے کر دو کپڑوں (احرام والوں ہی میں) کفنا دو لیکن خوشبو نہ لگانا نہ سر چھپانا اور نہ حنوط لگانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔

۲۱- بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

باب جب محرم وفات پا جائے تو اس کا کفن دفن کس طرح مسنون ہے

۱۸۵۱- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَجُلاً كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلاَ تَمَسُّوهُ بِطِيْبٍ، وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)).

(۱۸۵۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ابو بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں تھا کہ اس کے اونٹ نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی۔ وہ شخص محرم تھا اور مر گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی کہ اسے پانی اور بیری کا غسل اور (احرام کے) دو کپڑوں کا کفن دیا جائے البتہ اس کو خوشبو نہ لگاؤ نہ اس کا سر چھپاؤ کیونکہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

۲۲- بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلِ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

باب میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا اور مرد کسی عورت کے بدلہ میں حج کر سکتا ہے

تفسیر سے دوسرا حکم باب کی حدیث سے نہیں نکلتا کیونکہ باب کی حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورت نے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا تھا تو ترجمہ باب یوں ہونا تھا کہ عورت کی طرف سے عورت کا حج کرنا اور حافظ صاحب سے اس مقام پر سہو ہوا انہوں نے کہا باب کی حدیث میں ہے کہ عورت نے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا جانے پر یہ مطلب اس باب کی حدیث میں نہیں ہے' بلکہ آئندہ باب کی حدیث میں ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں امر کے صیغے سے یعنی اقضوا اللہ سے خطاب کیا اس میں مرد عورت سب آ گئے اور مرد کا عورت کی طرف سے اور عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا سب کے نزدیک جائز ہے' اس عورت کے نام میں اختلاف ہے۔ نسائی کی روایت میں سنان بن سلمہ کی بیوی مذکور ہے اور امام احمد کی روایت میں سنان بن عبداللہ کی بیوی بتلایا گیا ہے۔ طبرانی کی روایت سے یہ نکلتا ہے کہ ان کی پھوپھی تھی مگر ابن ہندہ نے صحابیات میں نکالا کہ یہ عورت عانیہ یا غاثیہ نامی تھی' ابن طاہر نے مبہمات میں اسی پر جزم کیا ہے۔

۱۸۵۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ اقْضُوا اللّٰهَ،

(۱۸۵۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو عوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا' ان سے ابو بشر جعفر بن ایاس نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تو حج کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق

فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ)).

[طرفاه في : ١٦٩٩، ٧٣١٥].

ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

٢٣- بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لاَ يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

باب اس کی طرف سے حج بدل جس میں سواری پر بیٹھے رہنے کی طاقت نہ ہو۔

١٨٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّ امْرَأَةً. ح.

١٨٥٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يُقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ : ((نَعَمْ)).

[راجع: ١٥١٣]

(١٨٥٣) ہم سے ابوعاصم نے ابن جریج سے بیان کیا' انہوں نے کہا ان سے ابن شہاب نے' ان سے سلیمان بن یسار نے' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے کہ ایک خاتون ----

(١٨٥٤) (دوسری سند سے امام بخاری نے) کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا' ان سے سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ حج جو اس کے بندوں پر ہے اس نے میرے بوڑھے باپ کو بھی پالیا ہے لیکن ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ سواری پر بھی بیٹھ سکیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔

٢٤- بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

باب عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

١٨٥٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ

(١٨٥٥) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے' ان سے ابن شہاب زہری نے' ان سے سلیمان بن یسار نے' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی۔ فضل رضی اللہ عنہ اس کو دیکھنے لگے اور وہ فضل رضی اللہ عنہ کو دیکھنے لگی۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے' اس

الآخِرِ، فَقَالَتْ: إِنَّ فَرِيْضَةَ اللهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيْرًا لاَ يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ)). [راجع: ١٥١٣]

عورت نے کہا کہ اللہ کے فریضہ (حج) نے میرے بوڑھے والد کو اس حالت میں پالیا ہے کہ وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں' آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ حجۃ الوداع کا واقع ہے۔

تشریح: اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوا اس حدیث سے یہ نکلا کہ زندہ آدمی کی طرف سے بھی اگر وہ معذور ہو جائے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ایسا حج بدل مرد کی طرف سے عورت بھی کر سکتی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں و فی هذا الحديث من الفوائد جواز الحج من الغير و استدل الكوفيون بعمومه على جواز صحة حج من لم يحج نيابة عن غيره و خالفهم الجمهور فخصوه بمن حج عن نفسه و استدلوا بما فی السنن و صحيح ابن خزيمة و غيره من حديث ابن عباس ايضاً ان النبی صلی الله عليه وسلم رای رجلا يلبی عن شبرمة فقال احججت من نفسک فقال لا هذه من نفسک ثم احجج عن شبرمة الخ (فتح الباری) یعنی اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ غیر کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور کوفیوں نے اس کے عموم سے دلیل لی ہے کہ نیابت میں اس کا حج بھی درست ہے جس نے پہلے اپنا حج نہ کیا ہو اور جمہور نے ان کے خلاف کہا ہے انہوں نے اس کے لئے اسی کو خاص کیا ہے جو پہلے اپنا ذاتی حج کر چکا ہو اور انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جسے اصحاب سنن اور ابن خزیمہ وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ شبرمہ کی طرف سے لبیک پکار رہا ہے۔ آپ نے فرمایا شبرمہ کون ہے اس نے اس کو بتلایا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تو پہلے اپنا ذاتی حج کر چکا ہے' اس نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کا حج کرنا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل جس سے کرایا جائے ضروری ہے کہ وہ شخص پہلے اپنا حج کر چکا ہو حافظ ابن حجر فرماتے ہیں و فيه ان من مات و عليه حج وجب على وليه ان يجهز من يحج عنه من راس ماله كما ان عليه قضاء ديونه فقد اجمعوا على ان دين الادمی من راس المال فكذالک ما شبه به فی القضاء و يلتحق بالحج كل حق ثبت فی ذمته كفارة او نذر او زكوة اوغير ذالک الخ (فتح الباری) یعنی اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص وفات پائے اور اس پر حج واجب ہو تو وارثوں کا فرض ہے کہ اس کے اصل مال سے کسی دوسرے کو حج بدل کے لئے تیار کر کے بھیجیں۔ یہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے اور کفارہ اور نذر اور زکوۃ وغیرہ کی جو اس کے ذمہ واجب ہو۔

٢٥- بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ

باب بچوں کا حج کرنا

١٨٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((بَعَثَنِي - أَوْ قَدَّمَنِي - النَّبِيُّ ﷺ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ)).

(١٨٥٦) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' آپؐ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے مجھے مزدلفہ کی رات منیٰ میں سامان کے ساتھ آگے بھیج دیا تھا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں وہ صریح حدیث نہیں لائے جسے امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے اپنا بچہ اٹھایا اور کہنے لگی یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اور تجھ کو بھی ثواب ملے گا۔ حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ بچہ کا حج مشروع ہے اور اس کا احرام صحیح ہے لیکن یہ حج اس کے فرض حج کو ساقط نہ کرے گا' بلوغ

کے بعد فرض حج ادا کرنا ہو گا اور یہ حج نفل رہے گا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دنوں نابالغ تھے' باوجود اس کے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کیا' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب اسی سے ثابت فرمایا ہے۔

١٨٥٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَقْبَلْتُ - وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ - أَسِيْرُ عَلَى أَتَانٍ لِي، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى، حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الأَوَّلِ، ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ، فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللهِ ﷺ)). وَقَالَ يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ((بِمِنًى حَجَّةِ الْوَدَاعِ)).

[راجع: ٧٦]

(١٨٥٧) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبردی' ان سے ان کے بھتیجے ابن شہاب زہری نے بیان کیا' ان سے ان کے چچا نے' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا' میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر (منیٰ میں آیا) اس وقت میں جوانی کے قریب تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صف کے ایک حصہ کے آگے سے ہو کر گذرا' پھر سواری سے نیچے اتر آیا اور اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہو گیا' یونس نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا کہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کا واقعہ ہے۔

تشریح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دنوں نابالغ تھے باوجود اس کے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کیا' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب اسی حدیث سے ثابت کیا ہے۔

١٨٥٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ)).

(١٨٥٨) ہم سے عبدالرحمٰن بن یونس نے بیان کیا' ان سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے محمد بن یوسف نے اور ان سے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا۔

١٨٥٩- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُولُ لِسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهِ فِي ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ)).

(١٨٥٩) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں قاسم بن مالک نے خبردی' انہیں جعید بن عبدالرحمٰن نے' انہوں نے کہا کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا' وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے سائب رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے سامان کے ساتھ (یعنی بال بچوں میں) حج کرایا گیا تھا۔

[طرفاه في : ٢٧١٢، ٧٢٣٠].

دوسری روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مدد کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت سائب بن یزید

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم ﷺ کے سامان کے ساتھ تھے اور وہ اس وقت نابالغ تھے۔
اس سے بھی بچے کا حج کرنا ثابت ہو گیا۔

٢٦- بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ

باب عورتوں کا حج کرنا۔

١٨٦٠- وَقَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: ((أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لأَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمنِ)).

(١٨٦٠) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد نے کہا کہ ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے' ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو حج کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی سب بیویاں حج کو گئیں مگر حضرت سودہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما وفات تک مکان سے نہ نکلیں۔ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تردد ہوا تھا کہ آپؐ کی بیویوں کو حج کیلئے نکالیں یا نہیں۔ پھر انہوں نے اجازت دی اور نگہبانی کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی امہات المومنین نے حج کیا' عودوں پر سوار تھیں' ان پر چادریں پڑی ہوئی تھیں (وحیدی)

١٨٦١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ: حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَلاَ نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: ((لَكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ حَجٌّ مَبْرُورٌ)). فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَلاَ أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ)). [راجع: ١٥٢٠]

(١٨٦١) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' ان سے حبیب بن عمرہ نے' انہوں نے بیان کیا' مجھ سے عائشہ بنت طلحہ نے بیان کیا اور ان سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ہم بھی کیوں نہ آپؐ کے ساتھ جہاد اور غزووں میں جایا کریں؟ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کے لئے سب سے عمدہ اور سب سے مناسب جہاد حج ہے' وہ حج جو مقبول ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن لیا ہے حج کو میں کبھی چھوڑنے والی نہیں ہوں۔

تشریح آنحضرت ﷺ کا مقصد تھا کہ جہاد کے لئے نکلنا تم پر واجب نہیں جیسے مردوں پر واجب ہے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں مجاہدین کے ساتھ نہ جائیں بلکہ جا سکتی ہیں کیونکہ ام عطیہ کی حدیث میں ہے کہ ہم جہاد میں نکلتے تھے اور زخمیوں کی دوا وغیرہ کرتے تھے اور آپؐ نے ایک عورت کو بشارت دی تھی کہ وہ مجاہدین کے ساتھ شہید ہو گی۔ (وحیدی)

١٨٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ

(١٨٦٢) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے محرم رشتہ دار

إِلاَّ مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)). وَلاَ يَدْخُلْ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلاَّ وَمَعَهَا مَحْرَمٌ)). فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا، وَامْرَأَتِي تُرِيْدُ الْحَجَّ، فَقَالَ : ((اخْرُجْ مَعَهَا)).

کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہاں ذی رحم محرم موجود نہ ہو۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں تو فلاں لشکر میں جہاد کے لئے نکلنا چاہتا ہوں لیکن میری بیوی کا ارادہ حج کا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جا۔

[أطرافه في : ٣٠٠٦، ٣٠٦١، ٥٢٣٣].

تشریح: اس روایت میں مطلق سفر مذکور ہے دوسری روایتوں میں تین دن اور دو دن اور ایک دن کے سفر کی تصریح ہے بہرحال ایک دن رات کی راہ کے سفر پر عورت بغیر محرم کے جا سکتی ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو خاوند یا دوسرا کوئی محرم رشتہ دار نہ ملے تو اس پر حج واجب نہیں ہے حنفیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ معتبر اور رفیقوں کے ساتھ حج کے لئے جانا جائز رکھتے ہیں۔ (وحیدی)

١٨٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لأُمِّ سِنَانٍ الأَنْصَارِيَّةِ: ((مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ؟)) قَالَتْ : أَبُو فُلاَنٍ - تَعْنِي زَوْجَهَا كَانَ لَهُ- نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا، وَالآخَرُ يَسْقِي أَرْضًا لَنَا. قَالَ : ((فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِي)) رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٧٨٢]

(١٨٦٣) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی' کہا ہم کو حبیب معلم نے خبر دی' انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپؐ نے ام سنان انصاریہ عورت رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ تو حج کرنے نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کی کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے ایک پر تو وہ خود حج کو چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپؐ نے اس پر فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے' اس روایت کو ابن جریج نے عطاء سے سنا' کہا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے اور عبیداللہ نے عبدالکریم سے روایت کیا' ان سے عطاء نے ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

تشریح: عبیداللہ عن عبدالکریم کی روایت کو ابن ماجہ نے وصل کیا ہے امام بخاری کا مطلب ان سندوں کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ راویوں نے اس میں عطاء پر اختلاف کیا ہے ابن ابی معلی اور یعقوب ابن عطاء نے بھی حبیب معلم اور ابن جریج کی طرح روایت کی ہے معلوم ہوا کہ عبدالکریم کی روایت شاذ ہے جو اعتبار کے قابل نہیں۔ حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے وہ ام سنان رضی اللہ عنہا ہے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کرنے سے محروم رہ گئی تھیں۔ حج ان پر فرض بھی نہ تھا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ رمضان میں اگر وہ عمرہ کرلیں تو اس محرومی کا کفارہ ہو جائے گا' اس سے رمضان میں عمرہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔

١٨٦٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ - غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَي عَشْرَةَ غَزْوَةً - قَالَ: أَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ- أَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ- فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي : أَنْ ((لاَ تُسَافِرَ امْرَأَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ. وَلاَ صَومَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالأَضْحَى. وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. وَلاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى)). [راجع: ٥٨٦]

(۱۸۶۴) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے' ان سے عبدالملک بن عمر نے' ان سے زیاد کے غلام قزعہ نے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے سنی تھیں یا یہ کہ وہ یہ چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے نقل کرتے اور کہتے تھے کہ یہ باتیں مجھے انتہائی پسند ہیں یہ کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی ذو رحم محرم نہ ہو' نہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ روزے رکھے جائیں نہ عصر کی نماز کے بعد غروب ہونے سے پہلے اور نہ صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز پڑھی جائے اور نہ تین مساجد کے سوا کسی کے لئے کجاوے باندھے جائیں مسجد حرام' میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

٢٧- بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

باب اگر کسی نے کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی منت مانی؟

١٨٦٥- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلاَمٍ أَخْبَرَنَا الْفِزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ قَالَ : حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ: ((مَا بَالُ هَذَا؟)) قَالُوا : نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ. قَالَ: ((إِنَّ اللهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ)). وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ.

[أطرافه في : ٦٧٠١].

(۱۸۶۵) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا ہمیں مروان فزاری نے خبر دی' انہیں حمید طویل نے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس بنائیں نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے' آپ نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں۔ پھر آپ نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔

تو اس پر اس منت کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں کیونکہ حج سوار ہو کر کرنا پیدل کرنے سے افضل ہے یا آپ نے اس لئے سوار ہونے کا حکم دے دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔

١٨٦٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى

(۱۸۶۶) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ہشام بن

أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي حَبِيْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: ((نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِي إِلَى بَيْتِ اللهِ، وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُهُ، فَقَالَ ﷺ: ((لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ)) قَالَ : وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لاَ يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

یوسف نے خبردی کہ ابن جریج نے انہیں خبردی' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبردی' انہیں یزید بن حبیب نے خبر دی' انہیں ابوالخیر نے خبردی کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی' پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ یزید نے کہا ابوالخیر ہمیشہ عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ. فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے' ان سے یحییٰ بن ایوب نے' ان سے یزید نے ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی حدیث بیان کی۔

٢٩- كتاب فضائل المدينة

کتاب مدینہ کے فضائل کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ

باب مدینہ کے حرم کا بیان

١٨٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لاَ يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلاَ يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ. مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ)).
[طرفه في : ٧٣٠٦].

(١٨٦٧) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' ان سے ثابت بن یزید نے بیان کیا' ان سے ابوعبدالرحمٰن احول عاصم نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔

تشریح حرم مدینہ کا بھی وہی حکم ہے جو مکہ کے حرم کا ہے صرف جزا لازم نہیں آتی۔ امام مالک اور امام شافعی اور احمد اور اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔ شعبہ اور حماد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے یا کسی بدعتی کو جگہ دے دے۔ معاذ اللہ بدعت ایسی بری بلا ہے کہ آدمی بدعتی کو جگہ دینے سے ملعون ہو جاتا ہے۔

١٨٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ، وَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي)). فَقَالُوا : لاَ نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلاَّ إِلَى اللهِ تَعَالَى. فَأَمَرَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ)).

[راجع: ٢٣٤]

(١٨٦٨) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' ان سے ابوالتیاح نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (نبی کریم ﷺ جب مدینہ (ہجرت کرکے) تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا' آپؐ نے فرمایا اے بنو نجار تم (اپنی اس زمین کی) مجھ سے قیمت لے لو لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے مشرکین کی قبروں کے متعلق فرمایا اور وہ اکھاڑ دی گئیں' ویرانہ کے متعلق حکم دیا اور وہ برابر کر دیا گیا۔ کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے اور وہ درخت قبلہ کی طرف بچھا دیئے گئے۔

تشریح اس سے بعض حنفیہ نے دلیل لی ہے کہ اگر مدینہ حرم ہوتا تو وہاں کے درخت آپ کیوں کٹواتے؟ ان کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل ضرورت سے واقع ہوا یعنی مسجد نبوی بنانے کے لئے اور آنحضرت ﷺ نے جو کیا بحکم الٰہی کیا۔ آپؐ نے تو مکہ میں بھی قتال کیا۔ کیا حنفیہ بھی اس کو کسی اور کے لئے جائز کہیں گے۔ مسلم کی روایت میں ہے آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے گرداگرد بارہ میل تک حرم کی حد قرار دی۔

١٨٦٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((حُرِّمَ مَا بَيْنَ لاَبَتَيِ الْمَدِيْنَةِ عَلَى لِسَانِي)). قَالَ: وَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ بَنِي حَارِثَةَ فَقَالَ: ((أَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ)). ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ : ((بَلْ أَنْتُمْ فِيْهِ)).

[طرفه في : ١٨٧٣].

(١٨٦٩) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا' ان سے سلیمان بن بلال نے' ان سے عبیداللہ نے' ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے وہ میری زبان پر حرم ٹھہرائی گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بنو حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا بنو حارثہ! میرا خیال ہے کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو گئے ہو' پھر آپؐ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کہ نہیں بلکہ تم لوگ حرم کے اندر ہی ہو۔

١٨٧٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَلِيٍّ رَضِيَ

(١٨٧٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا' ان سے سفیان ثوری نے' ان سے اعمش نے' ان سے ان کے والد یزید بن شریک نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان

اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلاَّ كِتَابُ اللهِ وَهَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ إِلَى كَذَا، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلاَ عَدْلٌ)). وَقَالَ: ((ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلاَ عَدْلٌ. وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلاَ عَدْلٌ)).

[راجع: ١١١]

کیا کہ میرے پاس کتاب اللہ اور نبی کریم ﷺ کے اس صحیفہ کے سوا جو نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے ہے اور کوئی چیز (شرعی احکام سے متعلق) لکھی ہوئی صورت میں نہیں ہے۔ اس صحیفہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مدینہ عائر پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے' جس نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور آپؐ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے کسی کا بھی عہد کافی ہے اسلئے اگر کسی مسلمان کی (دی ہوئی امان میں) دوسرے مسلمان نے) بدعہدی کی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اسکی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور جو کوئی اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو مالک بنائے' اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اسکی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل۔

مدینہ الرسول کے کچھ تاریخی حالات

تشریح مدینہ منورہ یا مدینۃ الرسول جسے طیبہ بھی کہتے ہیں' سطح سمندر سے تقریباً ۶۱۹ میٹر بلند اور وہ مشرق کی جانب ۳۹ درجہ ۵۵ دقیقہ کے طول پر اور شمال کو خط استوا سے ۲۴ درجہ اور ۱۵ دقیقہ کے عرض پر واقع ہے' موسم گرما میں اس کی حرارت ۲۸ درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور سرما میں دن کو صفر کے اوپر دس درجہ تک اور رات کو صفر کے نیچے ۵ درجہ تک آتی ہے' سردی کے ایام میں صبح کے وقت اکثر پانی برتنوں میں جم جاتا ہے۔

یہ شہر مکۃ المکرمہ سے جانب شمال دو سو ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ملک عرب کے صوبہ حجاز میں بلحاظ آبادی دوسرے نمبر پر ہے۔ مکہ المکرمہ کے بعد دنیائے اسلام کا سب سے پیارا بابرکت مقدس شہر ہے' جہاں اللہ کے آخری رسول حضرت سید الانبیاء سند الاتقیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ آرام فرما ہیں۔

وجہ تسمیہ : ہجرت سے پہلے یہ شہر یثرب کے نام سے موسوم تھا' قرآن مجید میں بھی یہ نام آیا ہے ﴿ وَ إِذْ قَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ ﴾ (الاحزاب : ۱۳) بقول زجاج یہ شہر یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ کا آباد کیا ہوا ہے اس لئے یثرب کے نام سے موسوم ہوا۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق اس کو یثرب اس لئے کہتے ہیں کہ ایک شخص یثرب نامی عملقی نے اس شہر کو بسایا تھا' آخر میں یہودیوں بنو نضیر و بنو قریظہ و بنو قینقاع کے ہاتھ آ گیا۔

۳۰۰ء میں بنو ازد کے دو قبائل اوس و خزرج نے اس کی سرحد میں سکونت اختیار کی اور ۴۹۲ء میں اس پر قابض ہو گئے۔ مدینہ سے شمال و مشرق میں اب بھی ایک بستی ہے جس کا نام یثرب ہے عجب نہیں کہ پہلی آبادی اسی جگہ ہو اور اوس و خزرج نے یہود سے جدا رہنا پسند کر کے یہاں رہائش اختیار کی ہو اور اس لئے اس حصہ کو بھی یثرب ہی سے پکارا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ

یثرب مصری کلمہ اتربیس سے بگڑ کر بنا ہے اگر یہ صحیح ہو تو ثابت ہوتا ہے کہ عمالقہ نے مصر سے نکلنے کے بعد مدینہ کو بسایا۔ اس کی یہودیت کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے فلسطین کو جاتے ہوئے ایک جماعت کو بھیجا تا کہ وہ اس جانب کے حالات معلوم کرے۔ جب وہ لوگ اس طرف پہنچے اور ان کو حضرت موسیٰؑ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے شہر اتربیس بنا کر اس میں اقامت اختیار کی اس قول کی بنا پر مدینہ کی آبادی سولہ سو سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔

یثرب میں اسلام کیونکر پہنچا؟: مدینہ منورہ میں بسنے والے قبائل بیشتر یہودی المذہب تھے مگر کبر و حمیت کی بنا پر ان میں باہم اتنے نزاع تھے کہ گویا ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اوس و خزرج کی خانہ جنگی کو ایک صدی کا زمانہ گذر چکا تھا کہ سید عالم ﷺ کی نبوت و تبلیغ کا چرچہ مکہ و نواح میں پھیلا' اسی دوران میں خاندان عبدالاشہل کے چند آدمی قریش کو اپنا حلیف بنانے کی غرض سے مکہ آئے اور اسلام کا چرچا سنا' آنحضرت ﷺ نے تنہائی میں ان کو اسلام کی پاک تعلیم سے آگاہ کیا اور قرآن پاک کی چند آیات سنائیں۔ ان میں ایاس بن معاذ پر اس تلقین کا بہت اثر ہوا اور مسلمان ہونے کا ارادہ کیا مگر امیر وفد انس بن رافع نے کہا کہ جلدی نہ کرو ابھی حالات کا مطالعہ کرو۔ چنانچہ یہ لوگ یونہی واپس ہو گئے۔

۱۰ نبوی میں قبیلہ خزرج کے چھ آدمی موسم حج میں مکہ آئے تو عقبہ یعنی اس پہاڑی گھاٹی میں جو منیٰ جانے والے بائیں ہاتھ پر چڑھائی کی سیڑھیوں سے ذرا ورے پڑتی ہے' شب کے وقت آنحضرت ﷺ ان سے ملے اور ان کو اسلام کی دعوت دی' چنانچہ یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اس کا نام عقبہ اولیٰ ہوا۔ ان کے ذریعہ سے مدینہ میں اسلام کا چرچا پھیلا۔

دوسرے سال بارہ سربرآوردہ اصحاب آئے اور اس عقبیٰ میں آنحضرت ﷺ سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا وقت معین کر لیا' چنانچہ خوب کھل کر باتیں ہوئیں اور انہوں نے یہ اطمینان کر کے کہ بیشک آپؐ رسول ہیں' اسلام قبول کر لیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مبلغ اسلام بنا کر ان کے ہمراہ کر دیا اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ اب دار بنی ظفر میں اسلامی مشن کا دفتر قائم کر دیا گیا۔ جو حضرات اسلام لا چکے تھے وہ مذہبی تعلیم پاتے اور جو نئے آتے ان کو وعظ سنایا جاتا تھا۔ اس مخلصانہ پرچار کے بہترین نتائج نکلے اور رفتہ رفتہ یثرب کے نامور قبیلہ عبدالاشہل کا ہر مرد و زن حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اب یثرب میں ایک کثیر جماعت اسلام کی نصرت اور پیغمبر اسلام کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کے لئے تیار ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ بھی یثرب میں ہجرت فرما کر تشریف لے آئے۔ اس وقت سے یثرب کو مدینۃ الرسول بننے کا شرف حاصل ہوا۔ مدینۃ الرسول کا چپہ چپہ مسلمانان عالم کے لئے باعث صد احترام ہے۔ اس مقدس شہر میں وہ مبارک مسجد ہے جس میں بیٹھ کر سیدالانبیاء ﷺ نے اسلام کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلایا اور اس مبارک شہر میں وہ مقدس جگہ ہے جہاں سر تاج الانبیاء ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور آپؐ کے لاکھوں غلام جہاں کی مٹی کے اندر سوئے ہوئے ہیں علاوہ ازیں چند تاریخی یادداشتیں مسافرین مدینہ کے لئے بطور ہدیہ پیش کی جاتی ہیں۔

ہجرت میں تشریف آوری کے وقت آنحضرت ﷺ مدینہ سے جنوبی سمت قبا میں قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے مہمان ہوئے تھے۔ کلثوم بن ہدم کا گھر آپؐ کا قیام گاہ بنا اور سعد بن خیثمہ کا گھر آپ کی مردانہ نشست گاہ' یہ دونوں گھر نزول قدوم نبوی کے سبب بڑی شان رکھتے ہیں۔ مسجد قبا کے جنوب میں بہ سمت قبلہ ۴۰ فٹ فاصلے پر دو قبے بیضوی شکل کے ہیں' ان میں ایک قبہ جو مقام العرہ کے نام سے مشہور ہے' یہی کلثوم بن ہدم کا مکان تھا اور اس سے ملا ہوا قبہ جو بیت فاطمہ کہلاتا ہے یہ سعد بن خیثمہ کا گھر تھا' مسجد قبا کے صحن میں جو قبہ مبرک ناقہ کہلاتا ہے یہاں حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی جہاں اس وقت مسجد قبا ہے وہ حضرت کلثوم کا مرید تھا کہ کھجوریں خشک کرنے کے لیے وہاں پھیلاتے تھے' مدینہ منورہ میں آپؐ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر اترے تھے' یہ مکان محلہ زقاق الجسہ میں مسجد کی صورت میں اب موجود ہے' جس میں محراب بھی ہے۔ اور قبہ بھی اس کی بیرونی دیوار پر ایک پتھر نصب ہے جس میں

آب زر سے یہ لکھا ہوا ہے ھذا بیت ابو ایوب الانصاری الخ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کی جنوبی سمت حضرت جعفر صادقؒ کا مکان تھا جو اس وقت دار نائب الحرم کہلاتا ہے۔ مسجد کے مشرق میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دو چھوٹے بڑے مکان تھے۔ بوقت شہادت آپ کی سکونت بڑے مکان میں تھی' اس مکان کی جالی کے اوپر اب بھی مقتل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے' بقیع کے راستہ سے شمالی جانب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جس میں آپؓ کی وفات ہوئی' زاویۃ السمان سے ملحق شمالی جانب ایک چھوٹا سا قبہ ہے وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شیر اسلام کا مکان تھا' رباط خالد کے پیچھے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کا مکان تھا' مسجد کے غربی جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوسرا مکان تھا یہ اب باب السلام کے شمال میں ہے اس میں ایک کھڑکی کی شکل میں ہے اس پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ لا یبقین فی المسجد خوخة احد الا خوخة ابی بکر

حرم مدینہ شریف کا بیان: اندازاً بارہ میل تک مدینہ منورہ کی حد حرم ہے' جس کے اندر شکار کرنا' درخت اکھاڑنا' گھاس اکھاڑنی حرام ہے۔ ہاں جانوروں کے لئے گھاس یا پتے وغیرہ توڑنے جائز ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم ان ابراھیم خلیلک و نبیک و انک حرمت مکۃ علی لسان ابراھیم اللھم و انا عبدک و نبیک و انی احرم ما بین لا بیتھا الخ (ابن ماجہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! حضرت ابراہیمؑ تیرے خلیل اور پیغمبر تھے جن کی زبان پر تو نے مکہ کو بلد الحرام قرار دیا۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ اور پیغمبر ہوں اور مدینہ کو اس کے دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان تک حرم قرار دیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کے بارے میں یہ دعا فرمائی اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد یعنی اے اللہ! مدینے کو ہمیں مکہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ (بخاری) ایک روایت میں مدینہ کی حدود حرم عیر سے ثور تک بیان کی گئی ہیں' یہ اطراف مدینہ کے پہاڑوں کے نام ہیں۔ مدینے شریف کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں چند حدیثیں یہاں درج کی جاتی ہیں عن ابن --- قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا۔ رواہ احمد والترمذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ شریف میں رہے اور مدینے ہی میں اس کو موت آئے میں اس کی سفارش کروں گا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ایک شخص آل خطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خالص پاک نیت کے ساتھ میری زیارت کے لیے آیا' قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا اور جو مدینہ شریف میں رہ کر صبر و شکر کے ساتھ زندگی گذارتا رہا میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرمین شریفین میں موت پائے گا وہ قیامت کے دن امن پانے والوں میں ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس مدینہ شریف لوٹتے تو مکانات مدینہ کی دیواروں کو دیکھ کر مگن ہو جاتے اور سواری کو تیز کر دیتے۔ (بخاری) یہ بھی آیا ہے کہ مدینہ شریف کے دروازوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ اس پاک شہر میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

حرم نبوی کا بیان: حرم نبوی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مبارک مسجد اور اس کا ماحول ہے' یہ سرتاپا نور عمارت شہر مدینہ منورہ کے درمیان میں کسی قدر مشرق کو جھکی ہوئی ہے یہاں کی فضا لطیف منظر جمیل اور ہیئت مستطیل ہے' قدیم مسجد کی کل عمارت سرخ پتھر کی ہے اس کا طول شمال سے جنوب تک اوسطاً ۱۱۶/۱/۴ میٹر ہے (فرانسیسی پیمانہ ہے جو ۴۰ انچ کے برابر ہوتا ہے۔) اس لحاظ سے قدیم حرم شریف کا طول ایک سو انتیس گز سے کچھ زیادہ ہے۔ اس کا عرض مشرق سے مغرب تک قبلہ کی طرف ۸۶ میٹر اور ۳۵ سنٹی میٹر یعنی ۹۶ گز ہے' باب شامی کی طرف سے عرض ۶۶ میٹر سوا ۷۳ گز رہ جاتا ہے۔ بناوٹ کے لحاظ سے حرم نبوی دو حصوں میں منقسم ہو سکتا ہے مسجد اور صحن۔ حدود مسجد کی ابتداء اس جگہ سے ہوتی ہے جہاں کھڑے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے یعنی قبلہ رخ دیوار سے صحن ایک طرف اور باب رحمت اور باب النساء کے درمیان مسجد ہی مسجد ہے۔ یہ سارا حصہ گنبدوں سے ڈھکا

ہوا ہے جو محرابوں پر قائم ہیں ان محرابوں کو ایک قسم کے سخت پتھر کے ستونوں پر کھڑا کیا گیا ہے ان پر سنگ مرمر کی تہ چڑھی ہوئی ہے اور اوپر سونے کے پانی سے پچی کاری کر دی گئی ہے' دوسرا صحن ہے جس کا نام حصوہ ہے اس کی شکل شامی دروازہ سے مستطیل ہے اس کے گرد تین طرف تین دالان احاطہ کئے ہوئے ہیں برآمدوں میں ستون ہیں جن کے اوپر محراب اور محرابوں کے اوپر گنبد سربلند اور بادلوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں' حرم شریف کے کل ستونوں کی تعداد جو دیواروں کے ساتھ ملتصق ہیں تین سو ستائیس تک پہنچ جاتی ہے' ان میں سے ۲۲ حجرہ شریف کے اندر ہیں شامی دروازے کی ڈیوڑھی میں مدرسہ مجیدیہ واقع ہے اسی وجہ سے حرم شریف میں داخل ہونے کے راستہ کے اندرونی حصے یعنی ڈیوڑھی کا نام باب التوسل رکھا گیا ہے' جہت مغرب کی طرف خواجہ سراؤں کے بیٹھنے کی جگہ ہے جو بردہ فروشی کے زمانہ میں خصی شدہ غلاموں کی شکل میں حرم نبوی کی خدمت کے لئے نذر کر دیئے جاتے تھے۔ اب یہ ظالمانہ طریقہ موقوف ہو چکا ہے پچھلی طرف شرقی برآمدے کی لمبائی کے ساتھ ساتھ شیشم کی لکڑی کا ایک جالی دار شیڈ ہے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے' حرم شریف کے اندر عورتیں یہیں بیٹھتی ہیں اور یہیں نماز ادا کرتی ہیں۔ اسے قفص النساء کہا جاتا ہے۔ اس برآمدے کے جنوب میں ایک چبوترہ ہے جو پلیٹ فارم کی شکل میں ساڑھے تیرہ گز لمبا اور نو گز چوڑا ہے اور زمین سے قریباً سولہ انچ بلند ہے' یہاں نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم بیٹھا کرتے تھے' یہ نادار طلباء اسلامیہ کی جماعت تھی جنہیں کھانا کپڑا اور دیگر ضروریات دارالعلوم محمدیہ سے پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اس چبوترے کے جنوب میں ایک اور چبوترہ ہے جو اس سے چھوٹا ہے یہ چبوترہ مقصورہ شریف سے متصل شمال کی جانب ہے اس جگہ نبی ﷺ نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے' روضہ شریف مقصورہ شریف کے مغرب میں ہے' رسول اللہ ﷺ کے منبر شریف اور روضہ شریف کے درمیان یہی وہ جگہ ہے جس کو آپؐ نے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بتلایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ ٹکڑا سارا جنت میں رکھا جائے گا۔

اس مبارک زمین کا طول اندازاً پونے ستائیس گز اور عرض اندازاً پونے سترہ گز ہے' روضہ شریف کے ساتھ پیتل کا جنگلہ ہے جس سے متصل وہ اضافے ہیں جو اس حرم شریف میں حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام میں کئے گئے تھے' یہ دونوں اضافے جنوب کی طرف ہیں' پیتل کے جنگلے کی اونچائی ایک گز دو گرہ ہے۔ روضہ شریف اپنے شرف مرتبت کے لحاظ سے ہر وقت فدائیان رسول ﷺ سے بھرا رہتا ہے۔ روضہ شریف کے مغربی جانب وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نماز پڑھایا کرتے تھے جو اپنی کمال بہجت اور جمال صنعت کے لحاظ سے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور یہ قبلہ کی طرف مقصورہ شریف کی سیدھ میں ہے' حضور علیہ السلام نے اس کی بنیاد ہجرت مبارک کے دوسرے سال شعبان کی پندرھویں تاریخ روز سہ شنبہ کو رکھی تھی' یہ اس دن کا واقعہ ہے جب اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا قبلہ کے مغرب کی طرف منبر شریف ہے جو سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس پر سونے کے پانی سے نہایت اعلیٰ درجے کے نقش و نگار کئے گئے ہیں۔ یہ بے حد خوبصورت اور صنعت کا بہترین نمونہ ہے' اسے ترکی سلطان مراد ثالث مرحوم نے ۹۹۸ھ میں حرم شریف کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا تھا یہی وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کا منبر رکھا تھا حرم شریف کے فرش مبارک پر انواع و اقسام کے بیش قیمت سجاوے بچھے ہوئے ہیں' قالین بھی بتعداد کثیر موجود ہیں بالخصوص روضہ شریف میں تو بیش قیمت اشیاء کی کثرت ہے۔ حرم شریف کے پانچ دروازے ہیں، صدر دروازے باب الاسلام اور باب الرحمۃ دونوں مغرب کی طرف ہیں۔ باب مجیدی شمال کی جانب' باب النساء اور باب جبرئیل دونوں مشرق کی طرف ہیں عشاء کے بعد ان دروازوں کو بند کر کے قفل لگا دیا جاتا ہے۔ پھر تہجد کی اذان کے وقت کھول دیا جاتا ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے یہ چلا آ رہا ہے۔

موجودہ حکومت سعودیہ عربیہ نے حرم مسجد نبوی کی توسیع اس قدر کی ہے کہ بیک وقت ہزاروں نمازی نماز ادا کرتے ہیں اور تعمیر جدید پر کروڑہا روپیہ بڑی فراخدلی کے ساتھ خرچ کر کے نہ صرف مسجد نبوی بلکہ اطراف کے جملہ علاقے کو وسیع تر بنا کر صفیٰ ستھریٰ کا

ایسا نادر نمونہ پیش کیا ہے کہ دیکھ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں اللہ پاک اس حکومت کو دشمنوں کی نظربد سے بچائے اور خدمت حرمین شریفین کے لئے ہمیشہ قائم رکھے' آمین۔

گنبد خضراء کے حالات: نبی کریم ﷺ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دو شنبہ کو حجرۂ عائشہ میں انتقال فرمایا' اسی جگہ لحد شریف میں آپ کے جسم اطہر کو لٹایا گیا ہے' آپ کا سر مبارک بجانب غرب اور روئے۔ بارک بجانب جنوب ہے' زمین کا یہ ٹکڑا بھی اپنی سعادت ابدی پر جتنا ناز کرے بجا ہے۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۳ھ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ آنحضرت ﷺ کی پشت کی جانب دفن کئے گئے۔ ان کا سر حضور ﷺ کے شانہ مبارک کے مقابل یعنی قریب ایک فٹ نیچے سرکا ہوا رہا' پھر ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو بدھ کے روز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ باجازت صدیقہؓ یہاں دفن ہوئے' آپ کا سر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے شانہ کے مقابل یعنی ذرا نیچے سرکا ہوا رہا۔

عہد فاروقی میں حجرہ شریفہ کی دیواریں سابق بنیادوں پر دوبارہ کچی اینٹوں سے بنوا دی گئی تھیں۔ علامہ سمہودی نے پیائش بھی کی ہے' جنوبی دیوار اندر سے ۳/ ۲ ۔۱۰ہاتھ' شمالی ۱۳/ ۵ ۔۱۱ہاتھ' شرقی و غربی ہر دو دیواریں ۸ / ۵ ۔۱۷اونچائی ۱۵ہاتھ تھی۔ پھر امیر مدینہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے حجرہ شریف کو بحالہا قائم رکھا اور اس کے گرد بہت عمیق بنیادیں کھود کر پتھر کی ایک مخمس دیوار قائم کر دی' حجرہ شریفہ کی چھت لکڑی کی بنا دی اور اوپر تلے تختوں کو کیلوں سے جڑ دیا' اس کے اوپر موم جامہ بچھا دیا تاکہ بارش کا پانی اندر نہ جائے نہ چھت پر اثر کرے' بعد میں سلاطین اسلام نے اس کی حفاظت و مرمت کے لئے بہت کچھ تجدید و اصلاح کی۔ ۵۵۷ھ میں سلطان نورالدین زنگی شہید نے جب کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگ عظیم میں مشغول تھا خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ دو گربہ چشم آدمیوں کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ " انجدنی وانقذنی من ھذین " چونک کر سلطان کی آنکھ کھل گئی اور فوراً تیز رو سانڈنیاں منگا کر چند ہمراہی ساتھ لئے۔ نہ دن دیکھا نہ رات۔ رواں دواں سولہ دن میں مصر سے مدینہ پہنچا اور جتنے بھی بیرونی باشندے مدینہ میں مقیم تھے سب کی دعوت کی یہ میدان اب بھی دارالضیافۃ کے نام سے مشہور ہے' سلطان نے ان پر ایک گہری نگاہ ڈالی مگر وہ دو شخص نظر نہ آئے جو خواب میں دکھائے گئے تھے' پوچھا گیا اور کوئی بھی باقی ہے؟ معلوم ہوا کہ دو مغربی درویش گوشہ نشین باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ بلوائے گئے ان کو دیکھتے ہی سلطان نے پہچان لیا کہ انہیں کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ ان کو لئے ہوئے سلطان ان کی قیام گاہ پر آیا دیکھا کہ ادھر ادھر چند کتابیں پڑی ہوئی ہیں زمین پر ایک معمولی ٹاٹ پڑا اور اس پر مصلیٰ بچھا ہوا ہے اور چند برتن رکھے ہیں جن میں کچھ اناج ہے۔ بادشاہ خاموش سوچ رہا تھا کہ خواب کا کیا مقصد ہے' حیران تھا کچھ سمجھ نہ سکا دفعتاً اس کے قلب میں القا ہوا اور اس نے بچھا ہوا ٹاٹ اور مصلیٰ اٹھا لیا۔ دیکھا تو اس کے نیچے گڑھا ہے جس پر پتھر رکھا ہوا ہے پتھر اٹھایا تو دیکھا کہ گھونس کی طرح سرنگ کھودی گئی ہے اور وہ سرنگ اندر ہی اندر جسم انور کے قریب پہنچ گئی ہے۔

یہ دیکھ کر سلطان رحمۃ اللہ علیہ غصہ سے لرزنے لگا اور سختی سے تفتیش حال کرنے لگا' آخر دونوں نے اقرار کیا کہ وہ نصرانی ہیں جو اسلامی وضع میں یہاں آئے ہیں اور ان کے عیسائی بادشاہ نے جسد محمدی ﷺ نکال لانے کے لئے ان کو بھیجا ہے۔ ان حالات کو سن کر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب کیفیت ہوئی وہ تھر تھر کانپنے اور رونے لگا۔ آخر ان دونوں کو اپنے سامنے قتل کرا دیا اور مخمس دیوار کے گرداگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر لاکھوں من سیسہ پگھلوا کر اس میں ڈلوایا اور سطح زمین تک سیسہ کی ایک زمین دوز ٹھوس دیوار قائم کر دی کہ کسی رخ جسد مطہر تک کوئی دشمن رسائی نہ پا سکے۔

سلطان محمود بن عبدالحمید عثمانی کے زمانہ میں قبہ شریفہ میں کچھ شگاف آ گیا تھا چنانچہ ۱۲۳۳ھ میں سلطان نے اس کی تجدید کرائی اوپر کا حصہ اتار کر از سر نو تعمیر کیا گیا اور اس پر گہرا سبز روغن پھیرا گیا جس کی وجہ سے اس کا نام قبہ خضراء ہوا اس کے بعد دھوپ اور

بارش سے جب اس کا رنگ ہلکا ہوا تو یہی سبز رنگ کا روغن چڑھا کر اس کو پختہ اور روشن کیا جاتا رہا۔ دیوار مخمس کے گرداگرد محرابوں میں جالیاں لگی ہوئی ہیں' یہ جالیاں ۸۸۸ھ میں سلطان قاطبائی کی طرف سے محمل مصری کے ساتھ ستر اونٹوں پر لد کر آئیں' جالی کے ساتھ دنیا کا وہ بے مثل مصحف بھی مستقل ایک اونٹ پر محمول ہو کر آیا تھا جو شاہین نوری خوشنویس نے لکھا تھا' جالیدار مقصورہ اور دائرہ مخمس کے درمیان ہر چار طرف سات اور دس فٹ کے درمیان برآمدہ چھوٹا ہوا ہے جس پر سنگ مرمر کا فرش ہے۔

مواجہ شریف میں پیتل کی جالی لگی ہوئی ہے' باقی تین طرف تانبہ اور اس پر گہرا پختہ سبز روغن چڑھا ہوا ہے اس کا نام شباک ہے' یہ بشکل مستطیل ہے اور اس کا جنوبی و شمالی ہر ضلع ساڑھے سترہ گز اور شرقی و غربی ضلع ساڑھے سولہ گز ہے' یہ شباک مع اپنے اندرون کے مقصورہ کہلاتا ہے اللهم صلى على محمد و على آل محمد موجودہ حکومت سعودیہ عربیہ نے ان تمام حصوں کے استحکام میں جس قدر کوششیں کی ہیں بلکہ سارے شہر مدینہ کی ترقی اور آبادی کے لئے جو مساعی کام میں لائی جا رہی ہیں ان کی تفصیلات کے لئے یہاں موقع نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ اس حکومت نے خدمت حرمین شریفین کا حق ادا کر دیا ہے مدینہ منورہ سے متصل ہی ایک بڑا زبردست دارالعلوم جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ کے نام قائم کیا ہے' جس میں تمام دنیائے اسلام کے سینکڑوں نوجوان حکومت سعودیہ کے خرچ پر تحصیل علوم کے اندر مشغول ہیں۔ اللہ پاک اس حکومت کی ہمیشہ مدد فرمائے اور اسے زیادہ سے زیادہ مستحکم کرے۔ موجودہ شاہ فیصل کی عمر دراز کرے جو حرمین شریفین کی خدمت کے لئے جملہ وسائل ممکنہ وقف کئے ہوئے ہیں اللهم ايده بنصره العزيز. امين

٢- بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

باب مدینہ کی فضیلت اور بے شک مدینہ (برے) آدمیوں کو نکال کر باہر کر دیتا ہے۔

١٨٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى، يَقُوْلُوْنَ: يَثْرِبُ، وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ)).

(۱۸۷۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن سعید نے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوالحباب سعید بن یسار سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شہر (میں ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کو کھا لے گا۔ (یعنی سب کا سردار بنے گا) منافقین اسے یثرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

تشریح حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ آئمہ اربعہ میں سے ایک مشہور ترین امام ہیں' جو انس بن مالک بن ابی عامر کے بیٹے اور اصبحی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ طیبہ میں بعمر ۸۴ سال ۱۷۹ھ میں وفات پائی' آپ نہ صرف حجاز کے امام تھے بلکہ حدیث و فقہ میں تمام مسلمانوں کے مقتداء تھے آپ کے فخر کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ امام شافعی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں' آپ نے زہری' یحییٰ بن سعید' نافع' محمد بن منکدر' ہشام بن عروہ' یزید ابن اسلم' ربیعہ بن ابو عبدالرحمٰن اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے اس قدر مخلوق نے روایت کی جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ کے شاگرد پورے ملک کے امام بنے جن میں امام شافعی' محمد بن ابراہیم بن دینار' ابو ہاشم عبدالعزیز بن ابی حازم شامل ہیں جو اپنے علم و عمل کے لحاظ سے آپ کے شاگردوں میں بے نظیر مانے گئے ہیں علاوہ ازیں معین بن عیسیٰ' یحییٰ بن یحییٰ' عبداللہ بن مسلمہ قعنبی' عبداللہ بن

وہب جیسے لوگوں کا شمار نہیں یہی امام بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین محدثین کرام کے اساتذہ ہیں۔ جب حدیث کا درس دیتے تو وضو فرما کر مسند پر تشریف لاتے۔ داڑھی میں کنگھا کرتے' خوشبو استعمال فرماتے اور نہایت باوقار اور پر ہیئت ہو کر بیٹھتے اور فرمایا کرتے کہ میں یہ اہتمام حدیث نبوی کی عظمت کرنے کے لئے کرتا ہوں۔ ابو عبداللہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں' لوگ اردگرد ہیں اور امام مالک حضور ﷺ کے سامنے مؤدبانہ کھڑے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے مشک کا ڈھیر رکھا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر وہ مشک عنبر امام مالکؒ کو دے رہے ہیں۔ اور امام مالک اسے لوگوں پر چھڑک رہے ہیں۔ مطرف نے کہا کہ میں نے اس کی تعبیر علم حدیث کی خدمت اور اتباع سنت سمجھی' امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام مالک کے مکان کے دروازے پر کچھ خراسان کے گھوڑوں کی جماعت اور کچھ مصر کے خچروں کے غول دیکھے جن سے بہتر میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میں نے امام سے عرض کیا کہ یہ کیسے اچھے ہیں' آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ! یہ تمام میری جانب سے آپ کے لئے تحفہ ہیں' قبول فرمائیے۔ میں نے گذارش کی اپنی سواری کے لئے کوئی جانور رکھ لیجئے۔ جواب دیا کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین کو رسول اللہ ﷺ کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہے میں اسے کسی جانور کے کھروں سے روند کر گذاروں۔ آپ کے مناقب کے لئے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (آمین)

٣- بَابُ الْمَدِيْنَةُ طَابَةُ

١٨٧٢- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَبُوكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ : ((هَذِهِ طَابَةُ)). [راجع: ١٤٨١]

باب مدینہ کا ایک نام طابہ بھی ہے۔

(١٨٧٢) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا' ان سے عباس ابن سہل بن سعد نے اور ان سے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ ہم غزوۂ تبوک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس ہوتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ طابہ آگیا۔

طاب اور طیب دونوں مدینہ المنورہ کے نام ہیں جو لفظ طیب سے مشتق ہیں جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں یعنی یہ شہر ہر لحاظ سے پاکیزہ ہے۔ یہ اسلام کا مرکز ہے' یہاں پیغمبر اسلام ہادی اعظم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ حکومت سعودیہ عربیہ ایدہا اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی صفائی ستھرائی پاکیزگی آبادکاری میں وہ خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار عالم رہیں گی۔

٤- بَابُ لاَبَتَي الْمَدِيْنَةِ

١٨٧٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِيْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَا بَيْنَ لاَبَتَيْهَا حَرَامٌ)).

باب مدینہ کے دونوں پتھریلے میدان

(١٨٧٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب زہری نے' انہیں سعید بن مسیب نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں مدینہ میں ہرن چرتے ہوئے دیکھوں تو انہیں کبھی نہ چھیڑوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مدینہ کی زمین دونوں پتھریلے میدانوں کے بیچ میں حرم ہے۔

[راجع: ١٨٦٩]

وہاں شکار جائز نہیں۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ مدینہ حرم ہے۔ تعجب ہے ان حضرات پر جو مدینہ کے حرم ہونے کا انکار کرتے ہیں جب کہ حرم مدینہ کے متعلق صراحت کے ساتھ کتنی ہی احادیث نبویہ موجود ہیں۔

٥- بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ

باب جو شخص مدینہ سے نفرت کرے

١٨٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَتْرُكُونَ الْمَدِيْنَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لاَ يَغْشَاهَا إِلاَّ الْعَوَافِ - يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُشًا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا)).

(١٨٧٤) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہمیں شعیب نے خبردی' ان سے زہری نے بیان کیا' کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبردی' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے پھر وہ ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ پھر وہاں وحشی جانور' درند اور پرند بسنے لگیں گے اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک لے جائیں لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے آخر ثنیۃ الوداع تک جب پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔

یہ پیش گوئی قرب قیامت سے متعلق ہے۔ ہر کمالے را زوالے اصول قدرت ہے۔ تو قرب قیامت ایسا ہونا بھی بعید نہیں ہے اور فرمان نبوی اپنی جگہ بالکل حق ہے۔

١٨٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((يُفْتَحُ الْيَمَنُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيْهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الشَّامُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيْهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ. وَيُفْتَحُ الْعِرَاقُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ،

(١٨٧٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبردی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے خبردی' انہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ یمن فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو ان کی بات مان جائیں گے سوار کر کے مدینہ سے (واپس یمن کو) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر تھا اور عراق فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور جو ان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (عراق واپس) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم

فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ)).

ہو تا کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر تھا۔

تشریح آنحضرتﷺ کی بشارت بالکل صحیح ثابت ہوئی' مدینہ ایک مدت تک ایران' عرب' مصر اور شام توران کا پایہ تخت رہا اور خلفائے راشدین نے مدینہ میں رہ کر دور دور اطراف عالم میں حکومت کی' پھر بنو امیہ نے اپنا پایہ تخت شام کو قرار دیا اور عباسیہ کے وقت میں بغداد اسلام کی راجدھانی قرار پایا۔ آخری خلیفہ معتصم باللہ ہوا اور اس کے زوال سے اسلامی خلافت مٹ گئی مسلمان گروہ گروہ تقسیم ہو کر ہر جگہ مغلوب ہو گئے' اب تک یہی حال ہے کہ عربوں کی ایک بڑی تعداد ہے' ان کی حکومتیں ہیں' باہمی اتحاد نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ قبلہ اول مسجد اقصیٰ پر یہود قابض ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللهم انصر الاسلام والمسلمين واخذل الكفرة والفجرة واليهود والملحدين (امین)

٦ بَابُ الإِيْمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ

باب اس بارے میں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا

١٨٧٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الإِيْمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا)).

(١٨٧٦) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے' ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے قریب) ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آ جایا کرتا ہے۔

اسی طرح اخیر زمانہ میں سچے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں چلے جائیں گے۔ حافظ نے کہا یہ آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانوں میں تھا' قیامت کے قریب پھر ایسا ہی دور پلٹ کر آئے گا و ما ذالک علی اللہ بعزیز

٧- بَابُ إِثْمِ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ

باب جو شخص مدینہ والوں کو ستانا چاہے اس پر کیا وبال پڑے گا۔

١٨٧٧- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ عَنْ جُعَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لاَ يَكِيْدُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَحَدٌ إِلاَّ انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ)).

(١٨٧٧) ہم سے حسین بن حریث نے بیان کیا' کہا ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی' انہیں جعید بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا تھا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جایا کرتا ہے۔

٨- بَابُ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ

باب مدینہ کے محلوں کا بیان

١٨٧٨- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ إِنِّي لأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلاَلَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)) تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

(۱۸۷۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب زہری نے' کہا کہ مجھے عروہ نے خبردی اور انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے محلات میں سے ایک محل یعنی اونچے مکان پر چڑھے پھر فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تمہیں بھی نظر آ رہا ہے؟ میں بوندوں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں میں فتنوں کے نازل ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس روایت کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے زہری کے واسطہ سے کی ہے۔

[أطرافه في : ٢٤٦٧، ٣٥٩٧، ٧٠٦٠].

یہ دیکھنا بطریق کشف کے تھا اس میں تاویل کی ضرورت نہیں اور آپؐ کا یہ فرمانا پورا ہوا کہ مدینہ ہی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے پھر یزید کی طرف سے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ پر کیا کیا آفتیں آئیں۔

٩- بَابُ لاَ يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ

باب دجال مدینہ میں نہیں آ سکے گا۔

١٨٧٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((لاَ يَدخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ)).

(۱۸۷۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے' ان سے ان کے دادا نے اور ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مدینہ پر دجال کا رعب بھی نہیں پڑے گا اس دور میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

[طرفاه في : ٧١٢٥، ٧١٢٦].

یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ہوئی کہ زمانہ نبوی میں نہ مدینہ کی فصیل تھی نہ اس میں دروازے۔ اب فصیل بھی بن گئی ہے اور سات دروازے بھی ہیں پیش گوئی کا باقی حصہ آئندہ بھی صحیح ثابت ہو گا حکومت سعودیہ خلدہا اللہ تعالیٰ نے اس پاک شہر کو جو رونق اور ترقی دی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اللہ پاک اس حکومت کو ہمیشہ قائم رکھے آمین۔ حال ہی میں زیارت مدینہ سے مشرف ہو کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔

١٨٨٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ

(۱۸۸۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے نعیم بن عبداللہ المجمر نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں نہ اس میں طاعون

مَلاَئِكَةٌ، لاَ يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلاَ الدَّجَّالُ)). [طرفاه في : ٥٧٣١، ٧١٣٣].

آسکتا ہے نہ دجال۔

یعنی عام طاعون جس سے ہزاروں آدمی مرجاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے مدینہ منورہ کو ان آفتوں سے محفوظ رکھا ہے۔

١٨٨١- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلاَّ سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، إِلاَّ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلاَّ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا. ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلاَثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ)).

[أطرافه في : ٧١٢٤، ٧١٣٤، ٧٤٧٣].

(۱۸۸۱) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' ان سے ولید نے بیان کیا' ان سے ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا' ان سے اسحاق نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کوئی ایسا شہر نہیں ملے گا جسے دجال پامال نہ کرے گا' سوائے مکہ اور مدینہ کے' ان کے ہر راستے پر صف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر کر دے گا۔

تشریح: یعنی خود دجال اپنی ذات سے ہر بڑے شہر میں داخل ہو گا' امام ابن حزم کو یہ مشکل معلوم ہوا کہ دجال ایسی تھوڑی مدت میں دنیا کے ہر شہر میں داخل ہو تو انہوں نے یوں تاویل کی کہ دجال داخل ہونے سے اس کے اتباع اور جنود کا داخل ہونا مراد ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ ابن حزم نے اس پر خیال نہیں کیا جو صحیح مسلم میں ہے کہ دجال کا ایک ایک دن ایک ایک برس کے برابر ہو گا۔ (وحیدی) میں کہتا ہوں کہ آج کے دجاجلہ عصری ایجادات کے ذریعہ چند گھنٹوں میں ساری دنیا کا چکر کاٹ لیتے ہیں' پھر حقیقی دجال جس زمانہ میں آئے گا اس وقت خدا جانے ایجادات کا سلسلہ کہاں تک پہنچ جائے گا۔ لہٰذا تھوڑی سی مدت میں اس کا تمام شہروں میں پھر جانا کوئی بعید امر نہیں ہے۔

١٨٨٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَدِيْثًا طَوِيْلاً عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيْمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ : ((يَأْتِي الدَّجَّالُ- وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ يَنْزِلُ - بَعْضَ

(۱۸۸۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبید اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی' آپؐ نے اپنی حدیث میں یہ بھی فرمایا تھا کہ دجال مدینہ کی ایک کھاری شور زمین تک پہنچے گا اس پر مدینہ میں داخلہ تو حرام ہو گا۔ (مدینہ سے) اس دن ایک شخص اس کی طرف نکل کر بڑھے گا۔ یہ لوگوں میں ایک بہترین

السَّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ - أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ - فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَدِيثَهُ. فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّونَ فِي الأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ: لاَ. فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِيْنَ يُحْيِيهِ: وَاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ. فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَقْتُلُهُ فَلاَ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ)).

نیک مرد ہو گا یا (یہ فرمایا کہ) بزرگ ترین لوگوں میں سے ہو گا وہ شخص کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی دجال کہے گا کیا میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر ڈالوں تو تم لوگوں کو میرے معاملہ میں کوئی شبہ رہ جائے گا؟ اس کے حواری کہیں گے نہیں' چنانچہ دجال انہیں قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا' جب دجال انہیں زندہ کر دے گا تو وہ بندہ کہے گا بخدا اب تو مجھ کو پورا حال معلوم ہو گیا کہ تو ہی دجال ہے دجال کہے گا۔ لاؤ اسے پھر قتل کر دوں لیکن اس مرتبہ وہ قابو نہ پا سکے گا۔

[طرفه في : ٧١٣٢].

تشریح: حقیقت میں دجال کی یہ مجال نہیں کسی کو مار کر پھر جلا سکے' یہ تو خاص صفت الٰہی ہے۔ مگر اللہ پاک ایمان والوں کو آزمانے کے لئے دجال کے ہاتھ پر یہ نشانی ظاہر کر دے گا۔ نادان لوگ دجال کی خدائی کے قائل ہو جائیں گے لیکن جو سچے ایمان دار ہیں اور اپنے معبود حقیقی کو پہچانتے ہیں وہ اس سے متاثر نہ ہوں گے بلکہ اس کے کافر دجال ہونے پر ان کا ایمان اور بڑھ جائے گا۔

١٠- بَابُ الْمَدِينَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

باب مدینہ برے آدمی کو نکال دیتا ہے

١٨٨٣- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعَهُ عَلَى الإِسْلاَمِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُومًا فَقَالَ: أَقِلْنِي، فَأَبَى - ثَلاَثَ مِرَارٍ - فَقَالَ: ((الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا، وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا)).

(۱۸۸۳) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے سفیان نے بیان کیا' ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی' دوسرے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میری بیعت کو توڑ دیجئے! تین بار اس نے یہی کہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا پھر فرمایا کہ مدینہ کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ میل کچیل کو دور کر کے خالص جوہر کو نکھار دیتی ہے۔

[أطرافه في: ٧٢٠٩، ٧٢١١، ٧٢١٦، ٧٣٢٢].

حافظ نے کہا کہ اس گنوار کا نام مجھ کو معلوم نہیں اور زمخشری نے غلطی کی جو اس کا نام قیس بن ابی حازم بتایا وہ تو تابعی ہیں۔

١٨٨٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ

(۱۸۸۴) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عدی بن ثابت نے' ان سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا کہ میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ

اللہ عنہ یقول: لما خرج النبي ﷺ إلی أحد رجع ناس من أصحابه، فقالت فرقة: نقتلهم، وقالت فرقة: لا نقتلهم، فنزلت: ﴿فما لكم في المنافقين فئتين﴾ [النساء: ۸۸] وقال النبي ﷺ: ((إنها تنفي الرجال كما تنفي النار خبث الحديد)).

[طرفاه في : ۴۰۵۰، ۴۵۸۹].

جب نبی کریم ﷺ جنگ احد کے لئے نکلے تو جو لوگ آپؐ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے۔ (یہ منافقین تھے) پھر بعض نے تو یہ کہا کہ ہم چل کر انہیں قتل کر دیں گے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ قتل نہ کرنا چاہئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی فما لکم فی المنافقین فئتین الخ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ (برے) لوگوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ میل کچیل دور کر دیتی ہے۔

۱۸۸۵- حدثنا عبد الله بن محمد حدثنا وهب بن جرير حدثنا أبي قال سمعت يونس عن ابن شهاب عن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: ((اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة)).

تابعه عثمان بن عمر عن يونس.

(۱۸۸۵) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے بیان کیا' انہوں نے یونس بن شہاب سے سنا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! جتنی مکہ میں برکت عطا فرمائی ہے مدینہ میں اس سے دوگنی برکت کر۔ جریر کے ساتھ اس روایت کی متابعت عثمان بن عمر نے یونس کے واسطہ کے ساتھ کی ہے۔

۱۸۸۶- حدثنا قتيبة حدثنا إسماعيل بن جعفر عن حميد عن أنس رضي الله عنه: ((أن النبي ﷺ كان إذا قدم من سفر فنظر إلى جدرات المدينة أوضع راحلته، وإن كان على دابة حركها، من حبها)).

[راجع: ۱۸۰۲]

(۱۸۸۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب کبھی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز فرما دیتے اور اگر کسی جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے ایڑ لگاتے۔

رسول اللہ ﷺ مکی تھے آپؐ کا آبائی وطن مکہ تھا مگر مدینہ تشریف لے جانے کے بعد آپؐ نے اسے اپنا حقیقی مستقر بنا لیا اور اس کی آبادی و ترقی میں اس قدر کوشاں ہوئے کہ اہل مدینہ کے رگ و ریشہ میں آپؐ کی محبت بس گئی اور اہل مدینہ اوس اور خزرج نے کبھی تصور بھی نہیں کیا کہ آپؐ ایک دوسری جگہ کے باشندے ہیں اور مہاجر کی شکل میں یہاں تشریف لائے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی اقتداء میں جس ملک میں بھی گئے۔ اسی کے باشندے ہو گئے اور اس ملک میں اپنی مساعی سے چار چاند لگا دیئے اور ہمیشہ کے لئے اسی ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔ ایسے صدہا نمونے آج بھی موجود ہیں۔

۱۱- باب كراهية النبي ﷺ أن تعرى المدينة

باب مدینہ کا ویران کرنا نبی اکرم ﷺ کو ناگوار تھا

١٨٨٧- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ وَقَالَ: ((يَا بَنِي سَلِمَةَ أَلاَ تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ؟)) فَأَقَامُوا. [راجع: ٦٥٥]

(۱۸۸۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبردی' انہیں حمید طویل نے خبردی اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو سلمہ نے چاہا کہ اپنے دور والے مکانات چھوڑ کر مسجد نبوی سے قریب اقامت اختیار کرلیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ پسند نہیں کیا کہ مدینہ کے کسی حصہ سے بھی رہائش ترک کی جائے' آپؐ نے فرمایا' اے بنو سلمہ! تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے' چنانچہ بنو سلمہ نے (اپنی اصلی اقامت گاہ ہی میں) رہائش باقی رکھی۔

تشریح: آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی سب طرف سے قائم رہے اور اس میں ترقی ہوتی جائے تاکہ کافروں اور منافقوں پر رعب پڑے' حضرت امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مدینہ کی اقامت ترک کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے بلکہ یہ اس مسلمان کی عین سعادت ہے جس کو وہاں اطمینان کے ساتھ سکونت مل جائے۔

١٢- بَابٌ

باب

١٨٨٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي)). [راجع: ١١٩٦]

(۱۸۸۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض (کوثر) پر ہو گا۔

تشریح: گھر سے مراد حضرت عائشہؓ کا حجرہ ہے' جہاں آپ آرام فرما ہیں۔ ابن عساکر کی روایت میں یوں ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان ایک کیاری ہے جنت کی کیاریوں میں سے۔ اور طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا اس میں بھی قبر کا لفظ ہے اللہ پاک نے آپ کو پہلے ہی سے آگاہ فرما دیا تھا کہ آپ اس حجرہ میں قیامت تک آرام فرمائیں گے۔ بیان کردہ مبارک قطعہ حقیقتاً جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ بعض نے کہا اس کی برکت اور خوبی کی وجہ سے مجازاً ایسا کہا گیا یا اس لئے کہ وہاں عبادت کرنا خصوصی طور پر دخول جنت کا ذریعہ ہے منبر کے بارے میں جو فرمایا قدرت خداوندی سے یہ بھی بعید نہیں کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر اس منبر کو دوبارہ مہیا کر کے آپؐ کے لئے رکھ دیا جائے۔ (واللہ اعلم بمرادہ) باب کا مقصد یہاں سکونت مدینہ کی ترغیب دلانا ہے۔

١٨٨٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ

(۱۸۸۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ابو بکر

اللہ ﷺ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُوبَكْرٍ وَبِلاَلٌ، فَكَانَ أَبُوبَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُولُ :

كُلُّ امْرِىءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلاَلٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهُ يَقُولُ:

أَلاَ لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَولِي إِذْخِرٌ وَجَلِيْــــلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَومًـــا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيْــلُ

قَالَ: ((اللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ)). ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ. اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، وَصَحِّحْهَا لَنَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ. قَالَتْ: وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللہِ، قَالَتْ : فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِي نَجْلاً. تَعْنِي مَاءً آجِنًا)).

[أطرافه في : ٣٩٢٦، ٥٦٥٤، ٥٦٧٧، ٦٣٧٢].

اور بلال رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہو گئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بخار میں مبتلا ہوئے تو یہ شعر پڑھتے۔

ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ اس کی موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا تو آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے۔

"کاش! میں ایک رات مکہ کی وادی میں گذار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (گھاس) ہوتیں۔

کاش! ایک دن میں مجنہ کے پانی پر پہنچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل (پہاڑوں) کو دیکھ سکتا۔

کہا کہ اے میرے اللہ! شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف مردودوں پر لعنت کر۔ انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے اس وبا کی زمین میں نکالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کر دے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ! اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لئے صحت خیز کر دے یہاں کے بخار کو جحفہ میں بھیج دے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ آئے تو یہ خدا کی سب سے زیادہ وبا والی سرزمین تھی۔ انہوں نے کہا مدینہ میں بطحان نامی ایک نالہ سے ذرا ذرا بدمزہ اور بدبودار پانی بہا کرتا تھا۔

تشریح: وطن کی محبت انسان کا ایک فطری جذبہ ہے' صحابہ کرام مہاجرین رضی اللہ عنہم اگرچہ برضا و رغبت اللہ و رسول ﷺ کی رضا کی خاطر اپنے وطن' اپنے گھر در سب کو چھوڑ کر مدینہ آ گئے تھے' مگر شروع شروع میں ان کو وطن کی یاد آیا ہی کرتی تھی اور اس لئے بھی کہ ہر لحاظ سے اس وقت مدینہ کا ماحول ان کے لئے ناسازگار تھا' خاص طور پر مدینہ کی آب و ہوا ان دنوں ان کے موافق نہ تھی۔ اسی لئے وہ بخار میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے درد انگیز اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ مکہ شریف کا ماحول وہاں کے پہاڑ حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک ان کو کس قدر محبوب تھی مگر اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی تھی' حضرت

بلال بنٹیڈ کے اشعار میں ذکر کردہ جلیل اور اذخر دو قسم کی گھاس ہیں جو اطراف مکہ میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل کے فاصلے پر دو پہاڑ ہیں۔ مجنہ مکہ سے چند میل مرالظہران کے قریب ایک مقام ہے جہاں کا پانی بے حد شیریں ہے' حضرت بلال بنٹیڈ نے اپنے ان اشعار میں ان ہی سب کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم نے بلالی اشعار کا اردو ترجمہ اشعار میں یوں فرمایا ہے۔

الا ليت شعرى هل ابيتن ليلة
کاش! پھر مکہ کی وادی میں رہوں میں ایک رات
بواد و حولى اذخر و جليل
سب طرف میرے اگے ہوں واں جلیل اذخر نبات
وهل اردن يوما مياه مجنة
اور پیوں پانی مجنہ کے جو آب حیات
وهل يبدون لى شامة وطفيل
کاش! پھر دیکھوں میں شامہ کاش! پھر دیکھوں طفیل

اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی دعا قبول فرمائی کہ مدینہ نہ صرف آب و ہوا بلکہ ہر لحاظ سے ایک جنت کا نمونہ شہر بن گیا اور اللہ نے اسے ہر قسم کی برکتوں سے نوازا اور سب سے بڑا شرف جو کائنات عالم میں اسے حاصل ہے وہ یہ کہ یہاں سرکار دو عالم رسول اکرم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ سچ ہے ؎

اخترت بين اماكن الغبراء
دار الكرامة بقعة الزوراء (صلى الله عليه وسلم)

١٨٩٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيْلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ ﷺ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ زَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَفْصَةَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

(۱۸۹۰) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے خالد بن یزید نے' ان سے سعید بن ابی ہلال نے' ان سے زید بن اسلم نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کرتے تھے اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کر اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مقدر کر دے۔ ابن زریع نے روح بن قاسم سے' انہوں نے زید بن اسلم سے' انہوں نے اپنی والدہ سے' انہوں نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ میں نے عمر بنٹیڈ سے اسی طرح سنا تھا' ہشام نے بیان کیا' ان سے زید نے' ان سے ان کے والد نے' ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا پھر یہی حدیث روایت کی۔

تشریح اللہ پاک نے حضرت عمر فاروق اعظم بنٹیڈ کی ہر دو دعاؤں کو قبول فرمایا' ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بدھ کا دن تھا کہ فجر میں آپ امامت کر رہے تھے ظالم ابو لولو مجوسی نے آپ کو زہر آلود خنجر مارا' زخم کاری تھا چند دن بعد آپ کا انتقال ہو گیا اور یکم محرم

۲۴ھ بروز ہفتہ تدفین عمل میں آئی۔ اللہ پاک نے آپ کی دوسری دعا بھی اس شان کے ساتھ قبول فرمائی کہ عین حجرہ نبوی پہلوئے رسالت مآب ﷺ میں دفن کئے گئے۔ ﴿ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ﴾

الحمد للہ بے حد خوشی کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ۱۳۸۹ھ میں مجھ کو تیسری مرتبہ پھر یہاں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور بار بار آنحضرت ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھنے کے مواقع نصیب ہوئے' یہ سفر بنگلور کے ایک مشہور محترم مرحوم بھائی محمد علی عرف بلاری پیار و قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے بدل کے سلسلہ میں کیا گیا اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور مرحوم کے لئے اجر و ثواب ثابت فرمائے اور میرے لئے اور میری آل و اولاد کے لئے بھی اس مبارک سفر کی دعاؤں کے نتیجہ میں ترقیات دارین عطا فرمائے اور میرے ان جملہ محترم بھائیوں کے لئے بھی جو بہ سلسلہ بخاری شریف مترجم اردو مجھے اپنے ہر ممکن تعاون سے نواز رہے ہیں' اللہ پاک ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سارے مسلمانان عالم کو سربلندی و رفعت عطا کرے۔ (آمین یا رب العالمین) ابواب العمرۃ ختم شدہ بفضلہ تعالیٰ۔

۳۰۔ کتاب الصوم

کتاب مسائل روزہ کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشریح صوم لغت میں روکنے کو کہتے ہیں' شرعاً ایک عبادت کا نام ہے جس میں ایک مسلمان مرد عورت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رک جاتا ہے' سال میں ایک مہینہ ایسا روزہ رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے' عورتوں کے لئے اور مریض مسافر کے لئے کچھ رعایت ہیں جو مذکور ہوں گی۔ اس مہینہ کو رمضان کہا جاتا ہے جو رمض سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گرمی کا مہینہ تھا اس لئے لفظ رمضان سے موسوم ہوا۔ بعض نے کہا اس ماہ میں روزہ رکھنے والوں کے گناہ جل جاتے ہیں۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ مجتہد اعظم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں آیت قرآنی لائے ہیں۔ جو شخص رمضان کے روزوں کی فرضیت کا انکار کرے وہ بالاتفاق کافر ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں الصیام فی اللغۃ الامساک و فی الشرع امساک مخصوص فی زمن مخصوص بشرائط مخصوصۃ و کان فرض صوم شھر رمضان فی السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ (نیل) یعنی روزہ لغت میں رک جانا اور شریعت میں مخصوص شرائط کے ساتھ ایک مخصوص وقت میں مخصوص طور پر رک جانا اور ماہ رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے۔

١- باب وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

باب رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة : ١٨٣].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تا کہ تم گناہوں سے بچو۔

١٨٩١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ: ((أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ؟ فَقَالَ: ((الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا)). فَقَالَ : أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ: ((شَهْرَ رَمَضَانَ إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا)). فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ؟ فَقَالَ : ((فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَرَائِعَ الإِسْلاَمِ)). قَالَ : وَالَّذِي أَكْرَمَكَ، لاَ أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلاَ أَنْقُصُ بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ شَيْئًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ. أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ)). [راجع: ٤٦]

(١٨٩١) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے ابو سہیل نے' ان سے ان کے والد مالک نے اور ان سے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! بتایئے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں' یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو' پھر اس نے کہا بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روزے کتنے فرض کئے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے مہینے کے' یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفلی روزے اور بھی رکھ لو' پھر اس نے پوچھا اور بتایئے زکوٰۃ کس طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے؟ آپ ﷺ نے اسے شرع اسلام کی باتیں بتادیں۔ جب اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! نہ میں اس میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ مراد کو پہنچایا (آپؐ نے یہ فرمایا کہ) اگر سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔

اس دیہاتی کا نام حمام بن ثعلبہ تھا' اس حدیث سے رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوئی۔ حضرت امام بخاری نے اس مقصد کے تحت یہاں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس دیہاتی نے نفلوں کا انکار نہیں کیا' کمی یا بیشی نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ مستحق بشارت نبوی ہوا۔

١٨٩٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ((صَامَ النَّبِيُّ ﷺ عَاشُوْرَاءَ

(١٨٩٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ

وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ. وَكَانَ عَبْدُ اللهِ لاَ يَصُومُهُ إِلاَّ أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ)). [طرفاه في : ٢٠٠٠، ٤٥٠١].

رکھا تھا اور آپؐ نے اس کے رکھنے کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابتداء اسلام میں حکم دیا تھا' جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ بطور فرض چھوڑ دیا گیا' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آن پڑتا۔

یعنی جس دن ان کو روزہ رکھنے کی عادت ہوتی مثلاً پیر یا جمعرات اور اس دن عاشورہ کا دن بھی آ پڑتا تو روزہ رکھ لیتے تھے۔ یوم عاشورہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے' یہ قدیم زمانے سے ایک تاریخی دن چلا آ رہا ہے۔

١٨٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ أَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : ((مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ)). [راجع: ١٥٩٢]

(١٨٩٣) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے یزید بن ابی حبیب نے اور ان سے عراک بن مالک نے بیان کیا' انہیں عروہ نے خبر دی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے یوم عاشورہ کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

- بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

باب روزہ کی فضیلت کا بیان

١٨٩٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: ((الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَجْهَلْ. وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ - مَرَّتَيْنِ - وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا)).

[اطرافه في: ١٩٠٤، ٥٩٢٧، ٧٤٩٢، ٧٥٣٨].

(١٨٩٤) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے' ان سے ابوالزناد نے' ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دوزخ سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے' اس لئے (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں' (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے' (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوات میرے لئے چھوڑتا ہے' روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔

تشریح: جہالت کی باتیں مثلاً ٹھٹھا مذاق' بیہودہ جھوٹ اور لغو باتیں اور چیخنا چلانا' غل مچانا۔ سعید بن منصور کی روایت میں یوں ہے کہ فحش نہ بکے نہ کسی سے جھگڑے۔ ابوالشیخ نے ایک ضعیف حدیث میں نکالا کہ روزہ دار جب قبروں میں سے اٹھیں گے تو اپنے منہ کی بو سے پہچان لئے جائیں گے اور ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہو گی۔ ابن علام نے کہا کہ دنیا ہی میں روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے اور روزہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ریا نمود کو دخل نہیں ہوتا۔ آدمی خالص خدا ہی کے ڈر سے اپنی تمام خواہشیں چھوڑ دیتا ہے۔ اس وجہ سے روزہ خاص اس کی عبادت ہے اور اس کا ثواب بھت ہی بڑا ہے بشرطیکہ روزہ حقیقی روزہ ہو۔

٣- بَابُ الصَّوْمِ كَفَّارَةٌ

١٨٩٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: ((قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ يَحْفَظُ حَدِيْثًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلاَةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ)). قَالَ: لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذِهِ، إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ قَالَ: وَإِنَّ دُونَ ذَلِكَ بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ. قَالَ: ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لاَ يُغْلَقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ : سَلْهُ، أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ؟ فَسَأَلَهُ فَقَالَ : نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ اللَّيْلَةَ)).

[راجع: ٥٢٥]

باب روزہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

(١٨٩٥) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے جامع بن راشد نے بیان کیا' ان سے ابو وائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت عمرؓ نے پوچھا فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ انسان کے لئے اس کے بال بچے' اس کا مال اور اس کے پڑوسی فتنہ (آزمائش و امتحان) ہیں جس کا کفارہ نماز روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا میری مراد تو اس فتنہ سے ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح امنڈ آئے گا۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے' (یعنی آپ کے دور میں وہ فتنہ شروع نہیں ہو گا) عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ دروازہ کھل جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ توڑ دیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو پائے گا۔ ہم نے مسروق سے کہا آپ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے' چنانچہ مسروق نے پوچھا تو آپؓ نے فرمایا ہاں! بالکل اس طرح (انہیں علم تھا) جیسے رات کے بعد دن کے آنے کا علم ہوتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں نماز کے ساتھ روزہ کو بھی گناہوں کا کفارہ کہا گیا ہے یہی باب کا مقصد ہے' یہاں جن فتنوں کی طرف اشارہ ہے ان سے وہ فتنے مراد ہیں جو خلافت راشدہ ہی میں شروع ہو گئے تھے اور آج تک ان فتنوں کے خطرناک اثرات امت میں افتراق کی شکل میں باقی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست کی بنا پر جو کچھ فرمایا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ اللھم صل و سلم علی حبیبک و علی صاحبیہ و اغفرلنا وارحمنا یا ارحم الراحمین

٤- بَابُ الرَّيَّانِ لِلصَّائِمِيْنَ

باب روزہ داروں کے لئے ریان (نامی ایک دروازہ جنت

میں بنایا گیا ہے اس کی تفصیل کا بیان)

١٨٩٦- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَومَ الْقِيَامَةِ لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ، فَيَقُومُونَ، لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ)).

[طرفه في : ٣٢٥٧].

(١٨٩٦) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ ابن دینار نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے' ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا' پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا۔

لفظ ریان ری سے مشتق ہے جس کے معنی سیرابی کے ہیں چونکہ روزہ میں پیاس کی تکلیف ایک خاص تکلیف ہے جس کا بدل ریان ہی ہو سکتا ہے جس سے سیرابی حاصل ہو اس لئے یہ دروازہ خاص روزہ داروں کے لئے ہو گا جس میں داخل ہو کر وہ سیراب اور قطعی سیراب ہو جائیں گے پھر وہ تا ابد پیاس محسوس نہیں کریں گے وجعلنا اللہ منہم' آمین

١٨٩٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ : يَا عَبْدَ اللهِ هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلاَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلاَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ)). فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ،

(١٨٩٧) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہو گا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا' جو مجاہد ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا' جو روزہ دار ہو گا اسے "باب ریان" سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو گا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا' اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں' آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے

فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ : ((نَعَم، وَأَرْجُوا أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ)).

گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔

[أطرافه في : ٢٨٤١، ٣٢١٦، ٣٦٦٦].

اس حدیث سے جہاں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں وہاں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اعلیٰ درجہ کا جنتی قرار دیا ہے۔ تف ہے ان لوگوں پر جو اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کی شان میں گستاخی کریں۔ ہداہم اللہ آمین۔

٥- بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ، وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا

باب رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟

اور جن کے نزدیک دونوں لفظوں کی گنجائش ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ)) وَقَالَ : ((لاَ تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ)).

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور آپؐ نے فرمایا کہ رمضان سے آگے روزہ نہ رکھو۔

یہ باب لا کر امام بخاری نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جسے ابوعدی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا ہے کہ رمضان مت کہو۔ رمضان اللہ کا ایک نام ہے' اس کی سند میں ابو معشر ہے' وہ ضعیف الحدیث ہے۔ لفظ رمضان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوا اور شہر رمضان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ دونوں طرح سے اس مہینہ کا نام لیا جا سکتا ہے ان ہر دو احادیث کو خود امام بخاری نے وصل کیا ہے۔

١٨٩٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ)). [طرفاه في : ١٨٩٩، ٣٢٧٧].

(١٨٩٨) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے ابوسہل نافع بن مالک نے' ان سے ان کے والد نے' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

یہاں بھی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ رمضان استعمال فرمایا۔ حدیث اور باب میں یہی مطابقت ہے۔

١٨٩٩- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ : رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ)). [راجع: ١٨٩٨]

(١٨٩٩) مجھ سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ مجھے بنو تمیم کے مولیٰ ابوسہیل ابن ابی انس نے خبر دی' ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے شہر رمضان کا لفظ استعمال فرمایا اس سے باب کا مقصد ثابت ہو گیا۔

١٩٠٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا. فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ)). وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَيُونُسُ ((لِهِلاَلِ رَمَضَانَ)).

[طرفاه في: ١٩٠٦، ١٩٠٧].

(۱۹۰۰) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ جب رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ شروع کر دو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ افطار کر دو اور اگر ابر ہو تو اندازہ سے کام کرو۔ (یعنی تیس روزے پورے کر لو اور بعض نے لیث سے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل اور یونس نے بیان کیا کہ "رمضان کا چاند" مراد ہے۔

مقصد یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے شروع کرنے اور عیدالفطر منانے ہر دو کے لئے رویت ہلال ضروری ہے' اگر ہر دو مرتبہ ۲۹ تاریخ میں رویت ہلال یقینی نہ ہو تو تیس دن پورے کرنے ضروری ہیں' عید کے چاند میں لوگ بہت سی بے اعتدالیاں کر جاتے ہیں جو نہ ہونی چاہئیں۔

٦- بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَنِيَّةً

باب جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت کر کے رکھے اس کا ثواب

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ)).

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ لوگوں کو قیامت میں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

١٩٠١- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

(۱۹۰۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح: ہر عمل کے لئے نیت کا درست ہونا ضروری ہے' روزہ بھی بہترین عمل ہے۔ بشرطیکہ خلوص دل کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی نیت سے رکھا جائے اور حکم الٰہی پر یقین ہونا بھی شرط ہے کہ محض ادائیگی رسم نہ ہو پھر نہ ثواب ملے گا جو یہاں مذکور ہے۔ اس حدیث من صام الخ کے ذیل میں استاذ الکل حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرحوم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ

ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے میں قوت ملکی کے غالب ہونے اور قوت بہیمی کے مغلوب ہونے کے لئے یہ مقدار کافی ہے کہ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

٧- بَابُ أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ

١٩٠٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ)). [راجع: ٦]

باب نبی کریم ﷺ رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے

(۱۹۰۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہیں ابن شہاب نے خبر دی' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سخاوت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپؐ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملتے' جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے رمضان شریف کی ہر رات میں ملتے یہاں تک کہ رمضان گذر جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبریل آپ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔

٨- بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

١٩٠٣- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ للهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)).

[طرفه في : ٦٠٥٧].

باب جو شخص رمضان میں جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا نہ چھوڑے

(۱۹۰۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' ان سے سعید مقبری نے' ان سے ان کے والد کیسان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ اور دغابازی نہ چھوڑنے والا انسان روزہ کی توہین کرتا ہے اس لئے اللہ کے یہاں اس کے روزے کا کوئی وزن نہیں قال البیضاوی لیس المقصود من شرعیة الصوم نفس الجوع والعطش بل ما یتبعه من کسر الشہوات و تطویع النفس الامارة للنفس المطمئنة فاذا لم یحصل ذالک لا ینظر الله الیه نظر القبول فتح یعنی روزہ سے محض بھوک و پیاس مراد نہیں ہے

بلکہ مراد یہ بھی ہے کہ شہوات نفسانی کو ترک کیا جائے' نفس امارہ کو اطاعت پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ نفس مطمئنہ کے پیچھے لگ سکے۔ اگر یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو اللہ پاک اس روزہ پر نظر قبول نہیں فرمائے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بدبو خدا کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اس کا اثر بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے اور عالم مثال میں بجائے عبادت کے وہ اثر متمثل ہو جاتا ہے' اسی لئے آپؐ نے اس کے سبب سے ملائکہ کو خوشی پیدا ہونے اور اللہ پاک کی رضامندی کو ایک پلہ میں اور بنی آدم کو مشک کے سونگھنے پر جو سرور حاصل ہوتا ہے اس کو ایک پلہ میں رکھا تاکہ یہ رمز غیبی ان کے لئے ظاہر ہو جائے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

٩- بَابُ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

١٩٠٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((قَالَ اللهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلاَّ الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَو قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ)).

[راجع: ١٨٩٤]

باب کوئی روزہ دار کو اگر گالی دے تو اسے یہ کہنا چاہئے کہ میں روزہ سے ہوں؟

(۱۹۰۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی' انہیں ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی' انہیں ابوصالح (جو روغن زیتون اور گھی بیچتے تھے) نے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے' اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہ کرنی چاہئے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے' روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہو گا۔

تشریح یعنی دنیا میں بھی آدمی نیک عمل سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھاتا ہے گو اس کی ریا کی نیت نہ ہو مثلاً لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں مگر روزہ ایسی مخفی عبادت ہے جس کا صلہ اللہ دے گا بندوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

١٠- بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزُوبَةَ

باب جو مجرد ہو اور زنا سے ڈرے تو وہ روزہ رکھے

١٩٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ. وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)).

[طرفاه في : ٥٠٦٥، ٥٠٦٦].

(۱۹۰۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا' ان سے ابو حمزہ نے' ان سے اعمش نے' ان سے ابراہیم نے' ان سے علقمہ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا اگر کوئی صاحب طاقت والا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بد فعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔

١١- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلاَلَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا))

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزے رکھو۔ اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو

وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ : ((مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ)).

اور صلہ نے عمارؓ سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے حضرت ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

١٩٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((لاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلاَلَ، وَلاَ تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ)).

[راجع: ١٩٠٠]

(۱۹۰۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جب تک چاند نہ دیکھو روزہ شروع نہ کرو' اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ موقوف نہ کرو اور اگر ابر چھا جائے تو تیس دن پورے کر لو۔

تشریح معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند میں شک ہو جائے کہ ہوا یا نہ ہوا تو اس دن روزہ رکھنا منع ہے بلکہ ایک حدیث میں ایسا روزہ رکھنے والوں کو حضرت ابو القاسم ﷺ کا نافرمان بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح عید کا چاند بھی اگر ۲۹ تاریخ کو نظر نہ آئے یا بادل وغیرہ کی وجہ سے شک ہو جائے تو پورے تیس دن روزے رکھ کر عید منانی چاہئے۔ حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں چونکہ روزے کا زمانہ قمری مہینہ کے ساتھ رویت ہلال کے اعتبار سے منضبط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے لہٰذا اشتباہ کی صورت میں اس اصل کی طرف رجوع کرنا ہوا۔

١٩٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

(۱۹۰۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے مالک نے'

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً، فَلاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلاَثِينَ)).

[راجع: ۱۹۰۰]

ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ کبھی انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لئے (انتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ شروع کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کر لو۔

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قال فی المواهب و هذا مذ هبنا و مذهب مالک وابی حنیفة و جمهور السلف والخلف و قال بعضهم ان المراد تقدير منازل القمر و ضبط حساب النجوم حتی یعلم ان الشهر ثلاثون اوتسع و عشرون و هذا القول غير سدید فان قول المنجمین لایعتمد علیه (لمعات) یعنی جمہور علمائے سلف اور خلف کا اسی حدیث پر عمل ہے بعض لوگوں نے حدیث بالا میں لفظ فاقدروا سے حساب نجوم کا ضبط کرنا مراد لیا ہے یہ قول درست نہیں ہے اور اہل نجوم کا قول اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ آج کل تقویم میں جو تاریخ بتلائی جاتی ہے اگرچہ ان کے مرتب کرنے والے پوری کوشش کرتے ہیں مگر شرعی امور کے لئے محض ان کی تحریرات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا خاص طور پر رمضان اور عیدین کے لئے رویت ہلال یا دو معتبر گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔

۱۹۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا، وَخَنَسَ الإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ)).

[اطرافه في: ۱۹۱۳، ۵۳۰۲].

(۱۹۰۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے جبلہ بن سحیم نے بیان کیا' کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہینہ اتنے دنوں اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔ تیسری مرتبہ کہتے ہوئے آپ نے انگوٹھے کو دبا لیا۔

مراد یہ کہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا مہینہ ہوتا ہے۔

۱۹۰۹- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ- أَوْ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ- ((صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاَثِينَ)).

(۱۹۰۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' یا یوں کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند ہی دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ موقوف کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن پورے کر لو۔

۱۹۱۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

(۱۹۱۰) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے' ان سے عکرمہ بن عبدالرحمن نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج سے

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا - أَوْ رَاحَ - فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لاَ تَدْخُلَ شَهْرًا فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَعِشْرِيْنَ يَوْمًا)).

[طرفه في : ٥٢٠٢].

ایک مہینہ تک جدا رہے پھر انتیس دن پورے ہو گئے تو صبح کے وقت یا شام کے وقت آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اس پر کسی نے کہا آپ نے تو عہد کیا تھا کہ آپ ایک مہینہ تک ان کے یہاں تشریف نہیں لے جائیں گے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

١٩١١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آلَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ آلَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ)). [راجع: ٣٧٨]

(۱۹۱۱) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے' ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے جدا رہے تھے' آپؐ کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی تو آپؐ نے بالاخانہ میں انتیس دن قیام کیا تھا' پھر وہاں سے اترے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

١٢- بَابُ شَهْرَا عِيْدٍ لاَ يَنْقُصَانِ

باب عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْحَاقُ: وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لاَ يَجْتَمِعَانِ كِلاَهُمَا نَاقِصٌ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ نے (اس کی تشریح میں) کہا کہ اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) تیس دن کا ثواب ملتا ہے محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے کہا (مطلب یہ ہے) کہ دونوں ایک سال میں ناقص (انتیس انتیس دن کے) نہیں ہو سکتے۔

تشریح حضرت امام بخاری نے اسحاق اور ابن سیرین کے قول نقل کر کے اس حدیث کی تفسیر کر دی' امام احمد نے فرمایا ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر رمضان ۲۹ دن کا ہو تو ذی الحجہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے' اگر ذی الحجہ ۳۰ دن کا ہو تو رمضان ۳۰ دن کا ہوتا ہے مگر اس تفسیر میں بہ قاعدہ نجوم شبہ رہتا ہے۔ بعض سال ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رمضان اور ذی الحجہ ۲۹ دن کے ہوتے ہیں اس لئے صحیح اسحاق بن راہویہ کی تفسیر ہے۔ امام بخاری نے اسی لئے اس کو پہلے بیان فرمایا کہ راجح یہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شہرا عید لا ینقصان بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ انتیس انتیس دنوں کے نہیں ہوتے بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ تیس وانتیس کا اجر برابر ہی ملتا ہے اور یہ اخیری معنی قواعد شرعیہ کے لحاظ سے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں۔ گویا آپ نے اس بات کا دفع کرنا چاہا کہ کسی کے دل میں کسی بات کا وہم نہ گذرے۔

١٩١٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ

(۱۹۱۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے معتمر بن سلمان نے بیان

قَالَ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ يَعْنِي ابْنَ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. ح وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((شَهْرَانِ لاَ يَنْقُصَانِ، شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ)).

کیا' کہا کہ میں نے اسحاق سے سنا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھے مسدد نے خبردی' ان سے معتمر نے بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے خبردی اور انہیں ان کے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔

مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔

١٣- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسِبُ))

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ہم لوگ حساب کتاب نہیں جانتے

١٩١٣- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا)). يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلاَثِينَ.

[راجع: ١٩٠٨]

(١٩١٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے اسود بن قیس نے بیان کیا' ان سے سعید بن عمرو نے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' ہم ایک بے پڑھی لکھی قوم ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا۔ مہینہ یوں ہے اور یوں ہے۔ آپ کی مراد ایک مرتبہ انتیس (دنوں سے) تھی اور ایک مرتبہ تیس سے۔ (آپؐ نے دسوں انگلیوں سے تین بار بتلایا)

١٤- بَابُ لاَ يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلاَ يَوْمَيْنِ

باب رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزے نہ رکھے جائیں

١٩١٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ)).

(١٩١٤) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔

مثلاً کوئی ہر ماہ میں پیر یا جمعرات کا یا کسی اور دن کا روزہ ہر ہفتہ رکھتا رہتا ہے اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آ گیا تو وہ یہ روزہ رکھ لے' نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت اس لئے بھی وارد ہوئی ہے تاکہ رمضان کے لئے طاقت قائم رہے اور کمزوری لاحق نہ ہو۔ الغرض ہر ہر قدم پر شریعت کے امر و نہی کو سامنے رکھنا یہی دین اور یہی عبادت اور یہی اسلام ہے اور یہی ایمان' ہر ہر جگہ اپنی عقل کا دخل ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

١٥- بَابُ قَولِ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ :

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ، هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ، عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ، فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ﴾ [البقرة : ١٨٧].

باب اللہ عزوجل کا فرمانا کہ

حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا' وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو' اللہ نے معلوم کیا کہ تم چوری سے ایسا کرتے تھے۔ سو معاف کر دیا تم کو اور درگذر کی تم سے پس اب صحبت کرو ان سے اور ڈھونڈو جو لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں۔ (اولاد سے)

١٩١٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلاَ يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ. وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا: أَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ: لاَ، وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ، فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَكَ، فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا، وَنَزَلَتْ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ

(١٩١٥) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' ان سے اسرائیل نے' ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب روزہ سے ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پہلے بھی سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تاآنکہ پھر شام ہو جاتی' پھر ایسا ہوا کہ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا (اس وقت تو کچھ) نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں کہیں سے لاؤں گی' دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لئے آنکھ لگ گئی جب بیوی واپس ہوئیں اور انہیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا افسوس تم محروم ہی رہے! لیکن دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے جب اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی "حلال کر دیا گیا تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا" اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی "کھاؤ پیو یہاں تک کہ ممتاز ہو جائے تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق)

لأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ﴾. سیاہ دھاری (صبح کاذب) سے۔

[طرفه في : ٤٥٠٨].

تشریح نسائی کی روایت میں یہ مضمون یوں ہے کہ روزہ دار جب شام کا کھانا کھانے سے پہلے سو جائے' رات بھر کچھ نہیں کھا پی سکتا تھا یہاں تک کہ دوسری شام ہو جاتی اور ابوالشیخ کی روایت میں یوں ہے کہ مسلمان افطار کے وقت کھاتے پیتے' عورتوں سے صحبت کرتے' جب تک سوتے نہیں۔ سونے کے بعد پھر دوسرا دن ختم ہونے تک کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ ابتداء میں تھا بعد میں اللہ پاک نے روزہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور جملہ مشکلات کو آسان فرما دیا۔

١٦- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ فِيهِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب (سورۂ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ "سحری کھاؤ اور پیو' یہاں تک کہ کھل جائے تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق) سیاہ دھاری یعنی صبح کاذب سے پھر پورے کرو اپنے روزے سورج چھپنے تک (اس سلسلے میں) براء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی نبی کریم ﷺ سے مروی ہے

١٩١٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ﴾ عَمَدْتُ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ وَإِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلاَ يَسْتَبِينُ لِي. فَغَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ)).

(۱۹۱۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا' کہا کہ مجھے حصین بن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور ان سے شعبی نے' ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "تا آنکہ کھل جائے تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے۔ تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کو تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا مجھ پر ان کے رنگ نہ کھلے' جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے تو رات کی تاریکی (صبح کاذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔

[طرفاه في : ٤٥٠٩، ٤٥١٠].

عدی بن حاتم کو آپ کے بتلانے پر حقیقت سمجھ میں آئی کہ یہاں صبح کاذب اور صبح صادق مراد ہیں۔

١٩١٧- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ

(۱۹۱۷) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی حازم نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سہل

بْنِ سَعْدٍح. وَحَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: ((أُنْزِلَتْ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يَنْزِلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللهُ بَعْدُ: ﴿ مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ)).

[طرفه في : ٤٥١١].

بن سعد نے '(دوسری سند امام بخاری) نے کہا اور مجھ سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' ان سے ابو غسان محمد بن مطرف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت نازل ہوئی "کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری' سیاہ دھاری سے کھل جائے" لیکن من الفجر (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یہ کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے' کھانا پینا بند نہ کرتے تھے' اس پر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

تشریح: ابتداء میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض لوگوں نے طلوع فجر کا مطلب نہیں سمجھا اس لئے وہ سفید اور سیاہ دھاگے سے فجر معلوم کرنے لگے مگر جب من الفجر کے لفظ نازل ہوئے تو ان کو حقیقت کا علم ہوا۔ سیاہ دھاری سے رات کی اندھیری اور سفید دھاری سے صبح کا اجالا مراد ہے۔

١٧- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلاَلٍ))

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے

١٩١٨، ١٩١٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ بِلاَلاً كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لاَ يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ)). قَالَ الْقَاسِمُ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلاَّ أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا)).

[راجع: ٦١٧]

(١٩١٨' ١٩١٩) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو اسامہ نے' ان سے عبیداللہ نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور (عبیداللہ ابن عمرؓ نے یہی روایت) قاسم بن محمد سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔ قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام مکتوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔

تشریح علامہ قسطلانی نے نقل کیا کہ صحابہؓ کی سحری بہت قلیل ہوتی تھی' ایک آدھ کھجور یا ایک آدھ لقمہ اس لئے یہ قلیل فاصلہ بتلایا گیا۔ حدیث ہذا میں صاف مذکور ہے کہ بلالؓ صبح صادق سے پہلے اذان دیا کرتے تھے یہ ان کی سحری کی اذان ہوتی تھی اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اس وقت دیتے جب لوگ ان سے کہتے کہ فجر ہو گئی ہے کیونکہ وہ خود نابینا تھے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں والمعنی فی الجمیع ان بلالاً کان یوذن قبل الفجر ثم یتربص بعد للدعاء و نحوہ ثم یرقب الفجر فاذا اقارب طلوعہ نزل فاخبر ابن ام مکتوم الخ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے قبل اذان دے کر اس جگہ دعاء کے لئے ٹھہرے رہتے اور فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر قریب ہوتی تو وہاں سے نیچے اتر کر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرتے اور وہ پھر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔ ہر دو کی اذان کے درمیان قلیل فاصلہ کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے آیت قرآنیہ ﴿ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ ﴾ (البقرۃ: ۱۸۷) سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صبح صادق نمایاں ہو جانے تک سحری کھانے کی اجازت ہے۔ جو لوگ رات رہتے ہوئے سحری کھا لیتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت سحری وہی ہے کہ اس سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز شروع کرنے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہو جتنا کہ پچاس آیات کے پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے۔

۱۸- بَابُ تَعْجِيلِ السُّحُورِ

باب سحری کھانے میں دیر کرنا

۱۹۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي، ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ)). [راجع: ۵۷۷]

(۱۹۲۰) ہم سے محمد بن عبیداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا' ان سے ابوحازم نے بیان کیا اور ان سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تاکہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔

یعنی سحری وہ بالکل آخر وقت کھایا کرتے تھے پھر جلدی سے جماعت میں شامل ہو جاتے کیونکہ آنحضرت ﷺ فجر کی نماز ہمیشہ طلوع فجر کے بعد اندھیرے ہی میں پڑھا کرتے تھے ایسا نہیں جیسا کہ آج کل حنفی بھائیوں نے معمول بنالیا ہے کہ نماز فجر بالکل سورج نکلنے کے وقت پڑھتے ہیں' ہمیشہ ایسا کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔ نماز فجر کو اول وقت ادا کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

۱۹- بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السُّحُورِ وَصَلاَةِ الْفَجْرِ

باب سحری اور فجر کی نماز میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا

۱۹۲۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: ((تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ. قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَ الأَذَانِ وَالسُّحُورِ؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً)). [راجع: ۵۷۵]

(۱۹۲۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا' کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم نے سحری کھائی' پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔

تشریح: سند میں حضرت قتادہ بن دعامہ کا نام آیا ہے' ان کی کنیت ابوالخطاب السدوی ہے' نابینا اور قوی الحافظ تھے' بکر بن عبداللہ مزنی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ قوی الحافظہ بزرگ کی زیارت کرے وہ قتادہ کو دیکھ لے۔ خود قتادہ کہتے ہیں کہ جو بات بھی میرے کان میں پڑتی ہے اسے قلب فوراً محفوظ کر لیتا ہے۔ عبداللہ بن سرجس اور انس رضی اللہ عنہ اور بہت سے دیگر حضرات سے روایت کرتے ہیں' ۷۰ ھ میں انتقال فرمایا رحمہ اللہ (آمین)

۲۰- بَابُ بَرَكَةِ السُّحُورِ عَنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ، لأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوا وَلَمْ يُذْكَرِ السُّحُورُ

باب سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے

کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ نے پے در پے روزے رکھے اور ان میں سحری کا ذکر نہیں ہے۔

۱۹۲۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاصَلَ، فَوَاصَلَ النَّاسُ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَنَهَاهُمْ، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى)).

[طرفه في : ۱۹۶۲].

(۱۹۲۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جویریہ نے' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے "صوم وصال" رکھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رکھا لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے دشواری ہو گئی۔ اس لئے آپؐ نے اس سے منع فرما دیا' صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عرض کی کہ آپؐ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو برابر کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔

تشریح: صوم وصال متواتر کئی دن سحری و افطار کئے بغیر روزہ رکھنا اور رکھے چلے جانا' بعض دفعہ آنحضرت ﷺ ایسا روزہ رکھا کرتے تھے مگر صحابہؓ کو آپؐ نے مشقت کے پیش نظر ایسے روزے سے منع فرمایا بلکہ سحری کھانے کا حکم دیا تاکہ دن میں اس سے قوت حاصل ہو۔ امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ سحری کھانا سنت ہے' مستحب ہے مگر واجب نہیں ہے کیونکہ صوم وصال میں صحابہؓ نے بھی بہر حال سحری کو ترک کر دیا تھا' باب کا مقصد ثابت ہوا۔

۱۹۲۳- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَسَحَّرُوا، فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً)).

(۱۹۲۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔

سحری کھانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہودیوں کے ہاں سحری کھانے کا چلن نہیں ہے' پس ان کی مخالفت میں سحری کھانی چاہئے اور اس سے روزہ پورا کرنے میں مدد بھی ملتی ہے' سحری میں چند کھجور اور پانی کے گھونٹ بھی کافی ہیں اور جو اللہ میسر کرے۔ بہر حال سحری چھوڑنا سنت کے خلاف ہے۔

۲۱- بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

باب اگر کوئی شخص روزے کی نیت

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ: كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ

دن میں کرے تو درست ہے۔ اور ام درداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

يَقُولُ: عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِنْ قُلْنَا لاَ، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ يَومِيْ هَذَا. وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَحُذَيْفَةَ- رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

ابو درداء رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے کیا کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ اگر ہم جواب دیتے کہ کچھ نہیں تو کہتے پھر آج میرا روزہ رہے گا۔ اسی طرح ابو طلحہ' ابو ہریرہ' ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

١٩٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلاً يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: ((أَنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ أَو فَلْيَصُمْ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلاَ يَأْكُلْ)).

(١٩٢٤) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا' ان سے سلمہ بن اکوع نے کہ نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کے دن ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ جس نے کھانا کھالیا ہے وہ اب (دن ڈوبنے تک روزہ کی حالت میں) پورا کرے یا (یہ فرمایا کہ) روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو (تو وہ روزہ رکھے) کھانا نہ کھائے۔

[طرفاه في : ٢٠٠٧، ٧٢٦٥].

مقصد باب یہ ہے کہ کسی شخص نے فجر کے بعد سے کچھ نہ کھایا پیا ہو اور اسی حالت میں روزہ کی نیت دن میں بھی کر لے تو روزہ ہو جائے گا مگر یہ اجازت نفل روزہ کے لئے ہے فرض روزہ کی نیت رات ہی میں سحری کے وقت ہونی چاہئے۔ حدیث میں عاشورہ کے روزہ کا ذکر ہے جو رمضان کی فرضیت سے قبل فرض تھا۔ بعد میں محض نفل کی حیثیت میں رہ گیا۔

٢٢- بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا

باب روزہ دار صبح کو جنابت میں اٹھے تو کیا حکم ہے

١٩٢٥، ١٩٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((كُنْتُ أَنَا وَأَبِي حِيْنَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ ح)). وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ،

(١٩٢٥'٢٦) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک نے' ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سمی نے بیان کیا' انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ) اور ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے خبر دی' انہیں ان کے والد عبدالرحمٰن نے خبر دی' انہیں مروان نے خبر دی اور انہیں عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ (بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے' پھر آپؐ غسل کرتے اور آپؐ روزہ سے ہوتے تھے اور مروان بن حکم نے عبدالرحمٰن بن حارث سے کہا میں

ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ: أُقْسِمُ بِاللهِ لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ، وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ : فَكَرِهَ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ. ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ - وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ - فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا، وَلَوْلاَ مَرْوَانُ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ. فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَ: كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ أَعْلَمُ)). وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ)) وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ.

[طرفاه في : ۱۹۳۰، ۱۹۳۱].

[طرفه في : ۱۹۳۲].

تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تم یہ حدیث صاف صاف سنا دو۔ (کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا) ان دنوں مروان' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ عبدالرحمٰن نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ اتفاق سے ہم سب ایک مرتبہ ذوالحلیفہ میں جمع ہو گئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہاں کوئی زمین تھی' عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ آپ سے ایک بات کہوں گا اور اگر مروان نے اس کی مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں کبھی آپ کے سامنے اسے نہ چھیڑتا۔ پھر انہوں نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (میں کیا کروں) کہا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی تھی (اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں) کہ ہمیں ہمام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم ایسے شخص کو جو صبح کے وقت جنبی ہونے کی حالت میں اٹھا ہو افطار کا حکم دیتے تھے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت زیادہ معتبر ہے۔

تشریح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فضل کی حدیث سن کر اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ مروان کا یہ مطلب تھا کہ عبدالرحمٰن ان کو پریشان کریں لیکن عبدالرحمٰن نے یہ منظور نہ کیا اور خاموش رہے پھر موقعہ پا کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مسئلے کو ذکر کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سن کر کہا کہ وہ خوب جانتی ہیں گویا اپنے فتویٰ سے رجوع کیا۔ (وحیدی)

علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں مثلاً علماء کا امراء کے ہاں جا کر علمی مذاکرات کرنا' منقولات میں اگر ذرا بھی شک ہو جائے تو اپنے سے زیادہ عالم کی طرف رجوع کر کے اس سے امر حق معلوم کرنا' ایسے امور جن پر عورتوں کو بہ نسبت مردوں کے زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے' کی بابت عورتوں کی روایات کو مردوں کی مرویات پر ترجیح دینا' اسی طرح بالعکس جن امور پر مردوں کو زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے ان کے لئے مردوں کی روایات کو عورتوں کی مرویات پر ترجیح دینا' بہرحال ہر امر میں آنحضرت ﷺ کی اقتداء کرنا' جب تک اس امر کے متعلق خصوص نبوی نہ ثابت ہو اور یہ کہ اختلاف کے وقت کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا اور خبر واحد مرد سے مروی ہو یا عورت سے اس کا حجت ہونا' یہ جملہ فوائد اس حدیث سے نکلتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے جنہوں نے حق کا اعتراف فرما کر اس کی طرف رجوع کیا۔ (فتح الباری)

٢٣- بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

١٩٢٧- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لإِرْبِهِ)).

وَقَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مَآرِبُ﴾: حَاجَةٌ. وَقَالَ طَاوُسٌ: ﴿أُولِي الإِرْبَةِ﴾: الأَحْمَقُ لاَ حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ.

باب روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت یعنی بوسہ مساس وغیرہ درست ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔

(١٩٢٧) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے حکم نے' ان سے ابراہیم نے' ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے لیکن (اپنی ازواج کے ساتھ) تقبیل (بوسہ لینا) و مباشرت (اپنے جسم سے لگا لینا) بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے' بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورۂ طٰہٰ میں جو مارب کا لفظ ہے وہ) حاجت و ضرورت کے معنی میں ہے' طاؤس نے کہا کہ لفظ اولی الاربۃ (جو سورۂ نور میں ہے) اس احمق کو کہیں گے جسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔

٢٤- بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ : إِنْ نَظَرَ فَأَمْنَى يُتِمُّ صَوْمَهُ. [طرفه في : ١٩٢٨].

١٩٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ ضَحِكَتْ)).

[راجع: ١٩٢٧]

باب روزہ دار کا روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا

اور جابر بن زید نے کہا اگر روزہ دار نے شہوت سے دیکھا اور منی نکل آئی تو وہ اپنا روزہ پورا کر لے۔

(١٩٢٨) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے (دوسری سند امام بخاری نے کہا کہ) اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض ازواج کا روزہ دار ہونے کے باوجود بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ پھر آپ ہنسیں۔

١٩٢٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ

(١٩٢٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے ہشام بن ابی عبداللہ نے' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے' ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب نے اور ان سے

سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا قَالَتْ: بَينما أنا معَ رسولِ اللهِ ﷺ في الخَمِيلةِ إذ حِضْتُ، فانسَلَلْتُ فأخَذتُ ثِيابَ حَيضَتِي فقال: ((ما لَكِ))، أَنفِسْتِ؟)) قلتُ: نَعَمْ. فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ. وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلاَنِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ)). [راجع: ٢٩٨]

ان کی والدہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔ آپؐ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں' پھر میں آپؐ کے ساتھ اسی چادر میں چلی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل (جنابت) کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ روزے سے ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لیتے تھے۔

تشریح: شریعت ایک آسان جامع قانون کا نام ہے جس کا زندگی کے ہر ہر گوشے سے تعلق ضروری ہے' میاں بیوی کا تعلق جو بھی ہے ظاہر ہے اس لئے حالت روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کو جائز رکھا گیا ہے بشرطیکہ بوسہ لینے والوں کو اپنی طبیعت پر پورا قابو حاصل ہو' اسی لئے جوانوں کے واسطے بوس و کنار کی اجازت نہیں۔ ان کا نفس غالب رہتا ہے ہاں یہ خوف نہ ہو تو جائز ہے۔

٢٥- بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ

باب روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ ثَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ. وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوْ الشَّيْءَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: لاَ بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِيْنًا مُتَرَجِّلاً. وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ لِي أَبْزَنًا أَتَقَحَّمُ فِيْهِ وَأَنَا صَائِمٌ. وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ. وَلاَ يَبْلَعُ وَقَالَ عَطَاءٌ : إِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَهُ لاَ أَقُوْلُ يُفْطِرِ. وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: لاَ بَأْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ. قِيْلَ: لَهُ طَعْمٌ. قَالَ: وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ وَأَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهِ وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ بِالْكُحْلِ

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزے سے تھے اور شعبی روزے سے تھے لیکن حمام میں (غسل کے لئے) گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہانڈی یا کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے میں (زبان پر رکھ کر) کوئی حرج نہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ٹھنڈ حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صبح کو اس طرح اٹھے کہ تیل لگا ہوا ہو اور کنگھا کیا ہوا ہو اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ایک آبزن (حوض پتھر کا بنا ہوا) ہے جس میں میں روزے سے ہونے کے باوجود غوطے مارتا ہوں' نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپؐ نے روزہ میں مسواک کی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے اور روزہ دار تھوک نہ نگلے اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزا ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا کیا پانی میں مزا نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس

لِلصَّائِمِ بَأْسًا.

سے کلی کرتے ہو۔ انس، حسن اور ابراہیم نے کہا کہ روزہ دار کے لئے سرمہ لگانا درست ہے۔

تشریح: حضرت ابن مسعود بٹاتھ کے اثر مذکورہ فی الباب کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے، ابن منیر نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس کا رد کیا جس نے روزہ دار کے لئے غسل مکروہ رکھا ہے کیونکہ اگر منہ میں پانی جانے کے ڈر سے مکروہ رکھا ہے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سے بھی اس کا ڈر رہتا ہے۔ اس لئے اگر مکروہ رکھا ہے کہ روزہ میں زیب و زینت اور آرائش اچھی نہیں تو سلف نے کنگھی کرنا، تیل ڈالنا روزہ دار کے لئے جائز رکھا ہے۔ حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ ابن مسعود بٹاتھ کے اثر کو کس نے وصل کیا نہ قسطلانی نے بیان کیا۔ (وحیدی)

١٩٣٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ)). [راجع: ١٩٢٥]

(۱۹۳۰) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ ابن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ اور ابوبکر نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رمضان میں فجر کے وقت نبی کریم ﷺ احتلام سے نہیں (بلکہ اپنی ازواج کے ساتھ صحبت کرنے کی وجہ سے) غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے (معلوم ہوا کہ غسل جنابت روزہ دار فجر کے بعد کر سکتا ہے)

١٩٣١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((كُنْتُ أَنَا وَأَبِي، فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلاَمٍ ثُمَّ يَصُومُهُ)). [راجع: ١٩٢٥]

(۱۹۳۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سمی نے، انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میرے باپ عبدالرحمٰن مجھے ساتھ لے کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح جنبی ہونے کی حالت میں کرتے احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے! پھر آپ روزے سے رہتے (یعنی غسل فجر کی نماز سے پہلے سحری کا وقت نکل جانے کے بعد کرتے)۔

١٩٣٢- حَدَّثَنَا ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ. [راجع: ١٩٢٦]

(۱۹۳۲) اس کے بعد ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی۔

اس حدیث سے بھی ہر دو مسئلے ثابت ہوئے روزہ دار کیلئے غسل کا جائز ہونا اور بحالت روزہ غسل جنابت فجر ہونے کے بعد کرنا چونکہ شریعت میں ہر ممکن آسانی پیش نظر رکھی گئی ہے اسلئے آنحضرت ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے عملاً یہ آسانیاں پیش کی ہیں۔

٢٦- بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ

باب اگر روزہ دار بھول کر کھا پی لے

شَرِبَ نَاسِيًا

تو روزہ نہیں جاتا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ : إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لاَ بَأْسَ إِنْ لَمْ يَمْلِكْ رَدَّهُ. وَقَالَ الْحَسَنُ : إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلاَ شَيْءَ عَلَيْهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ : إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلاَ شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا کہ اگر کسی روزہ دار نے ناک میں پانی ڈالا اور وہ پانی حلق کے اندر چلا گیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کو نکال نہ سکے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور امام حسن بصری اور مجاہد نے کہا کہ اگر بھول کر جماع کر لے تو اس پر قضاء واجب نہ ہو گی۔

١٩٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ)).

[طرفه في : ٦٦٦٩].

(١٩٣٣) ہم سے عبدان نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی' ان سے ہشام نے بیان کیا' ان سے ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔

تشریح امام حسن بصری اور مجاہد کے اس اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا' انہوں نے کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے ابن ابی نجیح سے' انہوں نے مجاہد سے' انہوں نے کہا اگر کوئی آدمی رمضان میں بھول کر اپنی عورت سے صحبت کرے تو کوئی نقصان نہ ہو گا اور ثوری سے روایت کی' انہوں نے ایک شخص سے' انہوں نے حسن بصری سے' انہوں نے کہا بھول کر جماع کرنا بھی بھول کر کھانے پینے کے برابر ہے۔ (وحیدی) یہ فتویٰ ایک مسئلہ کی وضاحت کے لئے ہے ورنہ یہ شاذونادر ہی ہے کہ کوئی روزہ دار بھول کر ایسا کرے' کم از کم اسے یاد نہ رہا ہو تو عورت کو ضرور یاد رہے گا اور وہ یاد دلا دے گی اسی لئے بحالت روزہ قصداً جماع کرنا سخت ترین گناہ قرار دیا گیا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا کفارہ پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔

٢٧- بَابُ السِّوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

باب روزہ دار کے لئے تر یا خشک مسواک استعمال کرنی درست ہے

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لاَ أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ)). وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَوْ لاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ)). وَيُرْوَى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ.

اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں بے شمار دفعہ وضو میں مسواک کرتے دیکھا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتی تو میں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم وجوباً دے دیتا۔ اسی طرح کی حدیث جابر اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی بھی نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے روزہ دار وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ)). وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ : يَبْتَلِعُ رِيقَهُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا کہ (مسواک) منہ کو پاک رکھنے والی اور رب کی رضا کا سبب ہے اور عطاء اور قتادہ نے کہا روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

١٩٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ: فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلاَثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلاَثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلاَثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلاَثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلاَثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لاَ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

(۱۹۳۴) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا' ان سے عطاء بن زید نے' ان سے حمران نے' انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا' آپ نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک صاف کی' پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا' پھر دایاں ہاتھ کہنی تک دھویا' پھر بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا تین تین مرتبہ' اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ داہنا پاؤں دھویا' پھر تین مرتبہ بایاں پاؤں دھویا' آخر میں کہا کہ جس طرح میں نے وضو کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے' پھر آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے میری طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز (تحیۃ الوضو) اس طرح پڑھی کہ اس نے دل میں کسی قسم کے خیالات و وساوس گذرنے نہیں دیئے تو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

٢٨- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ))

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے

وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ: لاَ بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ. وَقَالَ عَطَاءٌ : إِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لاَ يَضِيْرُهُ إِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيقَهُ، وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيْهِ؟ وَلاَ يَمْضَغُ الْعِلْكَ، فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكِ لاَ أَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ

اور آنحضرت ﷺ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا اور امام حسن بصری نے کہا کہ ناک میں (دوا وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے اور روزہ دار سرمہ بھی لگا سکتا ہے۔ عطاء نے کہا کہ اگر کلی کی اور منہ سے سب پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہو گا اور اگر وہ اپنا تھوک نہ نگل جائے اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی اور مصطگی نہ چبانی چاہئے۔ اگر کوئی مصطگی کا تھوک نگل گیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن

وَلٰكِنْ يُنْهٰى عَنْهُ فَإِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ لاَ بَأْسَ، لأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْ.

منع ہے اور اگر کسی نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی (غیر اختیاری طور پر) حلق کے اندر چلا گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ چیز اختیار سے باہر تھی۔

تشریح ابن منذر نے کہا اس پر اجماع ہے کہ اگر روزہ دار اپنے تھوک کے ساتھ دانتوں کے درمیان جو رہ جاتا ہے جس کو نکال نہیں سکتا نگل جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر روزہ دار کے دانتوں میں گوشت رہ گیا ہو' اس کو چبا کر قصداً کھا جائے تو اس پر قضا نہیں اور جمہور کہتے ہیں قضا لازم ہو گی اور انہوں نے روزے میں مصطگی چبانے کی اجازت دی اگر اس کے اجزاء نہ نکلیں اگر نکلیں اور نگل جائے تو جمہور علماء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتح الباری) بہر حال روزہ کی حالت میں ان تمام شک و شبہ کی چیزوں سے بھی بچنا چاہئے جس سے روزہ خراب ہونے کا احتمال ہو۔

٢٩- بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

باب جان بوجھ کر اگر رمضان میں کسی نے جماع کیا؟

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ ((مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَلاَ مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ)) وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ. وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ : يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہیں رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ نہ ہوں گے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور سعید بن مسیب' شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد رحمہم اللہ نے بھی فرمایا کہ اس کے بدلہ میں ایک دن روزہ رکھنا چاہئے۔

١٩٣٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ الْقَاسِمِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ : ((إِنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ احْتَرَقَ، قَالَ: ((مَا لَكَ؟)) قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ. فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ. فَقَالَ: ((أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ؟)) قَالَ : أَنَا. قَالَ : ((تَصَدَّقْ بِهٰذَا)). [طرفه في : ٦٨٢٢].

(١٩٣٥) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم نے یزید بن ہارون سے سنا' ان سے یحییٰ نے' (جو سعید کے صاحبزادے ہیں) کہا' انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے خبر دی' انہیں محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام بن خویلد نے اور انہیں عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' آپ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دوزخ میں جل چکا۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ رمضان میں میں نے (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی' تھوڑی دیر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں (کھجور کا) ایک تھیلہ جس کا نام عرق تھا' پیش کیا گیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ میں جلنے والا شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ حاضر ہوں' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لے تو اسے خیرات کر دے۔

آگے یہی واقعہ تفصیل سے آ رہا ہے جس میں آپ نے اس شخص کو بطور کفارہ پے در پے دو ماہ کے روزوں کا حکم فرمایا تھا یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جرم ایک سنگین جرم ہے' جس کا کفارہ یہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے بتلا دیا اور سعید بن مسیب وغیرہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سزا مذکورہ کے علاوہ یہ روزہ بھی اسے مزید لازماً رکھنا ہو گا۔ امام اوزاعی نے کہا کہ اگر دو ماہ کے روزے رکھے تو قضا لازم نہیں ہے۔

٣٠- بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

١٩٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ ﷺ هَلَكْتُ، قَالَ: ((مَا لَكَ؟)) قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟)) قَالَ: لاَ. قَالَ: ((فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟)) قَالَ : لاَ. قَالَ : ((فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟)) قَالَ : لاَ. قَالَ : فَمَكَثَ عِنْدَ النَّبِيُّ ﷺ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيْهَا تَمْرٌ - وَالْعَرَقُ: الْمِكْتَلُ - قَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ؟)) فَقَالَ أَنَا. قَالَ : ((خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَوَ اللهِ مَا بَيْنَ لاَبَتَيْهَا - يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ - أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي. فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ : ((أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ)).

باب اگر کسی نے رمضان میں قصداً جماع کیا!

اور اس کے پاس کوئی چیز خیرات کے لیے بھی نہ ہو پھر اس کو کہیں سے خیرات مل جائے تو وہی کفارہ میں دے دے۔

(١٩٣٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حمید بن عبدالرحمن نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا' آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے' اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟ اس نے کہا نہیں' پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ نہیں' پھر آپ نے پوچھا کیا تم کو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ اس نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا' راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا (عرق نامی) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کہتے ہیں (جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں' آپ نے فرمایا کہ اسے لے لو اور صدقہ کر دو' اس شخص نے کہا کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں؟ بخدا ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے' اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دیکھے جا سکے۔ پھر آپ

[أطرافه في : ١٩٣٧، ٢٦٠٠، ٥٣٦٨، ٦٠٨٧، ٦١٦٤، ٦٧٠٩، ٦٧١٠، ٦٧١١، ٦٨٢١].

نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔

تشریح: صورت مذکور میں بطور کفارہ پہلی صورت غلام آزاد کرنے کی رکھی گئی' دوسری صورت پے در پے دو مہینہ روزہ رکھنے کی' تیسری صورت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی۔ اب بھی ایسی حالت میں یہ تینوں صورتیں قائم ہیں چونکہ شخص مذکور نے ہر صورت کی ادائیگی کے لیے اپنی مجبوری ظاہر کی آخر میں ایک صورت آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے نکالی تو اس پر بھی اس نے خود اپنی مسکینی کا اظہار کیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور اس رحم و کرم کے تحت آپؐ نے وہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اب بھی کوئی ایسی صورت سامنے آجائے تو یہ حکم باقی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے اس شخص کے ساتھ خاص قرار دے کر اب اس کو منسوخ قرار دیا ہے مگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس بات سے ظاہر ہے۔

٣١- بَابُ الْمُجَامِعِ فِي رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوا مَحَاوِيجَ؟

باب رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ قصداً ہمبستر ہونے والا شخص کیا کرے؟ اور کیا اس کے گھر والے محتاج ہوں تو وہ ان ہی کو کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے؟

١٩٣٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ: إِنَّ الآخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ. فَقَالَ: ((أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لاَ. قَالَ: ((أَفَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟)) قَالَ: لاَ. قَالَ: ((أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟)) قَالَ: لاَ. قَالَ : فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ - وَهُوَ الزَّبِيْلُ - قَالَ: ((أَطْعِمْ هَذَا عَنْكَ))، قَالَ : عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا؟ مَا بَيْنَ لاَبَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجَ مِنَّا. قَالَ: ((فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ)). [راجع: ١٩٣٦]

(١٩٣٧) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے زہری نے' ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بدنصیب رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہے' آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ ایک غلام آزاد کر سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا' کیا تم پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اب بھی اس کا جواب نفی میں تھا۔ راوی نے بیان کیا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک تھیلا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں "عرق زنبیل کو کہتے ہیں۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنی طرف سے (محتاجوں کو) کھلا دے' اس شخص نے کہا میں اپنے سے بھی زیادہ محتاج کو حالانکہ دو میدانوں کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔

تشریح اس سے بعض نے یہ نکالا کہ مفلس پر سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور جمہور کے نزدیک مفلسی کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا' اب رہا اپنے گھر والوں کو کھلانا تو زہری نے کہا یہ اس مرد کے ساتھ خاص تھا بعض نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جس روزے کا کفارہ دے اس کی قضا بھی لازم ہے یا نہیں۔ شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک قضا لازم نہیں اور اوزاعی نے کہا اگر کفارے میں دو مہینے کے روزے رکھے تب قضا لازم نہیں۔ دوسرا کوئی کفارہ دے تو قضا لازم ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہر حال میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (وحیدی)

٣٢- بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ

وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِذَا قَاءَ فَلاَ يُفْطِرُ، إِنَّمَا يُخْرِجُ وَلاَ يُولِجُ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ يُفْطِرُ، وَالأَوَّلُ أَصَحُّ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ : الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ. وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلاً. وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهُمْ احْتَجَمُوا صِيَامًا. وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ: كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلاَ تَنْهَى. وَيُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوعًا فَقَالَ: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ)). وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ، قِيلَ لَهُ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ. ثُمَّ قَالَ : اللهُ أَعْلَمُ.

باب روزہ دار کا پچھنا لگوانا اور قے کرنا کیسا ہے

اور مجھ سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا' کہا ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے عمر بن حکم بن ثوبان نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے تو چیز باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ روزہ ٹوٹتا ہے ان چیزوں سے جو اندر جاتی ہیں ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی روزہ کی حالت میں پچھنا لگواتے لیکن بعد میں دن کو اسے ترک کر دیا تھا اور رات میں پچھنا لگوانے لگے تھے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی میں پچھنا لگوایا تھا اور سعد بن ابی وقاص اور زید بن ارقم اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا' بکیر نے ام علقمہ سے کہا کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں (روزہ کی حالت میں) پچھنا لگوایا کرتے تھے اور آپ ہمیں روکتی نہیں تھیں اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کئی صحابہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے (دونوں کا) روزہ ٹوٹ گیا اور مجھ سے عیاش بن ولید نے بیان کیا اور ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' ان سے یونس نے بیان کیا اور ان سے حسن بصری نے ایسی ہی روایت کی جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ سے روایت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر کہنے لگے اللہ بہتر جانتا ہے۔

تشریح اس کلام سے اس حدیث کا ضعف نکلتا ہے گو متعدد صحابہ سے مروی ہے مگر ہر توثیق میں کلام ہے امام احمد نے کہا کہ ثوبان

اور شداد سے یہ حدیث صحیح ہوئی اور ابن خزیمہ نے بھی ایسا ہی کہا اور ابن معین کا یہ کہنا کہ اس باب میں کچھ ثابت نہیں یہ ہٹ دھرمی ہے اور امام بخاری اس کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے اور یہ اشارہ کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث از روئے سند قوی ہے۔ (وحیدی) قے اور پچھنا لگانا ان ہر دو مسئلوں میں سلف کا اختلاف ہے جمہور کا قول یہ ہے کہ اگر قے خود بخود ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور جو عمداً قے کرے ٹوٹ جاتا ہے اور پچھنا لگانے میں بھی جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں جاتا اب اسی پر فتویٰ ہے جس حدیث میں روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہے جیسا کہ دوسری جگہ یہ بحث آ رہی ہے۔

۱۹۳۸- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ)). [راجع: ۱۸۳۵]

(۱۹۳۸) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا' ان سے وهیب نے' وہ ایوب سے' وہ عکرمہ سے' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

۱۹۳۹- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ)).

(۱۹۳۹) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمری نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

تشریح: قسطلانی فرماتے ہیں و هو ناسخ الحدیث افطر الحاجم والمحجوم انه جاء فی بعض طرقه ان ذالک کان فی حجة الوداع الخ یعنی یہ حدیث جس میں پچھنا لگانے کا ذکر یہاں آیا ہے یہ دوسری حدیث جس میں ہے کہ پچھنا لگوانے اور لگانے والے ہر دو کا روزہ ٹوٹ گیا کی ناسخ ہے۔ اس کا تعلق فتح مکہ سے ہے اور دوسری ناسخ حدیث کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے جو فتح مکہ کے بعد ہوا لہٰذا امر ثابت اب یہی ہے جو یہاں مذکور ہوا کہ روزہ کی حالت میں پچھنا لگانا جائز ہے۔

۱۹۴۰- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ يَسْأَلُ أَنَسُ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ: لاَ، إِلاَّ مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ)) وَزَادَ شَبَابَةُ: ((حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ)).

(۱۹۴۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے سنا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (روزہ میں نہیں لگواتے تھے) شبابہ نے یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم ﷺ کے عہد میں (کرتے تھے)

۳۳- بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالإِفْطَارِ

باب سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا

١٩٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ الشَّمْسَ، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ الشَّمْسَ، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي))، فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هَا هُنَا ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). تَابَعَهُ جَرِيرٌ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّيْبَانِي عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ)).

[أطرافه في : ١٩٥٥، ١٩٥٦، ١٩٥٨، ٥٢٩٧].

(۱۹۴۱) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابو اسحاق سلیمان شیبانی نے' انہوں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے (روزہ کی حالت میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھول لے' انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ابھی تو سورج باقی ہے' آپ نے پھر فرمایا کہ اتر کر ستو گھول لے! اب کی مرتبہ بھی انہوں نے وہی عرض کی یا رسول اللہ! ابھی سورج باقی ہے' لیکن آپ کا حکم اب بھی یہی تھا کہ اتر کر میرے لئے ستو گھول لے' پھر آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے۔ اس کی متابعت جریر اور ابوبکر بن عیاش نے شیبانی کے واسطہ سے کی ہے اور ان سے ابو اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ کے ساتھ سفر میں تھا۔

تشریح حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ روزہ کھولتے وقت اس دعا کا پڑھنا سنت ہے اللھم لک صمت و علی رزقک افطرت یعنی یا اللہ! میں نے یہ روزہ تیری رضا کے لئے رکھا تھا اور اب تیرے ہی رزق پر اسے کھولا ہے۔ اس کے بعد یہ کلمات پڑھے ذهب الظما وابتلت العروق و ثبت الاجر ان شاء اللہ یعنی اللہ کا شکر ہے کہ روزہ کھولنے سے پیاس دور ہو گئی اور رگیں سیراب ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اس کے پاس اس کا ثواب عظیم لکھا گیا۔ حدیث للصائم فرحتان الخ یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں پر حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں پہلی خوشی طبعی ہے کہ رمضان کے روزہ افطار کرنے سے نفس کو جس چیز کی خواہش تھی وہ مل جاتی ہے اور دوسری روحانی فرحت ہے اس واسطے کہ روزہ کی وجہ سے روزہ دار حجاب جسمانی سے علیحدہ ہونے اور عالم بالا سے علم الیقین کا فیضان ہونے کے بعد تقدس کے آثار ظاہر ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جس طرح نماز کے سبب سے تجلی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

١٩٤٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ : ((أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الأَسْلَمِيَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ)). ح وَ

[طرفه في : ١٩٤٣].

(۱۹۴۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ عروہ نے بیان کیا' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں سفر میں لگاتار روزے رکھتا ہوں۔

١٩٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَصُومُ فِي السَّفَرِ؟- وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ - فَقَالَ : ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ)). [راجع: ١٩٤٢]

(۱۹۴۳) (دوسری سند امام بخاری نے کہا کہ) اور ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہیں امام مالک نے خبر دی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے والد نے اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ روزے بکثرت رکھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو روزہ رکھ اور جی چاہے افطار کر۔

تشریح اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہو گا پھر قضا کرنا چاہئے اور جمہور علماء جیسے امام مالک اور شافعی اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو اور کوئی تکلیف نہ ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ بعض نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا افطار کرے' بعض نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے (وحیدی) حافظ ابن حجر نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نفل روزوں کے بارے میں نہیں بلکہ رمضان شریف کے فرض روزوں کے ہی بارے دریافت کیا تھا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هي رخصة من الله فمن اخذ بها فحسن و من احب ان يصوم فلا جناح عليه (فتح الباری) یعنی آنحضرت ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے جو اسے قبول کرے پس وہ بہتر ہے اور جو روزہ رکھنا ہی پسند کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت علامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ رخصت واجب ہی کے مقابلہ پر بولا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ ابوداؤد اور حاکم کی روایت میں موجود ہے کہ اس نے کہا تھا میں سفر میں رہتا ہوں اور ماہ رمضان حالت سفر ہی میں میرے سامنے آ جاتا ہے اس سوال کے جواب میں ایسا فرمایا جو مذکور ہوا۔

٣٤- بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

باب جب رمضان میں کچھ روزے رکھ کر کوئی سفر کرے

١٩٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ، حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيْدَ أَفْطَرَ، فَأَفْطَرَ النَّاسُ)). قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: وَالْكَدِيْدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ.

(۱۹۴۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم (فتح مکہ کے موقع پر) مکہ کی طرف رمضان میں چلے تو آپ روزہ سے تھے لیکن جب کدید پہنچے تو روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کو دیکھ کر روزہ چھوڑ دیا۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ عسفان اور قدید کے درمیان کدید ایک تالاب ہے۔

[أطرافه في : ١٩٤٨، ٢٩٥٣، ٤٢٧٥، ٤٢٧٦، ٤٢٧٧، ٤٢٧٨، ٤٢٧٩].

تشریح امام بخاری نے یہ باب لا کر اس روایت کا ضعف بیان کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کسی شخص پر رمضان کا چاند حالت اقامت میں آ جائے تو پھر وہ سفر میں افطار نہیں کر سکتا' جمہور علماء اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول مطلق ہے ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾ (البقرة : ۱۸۴) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کدید میں پہنچ کر پھر روزہ نہیں رکھا حالانکہ آپ دسویں رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اب اگر کوئی شخص اقامت میں روزہ کی نیت کر لے پھر دن کو کسی وقت سفر میں نکلے تو اس کو روزہ کھول ڈالنا درست ہے یا پورا کرنا چاہئے اس میں اختلاف ہے مگر ہمارے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ روزہ افطار کرنے کو درست جانتے ہیں اور مزنی نے اس کے لئے اس حدیث سے حجت لی حالانکہ اس حدیث میں اس کی کوئی حجت نہیں کیونکہ کدید مدینہ سے کئی منزل پر ہے (وحیدی)

١٩٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا يَحْيَ عَنْ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ إِسْمَاعِيْلَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍ حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ، إِلاَّ مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ رَوَاحَةَ)).

(۱۹۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن عبیداللہ نے بیان کیا اور' ان سے ام درداء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے۔ دن انتہائی گرم تھا۔ گرمی کا یہ عالم کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی شخص روزہ سے نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ اگر شروع سفر رمضان میں کوئی مسافر روزہ بھی رکھ لے اور آگے چل کر اس کو تکلیف معلوم ہو تو وہ بلا تردد روزہ ترک کر سکتا ہے۔

٢٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ : ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ))

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اس شخص کے لیے جس پر شدت گرمی کی وجہ سے سایہ کر دیا گیا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے

١٩٤٦- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ

(۱۹۴۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن انصاری نے بیان کیا' کہا کہ میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے سنا اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر (غزوۂ فتح) میں تھے آپؐ نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر

فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلاً قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ)).

رکھا ہے' آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے' آپؐ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کچھ اچھا کام نہیں ہے۔

تشریح اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی جو سفر میں افطار ضروری سمجھتے ہیں۔ مخالفین یہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہی ہے جب سفر میں روزے سے تکلیف ہوتی ہو اس صورت میں تو بالاتفاق افطار افضل ہے۔

۳۷- بَابٌ لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالإِفْطَارِ

باب نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم (سفر میں) روزہ رکھتے یا نہ رکھتے وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کیا کرتے تھے

۱۹۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلاَ الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ)).

(۱۹۴۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک نے' ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں بہت سے روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزہ دار بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ سفر میں کوئی روزہ نہ رکھے تو رکھنے والوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اس پر زبان طعن دراز کریں۔ وہ شرعی رخصت پر عمل کر رہا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں وہ اسے شرعی رخصت سے روک سکے اور ہر شرعی رخصت کے لئے یہ بطور اصول کے ہے۔

۳۸- بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

باب سفر میں لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار کر ڈالنا

۱۹۴۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ

(۱۹۴۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے' ان سے منصور نے' ان سے مجاہد نے' ان سے طاؤس نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ فتح میں) مدینہ سے مکہ کے لئے سفر شروع کیا تو آپؐ روزے سے تھے' جب آپ عسفان پہنچے تو پانی منگوایا اور اسے اپنے ہاتھ سے (منہ تک) اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں پھر آپؐ نے روزہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ مکہ پہنچے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا۔ اس لئے جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ

أَفْطَرَ)). [راجع: ١٩٤٤]

رکھے۔

یہ اصحاب فتویٰ و قیادت کے لئے ہے کہ ان کا عمل دیکھ کر لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو جائے اور پھر وہ بھی اس کے مطابق عمل کریں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے دکھلایا۔ سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنا یہ خود مسافر کے اپنے حالات پر موقوف ہے۔ شارع علیہ السلام نے ہر دو عمل کے لئے اسے مختار بنایا ہے' طاؤس بن کیسان فارسی الاصل خولانی ہمدانی یمانی ہیں۔ ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے زہری جیسے اجلہ روایت کرتے ہیں۔ علم و عمل میں بہت اونچے تھے' مکہ شریف میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ واجمعین۔

٣٩- بَابٌ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ﴾ [البقرة: ١٨٤]

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الأَكْوَعِ: نَسَخَتْهَا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ، يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ، وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [البقرة : ١٨٥].

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ ((نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيْقُهُ، وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ، فَنَسَخَتْهَا ﴿وَأَنْ تَصُوْمُوا خَيْرٌ لَكُمْ﴾ فَأُمِرُوا بِالصَّوْمِ)).

باب سورۂ بقرہ کی اس آیت کا بیان ﴿وعلی الذین یطیقونه﴾ الایة

ابن عمر اور سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا جو یہ ہے "رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا لوگوں کے لئے ہدایت بن کر اور راہ یابی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے روشن دلائل کے ساتھ! پس جو شخص بھی تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر تو اس کو چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی بعد میں پوری کرنی چاہئے' اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی اس بات پر بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم احسان مانو' ابن نمیر نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا' ان سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ نے بیان کیا کہ رمضان میں (جب روزے کا حکم) نازل ہوا تو بہت سے لوگوں پر بڑا دشوار گذرا' چنانچہ بہت سے لوگ جو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے تھے انہوں نے روزے چھوڑ دیئے حالانکہ ان میں روزے رکھنے کی طاقت تھی' بات یہ تھی کہ انہیں اس کی اجازت بھی دے دی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ پھر اس اجازت کو دوسری آیت و ان تصوموا الخ یعنی "تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم روزے رکھو" نے منسوخ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم ہو گیا۔

۱۹۴۹- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَرَأَ ((فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ﴾ قَالَ : هِيَ مَنْسُوخَةٌ)).

[طرفه في : ٤٥٠٦].

(۱۹۴۹) ہم سے عیاش نے بیان کیا' ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آیت مذکورہ بالا) ﴿ فدية طعام مسكين ﴾ پڑھی اور فرمایا یہ منسوخ ہے۔

تشریح پورا ترجمہ آیت کا یوں ہے "اور جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں' لیکن روزہ رکھنا نہیں چاہتے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں پھر جو شخص خوشی سے زیادہ آدمیوں کو کھلائے اور اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو لوگوں کو دین کی سچی راہ سمجھاتا ہے اور اس میں کھلی کھلی ہدایت کی باتیں اور صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی دلیلیں موجود ہیں' پھر اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرے' اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا اور اس حکم کی غرض یہ ہے کہ تم گنتی پوری کر لو اور اللہ نے جو تم کو دین کی سچی راہ بتلائی اس کے شکریہ میں اس کی بڑائی کرو اور اس لیے کہ تم اس کا احسان مانو۔" شروع اسلام میں ﴿ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ ﴾ (البقرۃ: ۱۸۴) اترا تھا اور مقدور والے لوگوں کو اختیار تھا وہ روزہ رکھیں خواہ فدیہ دیں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور صحیح جسم مقیم پر روزہ رکھنا ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵) سے واجب ہو گیا۔ (وحیدی) بعض نے کہا ﴿ وعلى الذين يطيقونه ﴾ کے معنی یہ ہیں جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے گو مقیم اور تندرست ہیں مثلاً ضعیف بوڑھے لوگ تو وہ ہر روزے کے بدل ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہ ہو گی اور تفصیل اس مسئلہ کی تفسیروں میں ہے (وحیدی)

٤٠- بَابُ مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ؟

باب رمضان کے قضا روزے کب رکھے جائیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ، لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة : ١٨٥].

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ: لاَ يَصْلُحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : إِذَا فَرَّطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُومُهُمَا، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلاً، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ، وَلَمْ يَذْكُرِ اللهُ الإِطْعَامَ، إِنَّمَا قَالَ: ﴿ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان کو متفرق دنوں میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صرف یہ ہے کہ "گنتی پوری کر لو دوسرے دنوں میں"

اور سعید بن مسیب نے کہا کہ (ذی الحجہ کے) دس روزے اس شخص کے لیے جس پر رمضان کے روزے واجب ہوں (اور ان کی قضا ابھی تک نہ کی ہو) رکھنے بہتر نہیں ہیں بلکہ رمضان کی قضا پہلے کرنی چاہئے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ اگر کسی نے کوتاہی کی (رمضان کی قضا میں) اور دوسرا رمضان بھی آ گیا تو دونوں کے روزے رکھے اور اس پر فدیہ واجب نہیں۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرسلاً ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ (مسکینوں) کو کھانا بھی کھلائے۔ اللہ

أُخَرَ﴾.

تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا (قرآن میں) ذکر نہیں کیا بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کی جائے۔

١٩٥٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلاَّ فِي شَعْبَانَ)) قَالَ يَحْيَى : الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ بِالنَّبِيِّ ﷺ.

(۱۹۵۰) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتیں کہ رمضان کا روزہ مجھ سے چھوٹ جاتا۔ شعبان سے پہلے اس کی قضا کی توفیق نہ ہوتی۔ یحییٰ نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے تھا۔

تشریح: یہاں جو قول ابراہیم نخعی کا اوپر مذکور ہوا ہے اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا مگر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے یہ مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان کی قضا نہ رکھی یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو وہ قضا بھی رکھے اور ہر روزے کے بدلے فدیہ بھی دے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے خلاف ابراہیم نخعی کے قول پر عمل کیا ہے اور فدیہ دینا ضروری نہیں رکھا' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ اگر رمضان کی قضا نہ رکھے اور دوسرا رمضان آن پہنچا تو دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کے ہر روزے کے بدل فدیہ دے اور روزہ رکھنا ضروری نہیں' اس کو عبدالرزاق اور ابن منذر نے نکالا۔ یحییٰ بن سعید نے کہا حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف مروی ہے اور قتادہ سے یہ منقول ہے کہ جس نے رمضان کی قضا میں افطار کر ڈالا تو وہ ایک روزہ کے بدل دو روزے رکھے۔ اب جمہور علماء کے نزدیک رمضان کی قضاء پے در پے رکھنا ضروری نہیں الگ الگ بھی رکھ سکتا ہے یعنی متفرق طور سے اور ابن منذر نے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ پے در پے رکھنا واجب ہے' بعض اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ آیت اتری تھی۔ ﴿فعدة من ايام اخر متتابعات﴾ ابن ابی کعب کی بھی قرات یوں ہی ہے۔ (وحیدی) مگر اب قرات مشہورہ میں یہ لفظ نہیں ہیں اور اب اسی قرات کو ترجیح حاصل ہے۔

٤١- بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلاَةَ

باب حیض والی عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزے رکھے

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ : إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيرًا عَلَى خِلاَفِ الرَّأْيِ، فَلاَ يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدًّا مِنِ اتِّبَاعِهَا، مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلاَ تَقْضِي الصَّلاَةَ.

اور ابوالزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے ان ہی میں سے ایک یہ حکم بھی ہے کہ حائضہ روزے تو قضا کرلے لیکن نماز کی قضا نہ کرے

یعنی پاک ہونے پر اس کو روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے مگر نماز کی نہیں)

١٩٥١- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا

(۱۹۵۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن جعفر

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِيْنِهَا)).

[راجع: ٣٠٤]

نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے زید بن اسلم نے بیان کیا' ان سے عیاض نے اور ان سے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزے نہیں چھوڑ دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

مقصد یہ ہے کہ معیار صداقت ہماری ناقص عقل نہیں بلکہ فرمان رسالت ﷺ ہے۔ خواہ وہ بظاہر عقل کے خلاف بھی نظر آئے مگر حق و صداقت وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمادیا۔ اسی کو مقدم رکھنا اور عقل ناقص کو چھوڑ دینا ایمان کا تقاضا ہے ابو زناد کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔

٤٢- بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

باب اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں

وَقَالَ الْحَسَنُ : إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلاَثُوْنَ رَجُلاً يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ.

اور حسن بصریؒ نے کہا کہ اگر اسکی طرف سے (رمضان کے تیس روزوں کے بدلہ میں) تیس آدمی ایک دن روزے رکھ لیں تو جائز ہے۔

١٩٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)). تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو. وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ.

(١٩٥٢) ہم سے محمد بن خالد نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن موسیٰ ابن اعین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے والد نے بیان کیا' ان سے عمرو بن حارث نے' ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے' ان سے محمد بن جعفر نے کہا' ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے روزے واجب ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ دے' موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن وہب نے بھی عمرو سے روایت کیا اور یحییٰ بن ایوب نے بھی ابن ابی جعفر سے۔

تشریح اہل حدیث کا مذہب باب کی حدیث پر ہے کہ اس کا ولی اسکی طرف سے روزے رکھے اور شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے' امام شافعی سے بیہقی نے بہ سند صحیح روایت کیا کہ جب کوئی صحیح حدیث میرے قول کے خلاف مل جائے تو اس پر عمل کرو اور میری تقلید نہ کرو' امام مالک اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث صحیح کے برخلاف یہ اختیار کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (وحیدی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ : مرنے والے کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں دو بھید ہیں ایک میت کے اعتبار سے کیونکہ بہت سے نفوس جو اپنے ابدان سے مفارقت کرتے ہیں ان کو اس بات کا ادراک رہتا ہے کہ

عبادت میں سے کوئی عبادت جو ان پر فرض تھی اور اس کے ترک کرنے سے ان سے مؤاخذہ کیا جائے گا اس سے فوت ہو گئی ہے' اس لئے وہ نفوس رنج و الم کی حالت میں رہتے ہیں اور اس سبب سے ان پر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسے وقت میں ان پر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ اس میت کا قریبی ہے اس کا سا عمل کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ میں یہ عمل اسکی طرف سے کرتا ہوں اس شخص کے قرابتی کو مفید ثابت ہوتا ہے یا وہ شخص کوئی اور دوسرا کام مثل اسی کام کے کرتا ہے اور ایسا ہی اگر ایک شخص نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ بغیر صدقہ کئے مرگیا تو اسکے وارث کو اسکی طرف سے صدقہ کرنا چاہئے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

۱۹۵۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: ((فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى)). قَالَ سُلَيْمَانُ: فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ وَنَحْنُ جَمِيعًا جُلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالاَ: سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنِ الْحَكَمِ وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ)). وَقَالَ يَحْيَى وَأَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ)). وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ

(۱۹۵۳) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا' کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا' کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے مسلم بطین نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے قضا رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور' اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کر دیا جائے۔ سلیمان اعمش نے بیان کیا کہ حکم اور سلمہ نے کہا جب مسلم بطین نے یہ حدیث بیان کی تو ہم سب وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے مجاہد سے بھی سنا تھا کہ وہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے۔ ابو خالد سے روایت ہے کہ اعمش نے بیان کیا ان سے حکم' مسلم بطین اور سلمہ بن کہیل نے' ان سے سعید بن جبیر' عطاء اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری "بہن" کا انتقال ہو گیا ہے پھر یہی قصہ بیان کیا' یحییٰ اور سعید اور ابو معاویہ نے کہا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے مسلم نے' ان سے سعید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور عبیداللہ نے بیان کیا' ان سے زید ابن ابی انیسہ نے' ان سے حکم نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال

عَبَّاسٍ: ((قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ)). وَقَالَ أَبُو حَرِيْزٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ((قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا)).

ہو گیا ہے اور ان پر نذر کا ایک روزہ واجب تھا اور ابو حریز عبداللہ بن حسین نے بیان کیا' کہا ہم سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے۔

تشریح: ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے اختلافات ہیں' کوئی کہتا ہے پوچھنے والا مرد تھا' کوئی کہتا ہے عورت نے پوچھا تھا' کوئی ایک مہینے کے کوئی پندرہ دن کے روزے کہتا ہے کوئی نذر کا روزہ کہتا ہے۔ اسی لیے نذر کا روزہ امام احمد اور لیث نے میت کی طرف سے رکھنا درست کہا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا درست نہیں رکھا (جبکہ یہ قول صحیح نہیں۔ میت کی طرف سے باقی روزے رکھنے ضروری ہیں) میں کہتا ہوں ان اختلافات سے حدیث میں کوئی نقص نہیں آتا۔ جب اس کے راوی ثقہ ہیں ممکن ہے یہ مختلف واقعات ہوں اور پوچھنے والے متعدد ہوں۔ (وحیدی)

٤٣- بَابُ مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ؟

باب روزہ کس وقت افطار کرے؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ حِيْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ

اور جب سورج کا گردہ ڈوب گیا تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روزہ افطار کر لیا (اس اثر کو سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے)

١٩٥٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)).

(۱۹۵۴) ہم سے حمیدی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ میں نے عاصم بن عمرؓ بن خطاب سے سنا' ان سے ان کے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر مغرب میں چلا جائے کہ سورج ڈوب جائے تو روزہ کے افطار کا وقت آ گیا۔

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ جو یہاں بھی سند میں آئے ہیں ۱۰۷ھ میں ماہ شعبان میں کوفہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ امام' عالم' زاہد' پرہیز گار تھے' ان پر جملہ محدثین کا اعتماد تھا۔ جن کا متفقہ قول ہے کہ اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم نابود ہو جاتا۔ ۱۹۸ھ میں یکم رجب کو مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوا اور حجون میں دفن کئے گئے انہوں نے ستر حج کئے تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ (آمین)

١٩٥٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ

(۱۹۵۵) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا' کہا ہم سے خالد نے بیان کیا' ان سے سلیمان شیبانی نے' ان سے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (غزوہ فتح جو رمضان میں ہوا) سفر میں تھے اور آنحضرت ﷺ روزہ سے تھے' جب سورج غروب ہو

الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ : ((يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا))، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا))، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ فَلَو أَمْسَيْتَ! قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا))، قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا)). فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). [راجع: ١٩٤١]

گیا تو آپؐ نے ایک صحابی (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے اٹھ کے ستو گھول' انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپؐ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپؐ نے فرمایا' اتر کر ہمارے لئے ستو گھول' اس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے آنحضرت ﷺ نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول چنانچہ اترے اور ستو انہوں نے گھول دیا اور رسول اللہ ﷺ نے پیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آگئی تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے۔

تشریح مخاطب حضرت بلالؓ تھے جن کا خیال تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے' حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا۔ بہر حال خیال کے مطابق یہ کہا۔ کیونکہ عرب میں پہاڑوں کی کثرت ہے اور ایسے علاقوں میں غروب کے بعد بھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی سورج باقی ہے مگر حقیقت میں افطار کا وقت ہو گیا تھا اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو ستو گھولنے کے لیے حکم فرمایا اور روزہ کھولا گیا۔ حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ جب بھی غروب کا یقین ہو جائے تو روزہ کھول دینا چاہیے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اس حدیث سے اظہار خیال کی بھی آزادی ثابت ہوئی اگرچہ وہ خیال درست بھی نہ ہو۔ مگر ہر شخص کو حق ہے کہ اپنا خیال ظاہر کرے' بعد میں وہ خیال غلط ثابت ہو تو اس پر اس کا تسلیم حق کرنا بھی ضروری ہے۔

٤٤- بَابُ يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ بِالْمَاءِ وَغَيْرِهِ

باب پانی وغیرہ جو چیز بھی پاس ہو اس سے روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

١٩٥٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا)) قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ لَو أَمْسَيْتَ، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا))، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا))، فَنَزَلَ فَجَدَحَ، ثُمَّ قَالَ:

(۱۹۵۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' ان سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے' آپؐ روزے سے تھے جب سورج غروب ہوا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تھوڑی دیر اور ٹھہریئے' آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لئے ستو گھول انہوں نے پھر یہی کہا کہ یا رسول اللہ! ابھی تو دن باقی ہے' آپؐ نے فرمایا کہ اتر کر ستو ہمارے لیے گھول' چنانچہ انہوں نے اتر کر ستو گھولا۔ آنحضرت ﷺ

((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ)). [راجع: ١٩٤١]

نے پھر فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات کی تاریکی ادھر سے آ گئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہئے' آپؐ نے اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ ستو پانی میں گھولے گئے تھے اور اس وقت یہی حاضر تھا تو پانی وغیرہ ماحضر سے روزہ کھولنا ثابت ہوا۔ ترمذی نے مرفوعاً نکالا کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے۔ (وحیدی)

حضرت مسدد بن مسرہد امام بخاری کے جلیل القدر اساتذہ میں سے ہیں اور جامع الصحیح میں ان سے بکثرت روایات ہیں۔ یہ بصرہ کے باشندے تھے۔ حماد بن زید اور ابو عوانہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت فرمائی۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔ ۲۲۸ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (آمین)

الحمدللہ پارہ نمبر ۷ مکمل ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آٹھواں پارہ

٤٥- بَابُ تَعْجِيْلِ الإِفْطَارِ

باب روزہ کھولنے میں جلدی کرنا

١٩٥٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ)).

(۱۹۵۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہمیں امام مالک نے خبردی' انہیں ابو حازم سلمہ بن دینار نے' انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی' جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

تشریح یعنی وقت ہو جانے کے بعد پھر افطار میں دیر نہ کرنا چاہئے۔ ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نکالا یہود اور نصاریٰ دیر کرتے ہیں حاکم کی روایت میں ہے کہ میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک روزہ کے افطار میں تارے نکلنے کا انتظار نہ کرے گی۔ ابن عبدالبر نے کہا روزہ جلد افطار کرنے اور سحری دیر میں کھانے کی حدیثیں صحیح اور متواتر ہیں۔ عبدالرزاق نے نکالا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سب لوگوں سے روزہ جلدی کھولتے اور سحری کھانے میں لوگوں سے دیر کرتے۔ مگر ہمارے زمانے میں عموماً لوگ روزہ تو دیر سے کھولتے ہیں اور سحری جلدی کھا لیتے ہیں اسی وجہ سے ان پر تباہی آ رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمانا درست تھا۔ جب سے مسلمانوں نے سنت پر چلنا چھوڑ دیا روز بروز ان کا تنزل ہوتا گیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:۔ قال ابن عبدالبر احادیث تعجیل الافطار و تاخیر السحور صحاح متواترۃ و عند عبدالرزاق و غیرہ باسناد صحیح عن عمرو بن میمون الازدی قال کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسرع الناس افطارا و ابطاھم سحورا (فتح الباری) یعنی روزہ کھولنے کے متعلق احادیث صحیح متواتر ہیں۔ واتفق العلماء علیٰ ان محل ذالک اذا تحقق غروب الشمس بالرویۃ اوباخبار عدلین و کذا عدل واحد فی الارجح قال ابن دقیق العید فی ھذا الحدیث رد علی الشیعۃ فی تاخیرھم الی ظھور النجوم (فتح) یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب سورج کا غروب ہونا پختہ طور پر ثابت ہو جائے یا دو عادل گواہ کہہ دیں' دو نہ ہوں تو ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔ اس حدیث میں شیعہ پر رد ہے جو روزہ کھولنے کے لیے تاروں کے ظاہر ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں جو یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے اپنی سخت ترین ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

١٩٥٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي

(۱۹۵۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا' ان سے سلیمان شیبانی نے اور ان سے ابن ابی

أَوفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((كُنتُ مَعَ النَّبِيِّ فِي سَفَرٍ، فَصَامَ حَتَّى أَمْسَى، قَالَ لِرَجُلٍ : ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)) قَالَ: لَوِ انْتَظَرْتَ حَتَّى تُمْسِيَ، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي))، إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)).

[راجع: ١٩٤١]

اوفی رضی اللہ عنہ نے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپؐ روزے سے تھے' جب شام ہوئی تو آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ (اونٹ سے) اتر کر میرے لیے ستو گھول۔ اس نے کہا! حضور اگر شام ہونے کا کچھ اور انتظار فرمائیں تو بہتر ہو۔ آپؐ نے فرمایا' اتر کر میرے لیے ستو گھول (وقت ہو گیا ہے) جب تم یہ دیکھ لو کہ رات ادھر مشرق سے آ گئی تو روزہ دار کے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا۔

تشریح یا روزہ کھل گیا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ جب افطار کا وقت آ جائے تو خود بخود روزہ کھل جاتا ہے گو افطار نہ کرے۔ ہم کہتے ہیں اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود کھل جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستو گھولنے کے لیے کیوں جلدی فرماتے۔ اسی طرح دوسری حدیثوں میں روزہ جلدی کھولنے کی ترغیب کیوں دیتے۔ اور اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود ختم ہو جاتا تو پھرطے کے روزے سے کیوں منع فرماتے۔ یہی حدیث پیچھے اسحاق واسطی کی سند سے بھی گذر چکی ہے۔ آپؐ نے جس کو ستو گھولنے کا حکم فرمایا تھا وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے روشنی دیکھ کر خیال کیا کہ ابھی سورج غروب ہونے میں کسر ہے۔ اسی لیے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا عرض کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں و فیہ تذکرۃ العالم بما یخشی ان یکون نسیہ و ترک المراجعۃ لہ بعد ثلاث یعنی اس حدیث میں واقعہ مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عالم کو ایک عامی بھی تین بار یاددہانی کرا سکتا ہے اگر یہ گمان ہو کہ عالم سے بھول ہو گئی ہے' جیسا کہ حضرت بلالؓ نے اپنے خیال کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ یاددہانی کرائی' مگر چونکہ حضرت بلالؓ کا خیال صحیح نہ تھا۔ لہٰذا آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ فرمایا اور انہوں نے ارشاد گرامی کی تعمیل کی' معلوم ہوا کہ وقت ہو جانے پر روزہ کھولنے میں پس و پیش کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے۔

٤٦- بَابٌ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

باب ایک شخص نے سورج غروب سمجھ کر روزہ کھول لیا اس کے بعد سورج نکل آیا!

١٩٥٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: ((أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَومَ غَيمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قِيلَ لِهِشَامٍ: فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ: بُدٌّ مِنْ قَضَاءٍ؟)) وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا ((لاَ أَدْرِي أَقْضَوْا أَمْ لاَ)).

(١٩٥٩) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابر تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضا کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضا کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا "مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی تھی یا نہیں۔"

تشریح: اس پر آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں قضا لازم ہو گی اور کفارہ نہ ہو گا۔ اور اس کے سوا یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک غروب نہ ہو امساک کرے یعنی کچھ کھائے پئے نہیں۔

قسطلانی نے بعض حنابلہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ رات ہو گئی افطار کر لے پھر معلوم ہوا کہ دن تھا تو اس پر قضا بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ ایسی صورت میں قضا بھی نہیں ہے' اور مجاہد اور حسن سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حافظ نے کہا ایک روایت امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایسی ہی ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور معمر کی تعلیق کو عبد بن حمید نے وصل کیا۔ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف ہے اور شاید پہلے ہشام کو اس میں شک ہو پھر یقین ہو گیا ہو کہ انہوں نے قضا کی۔ اور ابو اسامہ نے ان کو قضا کا یقین ہو جانے کے بعد روایت کی ہو' اس صورت میں تعارض نہ رہے گا۔ ابن خزیمہ نے کہا ہشام نے جو قضا کرنا بیان کیا اس کی سند ذکر نہیں کی' اس لئے میرے نزدیک قضاء نہ ہونے کی ترجیح ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا کہ ہم قضا نہیں کرنے کے نہ ہم کو گناہ ہوا۔ اور عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ قضا کرنا چاہئے۔ حافظ نے کہا حاصل کلام یہ ہوا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ (وحیدی) ظاہر حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ قضا لازم ہے واللہ اعلم۔

٤٧- بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ

باب بچوں کے روزہ رکھنے کا بیان

جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ جب تک بچہ جوان نہ ہو اس پر روزہ واجب نہیں لیکن ایک جماعت سلف نے ان کو عادت ڈالنے کے لیے یہ حکم دیا کہ بچوں کو روزہ رکھوائیں جیسے نماز پڑھنے کے لئے ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ شافعی نے کہا سات سے لے کر دس برس تک جب عمر ہو تو ان سے روزہ رکھوائیں۔ اور اسحاق نے کہا جب بارہ برس کے ہوں' امام احمد نے کہا جب دس برس کے ہوں۔ اوزاعی نے کہا جب بچہ تین روزے متواتر رکھ سکے اور اس کو ضعف نہ ہو تو اس کو روزہ رکھائیں اور مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بچوں کے حق میں روزہ مشروع نہیں ہے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں۔ ان الصحیح عنداهل الحدیث و اهل الاصول ان الصحابی اذا قال فعلنا کذا فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم) یعنی جب کوئی صحابی لفظ فعلنا فی عهد الخ بولے تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِنَشْوَانَ فِي رَمَضَانَ: وَيْلَكَ، وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ. فَضَرَبَهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نشہ باز سے فرمایا تھا "افسوس تجھ پر' تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے۔ حالانکہ ہمارے بچے تک بھی روزے سے ہیں' پھر آپ نے اس پر حد قائم کی۔

١٩٦٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الأَنْصَارِ: مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ. قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ

(١٩٦٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے بشر بن مفضل نے بیان کیا' ان سے خالد بن ذکوان نے بیان کیا' ان سے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عاشورہ کی صبح کو آنحضرت ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورے کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔

الْعِهْنِ. فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الإِفْطَارِ)).

انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے' یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔

تشریح اس نشہ باز نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی تھی' حضرت عمرؓ نے یہ معلوم کر کے فرمایا ارے کم بخت! تو نے یہ کیا حرکت کی ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں۔ پھر آپؓ نے اس کو اسی کوڑے مارے اور شام کے ملک میں جلا وطن کر دیا۔ اس کو سعید بن منصور اور بغوی نے جعدیات میں نکالا ہے۔ اس واقعہ کو نقل کرنے سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد صرف بچوں کو روزہ رکھنے کی مشروعیت بیان کرنا ہے۔ جس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ پس مناسب ہے کہ بچوں کو بھی روزہ کی عادت ڈلوائی جائے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و فی الحدیث حجة علی مشروعیة تمرین الصبیان علی الصیام کما تقدم لان من کان فی مثل السن الذی ذکر فی هذا الحدیث فهو غیر مکلف یعنی اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔

٤٨- بَابُ الْوِصَالِ، وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ،

باب پے در پے ملا کر روزہ رکھنا اور جنہوں نے یہ کہا کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ رَحْمَةً لَهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

(ابو العالیہ) تابعی سے ایسا منقول ہے انہوں نے کہا اللہ نے فرمایا روزہ رات تک پورا کرو (جب رات آئی تو روزہ کھل گیا۔ یہ ابن ابی شیبہ نے نکالا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا "پھر تم روزہ رات تک پورا کرو" نبی کریم ﷺ نے صوم وصال سے (بحکم خداوندی) منع فرمایا' امت پر رحمت اور شفقت کے خیال سے تاکہ ان کی طاقت قائم رہے۔ اور یہ کہ عبادت میں سختی کرنا مکروہ ہے۔

اس حدیث کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وصل کیا اور ابوداؤد نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے حجامت اور وصال سے منع فرمایا۔ اپنے اصحاب کی طاقت باقی رکھنے کے لئے' طے کا روزہ رکھنا منع ہے مگر سحر تک وصال جائز ہے۔ جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے۔ اب اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے یا کراہت کے طور پر۔ بعض نے کہا جبر شاق ہو تو اس پر تو حرام ہے اور جس پر شاق نہ ہو اس کے لئے جائز ہے۔ (وحیدی)

١٩٦١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ تُوَاصِلُوا، قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى. أَوْ إِنِّي أَبِيتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى)).

[طرفه في : ٧٢٤١].

(١٩٦١) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' کہا کہ مجھ سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بلا سحر و افطار) پے در پے روزے نہ رکھا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپؐ تو وصال کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپؐ نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گذارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔

١٩٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى)). [راجع: ١٩٢٢]

(۱۹۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو امام مالکؒ نے خبردی' انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپؐ تو وصال کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں' مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

١٩٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لاَ تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ))، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِ)). [طرفه في: ١٩٦٧].

(۱۹۶۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یزید بن ہاد نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا مسلسل (بلا سحری وافطاری) روزے نہ رکھو' ہاں اگر کوئی ایسا کرنا ہی چاہے تو وہ سحری کے وقت تک ایسا کر سکتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی' یا رسول اللہ! آپؐ تو ایسا کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو رات اس طرح گذارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

تشریح: ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بشیر بن خصاصیہ کی عورت سے نقل کیا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دو دن و رات کا متواتر روزہ رکھوں مگر میرے خاوند بشیر نے مجھ کو اس سے منع فرمایا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور اس کو فعل نصاریٰ بتلایا اور فرمایا ہے کہ اسی طرح روزہ رکھو جس طرح تم کو اللہ نے اس کے لئے حکم فرمایا ہے۔ رات آنے تک روزہ رکھو رات ہونے پر فوراً روزہ افطار کر لو۔

احادیث میں آنحضرت ﷺ کے صوم وصال کا ذکر ہے یہ آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اسی تطبیق کو ترجیح حاصل ہے۔ اللہ پاک مجھے کھلاتا پلاتا ہے اس سے روحانی اکل و شراب مراد ہے۔ تفصیل مزید کے لیے اہل علم فتح الباری کا یہ مقام ملاحظہ فرمائیں۔

١٩٦٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ قَالاَ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ، فَقَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي

(۱۹۶۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبدہ نے خبردی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے پے درپے روزہ سے منع کیا تھا' امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپؐ تو وصال کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ عثمان نے

وَيَسْقِيْنِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ ((رَحْمَةً لَهُمْ)).

(اپنی روایت میں) "امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے" کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

تشریح: اس سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو طے کا روزہ رکھنا حرام نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت پر شفقت کے خیال سے اس سے منع فرمایا جیسے قیام اللیل میں آپ چوتھی رات کو برآمد نہ ہوئے اس ڈر سے کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے۔ اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ وہ پندرہ پندرہ دن تک طے کے روزے رکھتے۔ اور خود آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ طے کے روزے رکھے۔ اگر حرام ہوتے تو آپؐ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کبھی نہ رکھنے دیتے۔ (وحیدی)

٤٩- بَابُ التَّنْكِيْلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ. رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب جو طے کے روزے بہت رکھے اس کو سزا دینے کا بیان

اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

١٩٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: ((وَأَيُّكُمْ مِثْلِي؟ إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ)). فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا، ثُمَّ رَأَوُا الْهِلاَلَ، فَقَالَ: ((لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ)). كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا.

[أطرافه في : ١٩٦٦، ٦٨٥١، ٧٢٤٢، ٧٢٩٩].

(١٩٦٥) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مسلسل (کئی دن تک سحری و افطاری کے بغیر) روزہ رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اس پر ایک آدمی نے مسلمانوں میں سے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ اس پر بھی جب صوم وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپؐ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔ گویا جب صوم وصال سے وہ لوگ نہ رکے تو آپ نے ان کو سزا دینے کے لئے یہ کہا۔

تشریح: بعض روایتوں میں یوں ہے میں تو برابر اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یہ کھلا پلا دینا روزہ نہیں توڑتا کیونکہ یہ بہشت کا طعام اور شراب ہے' اس کا حکم دنیا کے طعام اور شراب کا نہیں جیسے ایک حدیث میں ہے سونے کا طشت لایا گیا اور میرا سینہ دھویا گیا۔ حالانکہ دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے قطع نظر اس کے صحیح روایت یہی ہے کہ میں رات کو اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں ای علی صفتکم فی ان من اکل منکم اوشرب انقطع وصالہ بل انما یطعمنی ربی و یسقینی ولا تنقطع بذالک مواصلتی فطعامی و شرابی علی غیرطعامکم و شرابکم صورۃ و معنی یعنی تم میں سے کوئی روزے میں کھاپی لے تو اس کا وصال روزہ

ٹوٹ گیا۔ اور میرا حال یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اس سے میرا وصال نہیں ٹوٹتا۔ میرا طعام و شراب ظاہر و باطن کے لحاظ سے تمہارے طعام اور شراب سے بالکل مختلف ہے۔

١٩٦٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ)) مَرَّتَيْنِ. قِيْلَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ. قَالَ: ((إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ، فَاكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ)).

[راجع: ١٩٦٥]

(۱۹۶۶) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' ان سے عبدالرزاق نے بیان کیا' ان سے معمر نے' ان سے ہمام نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے دوبار فرمایا' تم لوگ وصال سے بچو! عرض کیا گیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ رات میں مجھے میرا رب کھلاتا اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ پس تم اتنی ہی مشقت اٹھاؤ جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔

٥٠- بَابُ الْوِصَالِ إِلَى السَّحَرَ

باب سحری تک وصال کا روزہ رکھنا

درحقیقت یہ طے کا روزہ نہیں مگر مجازاً اس کو وصال یعنی طے کا روزہ کہتے ہیں۔ کیونکہ طے کا روزہ یہ ہے کہ دن کی طرح ساری رات نہ کچھ کھائے نہ پیئے۔ باب کے ذیل میں حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای جوازہ و قد تقدم انه قول احمد و طائفة من اصحاب الحدیث و تقدم توجیهه و ان من الشافعیة من قال انه لیس بوصال حقیقة عبارت کا مفہوم اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

١٩٦٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لاَ تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ))، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: ((لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِ)).

[راجع: ١٩٦٣]

(۱۹۶۷) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز ابن ابی حازم نے بیان کیا' ان سے یزید بن ہاد نے' ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے' صوم وصال نہ رکھو۔ اور اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کر لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی' یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ رات کے وقت ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

٥١- بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

باب کسی نے اپنے بھائی کو نفلی روزہ توڑنے کے لیے قسم دی اور اس نے روزہ توڑ دیا تو توڑنے والے پر قضا واجب نہیں ہے جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کو مناسب ہو

اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر بلاوجہ نفل روزہ قصداً توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہو گی۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ شافعیہ

کہتے ہیں اگر نفل روزہ توڑ ڈالے تو اس کی قضا مستحب ہے عذر سے توڑے یا بے عذر۔ حنابلہ اور جمہور بھی اسی کے قائل ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک ہر حال میں قضا واجب ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جب عمداً بلا عذر توڑ ڈالے تو قضا لازم ہو گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک ظاہر ہے اور اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

١٩٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَالَ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: ((آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ : أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا. فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ: كُلْ، قَالَ : فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ. قَالَ: فَأَكَلَ. فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ. ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ نَمْ. فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الآنَ، فَصَلَّيَا. فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ : إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ. فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ سَلْمَانُ)).

[أطرافه في : ٦١٣٩].

(۱۹۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا' ان سے ابو العمیس عتبہ بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے عون بن ابی جحیفہ نے اور ان سے ان کے والد (وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ سلمان رضی اللہ عنہ' ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو (ان کی عورت) ام درداءؓ کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام درداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ پھر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ' انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں' اس پر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے۔ (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو ابو درداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لئے اٹھے اور اس مرتبہ بھی سلمانؓ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمانؓ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ جان کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لئے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہئے۔ پھر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے سچ کہا۔

تشریح عبادت الٰہی کے متعلق کچھ غلط تصورات ادیان عالم میں پہلے ہی سے پائے جاتے رہے ہیں۔ ان ہی غلط تصورات کی اصلاح کے لئے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ بھی ایسے تصورات رکھتے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ نفس کشی بایں طور کرنا کہ جائز حاجات بھی ترک کر کے حتیٰ کہ رات کو آرام ترک کرنا' دن میں ہمیشہ روزہ سے رہنا ہی عبادت ہے۔ اور یہی اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ حضرت سلمانؓ نے ان کے اس تصور کی عملاً اصلاح فرمائی اور بتلایا کہ

ہر صاحب حق کا حق ادا کرنا یہ بھی عبادت الٰہی ہی میں داخل ہے۔ بیوی کے حقوق ادا کرنا جس میں اس سے جماع کرنا بھی داخل ہے۔ اور رات میں آرام کی نیند سونا اور دن میں متواتر نفل روزوں کی جگہ کھانا پینا یہ سب امور داخل عبادت ہیں۔ ان ہر دو بزرگ صحابیوں کا جب یہ واقعہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا تو آپ نے حضرت سلمانؓ کی تائید فرمائی اور بتلایا کہ عبادت الٰہی کا حقیقی تصور یہی ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بلکہ حقوق النفس بھی ادا کئے جائیں۔

٥٢- بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

باب ماہ شعبان میں روزے رکھنے کا بیان

١٩٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لاَ يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لاَ يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلاَّ رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ)).

[طرفاه في : ١٩٧٠، ٦٤٦٥].

(۱۹۶۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبردی' انہیں ابوالنضر نے' انہیں ابوسلمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا' کہ رسول اللہ ﷺ نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپؐ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

شعبان کی وجہ تسمیہ حافظ صاحب کے لفظوں میں یہ ہے لتشعبهم فی طلب المیاه اوفی الغارات بعد ان یخرج شهر رجب الحرام (فتح) یعنی اہل عرب اس مہینے میں پانی کی تلاش میں متفرق ہو جایا کرتے تھے۔ یا ماہ رجب کے خاتمہ پر جس میں اہل عرب قتل و غارت وغیرہ سے بالکل رک جایا کرتے تھے' اس ماہ میں وہ ایسے مواقع کی پھر تلاش کرتے۔ اسی لئے اس ماہ کو انہوں نے شعبان سے موسوم کیا)

١٩٧٠- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: ((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُولُ: ((خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ لاَ يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا)). وَأَحَبُّ الصَّلاَةِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ. وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلاَةً دَاوَمَ عَلَيْهَا. [راجع: ١٩٦٩]

(۱۹۷۰) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' ان سے ہشام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے' ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے' شعبان کے پورے دنوں میں آپؐ روزہ سے رہتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا۔ تم خود ہی اکتا جاؤ گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔

تشریح: اگرچہ اور مہینوں میں بھی آپؐ نفل روزے رکھا کرتے تھے مگر شعبان میں زیادہ روزے رکھتے کیونکہ شعبان میں بندوں کے اعمال اللہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ نسائی کی روایت میں یہ مضمون موجود ہے۔ (وحیدی) واللہ اعلم۔

٥٣- بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِفْطَارِهِ

باب نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا بیان

١٩٧١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((مَا صَامَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا كَامِلاً قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُومُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لاَ وَاللهِ لاَ يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لاَ وَاللهِ لاَ يَصُومُ)).

(١٩٧١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے ابوبشر نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رمضان کے سوا نبی کریم ﷺ نے کبھی پورے مہینے کا روزہ نہیں رکھا۔ آپؐ نفل روزہ رکھنے لگتے تو دیکھنے والا کہہ اٹھتا کہ بخدا' اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے۔ اور اسی طرح جب نفل روزہ چھوڑ دیتے تو کہنے والا کہتا کہ واللہ! اب آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے۔

١٩٧٢- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لاَ يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لاَ يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا. وَكَانَ لاَ تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلاَّ رَأَيْتَهُ، وَلاَ نَائِمًا إِلاَّ رَأَيْتَهُ)). وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ.

(١٩٧٢) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں بے روزہ کے رہتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اس مہینہ میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ اسی طرح کسی مہینہ میں نفل روزے رکھنے لگتے تو ہم خیال کرتے کہ اب اس مہینہ کا ایک دن بھی بے روزے کے نہیں گذرے گا۔ جو جب بھی چاہتا آنحضرت ﷺ کو رات میں نماز پڑھتے دیکھ سکتا تھا اور جب بھی چاہتا سوتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔ سلیمان نے حمید طویل سے یوں بیان کیا کہ انہوں نے انسؓ سے روزہ کے متعلق پوچھا تھا۔

١٩٧٣- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلاَّ رَأَيْتُهُ، وَلاَ مُفْطِرًا إِلاَّ رَأَيْتُهُ، وَلاَ مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلاَّ رَأَيْتُهُ،

(١٩٧٣) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ابوخالد احمر نے خبر دی' کہا کہ ہم کو حمید نے خبر دی' کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے روزوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی میرا دل چاہتا کہ آپ کو روزے سے دیکھوں تو میں آپ کو روزے سے ہی دیکھتا۔ اور بغیر روزے کے چاہتا تو بغیر روزے سے ہی دیکھتا۔ رات میں کھڑے (نماز پڑھتے) دیکھنا چاہتا تو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتا۔

وَلاَ نَائِمًا إِلاَّ رَأَيْتُهُ، وَلاَ مَسِسْتُ خَزَّةً وَلاَ حَرِيْرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَلاَ شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلاَ عَبِيْرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ)). [راجع: ۱۱۴۱]

اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو اسی طرح دیکھتا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے مبارک ہاتھوں سے زیادہ نرم و نازک ریشم کے کپڑوں کو بھی نہیں دیکھا۔ اور نہ مشک و عبیر کو آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبو دار پایا۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی اول رات میں عبادت کرتے' کبھی بیچ شب میں' کبھی آخر رات میں۔ اسی طرح آپ کا آرام فرمانا بھی مختلف وقتوں میں ہوتا رہتا۔ اسی طرح آپ کا نفل روزہ بھی تھا۔ شروع اور بیچ اور آخر مہینے میں ہر دنوں میں رکھتے۔ تو ہر شخص جو آپ کو روزہ دار یا رات کو عبادت کرتے یا سوتے دیکھنا چاہتا بلا وقت دیکھ لیتا۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ تاکہ مسلمان ہر حال میں اپنے اللہ پاک کو یاد رکھیں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کی ادائیگی کو اپنے لئے لازم قرار دے لیں۔

٥٤- بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

باب مہمان کی خاطر سے نفل روزہ نہ رکھنا یا توڑ ڈالنا

١٩٧٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، يَعْنِي: ((إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)). فَقُلْتُ: وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ؟ قَالَ: ((نِصْفُ الدَّهْرِ)). [راجع: ۱۱۳۱]

(١٩٧٤) ہم سے اسحاق نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ہارون بن اسماعیل نے خبر دی' کہا کہ ہم سے علی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میرے یہاں تشریف لائے۔ پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی' یعنی تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس پر میں نے پوچھا' اور داؤد علیہ السلام کا روزہ کیسا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن بے روزہ رہنا صوم داؤدی ہے۔

معلوم ہوا کہ نفل روزہ سے زیادہ موجب ثواب یہ امر ہے کہ مہمان کے ساتھ کھائے پیئے' اس کی تواضع کرنے کے خیال سے خود نفل روزہ ترک کر دے کہ مہمان کا ایک خصوصی حق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

باب روزے میں جسم کا حق

١٩٧٥- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي

(١٩٧٥) ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم کو اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے

عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَ اللهِ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟)) فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((فَلاَ تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا. وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ. فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ : ((فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَلاَ تَزِدْ عَلَيْهِ)). قُلْتُ : وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ؟ قَالَ: ((نِصْفَ الدَّهْرِ)). فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ : يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ ﷺ)). [راجع: ۱۱۳۱]

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! آپ نے فرمایا' کہ ایسا نہ کر' روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ۔ نماز بھی پڑھ اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو' کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کردی گئی۔ میں نے عرض کی' یا رسول اللہ! میں اپنے میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ۔ میں نے پوچھا' اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا' ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے' کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔

تشریح: اس حدیث میں پچھلے مضمون کی مزید وضاحت ہے۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو عبادت میں زیادہ سے زیادہ انہماک کے خواہش مند ہوں ان کے لیے داؤد علیہ السلام کے روزے کو بطور مثال بیان فرمایا اور ترغیب دلائی کہ ایسے لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ صوم داؤدی کی اقتداء کریں اور اس میانہ روی سے ثواب عبادت حاصل کریں۔

٥٦- بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

باب ہمیشہ روزہ رکھنا (جس کو صوم الدہر کہتے ہیں)

شافعیہ کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ ایک حدیث میں ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس پر دوزخ تنگ ہو جائے گی یعنی وہ اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اس کو امام احمد اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور بیہقی نے نکالا۔ بعض نے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ جانا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نفس عادی ہو جاتا ہے اور روزے کی تکلیف باقی نہیں رہتی۔ بعض علماء نے حدیث مذکور کو وعید کے معنے میں سمجھا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا دوزخی ہو گا۔ فتح الباری میں ایک ایسے شخص کا ذکر بھی ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ دیکھنے والوں نے کہا کہ اگر اصحاب محمد ﷺ کا زمانہ ہوتا اور وہ اسے دیکھتے تو اسے سنگسار کر دیتے کیونکہ اس نے صراحتاً فرمان نبوی کی مخالفت کی ہے۔

١٩٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

(١٩٧٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی'

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمنِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنِّي أَقُولُ: وَاللهِ لَأَصُومَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُومَنَّ اللَّيلَ مَا عِشْتُ، فَقُلْتُ لَهُ، قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي. قَالَ: ((فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذَلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ)) قُلْتُ: إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ)).
قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوماً، فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ)). فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ)).

[راجع: ۱۱۳۱]

انہیں زہری نے' کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ "خدا کی قسم! زندگی بھر میں دن میں تو روزے رکھوں گا۔ اور ساری رات عبادت کروں گا۔" میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی' میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' ہاں میں نے یہ کہا ہے' آپ نے فرمایا لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں' اس لیے روزہ بھی رکھ اور بے روزہ بھی رہ۔ عبادت بھی کر لیکن سوؤ بھی۔ اور مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن کے لئے روزے چھوڑ دیا کر۔ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن بے روزہ کے رہ کہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ایسا ہی تھا۔ اور روزہ کا یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔ میں نے اب بھی وہی کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے لیکن اس مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔

۵۷- بَابُ حَقِّ الأَهْلِ فِي الصَّوْمِ، رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب روزہ میں بیوی اور بال بچوں کا حق' اس کو ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

۱۹۷۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ، وَأُصَلِّي اللَّيْلَ فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيْتُهُ فَقَالَ: ((أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا

(۱۹۷۷) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ابو عاصم نے خبر دی' انہیں ابن جریج نے' انہوں نے عطاء سے سنا' انہیں ابو عباس شاعر نے خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں۔ اب یا آنحضور ﷺ نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا خود میں نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تو متواتر روزے رکھتا ہے اور ایک بھی نہیں چھوڑتا۔ اور

تُفْطِرُ، وَتُصَلِّي وَلاَ تَنَامُ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا)) قَالَ : إِنِّي لأَقْوَى لِذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ)) قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: ((كَانَ يَصُومُ يَوماً وَيُفطِرُ يَوماً وَلاَ يَفِرُّ إِذَا لاَقَى)). قَالَ : مَنْ لِي بِهَذِهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ؟)) قَالَ عَطَاءٌ : لاَ أَدْرِي. كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الأَبَدِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ صَامَ مَنْ صَامَ الأَبَدَ مَرَّتَيْنِ)). [راجع: ١١٣١]

(رات بھر) نماز پڑھتا رہتا ہے؟ روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ' عبادت بھی کر اور سوؤ بھی کیونکہ تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے' تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کر۔ انہوں نے کہا اور وہ کس طرح؟ فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں پھیرتے تھے۔ اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی' اے اللہ کے نبی! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں پیٹھ پھیر جاؤں۔ عطاء نے کہا کہ مجھے یاد نہیں (اس حدیث میں) صوم دہر کا کس طرح ذکر ہوا۔ (البتہ انہیں اتنا یاد تھا کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو صوم دہر رکھتا ہے اس کا روزہ ہی نہیں' دو مرتبہ (آپؐ نے یہی فرمایا)۔

تشریح: اس سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جنہوں نے سدا روزہ رکھنا مکروہ جانا ہے۔ ابن عربی نے کہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدا روزہ رکھنے والے کی نسبت یہ فرمایا کہ اس نے روزہ نہیں رکھا تو اب اس کو ثواب کی کیا توقع ہے۔ بعض نے کہا اس حدیث میں سدا روزہ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرے۔ اس کی کراہیت اور حرمت میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ اگر ان دنوں میں کوئی افطار کرے اور باقی دنوں میں روزہ رکھا کرے بشرطیکہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کے حقوق میں کوئی خلل واقع نہ ہو تو ظاہر ہے کہ مکروہ نہ ہو گا۔ مگر ہر حال میں بہتر یہی ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام رکھے یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔ تفصیل مزید کے لئے فتح الباری کا مطالعہ کیا جائے۔

ایک روایت میں لاصام ولا فطر کے لفظ آئے ہیں کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا گویا اس کو نہ روزے کا ثواب ملا نہ اس پر گناہ ہوا۔ کیونکہ اس طرح روزہ رکھنے سے اس کا نفس عادی ہو گیا۔

٥٨- بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ

باب ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا بیان

١٩٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ)) قَالَ: أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ: ((صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا)) فَقَالَ: ((اقْرَإِ

(١٩٧٨) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے مغیرہ نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مہینہ میں صرف تین دن کے روزے رکھا کر۔ انہوں نے کہا کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ اسی طرح وہ برابر کہتے رہے (کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن کا روزہ

الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ))، قَالَ: إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ: ((فِي ثَلَاثٍ)).

[راجع: ۱۱۳۱]

چھوڑ دیا کر۔ آپؐ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ مہینہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کر۔ انہوں نے اس پر بھی کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور برابر یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین دن میں (ایک قرآن ختم کیا کر)۔

تشریح امام مسلم کی روایت میں یوں ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایک مہینے میں ایک ختم قرآن کا کیا کر۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپؐ نے فرمایا' اچھا بیس دن میں ختم کیا کر' میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپؐ نے فرمایا' اچھا دس دن میں ختم کیا کر۔ میں نے کہا' مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے' آپؐ نے فرمایا اچھا سات دن میں ختم کیا کر۔ اور اس سے زیادہ مت پڑھ۔ (یعنی سات دن سے کم میں ختم نہ کر۔) اسی لیے اکثر علماء نے سات دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مکروہ رکھا ہے۔ قسطلانی نے کہا میں نے بیت المقدس میں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کو ابوالطاہر کہتے تھے وہ رات میں قرآن کے آٹھ ختم کیا کرتے تھا وغیرہ وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے یہ خلاف سنت ہے۔ عمدہ یہی ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ سمجھ کر چالیس دن میں ختم کیا جائے انتہاء یہ ہے کہ تین دن میں ختم ہو۔ اس سے کم میں جو قرآن ختم کرے گا گویا اس نے گھاس کاٹی ہے الا ماشاء اللہ۔

۵۹- بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

باب حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ

۱۹۷۹- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ - وَكَانَ شَاعِرًا، وَكَانَ لاَ يُتَّهَمُ فِي حَدِيْثِهِ - قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لاَ صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ)). قُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلاَ يَفِرُّ إِذَا لاَقَى)).

[راجع: ۱۱۳۱]

(۱۹۷۹) ہم سے آدم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابو عباس مکی سے سنا' وہ شاعر تھے لیکن روایت حدیث میں ان پر کسی قسم کا اتہام نہیں تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا تو متواتر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا' اگر تو یونہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور تو بے حد کمزور ہو جائے گا یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بلاناغہ ہر روز) روزہ رکھے۔ تین دن کا (ہر مہینہ میں) روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ میں نے اس پر کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھا کر۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھلایا کرتے تھے۔

تشریح۔ شاعر مبالغہ کے عادی ہوتے ہیں جو احتیاط ثقاہت کے منافی ہے' اس لئے ابو عباس مکی کے متعلق یہ توضیح کی گئی کہ وہ شاعر ہونے کے باوجود انتہائی ثقہ تھے اور ان کے متعلق کوئی اتہام نہ تھا' لہذا ان کی روایات سب قابل قبول ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ و نقل الترمذی عن بعض اهل العلم انه اشق الصیام و یامن مع ذالک غالبًا من تفویت الحقوق کما تقدمت الاشارة الیه فیما تقدم قریبًا فی حق دائود و لا یفر اذا لاقی لان من اسباب الفرار ضعف الجسد ولا شک ان سرد الصوم ینهکه و علی ذالک یحمل قول ابن مسعود فیما رواه سعید بن منصور باسناد صحیح عنه انه قیل له انک لتقل الصیام فقال انی اخاف ان یضعفنی عن القراة و القراة احب الی من الصیام الخ یعنی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سے نقل کیا ہے کہ صیام داؤد علیہ السلام اگرچہ مشکل ترین روزہ ہے مگر اس میں حقوق واجب کے فوت ہونے کا ڈر نہیں جیسا کہ پیچھے داؤد علیہ السلام کے متعلق اشارہ گذر چکا ہے ان کی شان یہ بتلائی گئی کہ اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود وہ جہاد میں دشمن سے مقابلہ کے وقت بھاگتے نہیں تھے۔ یعنی اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود ان کے جسم میں کوئی کمزوری نہ تھی۔ حالانکہ اس طرح روزے رکھنا جسم کو کمزور کر دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ آپ نفل روزہ کم رکھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میں کثرت صوم سے اس قدر کمزور نہ ہو جاؤں کہ میری قراۃ کا سلسلہ رک جائے حالانکہ قرأت میرے لیے روزہ سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام بہترین روزہ ہے۔ جو لوگ بکثرت روزہ رکھنے کے خواہش مند ہوں ان کے لیے ان ہی کی اتباع مناسب ہے۔

١٩٨٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيْحِ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْكَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ، فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَجَلَسَ عَلَى الأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَقَالَ: ((أَمَا يَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاَثَةُ أَيَّامٍ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((خَمْسًا)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ.. قَالَ: ((سَبْعًا)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ.. قَالَ: ((تِسْعًا)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ.. قَالَ: ((إِحْدَى عَشْرَةَ)). ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: شَطْرُ الدَّهْرِ، صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا)). [راجع: ١١٣١]

(١٩٨٠) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا' کہا ہم سے خالد نے بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے اور ان سے ابو قلابہ نے کہ مجھے ابو ملیح نے خبر دی' کہا کہ میں آپ کے والد کے ساتھ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرے روزے کے متعلق خبر ہو گئی' (کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں) آپ میرے یہاں تشریف لائے اور میں نے ایک گدہ آپ کے لیے بچھا دیا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور تکیہ میرے اور آپ کے درمیان ہو گیا۔ آپ نے فرمایا' کیا تمہارے لئے ہر مہینہ میں تین دن کے روزے کافی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی' یا رسول اللہ! (کچھ اور بڑھا دیجئے) آپ نے فرمایا' اچھا پانچ دن کے روزے (رکھ لے) میں نے عرض کی' یا رسول اللہ کچھ اور آپ نے فرمایا چلو چھ دن' میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (کچھ اور بڑھایئے' مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) آپ نے فرمایا! اچھا نو دن' میں نے عرض کی' یا رسول اللہ! کچھ اور' فرمایا' اچھا گیارہ دن۔ آخر آپ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے روزے کے طریقے کے سوا اور کوئی طریقہ (شریعت میں) جائز

نہیں۔ یعنی زندگی کے آدھے دنوں میں ایک دن کا روزہ رکھ اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔

٦٠- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْبِيْضِ : ثَلاَثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمسَ عَشْرَةَ

باب ایام بیض کے روزے یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھنا

١٩٨١- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُوعُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((أَوصَانِي خَلِيْلِي ﷺ بِثَلاَثٍ: صِيَامِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَي الضُّحَى، وَ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)).

[راجع: ١١٧٨]

(۱۹۸۱) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' ان سے عبدالوارث نے بیان کیا' ان سے ابوالتیاح نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو عثمان نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر مہینے کی تین تاریخوں میں روزہ رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح چاشت کی دو رکعتوں کی بھی وصیت فرمائی تھی اور اس کی بھی کہ سونے سے پہلے ہی میں وتر پڑھ لیا کروں۔

تشریح یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث ترجمہ باب کے موافق نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا ذکر ہے۔ ایام بیض کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کر دیا۔ جسے امام احمد اور نسائی اور ابن حبان نے موسیٰ بن طلحہ سے نکالا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس میں یوں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے فرمایا جو بھنا ہوا خرگوش لایا تھا۔ تو بھی کھا۔ اس نے کہا میں ہر مہینے تین دن روزے رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ روزے رکھتا ہے تو سفید دنوں میں یعنی ایام بیض میں رکھا کر۔ نسائی کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یوں ہے ہر دس دن میں ایک روزہ رکھا کر اور ترمذی نے نکالا کہ آپ ہفتہ اور اتوار اور پیر کو روزہ رکھا کرتے اور ایک روایت میں منگل بدھ' جمعرات میں ہے غرض آپ کا نفلی روزہ ہمیشہ کے لیے کسی خاص دن میں معین نہ تھا۔ مگر ایام بیض کے روزے مسنون ہیں۔

٦١- بَابُ مَنْ زَارَ قَومًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

باب جو شخص کسی کے ہاں بطور مہمان ملاقات کے لیے گیا اور ان کے یہاں جا کر اس نے اپنا نفلی روزہ نہیں توڑا

١٩٨٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنِي خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ النَّبِي ﷺ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ، فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمَنٍ، قَالَ: ((أَعِيْدُوا سَمَنَكُمْ فِي سِقَائِهِ

(۱۹۸۲) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے خالد نے (جو حارث کے بیٹے ہیں) بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا نامی ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ نے فرمایا' یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی اس کے

وَتَمرَكُمْ فِي وِعَائِهِ فَإِنِّي صَائِمٌ)). ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ، فَدَعَا لأُمِّ سُلَيْمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا. فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنَّ لِي خُوَيصَّةً، قَالَ: ((مَا هِيَ))؟ قَالَتْ: خَادِمُكَ أَنَسٌ. فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلاَ دُنْيَا إِلاَّ دَعَا بِهِ: اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالاً وَوَلَدًا، وَبَارِكْ لَهُ)). فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الأَنْصَارِ مَالاً. وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ قَالَ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ)). حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في : ٦٣٣٤، ٦٣٤٤، ٦٣٧٨، ٦٣٨٠].

برتن میں رکھ دو کیونکہ میں تو روزے سے ہوں۔ پھر آپ نے گھر کے ایک کنارے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ لاڈلا بھی تو ہے (اس کے لیے بھی تو دعا فرما دیجئے) فرمایا کون ہے انہوں نے کہا آپ کا خادم انس رضی اللہ عنہ ۔ پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہیں چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔ آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا' اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا فرما اور اس کے لیے برکت عطا کر۔ (انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ) چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری صلبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس دفن ہو چکے تھے۔ ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا' انہیں یحییٰ نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے حمید نے بیان کیا' اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کے ساتھ۔

تشریح: پچھلی حدیث میں حجاج کا ذکر ہے جو بصرہ میں ۷۵ھ میں آیا تھا۔ اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر کچھ اوپر اسی برس کی تھی' ۹۳ھ کے قریب آپ کا انتقال ہوا۔ ایک سو سال کے قریب ان کی عمر ہوئی۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے خاص اپنی صلب کے ۱۲۵ بچے دفن کئے پھر دیگر لواحقین کا اندازہ کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے مقصد باب یوں ثابت ہوا کہ آپ ام سلیم کے گھر روزہ کی حالت میں تشریف لے گئے۔ اور آپ نے ان کے ہاں کھانا واپس فرما دیا۔ اور روزہ نہیں توڑا۔ ثابت ہوا کہ کوئی شخص ایسا بھی کرے تو جائز درست بلکہ سنت نبوی ہے۔ یہ سب حالات پر منحصر ہے۔ بعض مواقع ایسے بھی آسکتے ہیں کہ وہاں روزہ کھول دینا جائز ہے۔ بعض ایسے کہ رکھنا بھی جائز ہے۔ یہ ہر شخص کے خود دل میں فیصلہ کرنے اور حالات کو سمجھنے کی باتیں ہیں۔ انما الاعمال بالنیات ۔

٦٢- بَابُ الصَّوْمِ آخِرَ الشَّهْرِ

باب مہینے کے آخر میں روزہ رکھنا۔

١٩٨٣- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ عَنْ غَيْلاَنَ ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلاَنُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ،

(۱۹۸۳) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے مہدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان نے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے' ان سے غیلان بن جریر نے' ان

عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ سَأَلَهُ - أَوْ سَأَلَ رَجُلاً وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ - فَقَالَ: يَا أَبَا فُلاَنٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هَذَا الشَّهْرِ؟ قَالَ : أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ، قَالَ الرَّجُلُ : لاَ، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ : ((فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ))، لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ : أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ)).

سے مطرف نے' ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا (مطرف نے یہ کہا کہ) سوال تو کسی اور نے کیا تھا لیکن وہ سن رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے ابو فلاں! کیا تم نے اس مہینے کے آخر کے روزے رکھے؟ ابو نعمان نے کہا میرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ کی مراد رمضان سے تھی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ثابت نے بیان کیا' ان سے مطرف نے' ان سے عمران رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللوہ علیہ وسلم نے (رمضان کے آخر کے بجائے) شعبان کے آخر میں کا لفظ بیان کیا (یہی صحیح ہے)

تشریح کیونکہ رمضان میں تو سارے مہینے ہر کوئی روزے رکھتا ہے۔ بعض نے سرر کا ترجمہ مہینے کا شروع کیا ہے' بعض نے مہینے کا بیچ' بعضوں نے کہا آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے ڈانٹ کے طور پر ایسا فرمایا کہ تو نے شعبان کے اخیر میں تو روزے نہیں رکھے۔ کیونکہ دوسری حدیث میں آپؐ نے رمضان کا استقبال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر یہ ہوتا تو آپؐ قضاء کا حکم کیوں دیتے۔ خطابی نے کہا شاید اس وجہ سے قضاء کا حکم دیا کہ اس شخص نے منت مانی ہو گی' تو آپؐ نے منت پوری کرنے کا حکم دیا اس طرح کہ شوال میں اس کی قضاء کر لے۔ بعض نے کہا اگر کوئی شعبان کے آخر میں رمضان کے استقبال کی نیت سے روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے لیکن اگر استقبال کی نیت نہ ہو تو کچھ قباحت نہیں ہے۔ مگر ایک حدیث میں شعبان کے نصف آخری میں روزہ رکھنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے تاکہ رمضان کے لئے ضعف لاحق نہ ہو۔

٦٣- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ

باب جمعہ کے دن روزہ رکھنا۔ اگر کسی نے خالی ایک جمعہ کے دن کے روزہ کی نیت کر لی تو اسے توڑ ڈالے

١٩٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : نَعَمْ)) زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ ((أَنْ يَنفَرِدَ بِصَوْمٍ)).

(١٩٨٤) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے' ان سے عبدالحمید بن جبیر نے اور ان سے محمد بن عباد نے کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا' کیا نبی ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ابو عاصم کے علاوہ راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ خالی (ایک جمعہ ہی کے دن) روزہ رکھنے سے آپؐ نے منع فرمایا۔

تشریح اس باب میں حضرت امام نے تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ پہلی دو حدیثوں میں کچھ کچھ اجمال ہے مگر تیسری حدیث میں پوری

تفصیل موجود ہے، جس سے ظاہر ہے کہ جمعہ کے روزہ کے لئے ضروری ہے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مزید تفصیل یوں ہے۔ لا تخصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی و لا تخصوا یوم الجمعة من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومه احدکم یعنی جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے۔ ہاں اگر کسی کا کوئی نذر وغیرہ کا روزہ جمعہ کے دن آ جائے۔ جس کا رکھنا اس کے لیے ضروری ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ وہ روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ کمن یصوم ایام البیض او من له عادة بصوم یوم معین کیوم عرفة فوافق یوم الجمعة و یوخذ منه جواز صومه لمن نذر یوم قدوم زید مثلا اوشفاء فلان (فتح) یعنی کسی کا کوئی روزہ ایام بیض کا ہو یا عرفہ کا یا کسی نذر کا جمعہ میں پڑ جائے تو پھر جمعہ کا روزہ جائز ہے۔

۱۹۸۵- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لاَ يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ)).

(۱۹۸۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص جمعہ کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ نہ رکھتا ہو۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کی جو عادت ہوتی ہے کہ ہفتے میں ایک دو دن خاص کر کے اس میں روزہ رکھتے ہیں۔ جیسے کوئی پیر جمعرات کو روزہ رکھتا ہے، کوئی پیر منگل کو، کوئی جمعرات جمعہ کو تو یہ تخصیص آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ابن تین نے کہا بعض نے اسی وجہ سے ایسی تخصیص کو مکروہ رکھا ہے۔ لیکن عرفہ کے دن اور عاشورہ اور ایام بیض کی تخصیص تو خود حدیث سے ثابت ہے۔ حافظ نے کہا کئی ایک احادیث میں یہ وارد ہے کہ آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ حالانکہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے نکالا۔ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ حضرت عائشہؓ سے کہ آنحضرت ﷺ قصد کر کے پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے اور نسائی اور ابو داؤد نے نکالا، ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا، اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا، تو آپ نے فرمایا، اس دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت اٹھایا جائے جب میں روزہ سے ہوں۔

۱۹۸۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ. ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: ((أَصُمْتِ أَمْسِ؟)) قَالَتْ: لاَ. قَالَ: ((تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَصُومِيْنَ غَدًا؟)) قَالَتْ: لاَ. قَالَ: ((فَأَفْطِرِي)).

(۱۹۸۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، (دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو ایوب نے اور ان سے جویریہ بنت حارثؓ نے کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں جمعہ کے دن تشریف لے گئے، (اتفاق سے) وہ روزہ سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر دریافت فرمایا کیا کل کے دن بھی تو نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا، کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر روزہ توڑ

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ: ((أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ)).

دو۔ حماد بن جعد نے بیان کیا کہ انہوں نے قتادہ سے سنا' ان سے ابوایوب نے بیان کیا اور ان سے جویریہؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا اور انہوں نے روزہ توڑ دیا۔

حاکم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے یوم الجمعة یوم عید فلا تجعلوا یوم عید کم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبله اوبعده یعنی جمعہ کا دن تمہارے لیے عید کا دن ہے پس اپنے عید کے دن کو روزہ رکھنے کا دن نہ بناؤ مگر یہ کہ تم اس سے آگے یا پیچھے ایک روزہ اور رکھ لو۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا کہ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو یہ دن تمہارے لیے عبادت الٰہی اور کھانے پینے کا دن ہے۔ وذهب الجمهور الى ان النهى فيه للتنزيه (فتح) یعنی جمہور کا قول ہے کہ جمعہ کے دن روزہ کی نہی تنزیہ کے لیے ہے' حرمت کے لیے نہیں ہے یعنی بہتر ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے۔

٦٤- بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الأَيَّامِ؟

باب روزے کے لیے کوئی دن مقرر کرنا

١٩٨٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ ((قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْتَصُّ مِنَ الأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لاَ، كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً، وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُطِيقُ؟)). [طرفه في : ٦٤٦٦].

(١٩٨٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے منصور نے' ان سے ابراہیم نے' ان سے علقمہ نے' انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا' کیا رسول اللہ ﷺ نے (روزہ وغیرہ عبادات کے لیے) کچھ دن خاص طور پر مقرر کر رکھے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ آپ کے ہر عمل میں ہمیشگی ہوتی تھی۔ اور دوسرا کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جتنی طاقت رکھتا ہو؟

جن ایام کے روزوں کے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے یوم عرفہ یوم عاشورہ وغیرہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

٦٥- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

باب عرفہ کے دن روزہ رکھنا

١٩٨٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ ((أَنَّ نَاسًا تَمَارَوا عِنْدَهَا يَوْمَ

(١٩٨٨) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا کے مولیٰ عمیر نے بیان کیا' اور ان سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہیں امام مالکؒ نے خبر دی' انہیں عمر بن عبداللہ کے غلام ابونضر نے' انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر نے اور انہیں ام فضل بنت حارثؓ نے کہ ان کے یہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم ﷺ کے روزہ کے بارے میں جھگڑ رہے

عَرَفَةَ فِي صَومِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ)). [راجع: ١٦٥٨]

تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے ہیں اور بعض نے کہا کہ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپؐ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا (تا کہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے' آپ نے دودھ پی لیا۔

ابو نعیم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ خطبہ سنا رہے تھے اور یہ حجتہ الوداع کا واقعہ تھا جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

١٩٨٩- حدَّثنا يحْيى بْنُ سُلَيْمانَ قَالَ حدَّثنا ابْنُ وهبٍ - أوْ قُرِئَ عَلَيْه - قالَ: أخْبرني عمْرو عنْ بُكيْر عنْ كُرَيْبٍ عنْ ميْمُونة رضي الله عنها: ((أنّ النّاس شكُّوا في صِيام النّبيِّ ﷺ يوم عَرَفَةَ، فأرْسلتْ إليْه بِحلاب وهُو واقِفٌ فِي الْموقِف. فشرِب منْهُ والنّاسُ ينْظُرُون)).

(۱۹۸۹) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا' (یا ان کے سامنے حدیث کی قراۃ کی گئی)۔ کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی' انہیں بکیر نے' انہیں کریب نے اور انہیں میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرما تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا۔ اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

تشریح: عبداللہ بن وہب نے خود یہ حدیث یحییٰ کو سنائی یا عبداللہ بن وہب کے شاگردوں نے ان کو سنائی۔ دونوں طرح حدیث کی روایت صحیح ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ان حدیثوں کو ذکر نہیں کیا جن میں عرفہ کے روزہ کی ترغیب ہے' جب کہ وہ حدیث بیان کی جس سے عرفہ میں آپ کا افطار کرنا ثابت ہے۔ کیونکہ وہ حدیثیں ان کی شرط کے موافق صحیح نہ ہوں گی۔ حالانکہ امام مسلم نے ابو قتادہ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' عرفہ کا روزہ ایک برس آگے اور ایک برس پیچھے کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا' عرفہ کا روزہ حاجی کو نہ رکھنا چاہیے۔ اس خیال سے کہ کہیں ضعف نہ ہو جائے۔ اور حج کے اعمال بجالانے میں خلل واقع ہو۔ اور اس طرح باب کی احادیث اور ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (وحیدی)

٦٦- بَابُ صَومِ يَومِ الْفِطْرِ

باب عید الفطر کے دن روزہ رکھنا

یہ بالاتفاق منع ہے۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے ایک روزہ کی منت مانی اور اتفاق سے وہ منت عید کے دن آن پڑی مثلاً کسی نے کہا جس دن زید آئے اس دن میں ایک روزہ کی منت اللہ کے لیے مان رہا ہوں اور زید عید کے دن آیا تو یہ نذر صحیح ہو گی یا نہیں۔ حنفیہ نے کہا صحیح ہو گی اور اس پر قضاء لازم ہو گی اور جمہور علماء کے نزدیک یہ نذر صحیح ہی نہ ہو گی۔

١٩٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ: ((شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((هَذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ

(۱۹۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ازہر کے غلام ابو عبید نے بیان کیا کہ عید کے دن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؓ نے فرمایا یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے

اللهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِمَا : يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الآخِرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ)). [طرفه في : ٥٥٧١].

ممانعت فرمائی ہے۔ (رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (عیدالفطر) اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عیدالاضحیٰ کا دن)

تشریح: بعض نسخوں میں اس کے بعد اتنی عبارت زائد ہے۔ قال ابو عبداللہ قال ابن عیینة من قال مولی ابن ازھر فقد اصاب و من قال مولی عبدالرحمن بن عوف فقدا اصاب یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا سفیان بن عیینہ نے کہا' جس نے ابو عبداللہ کو ابن ازہر کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا' اور جس نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ازہر اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ دونوں اس غلام میں شریک تھے۔ بعض نے کہا درحقیقت وہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ مگر ابن ازہر کی خدمت میں رہا کرتے تھے تو ایک کے حقیقتاً غلام ہوئے دوسرے کے مجازاً (وحیدی)

١٩٩١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَعَنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ)).
[راجع: ٣٦٧]

(١٩٩١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عیدالفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی ممانعت کی تھی۔ اور ایک کپڑا سارے بدن پر لپیٹ لینے سے اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

١٩٩٢- وَعَنْ صَلاَةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ. [راجع: ٥٨٦]

(١٩٩٢) اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے۔

٦٧- بَابُ الصَّوْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب عیدالاضحیٰ کے دن کا روزہ رکھنا

١٩٩٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ وَبَيْعَتَيْنِ: الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَالْمُلاَمَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ)).
[راجع: ٣٦٨]

(١٩٩٣) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ہشام نے خبر دی' ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے عطاء بن میناء سے سنا' وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا' آنحضرت ﷺ نے دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزے سے۔ اور ملامست اور منابذت کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے۔

یعنی بائع مشتری کا یا مشتری بائع کا کپڑا یا بدن چھوئے تو بیع لازم ہو جائے' اس شرط پر بیع کرنا' یا بائع یا مشتری کوئی چیز دوسرے کی طرف پھینک مارے تو بیع لازم ہو جائے یہ بیع منابذہ ہے جو منع ہے۔

١٩٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ الاثْنَيْنِ فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَمَرَ اللهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ)). [طرفاه في : ٦٧٠٥، ٦٧٠٦].

(۱۹۹۴) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ عنبری نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن عون نے خبر دی' ان سے زیاد بن جبیر نے بیان کیا کہ ایک شخص ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک شخص نے ایک دن کے روزے کی نذر مانی۔ پھر کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ پیر کا دن ہے اور اتفاق سے وہی عید کا دن پڑ گیا۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے (اللہ کے حکم سے) منع فرمایا ہے۔ (گویا ابن عمرؓ نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا)

تشریح: علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ لم يفسر العيد في هذه الرواية و مقتضى ادخاله هذا الحديث في ترجمة صوم يوم النحران يكون المسئول عنه يوم النحر و هو مصرح به في رواية يزيد بن زريع المذكورة و لفظه فوافق يوم النحر یعنی اس روایت میں عید کی وضاحت نہیں ہے کہ وہ کون سی عید تھی اور یہاں باب کا اقتضاء عیدالاضحیٰ ہے سو اس کی تصریح یزید بن زریع کی روایت میں موجود ہے۔ جس میں یہ ہے کہ اتفاق سے اس دن قربانی کا دن پڑ گیا تھا۔ یزید بن زریع کی روایت میں یہ لفظ وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ اور ایسا ہی احمد کی روایت میں ہے جسے انہوں نے اسماعیل بن علیہ سے' انہوں نے یونس سے نقل کیا ہے' پس ثابت ہو گیا کہ روایت میں یوم عید سے عیدالاضحیٰ یوم النحر مراد ہے۔

١٩٩٥- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ: سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَعْجَبْنَنِي، قَالَ: ((لاَ تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ إِلاَّ وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلاَ صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ: الْفِطْرِ وَالأَضْحَى، وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلاَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا)).

(۱۹۹۵) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا' کہا کہ میں نے قزعہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ جہادوں میں شریک رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت ہی پسند آئیں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی عورت دو دن (یا اس سے زیادہ) کے اندازے کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی اور محرم نہ ہو۔ اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز جائز نہیں۔ اور چوتھی بات یہ کہ تین مساجد کے سوا اور کسی جگہ کے لیے شد رحال (سفر) نہ کیا جائے' مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

[راجع: ٥٨٦]

تشریح بیان کردہ تینوں چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور عیدین کے دن کھانے پینے کے دن ہیں' ان میں روزہ بالکل غیر مناسب ہے۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد یا نماز عصر کے بعد کوئی نماز پڑھنا ناجائز ہے اور تین مساجد کے سوا کسی بھی جگہ کے لیے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرنا شریعت میں قطعاً ناجائز ہے۔ خاص طور پر آج کل قبروں' مزاروں کی زیارت کے لئے نذر و نیاز کے طور پر سفر کئے جاتے ہیں' جو ہو بہو بت پرست قوموں کی نقل ہے۔ شریعت محمدیہ میں اس قسم کے کاموں کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ حدیث لا تشد الرحال کی مفصل تشریح پیچھے لکھی جا چکی ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں فیه بیان عظم فضیلة هذه المساجد الثلثة و مزیتها علی غیرها لکونها مساجد الانبیاء صلٰوة الله و سلامه علیهم والفضل الصلٰوة فیها و لونذر الذهاب الی المسجد الحرام لزمه قصده لحج او عمرة و لو نذر الی المسجدین الاخرین فقولان للشافعی اصحهما عند اصحابه یستحب قصدهما و لا یجب والثانی یجب و به قال کثیرون من العلماء و اما باقی المساجد سوی الثلاثة فلا یجب قصدها بالنذر و لا ینعقد نذرقصدها. هذا مذهبنا و مذهب العلماء کافة الامحمد بن المسلمة المالکی فقال اذا نذر قصد مسجد قباء لزمه قصده لان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاتیه کل سبت راکبًا و ما شیًا وقال اللیث بن سعد یلزمه قصد ذالک المسجد ای مسجد کان و علی مذهب الجماهیر لا ینعقد نذره و لا یلزمه شئی وقال احمد یلزمه کفارة یمین.

واختلف العلماء فی شدالرحال و اعمال المطی الی غیرالمساجد الثلاثة کالذهاب الی قبور الصالحین الی المواضع الفاضلة و نحوذالک فقال الشیخ ابو محمد الجوینی من اصحابنا هو حرام و هو الذی اشار القاضی عیاض الٰی اختیاره۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم شریف کی شرح لکھنے والے بزرگ ہیں۔ اپنے دور کے بہت ہی بڑے عالم فاضل' حدیث و قرآن کے ماہر اور متدین اہل اللہ شمار کیے گئے ہیں۔ آپ کی مذکورہ عبارت کا خلاصہ مطلب یہ کہ ان تینوں مساجد کی فضیلت اور بزرگی دیگر مساجد پر اس وجہ سے ہے کہ ان مساجد کی نسبت کئی بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام سے ہے یا اس لیے کہ ان میں نماز پڑھنا بہت فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کوئی حج یا عمرہ کے لیے مسجد حرام میں جانے کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا اس کے لئے لازم ہو گا۔ اور اگر دوسری دو مساجد کی طرف جانے کی نذر مانی تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اس نذر کا پورا کرنا مستحب جانتے ہیں نہ کہ واجب اور دوسرے علماء اس نذر کا پورا کرنا بھی واجب جانتے ہیں۔ اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ ان تین کے سوا باقی مساجد کا نذر وغیرہ کے طور پر قصد کرنا واجب نہیں بلکہ ایسے قصد کی نذر ہی منعقد نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا اور بیشتر علماء کا مذہب ہے۔ مگر محمد بن مسلمہ مالکی کہتے ہیں کہ مسجد قباء میں جانے کی نذر واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ پیدل و سوار وہاں جایا کرتے تھے۔ اور لیث بن سعد نے ہر مسجد کے لیے ایسی نذر اور اس کا پورا کرنا ضروری کہا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک ایسی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے۔ مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قسم جیسا کفارہ لازم قرار دیا ہے۔

اور مساجد ثلاثہ کے علاوہ قبور صالحین یا ایسے مقامات کی طرف پالان سفرباندھنا اس بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے اسے حرام قرار دیا ہے اور قاضی عیاض کا بھی اشارہ اسی طرف ہے۔ اور حدیث نبوی جو یہاں مذکور ہوئی ہے وہ بھی اپنے معنی میں ظاہر ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین مذکورہ مساجد کے علاوہ ہر جگہ کے لیے بغرض تقرب الی اللہ پالان سفرباندھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ خواہ وہ قائل کسے باشد۔

مذہب محقق یہی ہے کہ شدر حال صرف ان ہی تین مساجد کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی جگہ کے لیے یہ جائز نہیں۔ شدر حال کی تشریح میں یہ داخل ہے کہ وہ قصد تقرب الٰہی کے خیال سے کیا جائے۔

قبور صالحین کے لئے شدر حال کرنا اور وہاں جا کر تقرب الٰہی کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل ہی بے دلیل عمل ہے اور آج کل قبور اولیاء

کی طرف شدر حال تو بالکل ہی بت پرستی کا چربہ ہے۔

٦٨- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ
باب ایام تشریق کے روزے رکھنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ متمتع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زبیر اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مطلقاً منع منقول ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس متمتع کے لئے درست ہے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

١٩٩٦- وَقَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي: ((كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَصُومُ أَيَّامَ مِنًى، وَكَانَ أَبُوهُ يَصُومُهَا)).

(۱۹۹۶) ابو عبداللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہؓ ایام منیٰ (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔

منیٰ میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی ۱۱' ۱۲' ۱۳ ذی الحجہ کے ایام۔

١٩٩٧، ١٩٩٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍقَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عِيْسَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَن عَائِشَةَ، وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالاَ: ((لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصَمْنَ إِلاَّ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ)).

(۹۸'۱۹۹۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا' انہوں نے زہری سے' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے' (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لئے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔

تشریح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایام التشریق ای الایام التی بعد یوم النحر و قد اختلف فی کونها یومین او ثلاثة و سمیت ایام التشریق لان لحوم الاضاحی تشرق فیها ای تنشر فی الشمس الخ یعنی ایام تشریق یوم النحردس ذی الحجہ کے بعد والے دنوں کو کہتے ہیں۔ جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اور ان کا نام ایام تشریق اس لئے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت سکھانے کے لئے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ والراجح عند البخاری جواز ها للمتمتع فانه ذکر فی الباب حدیثی عائشة و ابن عمر فی جواز ذالک و لم یورد غیره یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج تمتع والے کے لئے (جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے' آپ نے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے غیر حدیث نہیں لائے۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر متمتع کے حق میں قرار دی جاسکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث متمتع کے حق میں جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے۔ یترجح القول بالجواز و الی هذا جنح البخاری (فتح) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔

ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا ہے۔ قال اخبرنی ابراهیم بن سعد عن ابن شهاب عن عروة

عن عائشة فی المتمتع اذ الم یجد ھدیا لم یصم قبل عرفة فلیصم ایام منی یعنی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ متمتع ایام تشریق میں روزہ رکھے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔

المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمنؒ فرماتے ہیں۔ وحمل المطلق علی المقید واجب و کذا بناء العام علی الخاص قال الشوکانی و ھذا اقوی المذاھب و اما القائل بالجواز مطلقا فاحادیث جمیعھا ترد علیہ (تحفة الاحوذی) یعنی مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور اسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں اور یہ قوی تر مذہب ہے۔ اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احادیث ان کی تردید کرتی ہیں۔

١٩٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى)). وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

(1999) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبردی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو۔ اور نہ اس نے روزہ رکھا' تو ایام منیٰ (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

٦٩- بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

باب اس بارے میں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ کیسا ہے؟

عاشورہ محرم کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے' اوائل اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت جاتی رہی صرف سنیت باقی رہ گئی۔

٢٠٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَوْمَ عَاشُورَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ)). [راجع: ١٨٩٢]

(2000) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' ان سے عمر بن محمد نے' ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے' اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا عاشوراء کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھ لے۔

٢٠٠١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ)).

(2001) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبردی' ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبردی' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) رسول کریم ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جس کا دل چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جو نہ چاہتا نہیں رکھا کرتا تھا۔

[راجع: ١٥٩٢]

٢٠٠٢– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصُوْمُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ)). [راجع: ١٥٩٢]

(٢٠٠٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے اور ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی رکھتے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

ثابت ہوا کہ عاشوراء کا روزہ فرض نہیں ہے۔

٢٠٠٣– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: ((يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ، أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: هَذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ، وَلَمْ يُكْتَبِ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ)).

(٢٠٠٣) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے دن منبر پر سنا' انہوں نے کہا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کدھر گئے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور اب جس کا جی چاہے روزہ سے رہے (اور میری سنت پر عمل کرے) اور جس کا جی چاہے نہ رہے۔

شاید معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی ہو کہ مدینہ والے عاشوراء کا روزہ مکروہ جانتے ہیں یا اس کا اہتمام نہیں کرتے یا اس کو فرض سمجھتے ہیں' تو آپ نے منبر پر یہ تقریر کی۔ آپ نے یہ حج ۴۴ھ میں کیا تھا۔ یہ ان کی خلافت کا پہلا حج تھا۔ اور اخیر حج ان کا ۵۷ھ میں ہوا تھا۔ حافظ کے خیال کے مطابق یہ تقریر ان کے آخری حج میں تھی۔

٢٠٠٤– حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ

(٢٠٠٤) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سعید بن جبیر نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ

عَاشُورَاءَ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ صَالِحٌ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ)).

[اطرافه في: ٣٣٩٧، ٣٩٤٣، ٤٩٤٣، ٤٦٨٠، ٤٧٣٧].

رکھتے ہیں۔ آپؐ نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے: اللہ کا شکر کرنے کے لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تھی' تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں اس دن روزہ رکھا تھا۔

٢٠٠٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُودُ عِيدًا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَصُومُوهُ أَنْتُمْ)).

[طرفه في: ٣٩٤٢].

(۲۰۰۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان' ان سے ابو عمیس نے' ان سے قیس بن مسلم نے' ان سے طارق نے' ان سے ابن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن کو یہودی عید کا دن سمجھتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

تشریح مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ صوموا یوم عاشوراء و خالفوا الیھود صوموا یوما قبله اویوما بعده۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کے لئے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ اور ملا لو۔ قال القرطبی عاشوراء معلول عن عشرة للمبالغة و التعظیم و هو فی الاصل صفة اللیلة العاشرة لانه ماخوذ من العشر الذی هوا سم العقد والیوم مضاف الیها فاذا قبل یوم عاشوراء فکانه قبل یوم لیلة العاشرة لانهم کانوا لما عدلوا به عن الصفة غلبت علیه الاسمیة فاستغنوا عن الموصوف فحذفوا اللیلة فصار هذا اللفظ علما علی الیوم العاشر (فتح) یعنی قرطبی نے کہا کہ لفظ عاشوراء مبالغہ اور تعظیم کے لئے ہے جو لفظ عاشرہ سے معدول ہے۔ جب بھی لفظ عاشوراء بولا جائے اس سے محرم کی دسویں تاریخ کی رات مراد ہوتی ہے۔

٢٠٠٦- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلاَّ هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ)).

(۲۰۰۶) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے' ان سے عبیداللہ بن ابی یزید نے' اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو سوا عاشوراء کے دن کے اور اس رمضان کے مہینے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے قصد کر کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

٢٠٠٧- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ

(۲۰۰۷) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن ابی

حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ)). [راجع: ١٩٢٤]

عبید نے بیان کیا' ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا حکم دیا تھا کہ جو کھا چکا ہو وہ دن کے باقی حصے میں بھی کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہئے کیونکہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔

تشریح یہاں کتاب الصیام ختم ہوئی جس میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک سو ستاون احادیث لائے ہیں جن میں معلق اور موصول اور مکرر سب شامل ہیں اور صحابہ اور تابعین کے ساتھ اثر لائے ہیں۔ جن میں اکثر معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔ الحمد للہ کہ آج ۵ شعبان ۱۳۸۹ھ کو جنوبی ہند کے سفر میں ریلوے پر چلتے ہوئے اس کے ترجمہ و تشریحات سے فارغ ہوا۔

۳۱- كِتَابُ صَلوٰةِ التَّرَاوِيحِ

کتاب نماز تراویح پڑھنے کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ

باب رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت

٢٠٠٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لِرَمَضَانَ: ((مَنْ قَامَهُ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

[راجع: ٣٥]

(۲۰۰۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' کہ مجھے ابو سلمہ نے خبر دی' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ رمضان کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ جو شخص بھی اس میں ایمان اور نیت اجر و ثواب کے ساتھ (رات میں) نماز کے لیے کھڑا ہو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

٢٠٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

(۲۰۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں حمید بن عبدالرحمن نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے

اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ كَانَ الأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلاَفَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلاَفَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)).

[راجع: ٣٥]

فرمایا' جس نے رمضان کی راتوں میں (بیدار رہ کر) نماز تراویح پڑھی' ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ' اس کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی۔ اور لوگوں کا یہی حال رہا (الگ الگ اکیلے اور جماعتوں سے تراویح پڑھتے تھے) اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں بھی ایسا ہی رہا۔

٢٠١٠- وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: ((خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاَتِهِ الرَّهْطُ. فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلاَءِ عَلَى قَارِىءٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ. ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ - يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ - وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ)).

(٢٠١٠) اور ابن شہاب سے (امام مالک رحمہ اللہ) کی روایت ہے' انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا' میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا' اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہو گا۔ چنانچہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی۔ کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔

٢٠١١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ)). [راجع: ٧٢٩]

(٢٠١١) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک بار نماز (تراویح) پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

٢٠١٢- ح و حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ

(٢٠١٢) اور ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلاَتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ، فَصَلُّوا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى فَصَلَّوْا بِصَلاَتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلاَةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ. وَلَكِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا)). فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ. [راجع: ۷۲۹]

سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' انہیں عروہ نے خبردی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبردی کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے' اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا چرچا کیا۔ چنانچہ دوسری رات میں لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہو گئے۔ اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپؐ کی اقتداء کی۔ چوتھی رات کو یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لئے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ (لیکن اس رات آپ برآمد ہی نہیں ہوئے) بلکہ صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر شہادت کے بعد فرمایا۔ امابعد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا' لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ' چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت قائم رہی۔

۲۰۱۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ: سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلاَ تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلاَ تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ، وَلاَ يَنَامُ قَلْبِي)).

(۲۰۱۳) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' ان سے سعید مقبری نے' ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ (تراویح یا تہجد کی نماز) رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپؐ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپؐ پہلی چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن و خوبی اور طول کا حال نہ پوچھو' پھر چار رکعت پڑھتے' ان کے بھی حسن و خوبی اور طول کا حال نہ پوچھو' آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا' یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا' عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

[راجع: ۱۱٤۷]

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ والتراویح جمع ترویحة و هی المرة الواحدة من الراحة كالتسليمة من السلام سميت الصلوة في الجماعة في ليالي رمضان التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يسترحون بين كل تسليمتين و قد عقد محمد بن نصر في قيام الليل بابين لمن استحب التطوع لنفسه بين كل ترويحتين ولمن كره ذالک و حكى فيه عن يحي بن بكير عن الليث انهم كانوا يسترحون قدر ما يصلي الرجل كذا كذا ركعة (فتح)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے جو راحت سے مشتق ہے جیسے تسلیمہ سلام سے مشتق ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے نفل نماز پڑھنے کو تراویح کہا گیا' اس لئے کہ وہ شروع میں ہر دو رکعتوں کے درمیان تھوڑا سا آرام کیا کرتے تھے۔ علامہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں دو باب منعقد کیے ہیں۔ ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو مستحب گردانتے ہیں۔ اور ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو اچھا نہیں جانتے۔ اور اس بارے میں یحییٰ بن بکیر نے لیث سے نقل کیا ہے کہ وہ اتنی اتنی رکعات کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے نماز تراویح سے موسوم کیا گیا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہاں اس بارے میں پہلے اس نماز کی فضیلت سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لائے' پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے ساتھ حضرت ابن شہاب کی تشریح لائے جس میں اس نماز کا باجماعت ادا کیا جانا اور اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اقدام مذکور ہے۔ پھر حضرت امام رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے یہ ثابت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس نماز کو تین راتوں تک باجماعت ادا فرما کر اس امت کے لئے مسنون قرار دیا۔ اس کے بعد اس کی تعداد کے بارے میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ نقل فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعتوں کی تعداد میں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان میں یہی نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے' اور اس میں آٹھ رکعت سنت اور تین وتر۔ اس طرح کل گیارہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ ایسی قطعی وضاحت ہے جس کی کوئی بھی تاویل یا تردید نہیں کی جا سکتی' اسی کی بنا پر جماعت اہل حدیث کے نزدیک تراویح کی آٹھ رکعات سنت تسلیم کی گئی ہیں' جس کی تفصیل پارہ سوم میں ملاحظہ ہو

عجیب دلیری: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اور مؤطا امام مالک میں یہ وضاحت کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مسلمانوں کی جماعت قائم فرمائی اور انہوں نے سنت نبوی کے مطابق یہ نماز گیارہ رکعتوں میں ادا فرمائی تھی۔ اس کے باجود علمائے احناف کی دلیری اور جرات قابل داد ہے' جو آٹھ رکعات تراویح کے نہ صرف منکر بلکہ اسے ناجائز اور بدعت قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ اور تقریباً ہر سال ان کی طرف سے آٹھ رکعات تراویح والوں کے خلاف اشتہارات' پوسٹر' کتابچے شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے سامنے دیو بند سے شائع شدہ بخاری شریف کا ترجمہ تفہیم البخاری کے نام سے رکھا ہوا ہے۔ اس کے مترجم و شارح صاحب بڑی دلیری کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

"جو لوگ صرف آٹھ رکعات تراویح پر اکتفا کرتے اور سنت پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں وہ در حقیقت سواد اعظم سے شذوذ اختیار کرتے ہیں اور ساری امت پر بدعت کا الزام لگا کر خود اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔" (تفہیم البخاری پ ۸ ص ۳۰)

یہاں علامہ مترجم صاحب دعویٰ فرما رہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح سواد اعظم کا عمل ہے۔ آٹھ رکعات پر اکتفا کرنے والوں کا دعویٰ سنت غلط ہے۔ جذبۂ حمایت میں انسان کتنا بہک سکتا ہے یہاں یہ نمونہ نظر آ رہا ہے۔ یہی حضرت آگے خود اپنی اسی کتاب میں خود

اپنے ہی قلم سے خود اپنی ہی تردید فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔ اور وتر اس کے علاوہ ہوتے تھے۔ عائشہؓ کی حدیث اس سے مختلف ہے بہر حال دونوں احادیث پر آئمہ کا عمل ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک بیس رکعات تراویح کا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا گیارہ رکعات والی روایت پر عمل ہے۔" (تفہیم البخاری پ ۸ ص ۳۱)

اس بیان سے موصوف کے پیچھے کے بیان کی تردید جن واضح لفظوں میں ہو رہی ہے وہ سورج کی طرح عیاں ہے جس سے معلوم ہوا کہ آٹھ رکعات پڑھنے والے بھی حق بجانب ہیں اور بیس رکعات پر سواد اعظم کے عمل کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جس کی طرف محترم مترجم صاحب نے اشارہ فرمایا ہے یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی ص ۴۹۶ جلد ۲ پر بایں الفاظ مروی ہے۔ عن ابن عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في شهر رمضان في غير جماعة بعشرين ركعة والوتر تفرد به ابو شيبة ابراهيم بن عثمان العبسي الكوفي و هو ضعيف ۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے۔ اس بیان میں راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی تنہا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مقابلہ پر ہرگز قابل حجت نہیں ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں۔ هذا الحديث ضعيف جدا لا تقوم به الحجة (المصابيح للسيوطي)

آگے علامہ سیوطی رحمہ اللہ ابو شیبہ مذکور پر محدثین کبار کی جرحیں نقل فرما کر لکھتے ہیں۔ ومن اتفق هو لاء الائمة على تضعيفه لايحل الاحتجاج بحديثه یعنی جس شخص کی تضعیف پر یہ تمام آئمہ حدیث متفق ہوں اس کی حدیث سے حجت پکڑنا حلال نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں۔ و هو معلول با بی شیبة ابراهیم بن عثمان جدا لا مام ابی بکر بن ابی شیبة و هو متفق على ضعفه و لينه ابن عدى في الكامل ثم انه مخالف للحديث الصحيح عن ابى سلمة بن عبدالرحمٰن انه سال عائشة الحديث (نصب الرایہ، ص: ۲۹۳) یعنی ابو شیبہ کی وجہ سے یہ حدیث معلول ضعیف ہے۔ اور اس کے ضعف پر سب محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ اور ابن عدی نے اسے لین کہا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو صحیح ہے، اس کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا یہ قابل قبول نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے فتح القدیر جلد اول ص ۳۳۳ طبع مصر پر بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور علامہ عینی رحمہ اللہ حنفی نے عمدۃ القاری طبع مصر ص ۳۵۹ جلد ۵ پر بھی یہی لکھا ہے۔

علامہ سندھی حنفی نے بھی اپنی شرح ترمذی ص ۴۲۳ جلد اول میں یہی لکھا ہے۔ اسی لئے مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں و اما النبي صلى الله عليه وسلم فصح عنه ثمان ركعات و اما عشرون ركعة فهو عنه بسند ضعيف و على ضعفه اتفاق (العرف الشذي) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی آٹھ ہی رکعات صحیح سند سے ثابت ہیں۔ بیس رکعات والی روایت کی سند ضعیف ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

اوجز المسالک، جلد اول، ص: ۳۹۷ پر حضرت مولانا زکریا کاندھلوی حنفی لکھتے ہیں۔ لا شك في ان تحديد التراويح في عشرين ركعة لم يثبت مرفوعًا عن النبي صلى الله عليه وسلم بطريق صحيح على اصول المحدثين و ما ورد فيه من رواية ابن عباس فمتكلم فيها على اصولهم انتهى یعنی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تراویح کی بیس رکعتوں کی تحدید تعیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصول محدثین کے طریق پر ثابت نہیں ہے۔ اور جو روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیس رکعات کے متعلق مروی ہے وہ باصول محدثین مجروح اور ضعیف ہے۔

یہ تفصیل اس لئے دی گئی تاکہ علمائے احناف کے دعویٰ بیس رکعات تراویح کی سنیت کی حقیقت خود علمائے محققین احناف ہی کی قلم سے ظاہر ہو جائے۔ باقی تفصیل مزید کے لئے ہمارے استاذ العلماء حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمہ اللہ کی کتاب مستطاب "انوار المصابیح" کا مطالعہ کیا جائے جو اس موضوع کے مالہ و ماعلیہ پر اس قدر جامع مدلل کتاب ہے کہ اب اس کی نظیر ممکن نہیں۔ جزی اللہ

عنا خیر الجزاء و غفر اللہ لہ آمین۔ مزید تفصیلات پ ۳ میں دی جا چکی ہیں وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۳۲- كتاب ليلة القدر

کتاب لیلۃ القدر کی فضیلت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلاَئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ. سَلاَمٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعَ الْفَجْرِ﴾.

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ ﴿وَ مَا أَدْرَاكَ﴾ فَقَدْ أَعْلَمَهُ، وَمَا قَالَ : ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ﴾ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ.

٢٠١٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْنَاهُ وَإِنَّمَا حَفِظَ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

باب شب قدر کی فضیلت

اور (سورۂ قدر میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ہم نے اس (قرآن مجید) کو شب قدر میں اتارا۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے' روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) کے ساتھ اپنے رب کے حکم سے ہر بات کا انتظام کرنے کو اترتے ہیں۔ اور صبح تک یہ سلامتی کی رات قائم رہتی ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ قرآن میں جس موقعہ کے لئے "ما ادرٰک" آیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتا دیا ہے اور جس کے لیے "مایدریک" فرمایا' اسے نہیں بتایا ہے۔

(۲۰۱۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم نے اس روایت کو یاد کیا تھا۔ اور یہ روایت انہوں نے زہری سے (سن کر) یاد کی تھی۔ ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ بڑا ٹھ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر و ثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے' اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو لیلۃ القدر میں ایمان و احتساب کے

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.
[راجع: ٣٥]

ساتھ نماز میں کھڑا رہے' اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ سفیان کے ساتھ سلیمان بن کثیر نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا۔

٢- بَابُ الْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

باب شب قدر کو رمضان کی آخری طاق راتوں میں تلاش کرنا

٢٠١٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رِجَالاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ. فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ)). [راجع: ١١٥٨]

(٢٠١٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں نافع نے' اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے چند اصحاب کو شب قدر خواب میں (رمضان کی) سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سب کے خواب سات آخری تاریخوں پر متفق ہو گئے ہیں۔ اس لئے جسے اس کی تلاش ہو وہ اسی ہفتہ کی آخری (طاق) راتوں میں تلاش کرے۔

آخری عشرہ کی طاق راتیں ۲۱۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۹ مراد ہیں۔

تشریح اس حدیث کے تحت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ و فی هذا الحدیث دلالة علی عظم قدر الرویاء و جواز الاستناد الیها فی الاستدلال علی الامور الوجودیة بشرط ان لا یخالف القواعد الشرعیة (فتح) یعنی اس حدیث سے خوابوں کی قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی کہ ان میں امور وجودیہ کے لئے استناد کے جواز کی دلیل ہے بشرطیکہ وہ شرعی قواعد کے خلاف نہ ہو۔ فی الواقع مطابق حدیث دیگر مومن کا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک اہم حصہ ہے۔ قرآن مجید کی آیت شریفہ ﴿ الا ان اولیاء الله ﴾ الخ میں بشریٰ سے مراد نیک خواب بھی ہیں' جو وہ خود دیکھے یا اس کے لئے دوسرے لوگ دیکھیں۔

٢٠١٦- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ - وَكَانَ لِي صَدِيْقًا - فَقَالَ: اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ، فَخَطَبَنَا، وَقَالَ: ((إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا- أَوْ نُسِّيْتُهَا - فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ،

(٢٠١٦) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا' وہ میرے دوست تھے' انہوں نے جواب دیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ پھر بیس تاریخ کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی' لیکن بھلا دی گئی یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں خود بھول گیا۔ اس لئے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے

وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مع رسول الله ﷺ فَلْيَرْجِعْ)). فَرَجَعْنَا، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ، وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ)). [راجع: ٦٦٩]

یہ بھی دیکھا ہے (خواب میں) کہ گویا میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ پھر لوٹ آئے اور اعتکاف میں بیٹھے۔ خیر ہم نے پھر اعتکاف کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بادل آیا اور بارش اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کیچڑ میں سجدہ کر رہے تھے' یہاں تک کہ کیچڑ کا نشان میں نے آپؐ کی پیشانی پر دیکھا۔

٣- بَابُ تَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ. فِيهِ عُبَادَةُ

باب شب قدر کا رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں تلاش کرنا۔ اس باب میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے۔

تشریح: لیلۃ القدر کا وجود' اس کے فضائل اور اس کا رمضان شریف میں واقع ہونا یہ چیزیں نصوص قرآنی سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ سورۂ قدر میں مذکور ہے۔ اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی بکثرت وارد ہیں۔ پھر بھی آج کل کے بعض منکرین حدیث نے لیلۃ القدر کا انکار کیا ہے جن کا قول ہرگز توجہ کے قابل نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واختلف فی المراد الذی اضیفت الیه اللیلة فقیل المراد به التعظیم کقوله تعالٰی و ما قدروا الله حق قدره والمعنی انها ذات قدر لنزول القران فیها یعنی یہاں قدر سے کیا مراد ہے' اس بارے میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ قدر سے تعظیم مراد ہے جیسا کہ آیت قرآنی میں ہے یعنی ان کافروں نے پورے طور پر اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا' آیت شریفہ میں جس طرح قدر سے تعظیم مراد ہے۔ یہاں بھی اس رات کے لئے تعظیم مراد ہے۔ اس لئے کہ یہ رات وہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ قال العلماء سمیت لیلة القدر لما تکتب فیها الملٰئکة من الاقدار لقوله تعالی فیها یفرق کل امرحکیم (فتح) یعنی علماء کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا نام لیلۃ القدر اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ کے حکم سے فرشتے آنے والے سال کی کل تقدیریں لکھتے ہیں۔ جیسا کہ آیت قرآنی میں مذکور کہ اس میں ہر محکم امر لکھا جاتا ہے۔

اس رات کے بارے میں علماء کے بہت سے قول ہیں جن کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جنہیں ۴۶ اقوال کی تعداد تک پہنچا دیا ہے۔ آخر میں آپ نے اپنا فاضلانہ فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے۔ وارجحها کلها انها فی وتر من العشر الاخیر و انها تنتقل کما یفهم من احادیث هذا الباب یعنی ان سب میں ترجیح اس قول کو حاصل ہے کہ یہ مبارک رات رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ اور یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث سے سمجھا جاتا ہے۔ شافعیہ نے اکیسویں رات کو ترجیح دی ہے اور جمہور نے ستائیسویں رات کو' مگر صحیح تر یہی ہے کہ اسے ہر سال کے لئے کسی خاص تاریخ کے ساتھ متعین نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ ایک پوشیدہ رات ہے۔ قال العلماء الحکمة فی اخفاء لیلة القدر لیحصل الاجتهاد فی التماسها بخلاف ما لو عینت لها لیلة لاقتصر علیها کما تقدم نحوه فی ساعة الجمعة یعنی علماء نے کہا کہ اس رات کے مخفی

ہونے میں یہ حکمت ہے تا کہ اس کی تلاش کے لئے کوشش کی جائے۔ اگر اسے معین کر دیا جاتا تو پھر اس رات پر اقتصار کر لیا جاتا۔ جیسا کہ جمعہ کی گھڑی کی تفصیل میں پیچھے مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے ان لوگوں کے خیال کی بھی تغلیط ہوتی ہے جو اسے ہر سال اکیسویں یا ستائیسویں شب کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

مختلف آثار میں اس رات کی کچھ نشانیاں بھی بتلائی گئی ہیں' جن کو علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے مفصل لکھا ہے۔ مگر وہ آثار بطور امکان ہیں بطور شرط کے نہیں ہیں' جیسا کہ بعض روایات میں اس کی ایک علامت بارش ہونا بھی بتلایا گیا ہے۔ مگر کتنے ہی رمضان ایسے گذر جاتے ہیں کہ ان میں بارش نہیں ہوتی' حالانکہ ان میں لیلۃ القدر کا ہونا برحق ہے۔ پس بہت دفعہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ ایک شخص نے عشرہ آخر کی طاق راتوں میں قیام کیا اور اسے لیلۃ القدر حاصل بھی ہو گئی۔ مگر اس نے اس رات میں کوئی امر بطور خوارق عادت نہیں دیکھا۔ اس لئے حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں' فلا نعتقد ان ليلة القدر لاينالها الا من اری الخوارق بل فضل الله واسع یعنی ہم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ لیلۃ القدر کو وہی پہنچ سکتا ہے جو کوئی امر خارق عادت دیکھے' ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ کا فضل بہت فراخ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا' حضور! میں لیلۃ القدر میں کیا دعا پڑھوں؟ آپؐ نے بتلایا کہ یہ دعا بکثرت پڑھا کرو ﴿ اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ﴾ یا اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے' پس تو میری خطائیں معاف کر دے۔

امید ہے کہ لیلۃ القدر کی شب بیداری کرنے میں بخاری شریف کا مطالعہ فرمانے والے معزز بھائی مترجم و معاونین سب کو اپنی پاکیزہ دعاؤں میں شامل کر لیا کریں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم　　بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

آمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:۔

ثم الجمهور على انها مختصة بهذا الامة و لم تكن لمن قبلهم قال الحافظ و جزم به ابن حبيب و غيره من المالكية كالباجی و ابن عبدالبر و نقله عن الجمهور صاحب العدة من الشافعية و رجحه و قال النووی انه الصحيح المشهور الذی قطع به اصحابنا كلهم و جماهير العلماء قال الحافظ و هو معترض بحديث ابی ذرعند النسائی حيث قال فيه قلت يا رسول الله ﷺ اتكون مع الانبياء فاذا ماتوا رفعت قال لابل هی باقية و عمدتهم قول مالک فی الموطا بلغنی ان رسول الله صلى الله عليه وسلم تقاصر اعمار امته عن اعمار الامم الماضية فاعطاه الله ليلة القدر و هذا يحتمل التاويل بل يدفع الصريح فی حديث ابی ذرانتهٰی قلت حديث ابی ذر ذكره ابن قدامة ٣ ١٧٩ من غيران يعزوه لاحد بلفظ قلت يا نبی الله اتكون مع الانبياء ما كانوا فاذا قبضت الانبياء و رفعوا رفعت معهم اوهی الی يوم القيامة قال بل هی الی يوم القيامة و اما اثر الموطا فقال مالک فيه انه سمع من يثق به من اهل العلم يقول ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اری اعمار الناس قبله او ماشاء الله من ذالک فكانه تقاصر اعمار امته ان لا يبلغوا من العمل مثل الذی بلغ غير هم فی طول العمر فاعطاه الله ليلة القدر خير من الف شهر ------ قلت واثر المنوطا المذكور يدل على ان اعطاء ليلة القدر كان تسلية لهذه الامة القصيرة الاعمار و يشهد لذالک رواية اخری مرسلة ذكرها العينی فی العمدة (ص: ١٢٩' ص: ١٣٠/ ج ١١)

جمہور کا قول یہی ہے کہ یہ بات اسی امت کے ساتھ خاص ہے اور پہلی امتوں کے لئے یہ نہیں تھی۔ حافظ نے کہا اسی عقیدہ پر ابن حبیب اور باجی اور ابن عبدالبر علماء مالکیہ نے جزم کیا ہے۔ اور شافعیہ میں سے صاحب العدہ نے بھی اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔ حافظ نے کہا کہ یہ حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ یہ رات پہلے انبیاء کے ساتھ بھی ہوا کرتی تھی کہ جب وہ انتقال کر جاتے تو وہ رات اٹھا دی جاتی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں' بلکہ وہ رات باقی ہے۔ اور بہترین قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے جو انہوں نے مؤطا میں نقل کیا ہے کہ مجھے پہنچا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کی عمریں

کم ہونے کا احساس ہوا جب کہ پہلی امتوں کی عمریں بہت طویل ہوا کرتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جس سے آپؐ کی امت کو تسلی دینا مقصود تھا جن کی عمریں بہت چھوٹی ہیں اور یہ رات ایک ہزار مہینے سے بہتران کو دی گئی۔ (ملخص)

سورۂ شریفہ ﴿انا انزلناه فی لیلة القدر﴾ کے شان نزول میں واحدی نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من بنی اسرائیل لبس السلاح فی سبیل اللہ الف شهر فعجب المسلمون من ذالک فانزل اللہ تعالٰی عزوجل انا انزلناه الخ قال خیر من الذی لبس السلاح فیها ذالک الرجل انتهی و ذکر المفسرون انه کان فی الزمن الاول نبی یقال له شمسون علیه السلام قاتل الکفرة فی دین اللہ الف شهر و لم ینزع الثیاب والسلاح فقالت الصحابة یا لیت لنا عمرًا طویلاً حتی نقاتل مثله فنزلت هذه الآیة و اخبر صلی اللہ علیه وسلم ان لیلة القدر خیر من الف شهر الذی لبس السلاح فیها شمسون فی سبیل اللہ الی اخره ذکر العینی یعنی رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار مہینے تک اللہ کی راہ میں جہاد کیا تھا۔ اس کو سن کر مسلمانوں کو بے حد تعجب ہوا' اس پر یہ سورۂ شریفہ نازل ہوئی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک شمسون نامی نبی تھے جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کے دین کے لئے جہاد فرماتے رہے اور اس تمام مدت میں انہوں نے اپنے ہتھیار جسم سے نہیں اتارے' یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس طویل عمر کے لئے تمنا ظاہر کی تاکہ وہ بھی اس طرح خدمت اسلام کریں۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی' اور بتلایا گیا کہ تم کو صرف ایک رات ایسی دی گئی جو عبادت کے لئے ایک ہزار ماہ سے بہتر و افضل ہے۔

٢٠١٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)). [طرفاه في : ٢٠١٩، ٢٠٢٠]

(٢٠١٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو سہیل نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ مالک بن ابی عامر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

٢٠١٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ، فَإِذَا كَانَ حِيْنَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً تَمْضِي وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ، وَأَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيْهِ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ

(٢٠١٨) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز دراوردی نے بیان کیا' ان سے یزید بن ہاد نے' ان سے محمد بن ابراہیم نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے اس عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے جو مہینے کے بیچ میں پڑتا ہے۔ بیس راتوں کے گذر جانے کے بعد جب اکیسویں تاریخ کی رات آتی تو شام کو آپ گھر واپس آجاتے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں میں واپس آجاتے۔ ایک رمضان میں آپ جب اعتکاف کئے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجد ہی میں) مقیم رہے جس میں آپ کی عادت گھر آجانے کی تھی' پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو

يَرْجِعُ فِيْهَا، فخطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللهُ. ثُمَّ قَالَ: ((كُنْتُ أُجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ، ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ، وَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، فَابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ، وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ)). فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَمْطَرَتْ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ فَبَصُرَتْ عَيْنِي، نَظَرْتُ إِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِيْنًا وَمَاءً)).

[راجع: ٦٦٩]

کچھ اللہ پاک نے چاہا' آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ میں اس (دوسرے) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن اب مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ اب اس آخری عشرہ میں مجھے اعتکاف کرنا چاہئے۔ اس لئے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے معتکف ہی میں ٹھہرا رہے۔ اور مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی۔ اس لئے تم لوگ اسے آخری عشرہ (کی طاق راتوں) میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ اس رات کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی' نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ اکیسویں کی رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صبح کی نماز کے بعد واپس ہو رہے تھے اور آپ کے چہرہ مبارک پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔

٢٠١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْتَمِسُوا..)). [راجع: ٢٠١٧]

(۲۰۱۹) مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی' انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (شب قدر کو) تلاش کرو۔

جس کی صورت یہ کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں جاگو اور عبادت کرو۔

٢٠٢٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ: ((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)).

(۲۰۲۰) مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں عبدہ بن سلیمان نے خبر دی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے اور فرماتے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرو۔

٢٠٢١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

(۲۰۲۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى، فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى، فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى)). [طرفه في : ۲۰۲۲].

اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو' جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا پانچ راتیں باقی رہ جائیں۔ (یعنی ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ ویں راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔)

۲۰۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ((هِيَ فِي الْعَشْرِ فِي تِسْعٍ يَمْضِينَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ)). يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ.

(۲۰۲۲) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے ابو مجلز اور عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' شب قدر رمضان کے (آخری) عشرہ میں پڑتی ہے۔ جب نو راتیں گذر جائیں یا سات باقی رہ جائیں۔ آپ کی مراد شب قدر سے تھی۔

تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، ((الْتَمِسُوا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ)). [راجع: ۲۰۲۱]

عبدالوہاب نے ایوب اور خالد سے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ شب قدر کو چوبیس تاریخ (کی رات) میں تلاش کرو۔

تشریح اس حدیث پر قسطلانی وغیرہ کی مختصر تشریح یہ ہے۔ فی اربع و عشرین من رمضان و ھی لیلة انزال القران واستشکل ایراد ھذا الحدیث ھنا لان الترجمة لاوتار و ھذا شفع واجیب بان المراد التمسوھا فی تمام اربعة و عشرین و ھی لیلة الخامس والعشرین علی ان البخاری رحمه الله کثیرا مایذکر ترجمة و یسوق فیھا ما یکون بینه و بین الترجمة ادنی ملابسة الخ یعنی رمضان شریف کی چوبیسویں رات جس میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ اور یہاں اس حدیث کو لانے سے یہ مشکل پیدا ہوئی کہ ترجمۃ الباب طاق راتوں کے لئے ہے۔ اور یہ چوبیسویں رات طاق نہیں بلکہ شفع ہے اور اس مشکل کا جواب یہ دیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ چوبیسویں تاریخ رمضان کو پورا کر کے آنے والی رات میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو۔ اور وہ پچیسویں رات ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت شریفہ ہے کہ وہ اکثر اپنے تراجم کے تحت ایسی احادیث لے آتے ہیں۔ جن میں کسی نہ کسی طرح باب سے ادنیٰ سے ادنیٰ مناسبت بھی نکل سکتی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہاں بھی حضرت امام رحمہ اللہ نے باب میں فی الوتر من العشر کا اشارہ اسی جانب فرمایا ہے کہ اگرچہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں چوبیسویں تاریخ کا ذکر ہے۔ مگر اس سے مراد یہی ہے کہ اسے پورا کر کے پچیسویں شب میں جو وتر ہے شب قدر کو تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۰۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ.

(۲۰۲۳) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا' ان سے خالد بن حارث نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے بیان کیا' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لئے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان

فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ: ((خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ)). [راجع: ٤٩]

آپس میں کچھ جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتادوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کرلیا۔ پس اس کا علم اٹھالیا گیا۔ اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔ پس اب تم اس کی تلاش (آخری عشرہ کی) نو یا سات یا پانچ (کی راتوں) میں کیا کرو۔

٥- بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

باب رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ محنت کرنا۔

٢٠٢٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ)).

(۲۰۲۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابو یعفور نے بیان کیا' ان سے ابو الضحیٰ نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (رمضان کا) آخری عشرہ آتا تو نبی کریم ﷺ اپنا تہبند مضبوط باندھتے (یعنی اپنی کمر پوری طرح کس لیتے) اور ان راتوں میں آپ خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے۔

تشریح: کمر کس لینے کا مطلب یہ کہ آپ اس عشرہ میں عبادت الٰہی کے لئے خاص محنت کرتے۔ خود جاگتے گھر والوں کو جگاتے اور رات بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ سارا عمل تعلیم امت کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب : ۲۱) اے ایمان والو! اللہ کے رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ ان کی اقتداء کرنا تمہاری سعادت مندی ہے۔ یوں تو ہمیشہ ہی عبادت الٰہی کرنا بڑا کار ثواب ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت الٰہی کرنا بہت ہی بڑا کار ثواب ہے۔ لہٰذا ان ایام میں جس قدر بھی عبادت ہو سکے غنیمت ہے۔

١- بَابُ الْإِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْإِعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا

باب رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا' اور اعتکاف ہر ایک مسجد میں درست ہے

لِقَولِهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ، تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ [البقرة : ١٨٧].

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "جب تم مساجد میں اعتکاف کئے ہوئے ہو تو اپنی بیویوں سے ہم بستری نہ کرو' یہ اللہ کے حدود ہیں' اس لئے انہیں (توڑنے کے) قریب بھی نہ جاؤ' اللہ تعالیٰ اپنے احکامات لوگوں کے لئے اسی طرح بیان فرماتا ہے تا کہ وہ (گناہ سے) بچ سکیں۔"

تشریح حافظ فرماتے ہیں الاعتکاف لغة لزوم الشئی و حبس النفس علیه و شرعا المقام فی المسجد من شخص مخصوص علی صفة مخصوصة و لیس بواجب اجماعا الا علی من نذرہ و کذا من شرع فیه فقطعه عامدا عند قوم واختلف فی اشتراط الصوم له الخ (فتح الباری) یعنی اعتکاف کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنے لئے لازم کرلینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کردینا۔ اور شرعی معنی میں کسی بھی مسجد میں کسی مقرر آدمی کی طرف سے کسی مخصوص طریقہ کے ساتھ کسی جگہ کو لازم کرلینا۔ اور یہ اعتکاف اجماعی طور پر واجب نہیں ہے۔ ہاں کوئی اگر نذر مانے یا کوئی شروع کرے مگر درمیان میں قصداً چھوڑ دے تو ان پر ادائیگی واجب ہے۔ اور روزہ کی شرط کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے جو آیت قرآنی ﴿ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ ﴾ (البقرۃ : ۱۸۷) سے ثابت ہے۔ واجاز الحنفیة للمراۃ ان تعتکف فی مسجد بیتها و هو المکان المعد للصلوٰۃ فیه (فتح) یعنی حنفیہ نے عورتوں کے لئے اعتکاف جائز رکھا ہے اس صورت میں کہ وہ اپنے گھروں کی ان جگہوں میں اعتکاف کریں جو جگہ نماز کے لئے مخصوص کی ہوئی ہوتی ہیں۔ امام زہری اور سلف کی ایک جماعت نے اعتکاف کو جامع مسجد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تقریباً ایسا ہی اشارہ ہے۔ اور یہ مناسب بھی ہے تا کہ معتکف بآسانی ادائیگی جمعہ بھی کر سکے۔ رمضان شریف کے پورے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنا مسنون ہے۔ یوں ایک دن ایک رات یا اور بھی کوئی کم مدت کے لئے بیٹھنے کی نیت کرے تو اسے بھی بقدر عمل ثواب ملے گا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ السنة علی المعتکف ان لا یعود مریضا و لا یشهد جنازۃ ولا یمس امراۃ ولا یباشرها و لا یخرج لحاجة الا لما لا بد منه یعنی معتکف کے لئے سنت ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کے لئے نہ جائے اور نہ کسی جنازہ پر حاضر ہو۔ اور نہ اپنی عورت کو چھوئے' نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی حاجت کے لئے اپنی جگہ سے باہر نہ نکلے مگر جس کے لئے نکلنا بے حد ضروری ہو۔ جیسا کہ کھانا پینا یا قضائے حاجات کے لئے جانا۔ اگر معتکف ایسے کاموں کے لئے نکلا اور مسجد سے خارج ہی وضو کرکے واپس آگیا تو اس کے اعتکاف میں کوئی خلل نہ ہو گا' باقی امور جائز و ناجائز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ابواب متفرقہ میں ذکر فرما دیئے ہیں۔ المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اعتکاف کے لئے جامع مسجد کو مختار قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی' جلد : ۲/ ص : ۷۲)

٢٠٢٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ)).

(۲۰۲۵) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے' انہیں نافع نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

٢٠٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

(۲۰۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا

حَدَّثَنَا عَنِ اللَّيْثِ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ)).

کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے۔ اور آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

٢٠٢٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ - وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ صَبِيْحَتَهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ - قَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ، وَقَدْ أُرِيْتُ هَذَا اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ مِنْ صَبِيْحَتِهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ)). فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيْشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صُبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ)). [راجع: ٦٦٩]

(٢٠٢٧) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا' ان سے یزید بن عبداللہ بن ہاد نے بیان کیا' ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپؐ نے انہی دنوں میں اعتکاف کیا' اور جب اکیسویں تاریخ کی رات آئی۔ یہ وہ رات ہے جس کی صبح کو آپؐ اعتکاف سے باہر آجاتے تھے' تو آپؐ نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ اب آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔ مجھے یہ رات (خواب میں) دکھائی گئی۔ لیکن پھر بھلا دی گئی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسی کی صبح کو میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں' اس لئے تم لوگ اسے آخری عشرہ کی ہر طاق رات میں تلاش کرو۔ چنانچہ اسی رات بارش ہوئی۔ مسجد کی چھت چونکہ کھجور کی شاخ سے بنی تھی اس لئے ٹپکنے لگی اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اکیسویں کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔

٢- بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ الْمُعْتَكِفِ

باب اگر حیض والی عورت اس مرد کے سر میں کنگھی کرے

٢٠٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ)).

[راجع: ٢٩٥]

جو اعتکاف میں ہو

(۲۰۲۸) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبردی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے اور سرمبارک میری طرف جھکا دیتے پھر میں اس میں کنگھا کر دیتی' حالانکہ میں اس وقت حیض سے ہوا کرتی تھی۔ (باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

٣- بَابُ الْمُعْتَكِفِ لاَ يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلاَّ لِحَاجَةٍ

باب اعتکاف والا بے ضرورت گھر میں نہ جائے

٢٠٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ ((وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لاَ يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلاَّ لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا)).

[أطرافه في : ٢٠٣٣، ٢٠٣٤، ٢٠٤١، ٢٠٤٥].

(۲۰۲۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا' آنحضرت ﷺ مسجد سے (اعتکاف کی حالت میں) سرمبارک میری طرف حجرہ کے اندر کر دیتے۔ اور میں اس میں کنگھا کر دیتی۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم جب معتکف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

تشریح: علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں فسرها الزهري بالبول والغائط وقد اتفقوا على استثناء هما (تحفة الاحوذى) یعنی امام زہری نے حاجات کی تفسیر پیشاب اور پاخانہ سے کی ہے۔ اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ ان حاجات کے لئے گھر جانا مستثنیٰ ہے اور معتکف ان حاجات کو رفع کرنے کے لئے جا سکتا ہے۔

٤- بَابُ غَسْلِ الْمُعْتَكِفِ

باب اعتکاف والا سر یا بدن دھو سکتا ہے

٢٠٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ)).

(۲۰۳۰) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے منصور نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے اسود نے' اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں حائضہ ہوتی پھر بھی رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے بدن سے لگا

[راجع: ۲۹۵]

لیتے۔ اور آپؐ معتکف ہوتے اور میں حائضہ ہوتی۔

۲۰۳۱- ((وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ)). [راجع: ۲۹۵]

(۲۰۳۱) اس کے باوجود آپ سر مبارک (مسجد سے) باہر کر دیتے اور میں اسے دھوتی تھی۔

مقام اعتکاف میں بوقت ضرورت معتکف کے لئے سر یا بدن کا دھونا جائز ہے۔ اس حدیث سے حضرت امام رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا۔

٥- بَابُ الاِعْتِكَافِ لَيْلاً

باب صرف رات بھر کے لئے اعتکاف کرنا

۲۰۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : ((أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)).

[أطرافه في : ۲۰٤۳، ۳۱٤٤، ٤۳۲۰، ٦٦۹۷].

(۲۰۳۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے' انہیں نافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا' میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔

نذر نیاز جو خالصاً للہ ہو اور امر جائز کے لئے جائز طور پر مانی گئی ہو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اعتکاف بھی ایسے امور میں داخل ہے اگر کوئی غلط نذر مانے جیسا کہ ایک شخص نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانی تھی' آپؐ نے اسے باطل قرار دیا۔ اس طرح دیگر غلط نذر منت بھی توڑی جانی ضروری ہیں۔ غیراللہ کے لئے کوئی نذر منت ماننا شرک میں داخل ہے۔

٦- بَابُ اعْتِكَافِ النِّسَاءِ

باب عورتوں کا اعتکاف کرنا

۲۰۳۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ. فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً، فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً. فَلَمَّا

(۲۰۳۳) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل دوسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے یحییٰ قطان نے' ان سے عمرہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لئے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لئے) اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا کر

رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَى الأَخْبِيَةَ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَأُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((آلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ؟)) فَتَرَكَ الاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ)). [راجع: ۲۰۲۹]

لیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لئے) ایک خیمہ کھڑا کرلیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا' یہ کیا ہے؟ آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا' کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ پس آپ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔

تشریح قال الاسماعیلی فیه دلیل علی جواز الاعتکاف بغیر صوم لان اول شوال یوم الفطر و صومه حرام یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ بغیر روزہ کے بھی اعتکاف درست ہے اس لئے کہ آپ نے اول عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔ جس میں یوم الفطر بھی داخل ہے۔ جس میں روزہ رکھنا منع ہے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ ان المراۃ لا تعتکف حتی تستاذن زوجها و انها اذا اعتکف بغیر اذنه کان له ان یخرجها و فیه جواز ضرب الاخبیة فی المسجد وان الافضل للنساء ان لا یعتکفن فی المسجد و فیه ان اول الوقت الذی یدخل فیه المعتکف بعد صلوٰۃ الصبح و هو قول الاوزاعی و قال الائمة الاربعة و طائفة یدخل قبیل غروب الشمس واولوا الحدیث علی انه دخل من اول اللیل و لکن انما تخلی بنفسه فی المکان الذی اعده لنفسه بعد صلوٰۃ الصبح الخ یعنی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور بغیر اجازت اعتکاف کی صورت میں خاوند کو حق ہے کہ وہ عورت کا اعتکاف ختم کرا دے۔ اور اعتکاف کے لئے مساجد میں خیمہ لگانا درست ہے۔ اور عورتوں کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ مساجد میں اعتکاف نہ کریں اور معتکف کے لئے اپنی جگہ میں داخل ہونے کا وقت نماز فجر کے بعد کا وقت ہے۔ یہ اوزاعی کا قول ہے لیکن ائمہ اربعہ اور ایک جماعت علماء کا قول یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے قبل اپنے مقام میں داخل ہو اور حدیث مذکورہ کا مطلب انہوں نے یوں بیان کیا کہ آپ اول رات ہی میں داخل ہو گئے تھے مگر جو جگہ آپ نے اعتکاف کے لئے مخصوص فرمائی تھی اس میں فجر کے بعد داخل ہوئے۔

٧- بَابُ الأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجدوں میں خیمے لگانا

٢٠٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ إِذَا أَخْبِيَةٌ : خِبَاءُ عَائِشَةَ، وَخِبَاءُ حَفْصَةَ، وَخِبَاءُ زَيْنَبَ. فَقَالَ: ((آلْبِرَّ تَقُولُونَ بِهِنَّ؟)) ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ، حَتَّى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ)). [راجع: ۲۰۲۹]

(۲۰۳۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبردی' انہیں یحییٰ بن سعید نے' انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ و سلم اس جگہ تشریف لائے (یعنی مسجد میں) جہاں آپؐ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہاں کئی خیمے موجود تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی' حفصہ رضی اللہ عنہا کا بھی اور زینب رضی اللہ عنہا کا بھی' اس پر آپؐ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ انہوں نے ثواب کی نیت سے ایسا کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم واپس تشریف لے گئے اور اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔

٨- بَابُ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ؟

٢٠٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا يَقْلِبُهَا، حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلاَنِ مِنَ الأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)). فَقَالاَ: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا)).

[أطرافه في : ٢٠٣٨، ٢٠٣٩، ٣١٠١، ٣٢٨١، ٦٢١٩، ٧١٧١].

باب کیا معتکف اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے؟

(۲۰۳۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے امام زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی پاک بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ صلی اللہ علیہ و سلم سے ملنے مسجد میں آئیں تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم بھی انہیں پہنچانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں' تو دو انصاری آدمی ادھر سے گذرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کسی سوچ کی ضرورت نہیں' یہ تو (میری بیوی) صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان دونوں صحابیوں نے عرض کیا' سبحان اللہ! یا رسول اللہ! ان پر آپ کا جملہ بڑا شاق گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔

تشریح اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف ضروری کام کے لئے مقام اعتکاف سے باہر نکل سکتا ہے۔ آپؐ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس لئے نکلے کہ وہ اکیلی رہ گئی تھیں۔ کہتے ہیں ان کا مکان بھی مسجد سے دور تھا بعض روایتوں میں ان دیکھنے والوں کے متعلق ذکر ہے کہ انہوں نے آگے بڑھ جانا چاہا تھا' آنحضرت ﷺ نے حقیقت حال سے آگاہ فرمانے کے لئے ان کو بلایا۔ معلوم ہوا کہ کسی ممکن شک کو دور کر دینا بہر حال اچھا ہے۔

٩- بَابُ الإِعْتِكَافِ. وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ

باب آنحضرت ﷺ کے اعتکاف کا اور بیسویں کی صبح کو آپ کا اعتکاف سے نکلنے کا بیان

٢٠٣٦- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ هَارُوْنَ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الْعَشْرَ الأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ: فَخَرَجْنَا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ، قَالَ: فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَقَالَ: ((إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيْتُهَا، فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَسْجُدَ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ، وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلْيَرْجِعْ)). فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، قَالَ: فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ، وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الطِّيْنِ وَالْمَاءِ، حَتَّى رَأَيْتُ الطِّيْنَ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ)).

(٢٠٣٦) مجھ سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا' انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' میں نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا تھا' ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر بیس کی صبح کو ہم نے اعتکاف ختم کر دیا۔ اسی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا' کہ مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی لیکن پھر بھلا دی گئی' اس لئے اب اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں کیچڑ' پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (اس سال) اعتکاف کیا تھا وہ پھر دوبارہ کریں۔ چنانچہ وہ لوگ مسجد میں دوبارہ آ گئے۔ آسمان میں کہیں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اچانک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی' پھر نماز کی تکبیر ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔ میں نے خود آپ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ لگا ہوا دیکھا۔

[راجع: ٦٦٩]

١٠- بَابُ اعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

باب کیا مستحاضہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے؟

٢٠٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا

(٢٠٣٧) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے خالد نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے جو مستحاضہ تھیں' اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر طشت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی

وَهِيَ تُصَلِّي)). [راجع: ۳۰۹]

رہتیں۔

تشریح مستحاضہ وہ عورت جس کو حیض کا خون بطور مرض ہر وقت جاری رہتا ہو' ایسی عورت کو نماز پڑھنی ہو گی۔ مگر اس کے لئے غسل طہارت بھی ضروری ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ازواج مطہرات میں سے ایک محترمہ بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس مرض میں مبتلا تھیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا تھا۔ اسی سے حضرت امام المحدثین رحمہ اللہ نے باب کا مضمون ثابت فرمایا ہے۔ بعد میں جب آپ نے بعض ازواج مطہرات کے بکثرت خیمے مسجد میں اعتکاف کے لئے دیکھے' تو آپ نے ان سب کو دور کرا دیا تھا۔

۱۱- بَابُ زِيَارَةِ الْـمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ

۲۰۳۸- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْـمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْـحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ ح.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْـحُسَيْنِ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ، فَرُحْنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ: ((لاَ تَعْجَلِي حَتَّى انْصَرِفَ مَعَكِ))، وَكَانَتْ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا، فَلَقِيَهُ رَجُلاَنِ مِنَ الأَنْصَارِ، فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ ((تَعَالَيَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)) قَالاَ: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يُلْقِيَ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا)).

[راجع: ۲۰۳۵]

باب عورت اعتکاف کی حالت میں اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے

(۲۰۳۸) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبردی (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' انہیں معمر نے خبردی' انہیں زہری نے' انہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (اعتکاف میں) تھے آپ کے پاس ازواج مطہرات بیٹھی تھیں۔ جب وہ چلنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جلدی نہ کر' میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔ ان کا حجرہ دار اسامہ رضی اللہ عنہ میں تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نکلے تو دو انصاری صحابیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا' ٹھہرو! ادھر سنو! یہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں (جو میری بیوی ہیں) ان حضرات نے عرض کی' سبحان اللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا کہ شیطان (انسان کے جسم میں) خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے خطرہ یہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی وہ کوئی بری بات نہ ڈال دے۔

تشریح یہ حدیث طرق مختلفہ کے ساتھ کئی جگہ گذر چکی ہے۔ اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بہت سے مسائل کے لئے استنباط فرمایا ہے۔ علامہ ابن حجر اس کے ذیل میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

و فی الحدیث من الفوائد جواز اشتغال المعتکف بالامور المباحة من تشییع زائره والقیام معه والحدیث مع غیره و اباحة خلوة المعتکف بالزوجة و زیارة الامراة المعتکف و بیان شفقته صلی الله علیه وسلم علی امته و ارشاد هم الی مایدفع عنهم الاثم و فیه التحرزمن التعرض لسوء الظن والا حتفاظ من کیدالشیطان و الاعتذار و قال ابن دقیق العید و هذا متا کد فی حق العلماء و من یقتدی به فلا یجوزلهم ان یفعلوا فعلا یوجب سوء الظن بهم و ان کان لهم فیه مخلص لان ذالک سبب الی ابطال الا نتفاع بعلمهم و من ثم قال بعض العلماء ینبغی للحاکم ان یبین للمحکوم علیه وجه الحکم اذا کان خافیا نفیا للتهمة و من ههنا یظهر خطاء من یتظاهر بمظاهر السوء و یعتذر بانه یجرب بذالک علی نفسه و قد عظم البلاء بهذا الصنف والله اعلم و فیه اضافة بیوت ازواج النبی صلی الله علیه وسلم الیهن و فیه جواز خروج المراة لیلا و فیه قول سبحان الله عند العجب الخ (فتح الباری)

مختصر مطلب یہ کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ معتکف کے لئے مباح ہے کہ وہ اپنے ملنے والوں کو کھڑا ہو کر ان کو رخصت کر سکتا ہے۔ اور غیروں کے ساتھ بات بھی کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت بھی مباح ہے۔ یعنی اس سے تنہائی میں صرف ضروری اور مناسب بات چیت کرنا' اور اعتکاف کرنے والے کی عورت بھی اس سے ملنے آ سکتی ہے اور اس حدیث سے امت کے لئے شفقت نبوی کا بھی اثبات ہے اور آپؐ کے ایسے ارشاد پر بھی دلیل ہے جو کہ امت سے گناہوں کے دفع کرنے سے متعلق ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ بد گمانی اور شیطانی مکروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا کہ علماء کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ان کے حق میں لوگ بد گمانی پیدا کر سکیں' اگرچہ اس کام میں ان کے اخلاص بھی ہو۔ مگر بدگمانی پیدا ہونے کی صورت میں ان کے علوم کا انتفاع ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ حاکم کے لئے ضروری ہے کہ مدعی علیہ پر جو اس نے فیصلہ دیا ہے اس کی پوری وجوہ اس کے سامنے بیان کر دے تاکہ وہ کوئی غلط تہمت حاکم پر نہ لگا سکے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی شخص بطور تجربہ بھی کوئی برا مظاہرہ نہ کرے۔ ایسی بلائیں آج کل عام ہو رہی ہیں۔ اور اس حدیث میں بیوت ازواج النبی کی اضافت کا بھی جواز ہے اور رات میں عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنے کا بھی جواز ثابت ہے اور تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنے کا بھی ثبوت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١٢- بَابُ هَلْ يَدْرَأُ الْـمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهِ؟

باب اعتکاف والا اپنے اوپر سے کسی بد گمانی کو دور کر سکتا ہے

٢٠٣٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْـحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ ح. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْـحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ

(٢٠٣٩) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے خبر دی' انہیں سلیمان نے' انہیں محمد بن ابی عتیق نے' انہیں ابن شہاب نے' انہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی' (دوسری سند) اور ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے زہری سے سنا۔ وہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے خبر دیتے تھے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آئیں۔ آپ اس وقت اعتکاف میں تھے۔ پھر

رضِيَ اللهُ عَنْهَا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا، فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ: ((تَعَالَ، هِيَ صَفِيَّةُ)) - وَرُبَّمَا قَالَ هَذِهِ صَفِيَّةُ - فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ: أَتَتْهُ لَيْلاً؟ قَالَ: وَهَلْ هُوَ إِلاَّ لَيْلاً؟)). [راجع: ٢٠٣٥]

جب وہ واپس ہونے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ (تھوڑی دور تک انہیں چھوڑنے) آئے۔ (آتے ہوئے) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی نظران پر پڑی' تو فوراً آپؐ نے انہیں بلایا' کہ سنو! یہ (میری بیوی) صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (سفیان نے ھی صفیة کے بجائے بعض اوقات ھذہ صفیة کے الفاظ کہے۔ (اس کی وضاحت اس لئے ضروری سمجھی) کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ میں (علی بن عبداللہ) نے سفیان سے پوچھا کہ غالباً وہ رات کو آئی رہی ہوں گی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رات کے سوا اور وقت ہی کونسا ہو سکتا تھا۔

١٣- بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ

باب اعتکاف سے صبح کے وقت باہر آنا

باب کی حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ نے راتوں کے اعتکاف کی نیت کی تھی نہ دنوں کی۔ گویا غروب آفتاب کے بعد اعتکاف میں گئے اور صبح کو باہر آئے' اگر کوئی دنوں کے اعتکاف کی نیت کرے تو طلوع فجر ہوتے ہی اعتکاف میں جائے اور غروب آفتاب کے بعد نکل آئے۔ (وحیدی)

٢٠٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الأَحْوَلِ خَالِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ. قَالَ: وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيْدٍ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: ((اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْعَشْرَ الأَوْسَطَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا، فَأَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكَفِهِ، فَإِنِّي رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ)). فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مُعْتَكَفِهِ وَهَاجَتِ

(۲۰۴۰) ہم سے عبدالرحمٰن بن بشر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے ابن ابی نجیح کے ماموں سلیمان احول نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے۔ سفیان نے کہا اور ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے' سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین کے ساتھ یاد ہے کہ ابن ابی لبید نے ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ بیسویں کی صبح کو ہم نے اپنا سامان (مسجد سے) اٹھا لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے (دوسرے عشرہ میں) اعتکاف کیا ہے وہ دوبارہ اعتکاف کی جگہ چلے' کیونکہ میں نے آج کی رات (شب قدر کو) خواب میں دیکھا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا

السَّمَاءُ فَمُطِرْنَا، فَوَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءِ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ، وكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيْشًا فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ)).

[راجع: ٦٦٩]

١٤- بَابُ الاعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

٢٠٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيْهِ. قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ، فَأَذِنَ لَهَا فَضَرَبَتْ فِيْهِ قُبَّةً. فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى. فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْغَدِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ: ((مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هَذَا؟ آلْبِرُّ؟ انْزِعُوهَا فَلاَ أَرَاهَا))، فَنُزِعَتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ)). [راجع: ٢٠٣٩]

١٥- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا اعْتَكَفَ

٢٠٤٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ

ہوں۔ پھر جب اپنے اعتکاف کی جگہ (مسجد میں) آپ دوبارہ آ گئے تو اچانک بادل منڈلائے' اور بارش ہوئی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور اکرم ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آسمان پر اسی دن کے آخری حصہ میں ابر ہوا تھا۔ مسجد کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی (اس لئے چھت سے پانی ٹپکا) جب آپؐ نے نماز صبح ادا کی' تو میں نے دیکھا کہ آپ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ کا اثر تھا۔

باب شوال میں اعتکاف کرنے کا بیان۔

(۲۰۴۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن سعید نے' انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے۔ آپ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے لئے بیٹھنا ہوتا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی' اس لئے انہوں نے (اپنے لئے بھی مسجد میں) ایک خیمہ لگا لیا۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا۔ زینب رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا۔ صبح کو جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیمے نظر پڑے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا' یہ کیا ہے؟ آپؐ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا' انہوں نے ثواب کی نیت سے یہ نہیں کیا' (بلکہ صرف ایک دوسری کی ریس سے یہ کیا ہے) انہیں اکھاڑ دو۔ میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا' چنانچہ وہ اکھاڑ دیئے گئے۔ اور آپ نے بھی (اس سال) رمضان میں اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

باب اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہ ہونا۔

(۲۰۴۲) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے اپنے

عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ اعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْفِ نَذْرَكَ)). فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.

[راجع: ٢٠٣٢]

بھائی (عبدالحمید) سے‘ ان سے سلیمان نے‘ ان سے عبیداللہ بن عمر نے‘ ان سے نافع نے‘ ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا‘ ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے‘ کہ انہوں نے پوچھا‘ یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات کا مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنی نذر پوری کر۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات بھر اعتکاف کیا۔

١٦- بَابُ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

باب اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی پھر وہ اسلام لایا

باب کی حدیث میں آپ نے ایسی نذر کے پورا کرنے کا حکم دیا‘ معلوم ہوا کہ نذر اور یمین حالت کفر میں صحیح ہو جاتی ہے اور اسلام کے بعد بھی اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ (وحیدی)

٢٠٤٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ((أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - قَالَ: أُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً - قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)).

(٢٠٤٣) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا‘ کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا‘ ان سے عبیداللہ نے‘ ان سے نافع نے‘ ان سے ابن عمرؓ نے کہ حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی‘ عبید نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے رات بھر کا ذکر کیا تھا‘ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔

١٧- بَابُ الاعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

باب رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا

اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے رمضان کا آخری عشرہ ضروری نہیں۔ گو آخری عشرے میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

٢٠٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ

(٢٠٤٤) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا‘ کہا کہ ہم سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا‘ ان سے ابو حصین عثمان بن عاصم نے‘ ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے

رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا)).

[طرفه في : ٤٩٩٨].

تھے۔ لیکن جس سال آپؐ کا انتقال ہوا' اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔

ابن بطال نے کہا اس سے یہ نکلتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے' اور ابن منذر نے ابن شہاب سے نکالا کہ مسلمانوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے اعتکاف کرنا چھوڑ دیا' حالانکہ آنحضرت ﷺ جب سے مدینہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے وفات تک اعتکاف ترک نہیں فرمایا تھا۔ اس سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف اس لئے کیا کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب وفات قریب ہے۔

١٨- بَابُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَخْرُجَ

باب اعتکاف کا قصد کیا لیکن پھر مناسب یہ معلوم ہوا کہ اعتکاف نہ کریں تو یہ بھی درست ہے

٢٠٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا، وَسَأَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا. قَالَتْ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى انْصَرَفَ إِلَى بِنَائِهِ، فَبَصُرَ بِالأَبْنِيَةِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) قَالُوا: بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((آلْبِرَّ أَرَدْنَ بِهَذَا؟ مَا أَنَا بِمُعْتَكِفٍ)). فَرَجَعَ. فَلَمَّا أَفْطَرَ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ)).

[راجع: ٢٠٢٩]

(٢٠٤٥) ہم سے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں اوزاعی نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے لئے ذکر کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپؐ سے اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی' پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے لئے بھی اجازت لے دیں چنانچہ انہوں نے ایسا کر دیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا' تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کے لئے کہا' اور ان کے لئے بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد اپنے خیمہ میں تشریف لے جاتے آج آپ کو بہت سے خیمے دکھائی دیئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عائشہ' حفصہ اور زینب رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا' بھلا کیا ان کی ثواب کی نیت ہے۔ اب میں بھی اعتکاف نہیں کروں گا۔ پھر جب ماہ رمضان ختم ہو گیا' تو آپؐ نے شوال میں اعتکاف کیا۔

١٩- بَابُ الْمُعْتَكِفِ يُدْخِلُ رَأْسَهُ

باب اعتکاف والا دھونے کے لئے اپنا سر

الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ

٢٠٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : ((أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ)).

[راجع: ٢٩٥]

گھر میں داخل کرتا ہے

(۲۰۴۶) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' ان سے ہشام نے بیان کیا' انہیں معمر نے خبردی' انہیں زہری نے' انہیں عروہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ وہ حائضہ ہوتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔ پھر بھی وہ آپ کے سر میں اپنے حجرہ ہی میں کنگھا کرتی تھیں۔ آپ اپنا سر مبارک ان کی طرف بڑھا دیتے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بذیل مسائل تراویح' ولیلۃ القدر و اعتکاف یہاں کل انتالیس حدیثوں کو نقل فرمایا۔ جن میں مرفوع' معلق' مکرر جملہ احادیث شامل ہیں۔ کچھ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی آپ نے ذکر فرمائے' چونکہ ایمان اور ارکان خمسہ کے بعد اولین چیز جو ہر مسلمان کے لئے بے حد ضروری ہے وہ طلب رزق حلال ہے جس کا بہترین ذریعہ تجارت ہے' اس لئے اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب البیوع کو شروع فرمایا' رزق کی تلاش کے لئے تجارت کو اولین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ تجارت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ قرآن مجید میں بھی لفظ تجارت مختلف مقاصد کے تحت بولا گیا ہے۔ جو تاجر امانت و دیانت کے ساتھ تجارت کرتے ہیں ان کے لئے بہت کچھ بشارتیں وارد ہوئی ہیں جن میں کچھ یہاں بھی ملاحظہ میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة : ٢٧٥].

وَقَوْلِهِ: ﴿إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "اللہ نے تمہارے لئے خرید و فروخت حلال کی اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مگر جب نقد سودا ہو تو اس ہاتھ دو اس ہاتھ

تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ﴾ [البقرة : ٢٨٢].

لو۔"

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

باب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متعلق احادیث کہ

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ، وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا، قُلْ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ، وَاللهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ [الجمعة : ١٠-١١].

"پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ (یعنی رزق حلال کی تلاش میں اپنے کاروبار کو سنبھال لو) اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو' اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو' تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور جب انہوں نے سودا بکتے دیکھایا کوئی تماشا دیکھا تو اس کی طرف متفرق ہو گئے اور تجھ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ تو کہہ دے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تماشے اور سوداگری سے بہتر ہے۔ اور اللہ ہی ہے بہتر روزی رزق دینے والا۔"

وَقَوْلِهِ ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ٢٩].

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ "تم لوگ ایک دوسرے کا مال غلط طریقوں سے نہ کھاؤ' مگر یہ کہ تمہارے درمیان کوئی تجارت کا معاملہ ہو تو آپس کی رضامندی کے ساتھ (معاملہ ٹھیک ہے)۔"

تشریح بیوع بیع کی جمع ہے جو باب ضرب یضرب سے معتل یائی ہے جس کے معنے خرید و فروخت کے ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ نے بہت سی پاکیزہ ہدایات دی ہیں۔ بیچنے والوں کو عام طور پر لفظ تاجر سے یاد کیا جاتا ہے۔ قیس بن ابی غزرہ سے روایت ہے قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن نسمی السما سرۃ فقال یا معشر التجار و فی روایۃ ابی داود فمر بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسما نا باسم ہو احسن منہ فقال یا معشر التجار ان الشیطان و الاثم یحضران البیع فشوبوا بیعکم بالصدقۃ (رواہ الترمذی) یعنی نبی کریم ﷺ ہم لوگوں پر گذرے جب کہ عام طور پر ہم کو لفظ سماسرہ (سوداگران) سے پکارا جاتا تھا' آپ نے ہم کو بہتر نئے نام سے موسوم فرمایا' اور یوں ارشاد ہوا کہ "اے تاجروں کی جماعت بے شک شیطان اور گناہ خرید و فروخت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اپنی بیع کے ساتھ صدقہ خیرات کو بھی شامل کر لو' تاکہ ان اغلاط کا کچھ کفارہ بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتا رہے!"

تجارت کی فضیلت میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء (رواہ الترمذی) امانت اور صداقت کے ساتھ تجارت کرنے والا مسلمان قیامت کے دن انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اس لئے کہ امانت اور دیانت کے ساتھ تجارت کرنا بھی اتنا ہی کٹھن کام ہے جتنا کہ انبیاء و صدیقین و شہداء کا مشن کٹھن ہوتا ہے۔ عن اسماعیل بن عبید بن رفاعۃ عن ابیہ عن جدہ انہ خرج مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المصلی فرای الناس یتبایعون فقال یا معشر التجار فاستجابوا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رفعوا اعناقہم و ابصارہم الیہ فقال ان التجار یبعثون یوم القیامۃ فجارا الا من اتقی اللہ و بر و صدق (رواہ الترمذی) یعنی ایک دن آنحضرت ﷺ نماز کے لئے نکلے کہ آپ نے راستے میں خرید و فروخت کرنے والوں کو دیکھا فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اٹھایا۔ اور آپ

کی آواز پر سب نے لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق فاجر لوگوں میں اٹھائے جائیں گے۔ مگر جس نے اس پیشہ کو اللہ کے خوف کے تحت سچائی اور نیک شعاری کے ساتھ انجام دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا' نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہو گا۔ ان میں اول نمبر احسان جتلانے والا' دوسرے نمبر پر اپنے پاجامہ تہبند کو فخریہ ٹخنوں سے نیچے گھسیٹنے والا' تیسرا اپنے مال کو جھوٹی قسمیں کھا کر فروخت کرنے والا۔

حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قال القاضی لما کان من دیدن التجار التدلیس فی المعاملات والتھالک علی ترویج السلع بما تیسر لھم من الایمان الکاذبة و نحوھا حکم علیھم بالفجور واستثنی منھم من اتقی المحارم و بر فی یمینه و صدق فی حدیثه و الی ھذا ذھب الشارحون و حملوا الفجور علی اللغو والحلف کذا فی المرقاة (تحفة الاحوذی)

یعنی قاضی نے کہا کہ معاملات میں دھوکا دینا اور مال نکالنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھا کھا کر ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنا تاجروں کا عام شیوہ ہے' اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر فاجر ہونے کا حکم فرمایا' مگر ان کو مستثنیٰ فرمایا جو حرام سے بچیں اور قسم میں سچائی کو سامنے رکھیں۔ اور اکثر شارح ادھر ہی گئے ہیں کہ فجور سے لغویات اور جھوٹی قسم کھانا مراد ہیں۔

٢٠٤٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَتَقُولُونَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ لاَ يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَشْغَلُهُمْ الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا. وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِيْنًا مِنْ مَسَاكِيْنِ الصُّفَّةِ أَعِي حِيْنَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَدِيْثٍ يُحَدِّثُهُ: ((إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ

(٢٠٤٧) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' ان سے شعیب نے بیان کیا' ان سے زہری نے' کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا' تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے' اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین و انصار ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازار کی خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا' اس لئے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا' اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر) یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقعہ نہیں ملتا تھا یا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے بھائی انصار اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے۔ لیکن میں صفہ میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات انصار بھولتے تو میں اسے یاد رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک اپنی یہ گفتگو نہ پوری کر لوں' پھر (جب میری گفتگو پوری ہو

ثَوْبَهُ إِلاَّ وَعَى مَا أَقُولُ))، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ)). [راجع: ۱۱۸]

جائے تو) اس کپڑے کو سمیٹ لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل و دماغ میں ہمیشہ) یاد رکھے گا۔ چنانچہ میں نے اپنا کمبل اپنے سامنے پھیلا دیا۔ پھر جب رسول کریم ﷺ نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا' تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا' اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

تشریح: قریش کا پیشہ تجارت تھا' اور اہل مدینہ بیشتر کاشتکار تھے۔ جب مہاجرین مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے اپنا آبائی پیشہ تجارت ہی زیادہ پسند فرمایا' اور کسب معاش کے سلسلہ میں انصار اور مہاجرین سب ہی اپنے دھندوں میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مگر اصحاب صفہ خالص تعلیم دین ہی کے لئے وقف تھے۔ جن کا کوئی دنیاوی مشغلہ نہ تھا۔ ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ شوقین بلکہ علوم قرآن و حدیث پر اس درجہ فدا کہ اکثر اوقات اپنی شکم پری سے بھی غافل ہو جاتے اور فاقہ در فاقہ کرتے ہوئے جب غشی طاری ہونے لگتی تب ان کو بھوک یاد آتی۔

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو یہاں یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ تجارت بیع و شراء اور کھیتی کیاری بلکہ سب دنیاوی کاروبار ضروریات زندگی سے ہیں۔ جن کے لئے اسلام نے بہترین اصول اور ہدایات پیش کی ہیں اور اس سلسلہ میں ہر ممکن ترقی کے لئے رغبت دلائی ہے جس کا زندہ ثبوت وہ انصار اور مہاجرین ہیں جنہوں نے عہد رسالت میں تجارت اور زراعت میں قابل رشک ترقی حاصل کی اور تجارت و کھیتی و باغبانی میں بھی وہ دنیا کے لئے ایک مثال بن گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محض دینی طالب علم تھے اور دنیاوی کاروبار سے ان کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ اس لئے یہ ہزار ہا حدیث نبوی کے حافظ ہوئے۔ اس حدیث سے رسول کریم ﷺ کا ایک معجزہ بھی ثابت ہوا کہ حسب ہدایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی تقریر دلپذیر کے وقت اپنا کمبل پھیلا دیا۔ اور بعد میں وہ کمبل سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا' جس سے ان کا سینہ روشن ہو گیا اور بعد میں وہ حفظ حدیث میں سب پر سبقت لے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آمین۔

۲۰۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ آخَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الأَنْصَارِ مَالاً، فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي، وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا. قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لاَ حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ، هَلْ مِنْ

(۲۰۴۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا' ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ان کے والد سعد نے بیان کیا' ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ اس لئے اپنا آدھا مال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود دیکھ لیں کہ میری دو بیویوں میں سے آپ کو کون زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لئے انہیں اپنے سے الگ کر دوں گا۔ (یعنی طلاق دے دوں گا) جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو آپ ان سے

سُوقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ : سُوقُ قَيْنُقَاعٍ. قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمَنٍ. قَالَ : ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((تَزَوَّجْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((وَمَنْ؟)) قَالَ: امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ. قَالَ : ((كَمْ سُقْتَ؟)) قَالَ : زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ)).

[طرفه في : ٣٧٨٠].

نکاح کرلیں۔ بیان کیا کہ اس پر عبدالرحمٰن بنائیڈ نے فرمایا' مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو؟ سعد بنائیڈ نے "سوق قینقاع" کا نام لیا۔ بیان کیا کہ جب صبح ہوئی تو عبدالرحمٰن بنائیڈ پنیر اور گھی لائے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ تجارت کیلئے بازار آنے جانے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو زرد رنگ کا نشان (کپڑے یا جسم پر) تھا۔ رسول اللہ نے دریافت فرمایا' کیا تم نے شادی کرلی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں' آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کس سے؟ بولے کہ ایک انصاری خاتون سے۔ دریافت فرمایا' اور مہر کتنا دیا ہے؟ عرض کیا کہ ایک گٹھلی برابر سونا دیا ہے۔ یا (یہ کہا کہ) سونے کی ایک گٹھلی دی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اچھا تو ولیمہ کر خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔

٢٠٤٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوفٍ الْمَدِيْنَةَ، فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ سَعْدُ ذَا غِنًى، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَأُزَوِّجُكَ. قَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمَنًا، فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ. فَمَكَثْنَا يَسِيْرًا - أَوْ مَا شَاءَ اللهُ - فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَهْيَمْ؟)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ. قَالَ: ((مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟)) قَالَ : نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ وَزْنَ

(٢٠٤٩) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' ان سے زہیر نے بیان کیا' ان سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ آئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ مالدار آدمی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا میں اور آپ میرے مال سے آدھا آدھا لے لیں۔ اور میں (اپنی ایک بیوی سے) آپ کی شادی کرا دوں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے' مجھے تو آپ بازار کا راستہ بتا دیجئے پھر وہ بازار سے اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک نفع میں کافی پنیر اور گھی نہ بچالیا۔ اب وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئے' کچھ دن گذرے ہوں گے یا اللہ نے جتنا چاہا۔ اس کے بعد وہ آئے کہ ان پر زردی کا نشان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے دریافت فرمایا یہ زردی کیسی ہے؟ عرض کیا' یا رسول اللہ! میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کرلی ہے۔ آپ

نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ - قَالَ: ((أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ)).

[أطرافه في : ۲۲۹۳، ۳۷۸۱، ۳۹۳۷، ۵۰۷۲، ۵۱۴۸، ۵۱۵۳، ۵۱۵۵، ۵۱۶۷، ۶۰۸۲، ۶۳۸۶].

نے دریافت فرمایا کہ انہیں مہر میں کیا دیا ہے؟ عرض کیا "سونے کی ایک گٹھلی" یا (یہ کہا کہ) "ایک گٹھلی برابر سونا" آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ولیمہ کر' اگرچہ ایک بکری ہی کا ہو۔

تشریح: حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہاں اس حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں اہل اسلام تجارت کیا کرتے تھے۔ اور ان کا بہترین پیشہ تجارت ہی تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو قریشی ہیں ہجرت فرما کر جب مدینہ آئے تو انہوں نے غور و فکر کے بعد اپنے قدیمی پیشہ تجارت ہی کو یہاں بھی اپنایا۔ اور اپنے اسلامی بھائی سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے اپنی آدھی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی پیش کش کی تھی بازار کا راستہ لیا۔ اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آپ نے تیل اور گھی کا کاروبار شروع کیا' اللہ نے آپ کو تھوڑی ہی مدت میں ایسی کشادگی عطا فرمائی کہ آپ نے ایک انصاری عورت سے اپنا عقد بھی کر لیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ شروع دور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت سے داخل اسلام ہوئے۔ اور دو مرتبہ حبش کی طرف ہجرت بھی کی۔ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ طویل القامت گورے رنگ والے تھے۔ غزوہ احد میں ان کے بدن پر بیس سے زائد زخم لگے تھے۔ جن کی وجہ سے پیروں میں لنگ پیدا ہو گئی تھی۔ یہ مدینہ میں بہت ہی بڑے مالدار مسلمان تھے۔ اور رئیس التجار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی سخاوت کے بھی کتنے ہی واقعات مذکور ہیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

انہوں نے مہر میں اپنی بیوی کو نواۃ من الذھب یعنی سونے کی ایک گٹھلی دی جس کا وزن ۵ درہم سے زائد بھی ممکن ہے۔ اس حدیث سے ولیمہ کرنے کی تاکید بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ ولیمہ میں بکرے یا بکری کا ذبیحہ بہتر ہے۔ زرد رنگ شاید کسی عطر کا ہو یا کسی ایسی مخلوط چیز کا جس میں کوئی زرد قسم کی چیز بھی شامل ہو اور آپ نے اس سے غسل وغیرہ کیا ہو۔

۲۰۵۰- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الإِسْلاَمُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ، فَنَزَلَتْ: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ ﴾ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ)).

[راجع: ۱۷۷۰]

(۲۰۵۰) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ مجنہ' اور ذوالمجاز عہد جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو ایسا ہوا کہ مسلمان لوگ (خرید و فروخت کے لیے ان بازاروں میں جانا) گناہ سمجھنے لگے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ "تمہارے لئے اس میں کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل (یعنی رزق حلال) کی تلاش کرو حج کے موسم میں" یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہے۔

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں آیت کریمہ ﴿ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ﴾ سے آگے ﴿ فی مواسم الحج ﴾ کے لفظ زائد ہیں۔ مگر عام قرأتوں میں یہ زائد لفظ نہیں ہیں۔ یا شاید یہ منسوخ ہو گئے ہوں اور حضرت ابن عباس

ﷺ کو نسخ کا علم نہ ہو سکا ہو۔ حدیث میں زمانہ جاہلیت کی منڈیوں کا ذکر ہے۔ اسلام نے اپنے عہد میں تجارتی منڈیوں کو ترقی دی' اور ہر طرح سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر خرافات اور مکرو فریب والوں کے لئے بازار سے بدتر کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔

٢- بَابُ الْحَلاَلُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَينَهما مُشْتَبِهَاتٌ

باب حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ شک شبہ والی چیزیں بھی ہیں

مشتبہات وہ جن کی حلت یا حرمت کے بارے میں ہم کو قرآن و حدیث میں کوئی واضح ہدایت نہ ملے۔ کچھ وجوہ ان میں حلال ہونے کے نظر آئیں' کچھ حرام ہونے کے۔ ان حالات میں ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے یہی باب کا مقصد ہے۔

٢٠٥١- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قَالَ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح و. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَلاَلُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ. فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ. وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكْ أَنْ يُوَاقِعَهُ)). [راجع: ٥٢]

(٢٠٥١) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ابی عدی نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عون نے' ان سے شعبی نے' انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا (دوسری سند امام بخاری نے کہا) اور ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابو فروہ نے' ان سے شعبی نے' کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (تیسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابو فروہ نے' انہوں نے شعبی سے سنا' انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (چوتھی سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی' انہیں ابو فروہ نے' انہیں شعبی نے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی ظاہر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جو شخص ان چیزوں کو چھوڑے جن کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں شبہ ہے۔ وہ ان چیزوں کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا جن کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔ لیکن جو شخص شبہ کی چیزوں کے کرنے کی جرأت کرے گا تو قریب ہے کہ وہ ان گناہوں میں بھی مبتلا ہو جائے جو بالکل واضح طور پر گناہ ہیں۔ (لوگو یاد رکھو) گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہے جو (جانور بھی) چراگاہ کے ارد گرد چرے گا' اس کا چراگاہ کے اندر چلا جانا غیر ممکن نہیں۔

تشریح: عہد جاہلیت میں عربی شیوخ و امراء اپنی چراگاہیں مخصوص رکھا کرتے تھے ان میں کوئی غیر آدمی اپنے جانوروں کو نہیں داخل کر سکتا تھا۔ اس لئے غریب لوگ ان چراگاہوں کے قریب بھی نہ جاتے' کہ مبادا ان کے جانور اس میں داخل ہو جائیں اور وہ سخت ترین سزاؤں کے مستحق گردانے جائیں۔ حدود اللہ کو بھی ایسی ہی چراگاہوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں تاکید کی گئی کہ حدود اللہ کے قریب بھی نہ جاؤ کہ کہیں ان کے توڑنے کے مرتکب ہو کر عنداللہ مجرم ٹھہرو۔ حدیث ہذا میں معاصی کو اللہ کی چراگاہ بتلایا گیا ہے جو معاصی سے دور رہنے کے لئے ایک انتہائی تنبیہ ہے۔ ان سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان جو امور مشتبہات ہیں ان سے بھی پرہیز کیا جائے' ایسا نہ ہو کہ ان کے ارتکاب سے فعل حرام ہی کا ارتکاب ہو جائے' اسلئے جو مشتبہات سے بچ گیا وہ سلامت رہا۔ حرمات اللہ کی چراگاہوں سے تشبیہ زجر و توبیخ کیلئے ہے کہ جس طرح امراء و زمیندار لوگوں کی مخصوص چراگاہوں میں داخل ہو جانے والے اور اپنے جانوروں کو وہاں چگانے والوں کو انتہائی سنگین سزا دی جا سکتی ہے۔ ایسے ہی جو لوگ حدود اللہ کو توڑتے اور اللہ کی چراگاہ یعنی امور حرام میں واقع ہو جاتے ہیں۔ وہ آخرت میں سخت ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔ اور افعال مشتبہات سے پرہیز بھی اسی بنا پر ضروری ہے کہ مبادا کوئی شخص امور حرام کا مرتکب ہو کر عذاب الیم کا مستحق نہ ہو جائے۔

٣- بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لاَ يَرِيبُكَ.

٢٠٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟)). وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ.

[راجع: ٨٨]

باب ملتی جلتی چیزیں یعنی شبہ والے امور کیا ہیں؟

اور حسان بن ابی سنان نے کہا کہ "ورع" (پرہیز گاری) سے زیادہ آسان کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی' بس شبہ کی چیزوں کو چھوڑ اور وہ راستہ اختیار کر جس میں کوئی بھی شبہ نہ ہو۔

(٢٠٥٢) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین نے خبر دی' ان سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا' ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ایک سیاہ فام خاتون آئیں اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے ان دونوں (عقبہ اور ان کی بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اس امر کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔ اور مسکرا کر فرمایا' اب جب کہ ایک بات کہہ دی گئی تو تم دونوں ایک ساتھ کس طرح رہ سکتے ہو۔ ان کے نکاح میں ابواہاب تمیمی کی صاحب زادی تھیں

تشریح: ترمذی کی روایت میں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے' آپ نے منہ پھیر لیا' پھر میں آپ کے منہ کے سامنے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے۔ آپ نے فرمایا' اب تو اس عورت کو کیسے رکھ سکتا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایک عورت نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ یہ حدیث اوپر کتاب العلم میں گذر چکی ہے۔ یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس لئے

لائے کہ گو اکثر علماء کے نزدیک رضاع ایک عورت کی شہادت سے ثابت نہیں ہو سکتا مگر شبہ تو ہو جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے شبہ کی بنا پر عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ صلاح دی کہ اس عورت کو چھوڑ دے۔ معلوم ہوا کہ اگر شہادت کامل نہ ہو یا شہادت کے شرائط میں نقص ہو تو معاملہ مشتبہ رہتا ہے لیکن مشتبہ سے بچے رہنا تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک تو رضاع صرف مرضعہ کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ووجه الدلالة منه قوله كيف و قد قيل فانه يشعر بان امره بفراق امراته انما كان لاجل قول المراة انها رضعتهما فاحتمل ان يكون صحيحا فيرتكب الحرام فامره بفراقها احتياطا على قول الاكثر و قيل بل قبل شهادة المراة وحدها على ذالك یعنی ارشاد نبوی کیف قد قیل سے مقصد باب ثابت ہوتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے عقبہ رضی اللہ عنہ کو اس عورت سے جدائی کا حکم صادر فرما دیا' دودھ پلانے کی دعوے دار عورت کے اس بیان پر کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ احتمال ہے کہ اس عورت کا بیان صحیح ہو اور عقبہ حرام کا مرتکب ہو۔ اس لئے احتیاطاً جدائی کا حکم دے دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کی شہادت کو قبول فرما لیا' اور اس بارے میں اس ایک ہی شہادت کو کافی سمجھا۔ حضرت امام نے اس واقعہ سے بھی یہ ثابت فرمایا ہے کہ مشتبہ امور میں ان سے پرہیز ہی کا راستہ سلامتی اور احتیاط کا راستہ ہے۔

٢٠٥٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةَ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ. قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي، قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيْهِ. فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، ابْنُ أَخِي، كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيْهِ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ)). ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ)). ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ:

(۲۰۵۳) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (مسلمان) کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنے قبضہ میں لے لینا۔ انہوں نے کہا کہ فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے اسے لے لیا' اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور وہ اس کے متعلق مجھے وصیت کر گئے ہیں۔ لیکن عبد بن زمعہ نے اٹھ کر کہا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے' میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر دونوں یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے اس کی انہوں نے وصیت کی تھی۔ اور عبد بن زمعہ نے عرض کیا' یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا' بچہ اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو۔ اور حرام کار کے حصہ میں پتھروں کی سزا ہے۔ پھر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے جو

((احْتَجِبِي مِنْهُ))، لَمَّا رَأَى مِنْ شَبَهِ بِعُتْبَةَ، فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ)).
[أطرافه في : ٢٢١٨، ٢٤٢١، ٢٥٣٣، ٢٧٤٥، ٤٣٠٣، ٦٧٤٩، ٦٧٦٥، ٦٨١٧، ٧١٨٢].

آنحضرت ﷺ کی بیوی تھیں' فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کر' کیونکہ آپؐ نے عتبہ کی شباہت اس لڑکے میں محسوس کرلی تھی۔ اس کے بعد اس لڑکے نے سودہ رضی اللہ عنہا کو کبھی نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جاملا۔

تشریح روایت میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کی تفصیل یہ کہ عتبہ بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کا بھائی تھا۔ عتبہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ اور کفر ہی پر اس کی موت ہوئی' زمعہ نامی ایک شخص کی لونڈی سے اسی عتبہ نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ عتبہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بھائی حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا حمل مجھ سے ہے۔ لہٰذا اس کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو اس کو تم اپنی تحویل میں لے لینا' چنانچہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ ان ہی کے ہاں پرورش پاتا رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے چاہا کہ اپنے بھائی کی وصیت کے تحت اس بچہ کو اپنی پرورش میں لے لیں۔ مگر زمعہ کا بیٹا عبد بن زمعہ کہنے لگا کہ یہ میرے والد کی لونڈی کا بچہ ہے' اس لیے اس کا وارث میں ہوں۔ جب یہ مقدمہ عدالت نبوی میں پیش ہوا' تو آپؐ نے یہ قانون پیش فرمایا' کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر بچہ اسی کا گردانا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے اگرچہ وہ کسی دوسرے فرد کے زنا کا نتیجہ ہے۔ اس فرد کے حصہ میں شرعی حد سنگساری ہے۔ اس قانون کے تحت آنحضرت ﷺ نے وہ بچہ عبد بن زمعہ ہی کو دے دیا۔ مگر بچہ کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص ہی سے تھی۔ اس لئے اس شبہ کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ وہ زمعہ کی بیٹی ہونے کے ناطے بظاہر اس لڑکے کی بہن تھیں۔ مگر لڑکا مشتبہ ہو گیا۔ لہٰذا مناسب ہوا کہ وہ اس سے غیروں کی طرح پردہ کریں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم اسی اشتباہ کی وجہ سے احتیاطاً دیا گیا تھا کہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ سے تھے اور بچے میں اس کی شباہت تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد مشتبہات کی تفسیر اور ان سے بچنے کا حکم ثابت فرماتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ووجه الدلالة منه قوله صلی الله علیه وسلم احتجبی منه یا سودة مع حکمه بانه اخوها لابیها لکن لما رای الشبه البین فیه من غیر زمعة امر سودة بالاحتجاب منه احتیاطا فی قول الاکثر (فتح الباری) یعنی یہاں مشتبہات کی دلیل آنحضرت ﷺ کا وہ ارشاد مبارک ہے جو آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ بظاہر یہ تمہارا بھائی ہے اور اسلامی قانون بھی اسی کو ثابت کرتا ہے مگر شبہ یقیناً ہے کہ یہ عتبہ کا ہی لڑکا ہو۔ جیسا کہ اس میں اس سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ پس بہتر ہے کہ تم اس سے پردہ کرو۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس ارشاد نبوی پر عمل کیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

الولد للفراش کا مطلب الولد لصاحب الفراش یعنی بچہ قانوناً اسی کا تسلیم کیا جائے گا جو اس بستر کا مالک ہے جس پر بچہ پیدا ہوا ہے یعنی جو اس کا شرعی و قانونی مالک یا خاوند ہے۔ بچہ اسی کا مانا جائے گا' اگرچہ وہ کسی دوسرے کے نطفہ ہی سے کیوں نہ ہو' اگر ایسا مقدمہ ثابت ہو جائے تو پھر زانی کے لئے محض سنگساری ہے۔

٢٠٥٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ

(۲۰۵۴) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابی سفر نے خبر دی' انہیں شعبی نے' ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے "معراض" (تیر کے شکار) کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس

عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ: ((إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلاَ تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيذٌ)). قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي، فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ وَلاَ أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ. قَالَ: ((لاَ تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الآخَرِ)).

[راجع: ١٧٥]

کے دھار کی طرف سے لگے تو کھا۔ اگر چوڑائی سے لگے تو مت کھا۔ کیونکہ وہ مردار ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنا کتا (شکار کے لئے) چھوڑتا ہوں اور بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں' پھر اس کے ساتھ مجھے ایک ایسا کتا اور ملتا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ دونوں میں کون سے کتے نے شکار پکڑا آپ نے فرمایا' ایسے شکار کا گوشت نہ کھا۔ کیونکہ تو نے بسم اللہ تو اپنے کتے کے لئے پڑھی ہے دوسرے کے لئے تو نہیں پڑھی۔

تشریح چوڑائی سے لگنے کا مطلب یہ کہ تیر کی لکڑی آڑی ہو کر شکار کے جانور پر لگے۔ اور بوجھ اور صدمے سے وہ مر جائے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہاں اس حدیث کو مشتبہات کی تفسیر میں لائے کہ دوسرے کتے کی موجودگی میں شبہ ہو گیا کہ شکار کون سے کتے نے پکڑا ہے' آنحضرت ﷺ نے اسی شبہ کو رفع کرنے کے لئے ایسے شکار کے کھانے سے منع فرما دیا۔ عربوں میں شکاری کتوں کو سدھانے کا دستور تھا۔ شریعت اسلامیہ نے اجازت دی کہ ایسا سدھایا ہوا کتا اگر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو پکڑ لے اور مالک کے پہنچنے سے پہلے شکار مر جائے تو گویا ایسا شکار حلال ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس جانور پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ حرام اور مردار ہے' اہلحدیث اور اہل ظاہر کا یہی قول ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مسلمان کا ذبیحہ ہر حال میں حلال ہے گو وہ عمداً یا سہواً بسم اللہ چھوڑ دے' اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ اس جانور میں شبہ پڑ گیا کہ کس کتے نے اس کو مارا۔ اور آپ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا تو معلوم ہوا کہ شبہ کی چیزوں سے بچنا چاہئے۔ (وحیدی)

٤- بَابُ مَا يُنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

باب مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا

٢٠٥٥- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ : ((لَوْ لاَ أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لأَكَلْتُهَا)). وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي)).

[طرفه في : ٢٤٣١].

(۲۰۵۵) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے طلحہ بن مصرف نے' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک گری ہوئی کھجور پر گذرے' تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے صدقہ ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو میں اسے کھا لیتا۔ اور ہمام بن منبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میں اپنے بستر پر پڑی ہوئی ایک کھجور پاتا ہوں۔

یہ کھجور آپ کو اپنے بچھونے پر ملی تھی جیسے اس کے بعد کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ شاید آپ صدقہ کی کھجوریں بانٹ کر آئے ہوں اور کوئی ان ہی میں سے آپ کے کپڑوں میں لگ گئی ہو اور بچھونے پر گر پڑی ہو یہ شبہ آپ کو معلوم ہوا' اور آپ نے

محض اس شبہ کی بنا پر اس کے کھانے سے پرہیز کیا' معلوم ہوا کہ مشتبہ چیز کے کھانے سے پرہیز کرنا کمال تقویٰ اور ورع ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اپنے منعقدہ باب کے تحت حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث لائے ہیں۔

٥- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ

باب دل میں وسوسہ آنے سے شبہ نہ کرنا چاہیے

یعنی مشتبہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت اور حرمت یا طہارت یا نجاست کے دلائل متعارض ہوں' تو ایسی چیز سے باز رہنا تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ اور ایک وسواس ہے کہ خواہ مخواہ بے دلیل ہر چیز میں شبہ کرنا۔ جیسے ایک فرش بچھا ہوا ہے تو یہی سمجھیں گے کہ وہ پاک ہے یا ایک شخص نے کچھ خریدا' تو یہی سمجھیں گے کہ حلال طور سے اس کے پاس آیا ہو گا۔ اب خواہ مخواہ اس کے نجس ہونے کا گمان کرنا' یا اس مال کے حرام ہونے کا' یہ وسوسہ ہے' اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ اگر دلیل سے نجاست یا حرمت معلوم ہو جائے تو اس سے باز رہنا چاہیے۔

٢٠٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلاَةِ شَيْئًا أَيَقْطَعُ الصَّلاَةَ؟ قَالَ: ((لاَ، حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: لاَ وُضُوءَ إِلاَّ فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.[راجع: ٣٧]

(٢٠٥٦) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر آیا جسے نماز میں کچھ شبہ ہوا نکلنے کا ہو جاتا ہے۔ آیا اسے نماز توڑ دینی چاہیے؟ فرمایا کہ نہیں' جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بدبو نہ محسوس کر لے (اس وقت تک نماز نہ توڑے) ابن ابی حفصہ نے زہری سے بیان کیا (ایسے شخص پر) وضو واجب نہیں جب تک حدث کی بدبو نہ محسوس کرے یا آواز نہ سن لے۔

تشریح اس حدیث کے تحت علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ قال الغزالی الورع اقسام ورع الصدیقین و هو ترک مالایتناول بغیرنية القوة علی العبادة وورع المتقین وهو ترک مالا شبهة فيه ولكن يخشی ان يجرالی الحرام وورع الصالحين و هو ترک مايتطرق اليه احتمال التحريم بشرط ان يكون لذالک الاحتمال موقع فان لم يكن فهو ورع الموسوسين قال ووراء ذالک ورع الشهود و هو ترک مايسقط الشهادة ای اعم من ان يكون ذالک المتروک حراما ام لا انتهی و غرض المصنف هنا بيان ورع الموسوسين كمن يمتنع من اكل الصيد كان لانسان ثم افلت منه و كمن يترک شراء مايحتاج اليه من المجهول لايدری اما له حلال ام حرام و ليست هناک علامة تدل علی الثانی و كمن يترک تناول الشئی لخبر وردفيه متفق علی ضعفه و عدم الاحتجاج به و يكون دليل اباحته قويا و تاويله ممتنع اومستبعد (فتح الباری)

یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ورع کو چار قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ ایک ورع صدیقین کا ہے وہ یہ کہ ان تمام کاموں کو چھوڑ دینا جن کا بطور نیت عبادت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ متقین کا ورع یہ کہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جن کی حلت میں کوئی شبہ نہیں مگر خطرہ ہے کہ ان کو عمل میں لانے سے کہیں حرام تک نوبت نہ پہنچ جائے' اور صالحین کا ورع یہ کہ ایسی چیزوں سے دور رہنا جن میں حرمت کے احتمال کے لئے کوئی بھی موقعہ نکل سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ وسواسیوں کا ورع ہے اور ان کے علاوہ ایک ورع الشہود ہے جس کے

ارتکاب سے انسان شہادت میں ناقابل اعتبار ہو جائے عام ہے کہ وہ حرام ہو یا نہ ہو۔ یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض وسوسہ والوں کے ورع کا بیان ہے جیسا کہ کوئی کسی شکار کا گوشت محض اس لئے نہ کھائے کہ شاید وہ شکار کسی اور آدمی نے بھی کیا ہو اور اس سے وہ جانور بھاگ گیا ہو۔ یا جیسا کہ کسی ایسے آدمی کے ہاتھ سے خرید و فروخت چھوڑ دے جو مجہول ہو اور جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ اس کا مال حرام کا ہے یا حلال کا۔ اور کوئی ظاہری دلیل بھی نہ ہو کہ اس کی حلت ہی پر یقین کیا جا سکے۔ اور جیسا کہ کوئی شخص ایسے آدمی کی روایت ترک کر دے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہو اور جس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جا سکتی ہو' ایسے جملہ مشکوک حالات میں پرہیزگاری کا نام ورع ہے۔ مگر حد سے زیادہ گذر کر کسی مسلمان بھائی کے متعلق بلا تحقیق کوئی غلط گمان قائم کر لینا یہ بھی ورع کے سخت خلاف ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ لکھا ہے کہ کچھ لوگ نماز کے لئے اپنا لوٹا مصلیٰ اس خیال سے ساتھ رکھتے ہیں کہ ان کے خیال میں دنیا کے سارے مسلمانوں کے لوٹے اور مصلے استعمال کے لائق نہیں ہیں۔ اور ان سب میں شبہ داخل ہے۔ صرف انہی کا لوٹا اور مصلیٰ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے پرہیزگاروں کو "خود گندے" قرار دیا ہے۔ اللهم احفظنا من جميع الشبهات والافات۔ آمین

۲۰۵۷ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ قَوْمًا قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لاَ نَدْرِي أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لاَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((سَمُّوا اللهَ عَلَيْهِ وَكُلُوهُ)).

(۲۰۵۷) ہم سے احمد بن مقدام عجلی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمن طفاوی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بہت سے لوگ ہمارے یہاں گوشت لاتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ کا نام انہوں نے ذبح کے وقت لیا تھا یا نہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بسم اللہ پڑھ کے اسے کھا لیا کرو۔

[طرفاه في : ۵۵۰۷، ۷۳۹۸].

مطلب یہ کہ مسلمان سے نیک گمان رکھنا چاہئے اور جب تک دلیل سے معلوم نہ ہو کہ مسلمان نے ذبح کے وقت بسم اللہ نہیں کہی تھی یا اللہ کے سوا اور کسی کا نام لیا تھا تو اس کا لایا ہوا یا پکایا ہوا گوشت حلال ہی سمجھا جائے گا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مشرکوں کا لایا ہوا یا پکایا ہوا گوشت حلال سمجھ لو' اور فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر مشرک قصاب بھی کہے کہ اس جانور کو مسلمان نے کاٹا ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا۔ اس لئے مشرک کافر قصائی سے گوشت لینے میں بہت احتیاط اور پرہیز چاہئے۔

٦- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ [الجمعة: ۱۱]

باب اللہ تعالیٰ کا سورۂ جمعہ میں یہ فرمانا کہ "جب وہ مال تجارت آتا ہوا یا کوئی اور تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔"

۲۰۵۸ - حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا

(۲۰۵۸) ہم سے طلق بن غنام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زائدہ بن

زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلاَّ اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً، فَنَزَلَتْ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾. [راجع: ٩٣٦]

قدامہ نے بیان کیا' ان سے حصین نے' ان سے سالم بن ابی الجعد نے کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے' (یعنی خطبہ سن رہے تھے) کہ ملک شام سے کچھ اونٹ کھانے کا سامان تجارت لے کر آئے۔ (سب نمازی) لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "جب وہ مال تجارت یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔"

تشریح ہوا یہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ میں غلہ کا قحط تھا۔ لوگ بہت بھوکے اور پریشان تھے۔ شام سے جو غلہ کا قافلہ آیا تو لوگ بے اختیار ہو کر اس کو دیکھنے چل دیئے' صرف بارہ صحابہ یعنی عشرہ مبشرہ اور بلال اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم آپؐ کے پاس ٹھہرے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ معصوم نہ تھے بشر تھے۔ ان سے یہ خطا ہو گئی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عتاب فرمایا۔ شاید اس وقت تک ان کو یہ معلوم نہ ہو گا کہ خطبہ میں سے اٹھ کر جانا منع ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کو اس لئے یہاں لائے کہ بیع اور شراء' تجارت اور سوداگری گو عمدہ اور مباح چیزیں ہیں مگر جب عبادت میں ان کی وجہ سے خلل ہو تو ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ مقصد بھی ہے کہ جس تجارت سے یاد الٰہی میں فرق آئے مسلمان کے لئے وہ تجارت بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ مسلمان کی زندگی کا اصل مقصد یاد الٰہی ہے۔ اس کے علاوہ جملہ مشغولیات عارضی ہیں۔ جن کا محض بقائے حیات کے لئے انجام دینا ضروری ہے ورنہ مقصد وحید صرف یاد الٰہی ہے۔

٧- بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

باب جو روپیہ کمانے میں حلال یا حرام کی پرواہ نہ کرے

٢٠٥٩- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لاَ يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلاَلِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ)).

[طرفه في : ٢٠٨٣].

(٢٠٥٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔

٨- بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ

باب خشکی میں تجارت کرنے کا بیان

وَقَوْلِهِ: ﴿رِجَالٌ لاَ تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ﴾ [النور : ٣٧].

وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ وَيَتَّجِرُوْنَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورۂ نور میں) کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ قتادہ نے کہا کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو خرید و فروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن اگر اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آجاتا تو ان کی تجارت

حُقُوقِ اللهِ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللهِ.

اور خرید و فروخت انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں رکھ سکتی تھی' جب تک وہ اللہ کے حق کو ادا نہ کرلیں۔ (ان کو چین نہیں آتا تھا)

تشریح بعض نے باب التجارۃ فی البر کو زا کے ساتھ فی البز پڑھا ہے تو ترجمہ یہ ہو گا کہ کپڑے کی تجارت کرنا مگر باب کی حدیث میں کپڑے کی تجارت کا ذکر نہیں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے چل کر جو باب سمندر میں تجارت کرنے کا بیان کیا' اس کا جوڑ یہی ہے کہ یہاں خشکی کی تجارت مذکور ہو۔ بعض نے ضم با کے ساتھ فی البر پڑھا ہے یعنی گندم کی تجارت تو اس کا بھی باب کی حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے بہر حال فی البر یعنی خشکی میں تجارت کرنا' یہی نسخہ زیادہ صحیح ہے' مراد یہ ہے کہ مسلمان کے لئے خشکی اور تری' صحرا اور سمندر سب کارگاہ عمل ہیں۔ اسی جوش عمل نے مسلمانوں کو شرق سے تا غرب دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا۔

٢٠٦٠، ٢٠٦١- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ : كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ، فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ يَقُولُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالاَ: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ : ((إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلاَ بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ نِسَاءً فَلاَ يَصْلُحُ)).

(٢٠٦٠'٦١) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا' کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی اور ان سے ابو المنہال نے بیان کیا کہ میں سونے چاندی کی تجارت کیا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد نے بیان کیا' کہ ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی' ان دونوں حضرات نے ابو المنہال سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے سونے چاندی کی تجارت کے متعلق پوچھا' تو ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں تاجر تھے' اس لیے ہم نے آپ سے سونے چاندی کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے جواب یہ دیا تھا کہ (لین دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

[أطرافه في : ٢١٨٠، ٢٤٩٧، ٣٩٣٩].

[أطرافه في : ٢١٨١، ٢٤٩٨، ٣٩٤٠].

مثلاً ایک شخص نقد روپیہ دے اور دوسرا کہے میں اس کے بدل کا روپیہ ایک مہینے کے بعد دوں گا تو یہ درست نہیں ہے۔ بیع صرف میں سب کے نزدیک تقابض یعنی دونوں بدلوں کا نقدا نقد دیا جانا شرط ہے اور میعاد کے ساتھ درست نہیں ہوتی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ اگر جنس ایک ہی ہو مثلاً روپے کو روپے سے یا اشرفیوں کو اشرفیوں سے تو کمی یا زیادتی درست ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک کمی اور زیادتی جب جنس ایک ہو درست نہیں۔ اور ان کے مذہب پر کلدار اور حالی سکہ کا بدلنا مشکل ہو جاتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ کچھ پیسے شریک کر دے' تاکہ کمی اور زیادہ سب کے نزدیک جائز ہو جائے۔ (وحیدی) اس حدیث کے عموم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے

یہ نکلا کہ خشکی میں تجارت کرنا درست ہے۔

٩- بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فَانْتَشِرُوا فِي الأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ﴾ [الجمعة : ١٠].

باب تجارت کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور (سورۂ جمعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

٢٠٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عن عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ أَبَا مُوسَى الأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ- وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولاً - فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى. فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ؟ ائْذَنُوا لَهُ. قِيْلَ: قَدْ رَجَعَ. فَدَعَاهُ: فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَلِكَ. فَقَالَ: تَأْتِيْنِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ. فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسِ الأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ، فَقَالُوا: لاَ يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا إِلاَّ أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ. فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ: خَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ. يَعْنِي الْخُرُوجَ إِلَى التِّجَارَةِ. [طرفاه في: ٦٢٤٥، ٧٣٥٣].

(٢٠٦٢) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی۔ انہیں عبید بن عمیر نے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہیں ملی۔ غالباً آپ اس وقت کام میں مشغول تھے۔ اس لئے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں نے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) کی آواز سنی تھی۔ انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ کہا گیا وہ تو لوٹ کر چلے گئے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلالیا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اسی کا حکم (آنحضرت ﷺ سے) تھا (کہ تین مرتبہ اجازت چاہنے پر اگر اندر جانے کی اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہئے) اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس حدیث پر کوئی گواہ لاؤ۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ انصار کی مجلس میں گئے۔ اور ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا (کہ کیا کسی نے اسے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے) ان لوگوں نے کہا کہ اس کی گواہی تو تمہارے ساتھ وہ دے گا جو ہم سب میں بہت ہی کم عمر ہے۔ وہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا۔ افسوس کہ مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔ آپ کی مراد تجارت سے تھی۔

تشریح روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بازار میں تجارت کرنا مذکور ہے اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ حدیث سے اور بھی بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔ مثلاً کوئی کسی کے گھر ملاقات کو جائے تو دروازے پر جا کر تین دفعہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کرے، اگر جواب نہ ملے تو واپس لوٹ جائے۔ کسی حدیث کی تصدیق کے لئے گواہ طلب کرنا بھی ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ صحیح بات میں کم سن بچوں کی گواہی بھی مانی جا سکتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول چوک بڑے بڑے لوگوں سے بھی ممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔

١٠- بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

باب سمندر میں تجارت کرنے کا بیان۔

وَقَالَ مَطَرٌ: لاَ بَأْسَ بِهِ، وَمَا ذَكَرَهُ اللهُ فِي الْقُرْآنِ إِلاَّ بِحَقٍّ ثُمَّ تَلاَ: ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ. وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ [النحل: ١٤] وَالْفُلْكُ السُّفُنُ، الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: تَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيحَ، وَلاَ تَمْخَرُ الرِّيحَ مِنَ السُّفُنِ إِلاَّ الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

اور مطروراق نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں جو اس کا ذکر ہے وہ بہر حال حق ہے۔ اس کے بعد انہوں نے (سورہ نحل کی یہ) آیت پڑھی "اور تم دیکھتے ہو کشتیوں کو کہ اس میں چلتی ہیں پانی کو چیرتی ہوئی تا کہ تم تلاش کرو اس کے فضل سے۔ اس آیت میں لفظ فلک کشتی کے معنے میں ہے' واحد اور جمع دونوں کے لئے یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے (اس آیت کی تفسیر میں) کہا کہ کشتیاں ہوا کو چیرتی چلتی ہیں۔ اور ہوا کو وہی کشتیاں (دیکھنے میں صاف طور پر) چیرتی چلتی ہیں جو بڑی ہوتی ہیں۔

٢٠٦٣- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ. [راجع: ١٤٩٨]

(٢٠٦٣) لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا۔ جس نے سمندر کا سفر کیا تھا اور اپنی ضرورت پوری کی تھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو کتاب الکفالۃ میں آئے گی)

١١- بَابُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ [الجمعة: ١١]

باب (سورۂ جمعہ میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب سوداگری یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔"

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿رِجَالٌ لاَ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ﴾ [النور: ٣٧]. وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُونَ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ اللهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللهِ.

اور سورۂ نور میں اللہ جل ذکرہ کا یہ فرمانا کہ "وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی' قتادہ نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن جوں ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی فرض سامنے آتا تو ان کی تجارت اور سوداگری اللہ کے ذکر سے انہیں غافل نہیں کر سکتی تھی تا آنکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرض کو ادا نہ کرلیں۔

تشریح ابھی چند صفحات پیشتر اسی آیت شریفہ کے ساتھ یہ باب گذر چکا ہے۔ اور یہاں دوبارہ پھر یہ درج ہوا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے بعض ناقلین بخاری کی قلم کا سہو قرار دیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کا اصل نسخہ وہ تھا جو حضرت امام کے شاگرد فربری کے پاس تھا۔ اس میں حواشی میں کچھ الحاقات تھے۔ بعض نقالین نے ان الحاقات میں سے کچھ عبارتوں کو اپنے خیال کی بنا پر متن میں درج کر دیا۔ اسی وجہ سے یہ باب بھی مکرر آگیا ہے۔

٢٠٦٤- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي

(٢٠٦٤) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے محمد بن

مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلَتْ عِيْرٌ وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلاَّ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلاً فَنَزَلَتْ هذهِ الآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾. [راجع: ٩٣٦]

فضیل نے بیان کیا' ان سے حصین نے بیان کیا' ان سے سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (تجارتی) اونٹوں (کا قافلہ) آیا۔ ہم اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ جمعہ (کے خطبہ) میں شریک تھے۔ بارہ صحابہ کے سوا باقی تمام حضرات ادھر چلے گئے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ "جب سوداگری یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔"

١٢- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : ﴿أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو (البقرۃ:٢٦٧)

٢٠٦٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لاَ يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا)).

(٢٠٦٥) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے ابووائل نے' ان سے مسروق نے' اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' جب عورت اپنے گھر کا کھانا (غلہ وغیرہ) بشرطیکہ گھر بگاڑنے کی نیت نہ ہو خرچ کرے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کرتا۔

٢٠٦٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ)).

[أطرافه في : ٥١٩٢، ٥١٩٥، ٥٣٦٠].

(٢٠٦٦) مجھ سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' ان سے معمر نے بیان کیا' ان سے ہمام نے بیان کیا' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' اگر عورت اپنے شوہر کی کمائی اس کی اجازت کے بغیر بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتی ہے تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسی معمولی خیرات کرے کہ جس کو خاوند دیکھ بھی لے تو ناپسند نہ کرے' جیسے کھانے میں سے کچھ کھانا فقیر کو دے یا پھٹا پرانا کپڑا اللہ کی راہ میں دے ڈالے' اور عورت قرائن سے سمجھے کہ خاوند کی طرف سے ایسی خیرات کے لئے اجازت ہے۔ گو اس نے صریح اجازت نہ دی ہو' بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ عورت اس مال میں سے خرچ کرے جو خاوند نے اس کے لئے مقرر کر دیا

ہو۔ بعض نسخوں میں یوں ہے کہ خاوند کو عورت کا آدھا ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا ان دونوں توجیہوں میں سے کوئی توجیہ ضرور کرنا چاہئے ورنہ عورت اگر خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کر ڈالے تو ثواب کجا گناہ لازم ہو گا۔

١٣- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ

باب جو روزی میں کشادگی چاہتا ہو وہ کیا کرے؟

٢٠٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَسَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)).

[طرفه في : ٥٩٨٦].

(٢٠٦٧) ہم سے محمد بن یعقوب کرمانی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حسان بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے یونس نے بیان کیا' ان سے محمد بن مسلم نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو یا عمر کی درازی چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے رشتہ دار اس کا حسن سلوک دیکھ کر دل سے اس کی عمر کی درازی' مال کی فراخی کی دعائیں کریں گے۔ اور اللہ پاک ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس کی روزی میں اور عمر میں برکت کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ پاک ہر چیز کے گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔

١٤- بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ

باب نبی کریم ﷺ کا ادھار خریدنا

٢٠٦٨- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.

[أطرافه في: ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٩١٦، ٤٤٦٧].

(٢٠٦٨) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی کی مجلس میں ہم نے ادھار لین دین میں (سامان) گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کر کے ادھار خریدا۔ اور اپنی لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

٢٠٦٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ ح.
وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ

(٢٠٦٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے بیان کیا' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے

قَالَ حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ أَبُو الْيَسَعَ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ : عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لأَهْلِهِ. وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ بُرٍّ وَلاَ صَاعُ حَبٍّ، وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ)). [طرفه في : ٢٥٠٨].

اسباط ابوالیسع بصری نے 'کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے 'انہوں نے قتادہ سے' انہوں نے انس بن٘ٹھ سے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی اور بدبودار چربی (سالن کے طور پر) لے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس وقت اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی تھی۔ اور اس سے اپنے گھروالوں کے لئے جو قرض لیا تھا۔ میں نے خود آپ کو یہ فرماتے سنا کہ محمد ﷺ کے گھرانے میں کوئی شام ایسی نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کوئی غلہ موجود رہا ہو۔ حالانکہ آپ کی گھروالیوں کی تعداد نو تھی۔

تشریح اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کی اقتصادی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ خدانخواستہ آپ دنیا دار ہوتے تو یہ نوبت نہ آتی کہ ایک یہودی کے یہاں اپنی زرہ گروی رکھ کر راشن حاصل کریں۔ اور راشن بھی جو کی شکل میں' جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے آنے والے لوگوں کے لئے ایک عمدہ ترین نمونہ پیش فرما دیا کہ وہ دنیاوی عیش و آرام اور ناز نخروں کے وقت اسوۂ محمدی کو یاد کر لیا کریں۔ مقصد باب یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں کبھی ادھار بھی کوئی چیز خریدنی پڑتی ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس سے غیر مسلموں کے ساتھ لین دین کا تعلق بھی ثابت ہوا۔

١٥- بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ

باب انسان کا کمانا اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنا۔

اس باب کے تحت حافظ ابن حجر رطٹیہ فرماتے ہیں و قد اختلف العلماء فی افضل المکاسب قال الماوردی اصول المکاسب الزراعة والتجارة والصنعة والاشبه بمذهب الشافعی ان اطیبها التجارة قال والارجح عندی ان اطیبها الزراعة لانها اقرب الی التوکل و تعقبه النووی بحدیث المقدام الذی فی هذا الباب و ان الصواب ان اطیب الکسب ما کان بعمل الید قال فان کان زراعًا فهوا طیب المکاسب لما یشتمل علیه من کونه عمل الید و لمافیه من التوکل و لما فیه من النفع العام للادمی وللدواب و لانه لابدفیه فی العادة ان یوکل منه بغیر عوض (فتح)

یعنی علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ افضل کسب کونسا ہے۔ ماوردی نے کہا کہ کسب کے تین اصولی طریقے ہیں۔ زراعت' تجارت اور صنعت و حرفت۔ اور امام شافعی کے قول میں افضل کسب تجارت ہے۔ مگر ماوردی کہتے ہیں کہ میں زراعت کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ توکل سے قریب ہے۔ اور نووی نے اس پر تعاقب کیا ہے اور درست بات یہ ہے کہ بہترین پاکیزہ کسب وہ ہے جس میں اپنے ہاتھ کو دخل زیادہ ہو۔ اگر زراعت کو افضل کسب مانا جائے تو بجا ہے کیونکہ اس میں انسان زیادہ تر اپنے ہاتھ سے محنت کرتا ہے اس میں توکل بھی ہے اور انسانوں اور حیوانوں کے لئے عام نفع بھی ہے۔ اس میں بغیر کسی معاوضہ کے حاصل ہوئے غلہ سے کھلایا جاتا ہے۔ اس لئے زراعت بہترین کسب ہے۔ بشرطیکہ کامیاب زراعت ہو ورنہ عام طور پر زراعت پیشہ لوگ مقروض' تنگ دست' پریشان حال ملتے ہیں۔ اس لئے کہ نہ تو ان کے پاس زراعت کے قابل کافی زمین ہوتی ہے نہ دیگر وسائل بفراخی مہیا ہوتے ہیں' نتیجہ یہ کہ ان کا افلاس دن بدن بڑھتا ہی چلا جاتا ہے' ایسی حالت میں زراعت کو بہترین کسب نہیں کہا جا سکتا۔ ان حالات میں مزدوری بھی بہتر ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جن میں سے پہلی تجارت سے متعلق ہے دوسری زراعت سے اور تیسری صنعت سے متعلق ہے۔ پہلی حدیث میں حضرت سید نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے پیشہ تجارت کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ﴿ لما مرض ابو بکر مرضه الذی مات فيه قال انظروا مازاد فی مالی منذ دخلت الامارة فابعثوا به الی الخليفة بعدی الخ ﴾ یعنی جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو آپ نے اپنے گھر والوں کو وصیت فرمائی کہ میرے مال کی پڑتال کرنا اور خلیفہ بننے کے بعد جو کچھ بھی میرے مال میں زیادتی نظر آئے اسے بیت المال میں داخل کرنے کے لیے خلیفۃ المسلمین کے پاس بھیج دینا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد جائزہ لیا گیا تو ایک غلام زائد پایا گیا جو بال بچوں کو کھلایا کرتا تھا اور ایک اونٹ جس سے مرحوم کے باغ کو پانی دیا جاتا تھا۔ ہر دو کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ جن کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رحمه الله علی ابی بکر لقد اتعب من بعده یعنی اللہ پاک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

٢٠٧٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ)).

(٢٠٧٠) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' ان سے یونس نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو فرمایا' میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گذران کے لئے کافی رہا ہے۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں' اس لئے آل ابو بکر اب بیت المال میں سے کھائے گی' اور ابو بکر مسلمانوں کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

یعنی اب خلافت کے کام میں مصروف رہوں گا تو مجھ کو اپنا ذاتی پیشہ اور بازاروں میں پھرنے کا موقعہ نہ ملے گا اس لئے میں بیت المال سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا خرچہ کیا کروں گا اور یہ خرچہ بھی میں اس طرح سے نکال دوں گا کہ بیت المال کے روپے پیسے میں تجارت اور سوداگری کر کے اس کو ترقی دوں گا اور مسلمانوں کا فائدہ کراؤں گا۔

٢٠٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيْلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ)). رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. [راجع: ٩٠٣]

(٢٠٧١) مجھ سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا' ان سے عروہ نے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت و مشقت کی وجہ سے) ان کے جسم سے (پسینے کی) بو آجاتی تھی۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔ اس کی روایت ہمام نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔

٢٠٧٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)).

(٢٠٧٢) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی' انہیں ثور نے خبر دی' انہیں خالد بن معدان نے اور انہیں مقدام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی' جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔

٢٠٧٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: ((أَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ كَانَ لاَ يَأْكُلُ إِلاَّ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)).

(٢٠٧٣) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی' انہیں ہمام بن منبہ نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' اور ان سے نبی کریم ﷺ نے کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔

[طرفاه في : ٣٤١٧، ٤٧١٣].

حضرت آدم علیہ السلام کھیتی کا کام اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہار کا کام اور حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے اور حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیا کرتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور ہمارے حضرت محمد ﷺ تجارت پیشہ تھے' لہٰذا کسی بھی حلال اور جائز پیشہ کو حقیر جاننا اسلامی شریعت میں سخت ناروا ہے۔

٢٠٧٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ)).

(٢٠٧٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابی عبید نے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے' اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے دے یا نہ دے۔

[راجع: ١٤٧٠]

٢٠٧٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ

(٢٠٧٥) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے

عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ)). [راجع: ١٤٧١]

فرمایا' اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔

یعنی سوال سے بچنا اور خود محنت مزدوری کر کے گذران کرنا۔ ایک سچے مسلمان کی زندگی یہی ہونی ضروری ہے۔

١٦- بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

باب خرید و فروخت کے وقت نرمی' وسعت اور فیاضی کرنا اور کسی سے اپنا حق پاکیزگی سے مانگنا

٢٠٧٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((رَحِمَ اللهُ رَجُلاً سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى)).

(٢٠٧٦) ہم سے علی بن عیاش نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو غسان محمد بن مطرف نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے محمد بن منکدر نے بیان کیا' اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔

١٧- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا

باب جو شخص مالدار کو مہلت دے

٢٠٧٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَلَقَّتِ الْمَلاَئِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالُوا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ. قَالَ : فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ)). وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ: ((كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ)). وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ:

(٢٠٧٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے منصور نے' ان سے ربعی بن حراش نے بیان کیا' اور ان سے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم سے پہلے گذشتہ امتوں کے کسی شخص کی روح کے پاس (موت کے وقت) فرشتے آئے اور پوچھا کہ تو نے کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں؟ روح نے جواب دیا کہ میں اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں کو (جو ان کے مقروض ہوں) مہلت دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں۔ اور محتاجوں کو معاف کر دیا کریں۔ راوی نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگذر کیا اور سختی نہیں کی۔ اور ابو مالک ربعی سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے۔ "میں کھاتے کماتے کے ساتھ (اپنا حق لیتے وقت) نرم معاملہ کرتا تھا اور تنگ حال مقروض کو مہلت دے دیتا تھا۔ اس کی

((أَنْظِرُ الْمُوسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ)). وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيٍّ: ((فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ)).

[طرفاه في : ٢٣٩١، ٣٤٥١].

متابعت شعبہ نے کی ہے۔ ان سے عبدالملک نے اور ان سے ربعی نے بیان کیا' ابو عوانہ نے کہا کہ ان سے عبدالملک نے ربعی سے بیان کیا کہ (اس روح نے یہ الفاظ کہے تھے) میں کھاتے کماتے کو مہلت دے دیتا تھا۔ اور تنگ حال والے مقروض سے درگذر کرتا تھا۔ اور نعیم بن ابی ہند نے بیان کیا' ان سے ربعی نے (کہ روح نے یہ الفاظ کہے تھے) میں کھاتے کماتے لوگوں کے (جن پر میرا کوئی حق واجب ہوتا) عذر قبول کر لیا کرتا تھا اور تنگ حال والے سے درگذر کر دیا تھا۔

تشریح: یعنی گو قرضدار مالدار ہو مگر اس پر سختی نہ کرے' اگر وہ مہلت چاہے تو مہلت دے۔ مالدار کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جس کے پاس اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچہ موجود ہو۔ ثوری اور ابن مبارک اور امام احمد اور اسحاق نے کہا جس کے پاس پچاس درہم ہوں۔ اور امام شافعی نے کہا اس کی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے۔ کبھی جس کے پاس ایک درہم ہو مالدار کہلا سکتا ہے جب وہ اس کے خرچ سے فاضل ہو۔ اور کبھی ہزار درہم رکھ کر بھی آدمی مفلس ہوتا ہے جب کہ اس کا خرچہ زیادہ ہو اور عیال بہت ہوں اور وہ قرضدار رہتا ہو۔

١٨ - بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا

باب جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اس کا ثواب

٢٠٧٨ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ : تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُ)). [طرفه في : ٣٤٨٠].

(٢٠٧٨) ہم سے ہشام بن عمار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن ولید زبیدی نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ اس سے درگذر کر جاؤ۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے (آخرت میں) درگذر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے مرنے کے بعد) اس کو بخش دیا۔

تشریح: تنگ دست کو مہلت دینا اور اس پر سختی نہ کرنا عنداللہ محبوب ہے' مگر ایسے لوگوں کو بھی ناجائز فائدہ نہ اٹھانا چاہئے کہ مال والے کا مال تلف ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ مقروض اگر دل میں ادائیگی قرض کی نیت رکھے گا تو اللہ پاک بھی ضرور اس کا قرض ادا کرا دے گا۔

١٩ - بَابُ إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ، وَلَمْ يَكْتُمَا، وَنَصَحَا

باب جب خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں صاف صاف بیان کر دیں اور ایک دوسرے کی بہتری چاہیں

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: كَتَبَ لِي النَّبِيُّ ﷺ ((هَذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ. لاَ دَاءَ وَلاَ خِبْثَةَ وَلاَ غَائِلَةَ)). وَقَالَ قَتَادَةُ: الْغَائِلَةُ الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالإِبَاقُ.
وَقِيْلَ لإِبْرَاهِيْمَ: إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسمي: آرِيَّ خُرَاسَانَ. وسِجِسْتَانَ، فَيَقُوْلُ: جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ، وَجَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ. فَكَرِهَهُ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لاَ يَحِلُّ لاِمْرِىءٍ يَبِيْعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلاَّ أَخْبَرَهُ.

اور عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا کہ یہ وہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول ﷺ کا عداء بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی ہے مسلمان کے ہاتھ ' نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب نہ فسق و فجور ' نہ کوئی بد باطنی ہے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ غائلہ ' زنا ' چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ بعض دلال (اپنے اصطبل کے) نام "آری خراسان اور سجستان" (خراسانی اصطبل اور سجستانی اصطبل) رکھتے ہیں اور (دھوکہ دینے کے لئے) کہتے ہیں کہ فلاں جانور کل ہی خراسان سے آیا تھا۔ اور فلاں آج ہی سجستان سے آیا ہے۔ تو ابراہیم نخعی نے اس بات کو بہت زیادہ ناگواری کے ساتھ سنا۔ عقبہ بن عامر نے کہا کہ کسی شخص کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ کوئی سودا بیچے اور یہ جاننے کے باوجود کہ اس میں عیب ہے ' خریدنے والے کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔

تشریح قاضی عیاض نے کہا صحیح یوں ہے کہ عداء کے خریدنے کا بیان ہے نبی کریم ﷺ سے ' جیسے ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اسے وصل کیا ہے۔ قسطلانی نے کہا ممکن ہے یہاں اشتریٰ باع کے معنی میں آیا ہو یا معاملہ کئی بار ہوا ہو۔ غلام کے عیب کا ذکر ہے یعنی وہ کانا ' لولا ' لنگڑا ' فریبی نہیں ہے۔ نہ بھاگنے والا بدکار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بیچنے والے کا فرض ہے کہ معاملہ کی چیز کے عیب و صواب سے خریدار کو پورے طور پر آگاہ کر دے۔

٢٠٧٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)).

[أطرافه في : ٢٠٨٢، ٢١٠٨، ٢١١٠، ٢١١٤].

(٢٠٧٩) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا ' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا ' ان سے قتادہ نے ' ان سے صالح ابو خلیل نے ' ان سے عبداللہ بن حارث نے ' انہوں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ' خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت اختیار (بیع ختم کر دینے کا) ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں یا آپ نے (مالم یتفرقا کے بجائے) حتی یتفرقا فرمایا۔ (آنحضرت ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا) پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بات چھپا کر رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

تشریح: مقصد باب ظاہر ہے کہ سوداگروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کا حسن وقبح سب ظاہر کر دیں تاکہ خریدنے والے کو بعد میں شکایت کا موقع نہ مل سکے۔ اور اس بارے میں کوئی جھوٹی قسم ہرگز نہ کھائیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خریدار کو جب تک وہ دکان سے جدا نہ ہو مال واپس کرنے کا اختیار ہے ہاں دکان سے چلے جانے کے بعد یہ اختیار ختم ہے مگر یہ کہ ہر دو نے باہمی طور پر ایک مدت کے لئے اس اختیار کو طے کر لیا ہو تو یہ امر دیگر ہے۔

٢٠- بَابُ بَيْعِ الْخَلِطِ مِنَ التَّمْرِ

باب مختلف قسم کی کھجور ملا کر بیچنا کیسا ہے؟

٢٠٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ، وَهُوَ الْخِلطُ مِنَ التَّمْرِ، وَكُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلاَ دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ)).

(٢٠٨٠) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے' ان سے ابو سلمہ نے' ان سے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں (نبی کریم ﷺ کی طرف سے) مختلف قسم کی کھجوریں ایک ساتھ ملا کرتی تھیں اور ہم دو صاع کھجور ایک صاع کے بدلہ میں بیچ دیا کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو صاع ایک صاع کے بدلہ میں نہ بیچی جائے اور نہ دو درہم ایک درہم کے بدلے بیچے جائیں۔

تشریح: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ اس قسم کی مخلوط کھجوروں کی بیع جائز ہے کیونکہ ان میں جو کچھ بھی عیب ہے وہ ظاہر ہے اور جو عمدگی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ کوئی دھوکہ بازی نہیں ہے' لہٰذا ایسی مخلوط کھجوریں بیچی جا سکتی ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے جو ہدایت فرمائی وہ حدیث سے ظاہر ہے۔

٢١- بَابُ مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ

باب گوشت بیچنے والے اور قصاب کا بیان

٢٠٨١- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلاَمٍ لَهُ قَصَّابٍ : اجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً فَإِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ ﷺ، خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ

(٢٠٨١) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے شقیق نے بیان کیا اور ان سے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ انصار میں سے ایک صحابی جن کی کنیت ابو شعیب رضی اللہ عنہ تھی' تشریف لائے اور اپنے غلام سے جو قصاب تھا' فرمایا کہ میرے لئے اتنا کھانا تیار کر جو پانچ آدمی کے لئے کافی ہو۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی اور آپ کے ساتھ اور چار آدمیوں کی دعوت کا ارادہ کیا۔ کیونکہ میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر بھوک کا اثر نمایاں دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بلایا۔ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی آ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ ایک اور صاحب زائد آ گئے ہیں۔ اگر

أَنْ يَرجِعَ رَجَعَ)). فَقَالَ : لاَ، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

[أطرافه في: ٢٤٥٦، ٥٤٣٤، ٥٤٦١].

آپ چاہیں تو انہیں بھی اجازت دے سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو واپس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں' بلکہ میں انہیں بھی اجازت دیتا ہوں۔

تشریح یعنی وہ طفیلی بن کر چلا آیا' اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے صاحب خانہ سے اجازت لی تاکہ اس کا دل خوش ہو۔ اور ابو طلحہ کی دعوت میں آپ نے یہ اجازت نہ لی۔ کیونکہ ابو طلحہ نے دعوتیوں کی تعداد مقرر نہیں کی تھی اور اس شخص نے پانچ کی تعداد مقرر کر دی تھی۔ اس لئے آپ نے اجازت کی ضرورت سمجھی۔ حدیث میں قصاب کا ذکر ہے اور گوشت بیچنے والوں کا اسی سے اس پیشہ کا جواز ثابت ہوا۔

٢٢- بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

باب بیچنے میں جھوٹ بولنے اور (عیب کو) چھپانے سے (برکت) ختم ہو جاتی ہے

٢٠٨٢- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)).

[راجع: ٢٠٧٩]

(۲۰۸۲) ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے قتادہ نے' کہا کہ میں نے ابو خلیل سے سنا' وہ عبداللہ بن حارث سے نقل کرتے تھے اور وہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں (کہ بیع فسخ کر دیں یا رکھیں) یا آپ نے (مالم یتفرقا کے بجائے) حتی یتفرقا فرمایا۔ پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات کھول کھول کر بیان کی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہو گی۔ اور اگر انہوں نے کچھ چھپائے رکھا یا جھوٹ بولا تو انکے خرید و فروخت کی برکت ختم کر دی جائے گی۔

٢٣- بَابُ قَولِ اللهِ تَعَالَى :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ الآية [آل عمران : ١٣٠]

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

"اے ایمان والو! سود در سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاسکو۔"

تشریح پہلے یہی آیت اتری' جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ جب وعدہ آن پہنچتا تو قرض دار سے کہتے' تو ادا کرتا ہے یا سود دینا پسند کرتا ہے۔ اگر وہ نہ دیتا تو سود لگا دیتے اور اصل میں شریک کر لیتے۔ اس طرح سود کی رقم جمع ہو کر دوگنی تگنی ہو جاتی۔ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا۔ اور منع کیا' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصل سے کم یا ہلکا سود کھانا درست ہے۔ ہماری شریعت میں سود ہلکا ہو یا بھاری مطلقاً حرام اور ناجائز ہے۔

٢٠٨٣- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي

(۲۰۸۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن

ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لاَ يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنَ حَلاَلٍ أَمْ حَرَامٍ)).

[راجع: ۲۰۵۹]

ابی ذئب نے بیان کیا' ان سے سعید مقبری نے بیان کیا' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ مال اس نے کہاں سے لیا' حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔

بلکہ ہر طرح سے پیسہ جوڑنے کی نیت ہو گی' کہیں سے بھی مل جائے اور کسی طرح سے خواہ شرعاً وہ جائز ہو یا ناجائز۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو سود نہ کھائے گا اس پر بھی سود کا غبار پڑ جائے گا۔ یعنی وہ سودی معاملات میں وکیل یا حاکم یا گواہ کی حیثیت سے شریک ہو کر رہے گا۔ آج کے نظامہائے باطل کے نفاذ سے یہ بلائیں جس قدر عام ہو رہی ہیں مزید تفصیل کی محتاج نہیں ہیں۔

۲۴- بَابُ آكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى :

باب سود کھانے والا اور اس پر گواہ ہونے والا اور سودی معاملات کا لکھنے والا' ان سب کی سزا کا بیان۔

﴿الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لاَ يَقُوْمُوْنَ إِلاَّ كَمَا يَقُوْمُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا: إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ، فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾ [البقرة: ۲۷۵]

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "جو لوگ سود کھاتے ہیں' وہ قیامت میں بالکل اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ حالت ان کی اس وجہ سے ہو گی کہ انہوں نے کہا تھا کہ خرید و فروخت بھی سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کو اس کے رب کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو وہ جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن اگر وہ پھر بھی سود لیتا رہا تو یہی لوگ جہنمی ہیں' یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

کسی پر آسیب ہو یا شیطان تو وہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اگر مشکل سے کھڑا بھی ہوتا ہے تو کپکپا کر گر پڑتا ہے۔ یہی حال حشر میں سود خواروں کا ہو گا کہ وہ مخبوط الحواس ہو کر حشر میں عند اللہ حاضر کئے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سود کو تجارت پر قیاس کر کے اس کو حلال قرار دیا' حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور سودی معاملات کو حرام' مگر انہوں نے قانون الٰہی کا مقابلہ کیا' گویا چوری کی اور سینہ زوری کی' لہٰذا ان کی سزا یہی ہونی چاہئے کہ وہ میدان محشر میں اس قدر ذلیل ہو کر اٹھیں کہ دیکھنے والے سب ہی ان کو ذلت اور خواری کی تصویر دیکھیں۔

۲۰۸٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ

(۲۰۸۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے ابو الضحیٰ نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ)).

[راجع: ٤٥٩]

کہ جب (سورۂ) بقرہ کی آخری آیتیں ﴿ الذین یاکلون الربوا ﴾ الخ نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ان پر شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

٢٠٨٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ، فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلَى وَسَطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ. فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهْرِ: آكِلُ الرِّبَا)).

[راجع: ٨٤٥]

(۲۰۸۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے' کہا کہ ہم سے ابو رجاء بصری نے بیان کیا' ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' رات (خواب میں) میں نے دو آدمی دیکھے' وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس میں لے گئے۔ پھر ہم سب وہاں سے چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے' وہاں (نہر کے کنارے) ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اور نہر کے بیچ میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نہر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ بیچ نہر والا آدمی آتا اور جونہی وہ چاہتا کہ باہر نکل جائے فوراً ہی باہر والا شخص اسکے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا' جہاں وہ پہلے تھا۔ اسی طرح جب بھی وہ نکلنا چاہتا کنارے پر کھڑا ہوا شخص اسکے منہ پر پتھر کھینچ مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ جاتا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا' کہ یہ کیا ہے' تو انہوں نے اسکا جواب یہ دیا کہ نہر میں تم نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھانے والا انسان ہے۔

تشریح یہ طویل حدیث پارہ نمبر۵ میں بھی گذر چکی ہے۔ اس میں سود خور کا عذاب دکھلایا گیا ہے کہ دنیا میں اس نے لوگوں کا خون چوس چوس کر دولت جمع کر لی' اسی خون کی وہ نہر ہے جس میں وہ غوطہ کھلایا جا رہا ہے۔ بعض روایات میں وسط النہر کی جگہ شط النہر کا لفظ ہے۔

٢٥- بَابُ مُوْكِلِ الرِّبَا

باب سود کھلانے والے کا گناہ

لِقَوْلِهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ إِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُوْنَ وَ لاَ تُظْلَمُوْنَ وَ إِنْ كَانَ ذُوْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے' اور چھوڑ دو وصولی ان رقموں کی جو باقی رہ گئی ہیں لوگوں پر سود سے' اگر تم ایمان والے ہو' اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر تم کو اعلان جنگ ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے' اور اگر تم سود لینے سے توبہ کرتے ہو تو صرف اپنی اصل رقم لے لو' نہ تم کسی پر زیادتی کرو اور

عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَإِنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ٢٧٨-٢٨١].

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.

نہ تم پر کوئی زیادتی ہو' اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے مہلت دے دو ادائیگی کی طاقت ہونے تک۔ اور اگر تم اس سے اصل رقم بھی چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔

٢٠٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوْكِلِهِ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ)).

[أطرافه في : ٢٢٣٨، ٥٣٤٧، ٥٩٦٢].

(٢٠٨٦) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو ایک پچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ میں نے یہ دیکھ کر ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت لینے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے' آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی کو (گودنا لگوانے سے) سود لینے والے اور سود دینے کو (سود لینے یا دینے سے) منع فرمایا۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی۔

تشریح اکثر علماء کے نزدیک کتے کی بیع درست نہیں ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کتے کا بیچنا اور اور اس کی قیمت کھانا جائز رکھا ہے۔ اور اگر کوئی کسی کا کتا مار ڈالے تو اس پر تاوان لازم کیا گیا ہے' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حدیث ہذا کی رو سے کتے کی بیع مطلقاً ناجائز قرار دی ہے۔ پچھنا لگانے کی اجرت کے بارے میں ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو مزدوری دی' اگر حرام ہوتی تو آپ کبھی نہ دیتے۔ گدوانا' گودنا حرام ہے اور جانداروں کی مورت بنانا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ یہاں ایسے سب پیشہ والوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

٢٦- بَابُ ﴿يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ : وَاللهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيْمٍ﴾ [البقرة : ٧٦]

باب (سورۂ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو دوچند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہر منکر گنہگار کو

٢٠٨٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ،

(٢٠٨٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خود نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ (سامان بیچتے وقت دکاندار کے) قسم

يَقُولُ: ((الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ)).

کھانے سے سامان تو جلدی بک جاتا ہے لیکن وہ قسم برکت کو مٹا دینے والی ہوتی ہے۔

گو چند روز تک ایسی جھوٹی قسمیں کھانے سے مال تو کچھ نکل جاتا ہے لیکن آخر میں اس کا جھوٹ اور فریب کھل جاتا ہے۔ اور برکت اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ لوگ اسے جھوٹا جان کر اس کی دکان پر آنا چھوڑ دیتے ہیں۔ صدق رسول اللہ ﷺ۔

٢٧- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ

باب خرید و فروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

٢٠٨٨- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ لِيُوقِعَ فِيْهَا رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيْلاً﴾ [آل عمران : ٧٧].

[طرفاه في: ٢٦٧٥، ٤٥٥١].

(٢٠٨٨) ہم سے عمرو بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عوام بن حوشب نے خبر دی' انہیں ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ بازار میں ایک شخص نے ایک سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی۔ اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری "جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدلہ میں بیچتے ہیں۔"

آخرت میں ان کے لئے کچھ حصہ نہیں ہے اور نہ ان سے اللہ کلام کرے گا اور نہ ان پر نظر رحمت ہو گی۔ اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا بدترین گناہ ہے۔ علمائے کرام نے کسی سچے معاملہ میں بھی بطور تنزیہ اللہ کے نام کی قسم کھانا پسند نہیں کیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا' اپنی ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور جھوٹی قسموں سے اپنا مال فروخت کرنے والا اور احسان جتلانے والا یہ وہ مجرم ہیں جن پر حشر میں اللہ کی نظر رحمت نہیں ہو گی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ تجارت میں ہر وقت سچائی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ جھوٹ بولنے والا تاجر عند اللہ سخت مجرم قرار پاتا ہے۔

٢٨- بَابُ مَا قِيْلَ فِي الصَّوَّاغِ

باب سناروں کا بیان

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ يُخْتَلَى خَلاَهَا)) وَقَالَ الْعَبَّاسُ: ((إِلاَّ الإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ. فَقَالَ : إِلاَّ الإِذْخِرَ)).

اور طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر حرم کی حرمت بیان کرتے ہوئے) فرمایا تھا کہ حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر (ایک خاص قسم کی گھاس) کی اجازت دے دیجئے' کیونکہ یہ یہاں کے

سناروں' لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا' اچھا اذخر کاٹ لیا کرو۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ سناری کا پیشہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی تھا۔ اور آپؐ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ تو یہ پیشہ جائز ہوا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جسے امام احمد نے نکالا ہے جس میں مذکور ہے کہ سب سے زیادہ جھوٹے سنار اور رنگریز ہوا کرتے ہیں۔ اس کی سند میں اضطراب ہے۔

٢٠٨٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ بْنَ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: ((كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَاعَدْتُ رَجُلاً صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ وَأَسْتَعِيْنَ بِهِ فِي وَلِيْمَةِ عُرْسِي)).

[أطرافه في : ٢٣٧٥، ٣٠٩١، ٤٠٠٣، ٥٧٩٣].

(٢٠٨٩) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ ہمیں زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غنیمت کے مال میں سے میرے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اونٹ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "خمس" میں سے دیا تھا۔ پھر جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اذخر گھاس (جمع کر کے) لائیں' کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت کو لگاؤں۔

تشریح اس حدیث میں بھی سناروں کا ذکر ہے۔ جس سے عہد رسالت میں اس پیشہ کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رزق حلال تلاش کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہونی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر جنگل سے اذخر گھاس جمع کر کے فروخت کی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولیمہ دولہا کی طرف سے ہوتا ہے۔

بنی قینقاع مدینہ میں یہودیوں کے ایک خاندان کا نام تھا۔ علی بن حسین امام زین العابدین کا نام ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ اکابر سادات میں سے تھے۔ تابعین میں جلیل القدر اور شہرت یافتہ تھے۔ امام زہری نے فرمایا کہ قریش میں کسی کو میں نے ان سے بہتر نہیں پایا۔ ۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ائمہ اثنا عشر کی روایتیں نہیں لی ہیں۔ ان معترضین کے جواب کے لئے امام زین العابدین کی یہ روایت موجود ہے جو ائمہ اثنا عشر میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔

٢٠٩٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لأَحَدٍ قَبْلِي، وَلاَ لأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً، مِنْ نَهَارٍ لاَ يُخْتَلَى خَلاَهَا وَلاَ يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلاَ يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلاَّ لِمُعَرِّفٍ)). وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ: إِلاَّ الإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوتِنَا. فَقَالَ: ((إِلاَّ الإِذْخِرِ)) فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ: ((لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا)). [راجع: ١٣٤٩]

(۲۰۹۰) ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے خالد نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا ہے۔ یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ میرے لئے بھی ایک دن چند لمحات کے لئے حلال ہوا تھا۔ سو اب اس کی نہ گھاس کاٹی جائے' نہ اس کے درخت کاٹے جائیں' نہ اس کے شکار بھگائے جائیں' اور نہ اس میں کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ صرف معرف (یعنی گمشدہ چیز کو اصل مالک تک اعلان کے ذریعے پہنچانے والے) کو اس کی اجازت ہے۔ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر کے لئے اجازت دے دیجئے' کہ یہ ہمارے سناروں اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے کام میں آتی ہے۔ تو آپ نے اذخر کی اجازت دے دی۔ عکرمہ نے کہا' یہ بھی معلوم ہے کہ حرم کے شکار کو بھگانے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (کسی درخت کے سائے تلے اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تو) تم سائے سے اسے ہٹا کر خود وہاں بیٹھ جاؤ۔ عبدالوہاب نے خالد سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے کہ (اذخر) ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے کام میں آتی ہے۔

یعنی بجائے چھتوں کے عبدالوہاب کی روایت میں قبروں کا ذکر ہے۔ عرب لوگ اذخر کو قبروں میں بھی ڈالتے اور چھت بھی اس سے پاٹتے۔ وہ ایک خوشبو دار گھاس ہوتی ہے۔ عبدالوہاب کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں نکالا ہے۔ روایت میں سناروں کا ذکر ہے اسی سے اس پیشہ کا درست ہونا ثابت ہوا۔ سنار جو سونا چاندی وغیرہ سے عورتوں کے زیور بنانے کا دھندا کرتے ہیں۔

٢٩- بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ

باب کاریگروں اور لوہاروں کا بیان

٢٠٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: ((كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ. قَالَ: لاَ

(۲۰۹۱) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے سلیمان نے' ان سے ابوالضحیٰ نے' ان سے مسروق نے اور ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ عاص بن وائل (کافر) پر میرا کچھ قرض تھا۔ میں ایک دن اس پر تقاضا کرنے گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض نہیں دوں گا۔

أُعْطِيَكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَقُلْتُ: لاَ أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأُوتَى مَالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ. فَنَزَلَتْ: ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا، أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾.

[أطرافه في : ٢٢٧٥، ٢٤٢٥، ٤٧٣٢، ٤٧٣٣، ٤٧٣٤، ٤٧٣٥].

میں نے جواب دیا کہ میں آپ کا انکار اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تیری جان نہ لے لے' پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے' اس نے کہا کہ پھر مجھے بھی مہلت دے کہ میں مرجاؤں' پھر دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد ملے اس وقت میں بھی تمہارا قرض ادا کردوں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کو نہ مانا اور کہا کہ (آخرت میں) مجھے مال اور دولت دی جائے گی' کیا اسے غیب کی خبر ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔"

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں' ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ان کو زمانہ جاہلیت میں ظالموں نے قید کر لیا تھا۔ ایک خزاعیہ عورت نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہ اسلام لا چکے تھے۔ کفار نے ان کو سخت تکالیف میں مبتلا کیا۔ مگر انہوں نے صبر کیا۔ کوفہ میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ اور ۷۳ سال کی عمر میں ۳۷ھ میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے لوہار کا کام کرنا ثابت فرمایا' قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی لوہے کے بہترین ہتھیار بنایا کرتے تھے۔

٣٠- بَابُ ذِكْرِ الْخَيَّاطِ

باب درزی کا بیان

٢٠٩٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : ((إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَي الْقَصْعَةِ. قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ)).

[أطرافه في : ٥٣٧٩، ٥٤٢٠، ٥٤٣٣، ٥٤٣٥، ٥٤٣٦، ٥٤٣٧، ٥٤٣٩].

(۲۰۹۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس دعوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس درزی نے روٹی اور شوربا جس میں کدو اور بھنا ہوا گوشت تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے قتلے پیالے میں تلاش کر رہے تھے۔ اسی دن سے میں بھی برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔

کیونکہ یہ آنحضرت ﷺ کو پسند تھا۔ کدو نہایت عمدہ ترکاری ہے۔ یعنی لمبا کدو سرد تر اور دافع تپ و خفقان و دافع حرارت و خشکی بدن اور قبض بواسیری کو دفع کرتا ہے۔ پیٹھے کی بھی یہی خاصیت ہے۔ گو کدو کھانا دین کا تو کوئی کام نہیں ہے کہ اس کی پیروی لازم ہو' مگر آنحضرت ﷺ کی محبت اس کو مقتضی ہے کہ ہر مسلمان کدو سے رغبت رکھے جیسے انس رضی اللہ عنہ نے کیا۔ (وحیدی)

آنحضرت ﷺ کی دعوت کرنے والے صحابی خیاط تھے۔ درزی کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے درزی کا کام ثابت فرمایا۔

٣١- بَابُ ذِكْرِ النَّسَّاجِ

٢٠٩٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ - قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيْلَ لَهُ : نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا- قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا. فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، يَا رَسُولَ اللهِ أَكْسُنِيْهَا، فَقَالَ: ((نَعَمْ)). فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ، فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لاَ يَرُدُّ سَائِلاً، فَقَالَ الرَّجُلُ، وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلاَّ لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ)).

[راجع: ١١٦٦]

باب کپڑا بننے والے کا بیان

(٢٠٩٣) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمن نے بیان کیا' ان سے ابو حازم نے' کہا کہ میں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ایک عورت "بردہ" لے کر آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا' تمہیں معلوم بھی ہے بردہ کسے کہتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! بردہ حاشیہ دار چادر کو کہتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا' یا رسول اللہ! میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لئے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے' آپؐ نے اسے لے لیا۔ آپؐ کو اس کی ضرورت بھی تھی' پھر آپ باہر تشریف لائے تو آپ اسی چادر کو بطور ازار کے پہنے ہوئے تھے' حاضرین میں سے ایک صاحب بولے' یا رسول اللہ! یہ تو مجھے دے دیجئے' آپؐ نے فرمایا کہ اچھا لے لینا۔ اس کے بعد آپؐ مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے پھر واپس تشریف لے گئے۔ پھر ازار کو تہ کر کے ان صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے آنحضرت ﷺ سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا کرتے ہیں۔ اس پر ان صحابی نے کہا کہ واللہ! میں نے تو صرف اس لیے یہ چادر مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کہ وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔

تشریح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کے ہاں کرگھا تھا' اور وہ کپڑا بنانے کا کام کرنے میں ماہر تھی جو بہترین حاشیہ دار چادر بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لائی۔ آپ نے اسے بخوشی قبول کر لیا' مگر ایک صحابی (عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) تھے جنہوں نے اسے آپ کے جسم پر زیب تن دیکھ کر بطور تبرک اپنے کفن کے لئے اسے آپ سے مانگ لیا۔ اور آپ نے ان کو یہ دے دی' اور ان کے کفن ہی میں وہ استعمال کی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں نوربافی کا فن مروج تھا'

اور اس میں عورتیں تک مہارت رکھتی تھیں' اور اس پیشہ کو کوئی بھی معیوب نہیں جانتا تھا۔ یہی ثابت کرنا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب ہے۔

٣٢- بَابُ النَّجَّارِ

باب بڑھئی کا بیان۔

٢٠٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: ((أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُونَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى فُلاَنَةَ - امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ - أَنْ مُرِي غُلاَمَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ. فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ)).

[راجع: ٣٧٧]

(٢٠٩٤) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا ان سے ابو حازم نے بیان کیا کہ کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے یہاں منبر نبوی کے متعلق پوچھنے آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے یہاں جن کا نام بھی سہل رضی اللہ عنہ نے لیا تھا' اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے' تاکہ لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے میں اس پر بیٹھ جایا کروں' چنانچہ اس عورت نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنانے کے لئے کہا' پھر (جب منبر تیار ہو گیا تو) انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیجا' وہ منبر آپ کے حکم سے (مسجد میں) رکھا گیا۔ اور آپ اس پر بیٹھے۔

غابہ مدینہ سے شام کی جانب ایک مقام ہے' جہاں جھاؤ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا البتہ غلام کا نام باقوم بتلایا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ منبر تمیم داری نے بنایا تھا۔

٢٠٩٥- حَدَّثَنَا خَلاَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، أَلاَ أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ لِي غُلاَمًا نَجَّارًا. قَالَ: ((إِنْ شِئْتِ)). قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ،

(٢٠٩٥) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ایک انصاری عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یا رسول اللہ! میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز کیوں نہ بنوا دوں جس پر آپ وعظ کے وقت بیٹھا کریں۔ کیونکہ میرے پاس ایک غلام بڑھئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تمہاری مرضی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر جب منبر آپ کے لئے اس نے تیار کیا' تو جمعہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر بیٹھے تو اس کھجور کی لکڑی سے رونے کی آواز آنے لگی۔ جس پر ٹیک دے کر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پھٹ جائے گی۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اور اسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس وقت بھی وہ

فجعلت تئن أنين الصبي الذي يسكت حتى استقرت. قال: ((بكت على ما كانت تسمع من الذكر)).

[راجع: ٤٤٩]

لکڑی اس چھوٹے بچے کی طرح سسکیاں بھر رہی تھی جسے چپ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ چپ ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' کہ اس کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ لکڑی خطبہ سنا کرتی تھی اس لئے روئی۔

تشریح کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور منبر پر خطبہ پڑھنے لگے۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپؐ کی جدائی کا غم ایک لکڑی سے بھی ظاہر ہوا۔ آخر آپؐ نے اس لکڑی کو سینہ سے لگایا تب جا کر اس کا رونا بند ہوا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ہذا سے ثابت فرمایا کہ بڑھئی کا پیشہ بھی کوئی مذموم پیشہ نہیں ہے۔ ایک مسلمان ان میں سے جو پیشہ بھی اس کے لئے آسان ہو اختیار کر کے رزق حلال تلاش کر سکتا ہے۔ ان احادیث سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ صنعت و حرفت کے متعلق بھی اسلام کی نگاہوں میں ایک ترقی یافتہ پلان ہے۔ بعد کے زمانوں میں جو بھی ترقیات اس سلسلہ میں ہوئی ہیں۔ خصوصاً آج اس مشینی دور میں یہ جملہ فنون کس تیزی کے ساتھ منازل ترقی طے کر رہے ہیں بنیادی طور پر یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات کے مقدس نتائج ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کا یہ پوری دنیائے انسانیت پر احسان عظیم ہے کہ اس نے دین اور دنیا ہر دو کی ترقی کا پیغام دے کر مذہب کی سچی تصویر کو بنی نوع انسان کے سامنے آشکارا کیا ہے۔ سچ ہے ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ (آل عمران: ١٩)

٣٣- باب شراء الحوائج بنفسه

باب اپنی ضرورت کی چیزیں ہر آدمی خود بھی خرید سکتا ہے

وقال ابن عمر رضي الله عنهما: اشترى النبي ﷺ جملا من عمر. وقال عبد الرحمن بن أبي بكر رضي الله عنهما: جاء مشرك بغنم فاشترى النبي ﷺ منه شاة. واشترى من جابر بعيرا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا' اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں (بیچنے) لایا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ آپ نے جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اونٹ خریدا تھا۔

٢٠٩٦- حدثنا يوسف بن عيسى قال حدثنا أبو معاوية قال حدثنا الأعمش عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت: ((اشترى رسول الله ﷺ من يهودي طعاما بنسيئة، ورهنه درعه)).

[راجع: ٢٠٦٨]

(٢٠٩٦) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار خریدا' اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھوائی۔

تشریح آنحضرت ﷺ نے بذات خود ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا۔ بلکہ اپنی زرہ اس کے ہاں گروی رکھ دی۔ سو یہ امر مروت کے خلاف نہیں ہے' کوئی امام ہو یا بادشاہ نبی سے کسی کا درجہ بڑا نہیں ہے' اپنا سودا بازار سے خود خریدنا اور خود ہی اس کو اٹھا کر لے آنا' آنحضرت ﷺ کی سنت ہے۔ اور جو اس کو برا یا عزت کے خلاف سمجھے وہ مردود و شقی ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے انسان اپنا ہر کام خود ہی انجام دے تو اس کی زندگی پر سکون زندگی ہو گی۔ اسوۂ حسنہ اسی کا نام ہے۔

٣٤- بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ

وَإِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ جَمَلاً وَهُوَ عَلَيْهِ هَلْ يَكُوْنُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ؟ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: ((بِعْنِيهِ. يَعْنِي جَمَلاً صَعْبًا)).

٢٠٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا، فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((جَابِرٌ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) قُلْتُ: أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ. فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ. ثُمَّ قَالَ: ((ارْكَبْ))، فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. قَالَ: ((تَزَوَّجْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا)) قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا. قَالَ: ((أَفَلاَ جَارِيَةً تُلاَعِبُهَا وَتُلاَعِبُكَ؟)) قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتُمَشِّطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ. قَالَ: ((أَمَّا إِنَّكَ قَادِمٌ. فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ)). ثُمَّ قَالَ: ((أَتَبِيْعُ جَمَلَكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوْقِيَّةٍ. ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ، فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: ((آلآنَ

باب چوپایہ جانوروں اور گھوڑوں گدھوں کی خریداری کا بیان

اگر کوئی سواری کا جانور یا گدھا خریدے اور بیچنے والا اس پر سوار ہو تو اس کے اترنے سے پہلے خریدار کا قبضہ پورا ہو گا یا نہیں؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اسے مجھے بیچ دے۔ آپ کی مراد ایک سرکش اونٹ سے تھی۔

(۲۰۹۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے بیان کیا' ان سے وہب بن کیسان نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (ذات الرقاع یا تبوک) میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا' جابر! میں نے عرض کیا' حضور میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا ہے' چلتا ہی نہیں اس لئے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اسی اونٹ کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے کھینچنے لگے (یعنی ہانکنے لگے) اور فرمایا کہ اب سوار ہو جا۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا۔ اب تو یہ حال ہوا کہ مجھے اسے رسول اللہ ﷺ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑ جاتا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا' جابر تو نے شادی بھی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! دریافت فرمایا' کسی کنواری لڑکی سے کی ہے یا بیوہ سے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایک بیوہ سے کر لی ہے۔ فرمایا' کسی کنواری لڑکی سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔ (حضرت جابر بھی کنوارے تھے) میں نے عرض کیا کہ میری کئی بہنیں ہیں۔ (اور میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے) اس لئے میں نے یہی پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں' جو انہیں جمع رکھے۔ ان کے کنگھا کرے اور ان کی نگرانی کرے۔ پھر آپ نے فرمایا' کہ اچھا اب تم گھر پہنچ کر خیر و عافیت کے ساتھ خوب مزے اڑانا۔ اس کے بعد فرمایا' کیا تم اپنا اونٹ بیچو

قَدِمْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَدَعْ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ))، فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ. فَأَمَرَ بِلاَلاً أَنْ يَزِنَ لَهُ أُوْقِيَّةً، فَوَزَنَ لِي بِلاَلٌ فَأَرْجَحَنِي الْمِيْزَانَ. فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ. فَقَالَ: ((ادْعُ لِي جَابِرًا)). قُلْتُ الآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ، قَالَ: ((خُذْ جَمَلَكَ، وَلَكَ ثَمَنُهُ)).

[راجع: ٤٤٣]

گے؟ میں نے کہا۔ جی ہاں! چنانچہ آپ نے ایک اوقیہ چاندی میں خرید لیا' رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا۔ پھر ہم مسجد آئے تو آنحضرت ﷺ مسجد کے دروازہ پر ملے۔ آپ نے دریافت فرمایا' کیا ابھی آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا' پھر اپنا اونٹ چھوڑ دے اور مسجد میں جا کے دو رکعت نماز پڑھ۔ میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول دے۔ انہوں نے ایک اوقیہ چاندی جھکتی ہوئی تول دی۔ میں پیٹھ موڑ کے چلا تو آپ نے فرمایا کہ جابر کو ذرا بلاؤ۔ میں نے سوچا کہ شاید اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کریں گے۔ حالانکہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے یہی فرمایا کہ یہ اپنا اونٹ لے جا اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

تشریح باب کی دونوں حدیثوں میں کہیں گدھے کا ذکر نہیں جس کا بیان ترجمہ باب میں ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے گدھے کو اونٹ پر قیاس کیا۔ دونوں چوپائے اور سواری کے جانور ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے بیچتے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ مدینہ پہنچنے تک میں اس پر سوار ہوں گا۔ امام احمد اور اہلحدیث نے بیع میں یہ شرط اسی حدیث سے درست رکھی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بیس جگہوں کے قریب بیان کیا ہے۔ گویا اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔

٣٥- بَابُ الأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الإِسْلاَمِ

باب جاہلیت کے بازاروں کا بیان جن میں اسلام کے زمانہ میں بھی لوگوں نے خرید و فروخت کی

٢٠٩٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الإِسْلاَمُ تَأَثَّمُوا مِنَ التِّجَارَةِ فِيهَا، فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا.

(٢٠٩٨) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز یہ سب زمانہ جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے ان میں تجارت کو گناہ سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿ لیس علیکم جناح ﴾ فی مواسم الحج ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح قرات کی ہے۔

[راجع: ۱۷۷۰]

یعنی تم پر گناہ نہیں کہ ایام حج میں ان بازاروں میں تجارت کرو۔

٣٦- بابُ شِراءِ الإِبلِ الهِيمِ او الاجرب الهائمُ : المخالفُ للقصدِ في كلِّ شيءٍ

باب (ہیم) بیمار یا خارشی اونٹ خریدنا' ہیم ہائم کی جمع ہے ہائم اعتدال (میانہ روی) سے گذرنے والا

تشریح: یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ ہیم ہائم کی جمع نہیں ہے بلکہ اہیم یا ہیما کی جمع ہے۔ مصابیح والے نے یوں جواب دیا ہے کہ ہیم ہائم کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے بازل کی جمع بزل آتی ہے۔ پھر ہا کا ضمہ بوجہ یا کے کسرہ سے بدل گیا۔ جیسے بیض میں جو ابیض کی جمع ہے۔ ہیام ایک بیماری ہے جو اونٹ کو ہو جاتی ہے۔ وہ پانی پیتا ہی چلا جاتا ہے مگر سیراب نہیں ہوتا اور اسی طرح مرجاتا ہے۔ قرآن مجید میں ﴿ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴾ (الواقعہ: ۵۵) میں یہی بیان ہے کہ دوزخی' ایسے پیاسے اونٹ کی طرح جو سیراب ہی نہیں ہوتا کھولتا ہوا پانی پیتے جائیں گے مگر سیراب نہ ہوں گے بلکہ شدت پیاس میں اور اضافہ ہو گا۔ یہی لفظ ہیم یہاں حدیث میں مذکور ہوا۔ حدیث لاعدوٰی میں امراض کے بالذات متعدی ہونے کی نفی ہے۔ فافهم و تدبر صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم

٢٠٩٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : قَالَ عَمْرٌو : ((كَانَ هَا هُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيْمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَاشْتَرَى تِلْكَ الإِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيْكُهُ فَقَالَ : بِعْنَا تِلْكَ الإِبِلَ. فَقَالَ : مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ : مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ : وَيْحَكَ، ذَاكَ وَاللهِ ابْنُ عُمَرَ. فَجَاءَهُ فَقَالَ : إِنَّ شَرِيْكِي بَاعَكَ إِبِلاً هِيمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ. قَالَ: فَاسْتَقْهَا. قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا فَقَالَ: دَعْهَا، رَضِيْنَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ: لاَ عَدْوَى)) سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

[أطرافه في : ٢٨٥٨، ٥٠٩٣، ٥٠٩٤، ٥٧٥٣، ٥٧٧٢].

(۲۰۹۹) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے کہا یہاں (مکہ میں) ایک شخص نواس نام کا تھا۔ اس کے پاس ایک بیمار اونٹ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور اس کے شریک سے وہی اونٹ خرید لائے۔ وہ شخص آیا تو اس کے ساجھی نے کہا کہ ہم نے تو وہ اونٹ بیچ دیا۔ اس نے پوچھا کہ کسے بیچا؟ شریک نے کہا کہ ایک شیخ کے ہاتھوں جو اس طرح کے تھے۔ اس نے کہا' افسوس! وہ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میرے ساتھی نے آپ کو مریض اونٹ بیچ دیا ہے۔ اور آپ سے اس نے اس کے مرض کی وضاحت بھی نہیں کی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پھر اسے واپس لے جاؤ۔ بیان کیا کہ جب وہ اس کو لے جانے لگا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا رہنے دو ہم رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہیں (آپ نے فرمایا تھا کہ) "لاعدوی" (یعنی امراض چھوت والے نہیں ہوتے) علی بن عبداللہ مدینی نے کہا کہ سفیان نے اس روایت کو عمرو سے سنا۔

تشریح: اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ بیوپاریوں کا فرض ہے کہ خریداروں کو جانوروں کا حسن و قبح پورا پورا بتلا کر مول تول کریں۔ دھوکہ بازی ہرگز نہ کریں۔ اگر ایسا کیا گیا اور خریدار کو بعد میں معلوم ہو گیا' تو معلوم ہونے پر مختار ہے کہ اسے واپس کر کے اپنا روپیہ واپس لے لے۔ اور اس سودے کو فسخ کر دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی سوداگر

بھول چوک سے ایسا مال بیچ دے تو اس کے لئے لازم ہے کہ بعد میں گاہک کے پاس جا کر معذرت خواہی کرے اور گاہک کی مرضی پر معاملہ کو چھوڑ دے۔ یہ بیوپاری کی شرافت نفس کی دلیل ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گاہک درگذر سے کام لے۔ اور جو غلطی اس کے ساتھ کی گئی ہے۔ حتی الامکان اسے معاف کر دے اور طے شدہ معاملہ کو بحال رہنے دے کہ یہ فراخدلی اس کے لئے باعث برکت کثیر ہو سکتی ہے۔ لاعدوی کی مزید تفصیل دوسرے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٣٧- بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ

باب جب مسلمانوں میں آپس میں فساد نہ ہویا ہو رہا ہو تو ہتھیار بیچنا کیسا ہے؟ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا مکروہ رکھا

٢١٠٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الإِسْلَامِ)).

[أطرافه في: ٣١٤٢، ٤٣٢١، ٤٣٢٢، ٧١٧٠].

(٢١٠٠) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے' کہا ان سے یحییٰ بن سعید نے' کہا ان سے ابن افلح نے' ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ ہم غزوہ حنین کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک زرہ بخش دی اور میں نے اسے بیچ دیا۔ پھر میں نے اس کی قیمت سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلی جائیداد تھی جسے میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا۔

تشریح: اس حدیث سے ترجمہ باب کا ایک جز یعنی جب فساد نہ ہو اس وقت جنگی سامان بیچنا درست ہے' نکلتا ہے کیونکہ زرہ بھی ہتھیار یعنی لڑائی کے سامان میں داخل ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ فساد کے زمانہ میں' ہتھیار بیچنا' تو یہ بعض نے مکروہ رکھا ہے جب ان لوگوں کے ہاتھ بیچے جو فتنہ میں ناحق پر ہوں۔ اس لئے کہ یہ اعانت ہے گناہ اور معصیت پر اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ (المائدۃ : ٢) اس جماعت کے ہاتھ جو حق پر ہو بیچنا مکروہ نہیں ہے۔ (وحیدی)

٣٨- بَابُ فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

باب عطر بیچنے والوں اور مشک بیچنے کا بیان

٢١٠١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ

(٢١٠١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سنا اور ان سے ان کے والد ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے

وَكِيرِ الْحَدَّادِ: لاَ يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً)). [طرفه في : ٥٥٣٤].

کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پالو گے۔ یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پاسکو گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پالو گے۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل فرماتے ہیں۔ و فی الحدیث النهی عن مجالسة من یتاذی بمجالسة فی الدین والدنیا والترغیب فی مجالسة من ینتفع بمجالسته فیهما و فیه جواز بیع المسک والحکم بطهارته لانه صلی الله علیه وسلم مدحه و رغب فیه ففیه الرد علی من کرهه الخ (فتح الباری) اس حدیث سے ایسی مجلس میں بیٹھنے کی برائی ثابت ہوتی ہے جس میں بیٹھنے سے دین اور دنیا ہر دو کا نقصان ہے اور اس حدیث میں نفع بخش مجالس میں بیٹھنے کی ترغیب بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشک کی تجارت جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ مشک پاک ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی تعریف کی' اور اس کے حصول کے لئے رغبت دلائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب منعقد فرما کر ان لوگوں کی تردید کی ہے جو مشک کی تجارت کو جائز نہیں جانتے اور اس کی عدم طہارت کا خیال رکھتے ہیں۔

٣٩- بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ

باب پچھنا لگانے والے کا بیان

٢١٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا مِنْ خَرَاجِهِ.

[أطرافه في: ٢٢١٠، ٢٢٧٧، ٢٢٨٠، ٢٢٨١، ٥٦٩٦].

(٢١٠٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی' انہیں حمید نے' اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پچھنا لگایا تو آپ نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انہیں دینے کے لئے حکم فرمایا۔ اور ان کے مالک کو فرمایا کہ ان کے خراج میں کمی کر دیں۔

یعنی جو روزانہ یا ماہواری اس سے لیا کرتے تھے۔ عرب میں مالک لوگ اپنے غلام کی محنت اور لیاقت کے لحاظ سے اس پر ایک شرح مقرر کر دیا کرتے تھے کہ اتنا روز یا مہینے مہینے ہم کو دیا کرے اس کو خراج کہتے ہیں۔ (وحیدی)

٢١٠٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ)).

[راجع: ١٨٣٥]

(٢١٠٣) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد نے جو عبداللہ کے بیٹے ہیں بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور جس نے پچھنا لگایا' اسے آپ نے اس کی اجرت بھی دی' اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو آپ اس کو ہرگز نہ دیتے۔

ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت پچھنا لگوانا جائز اور اس کی اجرت لینے والے اور دینے والے ہر دو کے لئے منع نہیں ہے۔ اصلاح

خون کے لئے پچھنے لگوانے کا علاج بہت پرانا نسخہ ہے۔ عرب میں بھی یہی مروج تھا۔

٤٠- بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَلِلنِّسَاءِ

باب ان چیزوں کی سوداگری جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے

٢١٠٤- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ - أَوْ سِيَرَاءَ فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا. يَعْنِي تَبِيعَهَا)).

[راجع: ٨٨٦]

(۲۱۰۴) ہم سے آدم ابن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ابوبکر بن حفص نے بیان کیا' ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک ریشمی جبہ بھیجا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے (ایک دن) پہنے ہوئے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا میں نے اسے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہن لو' اسے تو وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے تو اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس سے (بیچ کر) فائدہ اٹھاؤ۔

تشریح بشرطیکہ دوسرا کوئی گو کافر ہی سہی اس سے فائدہ اٹھا سکے یعنی اس چیز کا بیچنا جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے درست نہیں ہے۔ اور راجح قول یہی ہے۔ اب باب میں جو حدیث بیان کی اس میں ریشمی جوڑے کا ذکر ہے۔ وہ مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ اسماعیلی نے اس پر اعتراض کیا اور جواب یہ ہے کہ مردوں کے لیے جو چیز مکروہ ہے اس کے بیچنے کا جواز حدیث سے نکلتا ہے تو عورتوں کے لیے جو مکروہ ہے اس کی بیع کا بھی جواز اس پر قیاس کرنے سے نکل آیا۔ یا یہ کہ ترجمہ باب میں کراہت سے عام مراد ہے تحریمی ہو یا تنزیہی اور ریشمی کپڑے گو عورتوں کے لیے حرام نہیں ہیں مگر تنزیہا مکروہ ہیں۔ (وحیدی) خصوصاً ایسے کپڑے جو آج کل وجود میں آ رہے ہیں۔ جن میں سے عورت کا سارا جسم بالکل عریاں نظر آتا ہے ایسے ہی کپڑے پہننے والی عورتیں ہیں جو قیامت کے دن ننگی اٹھائی جائیں گی۔

٢١٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟

(۲۱۰۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر مورتیں تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جوں ہی اس پر پڑی' آپؐ دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا' یا رسول اللہ! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگتی ہوں۔ فرمایئے مجھ سے کیا غلطی ہوئی

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ؟)) قُلْتُ: اشْتَرِيتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ. وَقَالَ : إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لاَ تَدْخُلُهُ الْمَلاَئِكَةُ)).

ہے؟ آپؐ نے فرمایا' یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے یہ آپ ہی کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ آپؐ نے فرمایا' لیکن اس طرح کی مورتیں بنانے والے لوگ قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے جس چیز کو بنایا اسے زندہ کر دکھاؤ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا' کہ جن گھروں میں مورتیں ہوتی ہیں (رحمت کے) فرشتے ان میں داخل نہیں ہوتے۔

[أطرافه في : ٣٢٢٤، ٥١٨١، ٥٩٥٧، ٥٩٦١، ٧٥٥٧].

تشریح: اس حدیث سے صاف نکلتا ہے کہ جاندار کی مورت بنانا مطلقاً حرام ہے۔ نقشی ہو یا مجسم۔ اس لئے کہ تکئے پر نقشی صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ اور باب کا مطلب اس حدیث سے اس طرح نکلتا ہے کہ باوجودیکہ آپ نے مورت دار کپڑا عورت مرد دونوں کے لئے مکروہ رکھا۔ مگر اس کا خریدنا جائز سمجھا۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم نہیں دیا کہ بیع کو فسخ کریں۔ (وحیدی)

٤١- بَابُ صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ

باب سامان کے مالک کو قیمت کہنے کا زیادہ حق ہے

٢١٠٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ وَفِيهِ خِرَبٌ وَنَخْلٌ)). [راجع: ٢٣٤]

(۲۱۰۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے' ان سے ابوالتیاح نے' اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے بنو نجار! اپنے باغ کی قیمت مقرر کردو۔ (آپؐ اس جگہ کو مسجد کے لیے خریدنا چاہتے تھے) اس باغ میں کچھ حصہ تو ویرانہ اور کچھ حصے میں کھجور کے درخت تھے۔

یعنی مال کی قیمت پہلے وہی بیان کرے' پھر خریدار جو چاہے کہے' اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا واجب ہے' کیونکہ اوپر جابر کی حدیث میں گذرا ہے۔ (وحیدی)

٤٢- بَابُ كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ؟

باب کب تک بیع توڑنے کا اختیار رہتا ہے اس کا بیان

تشریح: بیع میں کئی طرح کے خیار ہوتے ہیں ایک خیار المجلس یعنی جب تک بائع اور مشتری اسی جگہ رہیں' جہاں سودا ہوا تو دونوں کو بیع کے فسخ کر ڈالنے کا اختیار رہتا ہے۔ دوسرے خیار الشرط یعنی مشتری تین دن کو شرط کر لے یا اس سے کم کی۔ تیسرے خیار الرویۃ یعنی مشتری نے بن دیکھے ایک چیز خرید لی ہو تو دیکھنے پر اس کو اختیار ہوتا ہے چاہے بیع قائم رکھے چاہے فسخ کر ڈالے۔ اس کے سوا اور بھی خیار ہیں جن کو قسطلانی نے بیان کیا ہے۔ (وحیدی)

٢١٠٧- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ

(۲۱۰۷) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبدالوہاب نے خبر دی' کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا' کہا کہ میں نے نافع

نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونَ الْبَيْعُ خِيَارًا)). وَقَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ.

[أطرافه في : ٢١٠٩، ٢١١١، ٢١١٢، ٢١١٣، ٢١١٦].

سے سنا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' خرید و فروخت کرنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں اختیار ہوتا ہے۔ یا خود بیع میں اختیار کی شرط ہو' (تو شرط کے مطابق اختیار ہوتا ہے) نافع نے کہا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کوئی ایسی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے معاملہ دار سے جدا ہو جاتے۔

یعنی وہاں سے جلد چل دیتے تاکہ فسخ بیع کا اختیار نہ رہے' اس سے صاف نکلتا ہے کہ جدا ہونے سے حدیث میں دونوں کا جدا ہونا مراد ہے۔

٢١٠٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا)). وَزَادَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ : قَالَ هَمَّامٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيْلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ بِهَذَا الْحَدِيْثَ. [راجع: ٢٠٧٩]

(٢١٠٨) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے' ان سے ابوالخلیل نے' ان سے عبداللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' بیچنے اور خریدنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (معاملہ کو باقی رکھنے یا توڑ دینے کا) اختیار ہوتا ہے۔ احمد نے یہ زیادتی کی کہ ہم سے بہز نے بیان کیا کہ ہمام نے بیان کیا کہ میں نے اس کا ذکر ابوالتیاح کے سامنے کیا تو انہوں نے بتلایا کہ جب عبداللہ بن حارث نے یہ حدیث بیان کی تھی' تو میں بھی اس وقت ابوالخلیل کے ساتھ موجود تھا۔

٤٣- بَابُ إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ؟

باب اگر بائع یا مشتری اختیار کی مدت معین نہ کرے تو بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

تشریح اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک خیارالشرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس سے زائد مدت ٹھہرے یا کوئی مدت معین نہ ہو تو بیع باطل ہو جاتی ہے اور ہمارے امام احمد اور اسحاق اور اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ بیع جائز ہے اور جتنی مدت ٹھہرائے اتنی مدت تک اختیار رہے گا۔ اور جو کوئی مدت معین نہ ہو تو ہمیشہ اختیار رہے گا اور اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ خیارالشرط باطل ہوگی اور بیع لازم ہوگی۔ (وحیدی)

٢١٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

(٢١٠٩) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' خریدنے والے

النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ، وَرُبَّمَا قَالَ: أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ)).

[راجع: ۲۱۰۷]

اور بیچنے والے کو (بیع توڑ دینے کا) اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں' یا دونوں میں سے کوئی ایک اپنے دوسرے فریق سے یہ نہ کہہ دے کہ پسند کر لو۔ کبھی یہ بھی کہا کہ "یا اختیار کی شرط کے ساتھ بیع ہو۔"

٤٤- بَابُ ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا))

باب جب تک خریدنے اور بیچنے والے جدا نہ ہوں انہیں اختیار باقی رہتا ہے

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشُرَيْحٌ وَالشَّعْبِيُّ وَطَاوُسٌ وعَطَاءٌ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

(کہ بیع قائم رکھیں یا توڑ دیں) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' شریح' شعبی' طاؤس' عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ سب نے یہی کہا ہے۔

تشریح ان سب نے یہی کہا ہے کہ صرف ایجاب و قبول یعنی عقد سے بیع لازم نہیں ہو جاتی اور جب تک بائع اور مشتری مجلس عقد سے جدا نہ ہوں دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ بیع فسخ کر ڈالیں۔ سعید بن مسیب' زہری' ابن ابی ذئب' حسن بصری' اوزاعی' ابن جریج' شافعی' مالک' احمد' اور اکثر علماء یہی کہتے ہیں۔ ابن حزم نے کہا کہ تابعین میں سے سوائے ابراہیم نخعی کے اور کوئی اس کا مخالف نہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے صرف امام نخعی کا قول اختیار کر کے جمہور علماء کی مخالفت کی ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے نکالا جو اوپر نافع سے گذرا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز ایسی خریدتے جو ان کو پسند ہوتی' تو بائع سے جدا ہو جاتے۔ ترمذی نے روایت کیا بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے۔ یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا وہاں سے چل دیتے تاکہ بیع لازم ہو جائے۔ اور شریح کے قول کو سعید بن منصور نے اور شعبی کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور طاؤس کے قول کو امام شافعی نے ام میں اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ کے اقوال کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ و من الادلة الدالة علی ارادة التفرق بالابدان قوله فی حدیث ابن عمر المذکور مالم یتفرقا و کانا جمیعًا و کذالک قوله و ان تفرقا بعد ان تبایعا و لم یترک واحد منهما البیع فقد وجب فان فیه البیان الواضح ان التفرق بالبدن قال الخطابی و علی هذا وجد نا امر الناس فی عرف اللغة و ظاهر الکلام فاذا قیل تفرق الناس کان المفهوم منه التمیز بالابدان قال و لو کان المراد تفرق الاقوال کما یقول اهل الرای لخلا الحدیث من الفائدة وسقط معناه الخ (نیل الاوطار)

علامہ شوکانی مرحوم کی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو خریدنے و بیچنے والے کی جسمانی جدائی پر دلیل حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ قول نبوی ہے ما لم یتفرقا و کانا جمیعا یعنی ہر دو کو اس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے کہ وہ دونوں جدا نہ ہوں بلکہ ہر دو اکٹھے رہیں۔ اس وقت تک ان کو سودے کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہے۔ اور اسی طرح دوسرا ارشاد نبوی اس مقصد پر دلیل ہے' اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر دو فریق بیع کے بعد جدا ہو جائیں۔ اور معاملہ بیع کو کسی نے بھی فسخ نہ کیا ہو۔ اور وہ جدا ہو گئے۔ پس بیع واجب ہو گئی' یہ دلائل واضح ہیں کہ جدائی سے جسمانی جدائی مراد ہے۔ خطابی نے کہا کہ لغوی طور پر بھی لوگوں کا معاملہ ہم نے اسی طرح پایا ہے۔ اور ظاہر کلام میں جدائی سے لوگوں کی جسمانی جدائی ہی مراد ہوتی ہے۔ اگر اہل رائے کی طرح محض باتوں کی جدائی مراد ہو تو حدیث مذکورہ اپنے حقیقی فائدے سے خالی ہو جاتی ہے بلکہ حدیث کا کوئی معنی باقی ہی نہیں رہ سکتا۔" ---- لہٰذا خلاصہ یہ کہ صحیح مسلک میں ہر دو طرف سے جسمانی جدائی ہی مراد ہے۔ مسلک جمہور ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جن سے حدیث باب مروی ہے جلیل القدر صحابی ہیں' کنیت ابو خالد قریشی اسدی ہے' یہ حضرت خدیجہ

الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ اسلام سے پہلے اور بعد ہر دو زمانوں میں بڑی عزت پائی۔ فتح مکہ میں اسلام لائے۔ ساٹھ سال جاہلیت میں گذارے۔ پھر ساٹھ ہی سال اسلام میں عمر پائی۔ ۵۴ھ میں مدینہ المنورہ میں اپنے مکان ہی میں وفات پائی۔ بہت متقی' پرہیز گار اور سخی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے۔ اور سو اونٹ سواری کے لئے بخشے۔ فن حدیث میں ایک جماعت ان کی شاگرد ہے۔

۲۱۱۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)).

[راجع: ۲۰۷۹]

(۲۱۱۰) مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو حبان بن ہلال نے خبردی' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ان کو قتادہ نے خبردی کہ مجھے صالح ابوالخلیل نے خبردی' انہیں عبداللہ بن حارث نے' کہا کہ میں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خریدنے اور بیچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں انہیں اختیار باقی رہتا ہے۔ اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہربات صاف صاف بیان اور واضح کردی' تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت مٹادی جاتی ہے۔

۲۱۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلاَّ بَيْعَ الْخِيَارِ)). [راجع: ۲۱۰۷]

(۲۱۱۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبردی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' خریدنے اور بیچنے والے دونوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے' جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ مگر بیع خیار میں۔

تشریح یعنی جب بائع بیع کے بعد مشتری کو اختیار دے اور وہ کہے میں بیع کو نافذ کرتا ہوں اور وہ بیع اس سے الگ ہے جس میں اختیار کی شرط پہلے ہی سے لگادی گئی ہو۔ یعنی جہاں معاملہ ہوا ہے وہاں سے سرک نہ جائیں۔ اگر وہیں رہیں یا دونوں مل کر منزلوں چلتے رہیں تو اختیار باقی رہے گا' گو تین دن سے زیادہ مدت گذر جائے۔ بیع الخیار کی تفسیر جو ہم نے یہاں کی ہے۔ امام نووی نے اسی مطلب کی ترجیح پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اسی پر یقین کیا ہے۔ بعضوں نے یہ معنی کئے ہیں' مگر اس بیع میں جس میں اختیار کی شرط ہو' یعنی وہاں سے جدا ہونے سے اختیار باطل نہ ہو گا بلکہ مدت مقررہ تک اختیار رہے گا۔

۴۵- بَابُ إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

باب اگر بیع کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لینے کے لئے مختار بنایا تو بیع لازم ہو گئی

۲۱۱۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

(۲۱۱۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيْعًا، أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، فَتَبَايَعَا عَلَى ذَلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ)).

[راجع: ٢١٠٧]

سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب دو شخصوں نے خرید و فروخت کی تو جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں' انہیں (بیع کو توڑ دینے کا) اختیار باقی رہتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ دونوں ایک ہی جگہ رہیں۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کے لیے کہا اور اس شرط پر بیع ہوئی' اور دونوں نے بیع کا قطعی فیصلہ کر لیا' تو بیع اسی وقت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا' تو بھی بیع لازم ہو جاتی ہے۔

٤٦- بَابُ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ؟

باب اگر بائع اپنے لئے اختیار کی شرط کر لے تو بھی بیع جائز ہے۔

یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خیار الشرط فقط مشتری ہی کو کرنا جائز ہے' بائع کو درست نہیں۔

٢١١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ)).

[راجع: ٢١٠٧]

(۲۱۱۳) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کسی بھی خریدنے اور بیچنے والے میں اس وقت تک بیع پختہ نہیں ہوتی جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔ البتہ وہ بیع جس میں مشترکہ اختیار کی شرط لگا دی گئی ہو اس سے الگ ہے۔

٢١١٤- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا)) - قَالَ هَمَّامٌ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي: يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا وَيَمْحَقَا بَرَكَةَ

(۲۱۱۴) مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حبان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے' ان سے ابو خلیل نے' ان سے عبداللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بیچنے اور خریدنے والے کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (بیع توڑ دینے کا) اختیار ہے۔ ہمام راوی نے کہا' کہ میں نے اپنی کتاب میں لفظ یختار تین مرتبہ لکھا ہوا پایا۔ پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور بات صاف صاف واضح کر دی تو انہیں ان کی بیع میں برکت ملتی ہے۔ اور اگر انہوں نے جھوٹی باتیں بنائیں اور (کسی عیب کو) چھپایا تو تھوڑا سا نفع شاید وہ کما لیں' لیکن ان

بَيْعِهِمَا)). قَالَ : وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٠٧٩]

کی بیع میں برکت نہیں ہو گی۔ (حبان نے) کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' ان سے ابوالتیاح نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن حارث سے سنا کہ یہی حدیث وہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم ﷺ روایت کرتے تھے۔

ا(یعنی خریدنے والا تین دفعہ اپنی پسند کا اعلان کر دے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اوپر کی روایت میں جو ہمام نے اپنی یاد سے کی ہے یوں ہے "البیعان بالخیار" لیکن ہمام کہتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں جو اس حدیث کو دیکھا تو یختار کا لفظ تین بار لکھا ہوا پایا۔ بعض نسخوں میں یختار کے بدل بخیار ہے)

٤٧- بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي، أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

باب

اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور جدا ہونے سے پہلے ہی کسی اور کو اللہ دے دی پھر بیچنے والے نے خریدنے والے کو اس پر نہیں ٹوکا' یا کوئی غلام خرید کر (بیچنے والے سے جدائی سے پہلے ہی اسے) آزاد کر دیا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيْمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا' جو (فریق ثانی کی) رضامندی کے بعد کوئی سامان اس سے خریدے اور پھر اسے بیچ دے اور بائع انکار نہ کرے تو یہ بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع بھی خریدار ہی کا ہو گا۔

٢١١٥- وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: ((بِعْنِيهِ)). قَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((بِعْنِيهِ))، فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ)). [طرفاه في : ٢٦١٠، ٢٦١١].

(۲۱۱۵) حمیدی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ اکثر وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل جاتا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس کر دیتے۔ وہ پھر آگے بڑھ جاتا۔ آخر نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ ڈال۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہ اونٹ دے دے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو وہ اونٹ بیچ ڈالا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا' عبداللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تیرا ہو گیا جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔

٢١١٦- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ اللَّيْثُ

(۲۱۱۶) ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا کہ لیث بن سعد نے بیان کیا کہ

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((بِعْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ مَالاً بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْبَرَ، فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ أَنْ يُرَادَّنِي الْبَيْعَ، وَكَانَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا ، قَالَ عَبْدُ اللهِ : فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُودَ بِثَلاَثِ لَيَالٍ، وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلاَثِ لَيَالٍ)). [راجع: ۲۱۰۷]

مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سالم بن عبداللہ نے' اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' کہ میں نے امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی وادی قریٰ کی زمین' ان کی خیبر کی زمین کے بدلہ میں بیچی تھی۔ پھر جب ہم نے بیع کر لی تو میں الٹے پاؤں ان کے گھر سے اس خیال سے باہر نکل گیا کہ کہیں وہ بیع فسخ نہ کر دیں۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ تھا کہ بیچنے اور خریدنے والے کو (بیع توڑنے کا) اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہماری خرید و فروخت پوری ہو گئی اور میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ (اس تبادلہ کے نتیجے میں' میں نے ان کی پہلی زمین سے) انہیں تین دن کے سفر کی دوری پر ثمود کی زمین کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اور انہوں نے مجھے (میری مسافت کم کر کے) مدینہ سے صرف تین دن کے سفر کی دوری پر لا چھوڑا تھا۔

تشریح شروع باب میں جو دو صورتیں مذکور ہوئی ہیں ان دونوں صورتوں میں اب بائع کو فسخ بیع کا اختیار نہ رہے گا کیونکہ اس نے مشتری کے تصرف پر اعتراض نہیں کیا' بلکہ سکوت کیا۔ باب کی حدیث میں صرف ہبہ کا ذکر ہے' مگر اعتاق کو ہبہ پر قیاس کیا۔ دونوں تبرع کی قسم میں سے ہیں۔ اور اس باب کے لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ باب کی حدیث سے خیار مجلس کی نفی نہیں ہوتی۔ جس کا ثبوت اوپر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خیار اس واسطے جاتا رہا کہ مشتری نے تصرف کیا اور بائع نے سکوت کیا تو اس کا سکوت مبطل خیار ہو گیا۔ ابن بطال نے کہا جو لوگ کہتے ہیں کہ بغیر تفرق ابدان کے بیع پوری نہیں ہوتی وہ مشتری کا تصرف قبل از تفرق جائز نہیں رکھتے۔ اور یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ اب رہا قبضہ سے پہلے بیع کرنا' تو امام شافعی رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً درست نہیں' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک منقول کی بیع درست نہیں غیر منقول کی درست ہے۔ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اوزاعی اور اسحاق اور اہلحدیث کا یہ قول ہے کہ ناپ اور تول کی جو چیز بکتی ہیں' ان کا قبضہ سے پہلے بیچنا درست نہیں باقی چیزوں کا درست ہے۔ قسطلانی نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تو ان صحیح حدیثوں کے معارض نہیں جن سے خیار مجلس ثابت ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ عقد بیع کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تھوڑی دیر کے لیے آگے یا پیچھے بڑھ گئے ہوں' اس کے بعد ہبہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ (وحیدی)

آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ اونٹ لے کر اسی وقت ان کے صاحب زادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا تو بیع درست ہو گئی اور خیار مجلس باقی نہ رہا۔ آخر باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ایک معاملہ کا ذکر ہے جس میں مذکور وادیٔ قریٰ ایک بستی ہے تبوک کے قریب' یہ جگہ مدینہ سے چھ سات منزل پر ہے' اور ثمود کی قوم کے زمانہ میں اس جگہ آبادی تھی۔ قسطلانی نے کہا کہ واقعہ مذکور کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ بائع اور مشتری کو اپنے ارادے سے جدا ہونا

درست ہے۔ یا بیع کا فسخ کرنا۔

٤٨- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ

باب:۔ خرید و فروخت میں دھوکہ دینا مکروہ ہے

٢١١٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلاً ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّه يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ ، فَقَالَ : ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لاَ خِلاَبَةَ)).

(٢١١٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبردی' انہیں عبداللہ بن دینار نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص (حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اکثر خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا کہ جب تم کسی چیز کی خرید و فروخت کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ "بھائی دھوکہ اور فریب کا کام نہیں۔"

[أطرافه في : ٢٤٠٧، ٢٤١٤، ٦٩٦٤].

تشریح بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور تو جو چیز خریدے اس میں تجھے تین دن تک اختیار ہو گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو اسباب کی قیمت معلوم نہ ہو' اور وہ تہائی قیمت زیادہ دے یا ایک سدس تو وہ اسباب بائع کو پھیر سکتا ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ یہ حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ صحابی تھے' جنگ احد میں ان کے سر میں زخم آیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی عقل میں فتور آ گیا۔ (وحیدی)

٤٩- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الأَسْوَاقِ

باب بازاروں کا بیان

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قُلْتُ : هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ : سُوقُ قَيْنُقَاعٍ. وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ. وَقَالَ عُمَرُ: أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ.

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے' تو میں نے (اپنے اسلامی بھائی سے) پوچھا کہ کیا یہاں کوئی بازار ہے؟" انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا' مجھے بازار بتا دو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مجھے بازار کی خرید و فروخت نے غافل رکھا۔

مقصد باب یہ کہ تجارت کے لئے بازاروں کا وجود مذموم نہیں بلکہ ضروری ہے کہ بازار قائم کئے جائیں۔

٢١١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الأَرْضِ يُخْسَفُ

(٢١١٨) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا' ان سے محمد بن سوقہ نے' ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قیامت کے قریب ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا' تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا' کہ میں نے

بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ)). قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: ((يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ)).

کہا' یا رسول اللہ! اسے شروع سے آخر تک کیونکر دھنسایا جائے گا جب کہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان لشکریوں میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کی نیتوں کے مطابق وہ اٹھائے جائیں گے۔

سواد کعبہ میں بازاروں کا وجود ثابت ہوا۔ یہی مقصد باب ہے۔

۲۱۱۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((صَلاَةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلاَتِهِ فِي سُوقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لاَ يُرِيدُ إِلاَّ الصَّلاَةَ، لاَ يَنْهَزُهُ إِلاَّ الصَّلاَةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلاَّ رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلاَئِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلاَّهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ. وَقَالَ: أَحَدُكُمْ فِي صَلاَةٍ مَا كَانَتِ الصَّلاَةُ تَحْبِسُهُ)). [راجع: ۱۷۶]

(۲۱۱۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے درجوں میں کچھ اوپر بیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضوء کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے۔ یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے۔ اور جب تک ایک شخص اپنے اس مصلے پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لئے رحمت کی دعائیں یوں کرتے رہتے ہیں۔ "اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما' اے اللہ اس پر رحم فرما۔" یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ سب نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

تشریح حدیث ہذا میں بھی بازاروں کا ذکر آیا۔ اور بوقت ضرورت وہاں نماز پڑھنے کا بھی ذکر آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں بازاروں کا وجود قائم رکھا گیا۔ اور وہاں آنا جانا' خرید و فروخت کرنا بھی تاکہ امور تمدنی کو ترقی حاصل ہو۔ مگر بازاروں میں جھوٹ' مکرو فریب بھی لوگ بکثرت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے بازار کو بد ترین زمین قرار دیا گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

۲۱۲۰- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

(۲۱۲۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے بیان کیا' اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بازار میں تھے۔ کہ ایک شخص

ﷺفِي السُّوقِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَمُّوا بِاسْمِي وَلاَ تَكَنَّوا بِكُنْيَتِي)).
[طرفاه في: ٢١٢١، ٣٥٣٧].

نے پکارا یا ابا القاسم! آپؐ نے اس کی طرف دیکھا۔ (کیونکہ آپ کی کنیت بھی ابوالقاسم ہی تھی) اس پر اس شخص نے کہا کہ میں نے تو اس کو بلایا تھا۔ (یعنی ایک دوسرے شخص کو جو ابوالقاسم ہی کنیت رکھتا تھا) آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت تم اپنے لئے نہ رکھو۔

اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کا بازار میں تشریف لے جانا مذکور ہے۔ ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت بازار جانا برا نہیں ہے۔ مگر وہاں امانت و دیانت کو قدم قدم پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

٢١٢١- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ، قَالَ: ((سَمُّوا بِاسْمِي وَلاَ تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي)). [راجع: ٢١٢٠]

(۲۱۲۱) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا' ان سے حمید نے' اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے بقیع میں (کسی کو) پکارا "اے ابوالقاسم!" نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا' تو اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پکارا' اس دوسرے آدمی کو پکارا تھا۔ آپؐ نے فرمایا' میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔

اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس میں آپ کے بازار جانے کا ذکر ہے یعنی بقیع میں۔ بعض نے کہا کہ اس زمانہ میں بقیع میں بھی بازار لگا کرتا تھا۔ کنیت کے بارے میں یہ حکم آپ کی حیات مبارکہ تک تھا۔ جیسا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔

٢١٢٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لاَ يُكَلِّمُنِي وَلاَ أُكَلِّمُهُ ، حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ: ((أَثَمَّ لُكَعُ، أَثَمَّ لُكَعُ؟)) فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا، فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ أَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ)) قَالَ سُفْيَانُ : قَالَ عُبَيْدُ اللهِ : أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى

(۲۱۲۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن یزید نے' ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے اور ان سے ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ دن کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے۔ نہ آپؐ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپؐ سے۔ اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر (واپس ہوئے اور) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے' اور فرمایا' وہ بچہ کہاں ہے' وہ بچہ کہاں ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مشغولیت کی وجہ سے فوراً) آپؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں۔ میں نے خیال کیا' ممکن ہے حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسنؓ دوڑتے ہوئے آئے' آپ نے ان کو سینے سے لگالیا' اور بوسہ لیا۔ پھر فرمایا' اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔

نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ.

[طرفه في: ٥٨٨٤].

سفیان نے کہا کہ عبیداللہ نے مجھے خبردی' انہوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک ہی رکعت پڑھی تھی۔

٢١٢٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ.

[أطرافه في : ٢١٣١، ٢١٣٧، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٢١٣٦].

(۲۱۲۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غلہ قافلوں سے خریدتے تو آپ ان کے پاس کوئی آدمی بھیج کر وہیں پر جہاں انہوں نے غلہ خریدا ہوتا' اس غلے کو بیچنے سے منع فرما دیتے اور اسے وہاں سے لاکر بیچنے کا حکم ہوتا' جہاں عام طور سے غلہ بکتا تھا۔

٢١٢٤ - قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

[أطرافه في : ٢١٢٦، ٢١٣٣، ٢١٣٦].

(۲۱۲۴) کہا کہ ہم سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کو پوری طرح اپنے قبضہ میں کرنے سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا۔

تشریح ان جملہ احادیث مرویہ میں کسی نہ کسی پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بازاروں میں آنا جانا مذکور ہوا ہے۔ نمبر ۲۱۱۹ میں بازاروں میں اور مسجد میں نماز با جماعت کے ثواب کے فرق کا ذکر ہے حدیث' نمبر ۲۱۲۲ میں آنحضرت کا بازار قینقاع میں آنا اور وہاں سے واپسی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر جانا مذکور ہے جہاں آپ نے اپنے پیارے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کیا' اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ الغرض بازاروں میں آنا جانا' معاملات کرنا یہ کوئی مذموم امر نہیں ہے۔ ضروریات زندگی کے لئے بہر حال ہر کسی کو بازار جائے بغیر گذارہ نہیں' حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اسی امر کا بیان کرنا ہے۔ کیونکہ بیوع کا تعلق زیادہ تر بازاروں ہی سے ہے۔ اسی سلسلے کے مزید بیانات آگے آرہے ہیں۔

٥٠- بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ

باب بازار میں شور وغل مچانا مکروہ ہے

٢١٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلاَلٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: لَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ، قَالَ: أَجَلْ، وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ

(۲۱۲۵) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا' ان سے عطاء بن یسار نے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت توریت میں آئی ہیں' ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا ہاں! قسم خدا کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن

فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ : يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلاَ غَلِيظٍ وَلاَ سَخَّابٍ فِي الأَسْوَاقِ، وَلاَ يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُوا وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَيُفْتَحُ بِهَا أَعْيُنٌ عُمْيٌ وَآذَانٌ صُمٌّ وَقُلُوبٌ غُلْفٌ)). تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلاَلٍ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلاَلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلاَمٍ. غُلْفٌ: كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلاَفٍ، سَيْفٌ أَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ، وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُونًا. قَالَهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ.

شریف میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ "اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ' خوشخبری دینے والا' ڈرانے والا' اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بد خو ہو' نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شوروغل مچانے والے' (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا' بلکہ معاف اور درگذر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کرا لے' یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں۔ اور اس کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو بینا' بہرے کانوں کو شنوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔ اس حدیث کی متابعت عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہلال سے کی ہے۔ اور سعید نے بیان کیا' ان سے ہلال نے' ان سے عطاء نے کہ "غلف" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پردے میں ہو۔ سیف اغلف قوس غلفاء اسی سے ہے اور "رجل اغلف" اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

[طرفه في: ٤٨٣٨].

تشریح حدیث ہذا میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف جمیلہ میں سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بازاروں میں غل مچانے والا نہ ہو گا۔ مقصد باب اسی سے ثابت ہوا کہ بازاروں میں جا کر شور و غل مچانا اخلاق فاضلہ کی رو سے مناسب نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں بازار کو بدترین جگہ کہا گیا ہے۔ اس کے باوجود بازاروں میں آنا جانا شان پیغمبری یا امامت کے خلاف نہیں ہے' کافر آنحضرت ﷺ پر اعتراض کیا کرتے تھے ما لهذا الرسول یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق البتہ وہاں شور و غل مچانا خلاف شان ہے۔ حدیث میں مذکور ملت عوجاء سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت مراد ہے۔ پہلے وہ سیدھی تھی پھر عرب کے مشرکوں نے اس کو ٹیڑھا کر دیا۔ ہزاروں کفر اور گمراہی کی باتیں اس میں داخل کر دی تھیں۔ اللہ پاک نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں اس شریعت کو سیدھا کرایا۔ اس میں جس قدر بھی توہمات اور محدثات شامل کر لئے گئے تھے آپ نے ان سے ملت ابراہیمی کو پاک صاف کر کے اس کی اصلی صورت میں پیش فرما دیا۔ غلاف میں بند تلوار کو سیف اغلف اور پوشیدہ چھپائے ہوئے تیر کو کہتے ہیں۔

٥١- بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي

باب ناپ تول کرنے والے کی مزدوری بیچنے والے پر اور دینے والے پر ہے (خریدار پر نہیں)

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دے

وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾ يَعْنِي كَالُوا لَهُمْ وَزَنُوا لَهُمْ كَقَوْلِهِ: ﴿يَسْمَعُونَكُمْ﴾ يَسْمَعُونَ لَكُمْ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اكْتَالُوا حَتَّى تَسْتَوْفُوا))، وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((إِذَا بِعْتَ فَكِلْ، وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ)).

ہیں۔ تو کم کر دیتے ہیں "مطلب یہ ہے کہ وہ بیچنے والے خریدنے والوں کے لئے ناپتے اور وزن کرتے ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں کلمہ "یسمعونکم" سے مراد "یسمعون لکم" ہے۔ ویسے ہی اس آیت میں کالوا ھم سے مراد کالوا لھم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھجور ناپ لو اور اپنے اونٹ کی قیمت پوری بھرلو۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا' جب تو کوئی چیز بیچا کرے تو ناپ کے دیا کر اور جب کوئی چیز خریدے تو اسے بھی مپوالیا کر۔

تشریح: آنحضرت ﷺ نے طارق عبداللہ محاربی اور ان کے ساتھیوں سے کھجور کے بدل ایک اونٹ خریدا تھا۔ ایک شخص کے ہاتھ اس کے پاس کھجور بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ اپنا حق اچھی طرح ناپ لو۔ اس روایت سے یہ نکلا کہ ناپنا اسی کا کام ہے جو جنس دے۔ اس حدیث کو نسائی اور ابن حبان نے وصل کیا ہے۔ (وحیدی)

٢١٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلاَ يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ)). [راجع: ٢١٢٦]

(۲۱۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبردی' انہیں نافع نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب کوئی شخص کسی قسم کا غلہ خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کرلے' اسے نہ بیچے۔

٢١٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَضَعُوا مِنْ دَيْنِهِ فَطَلَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوا، فَقَالَ لِي النَّبِي ﷺ: ((اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا: الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، وَعِذْقَ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ)). فَفَعَلْتُ ، ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَى أَعْلاَهُ أَوْ فِي وَسَطِهِ ثُمَّ قَالَ : ((كِلْ

(۲۱۲۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہمیں جریر نے خبردی' انہیں مغیرہ نے' انہیں عامر شعبی نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ (میرے باپ) شہید ہو گئے۔ تو ان کے ذمے (لوگوں کا) کچھ قرض باقی تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ کوشش کی کہ قرض خواہ کچھ اپنے قرضوں میں معاف کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہی چاہا لیکن وہ نہیں مانے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اپنی تمام کھجور کی قسموں کو الگ الگ کر لو۔ عجوہ (ایک خاص قسم کی کھجور) کو الگ رکھ اور عذق زید (کھجور کی ایک قسم) کو الگ کر۔ پھر مجھ کو بلا بھیج۔ میں نے ایسا ہی کیا اور نبی کریم ﷺ کو کہلا بھیجا۔ آپؐ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر پر یا بیچ میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ اب ان قرض خواہوں کو ناپ کر دو۔ میں نے ناپنا شروع

لِلْقَوْمِ))، فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمْ الَّذِي لَهُمْ ، وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى)). وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهَبِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((جُذَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ)).

[أطرافه في : ٢٣٩٥، ٢٣٩٦، ٢٤٠٥، ٢٦٠١، ٢٧٠٩، ٢٧٨١، ٣٥٨٠، ٤٠٥٣، ٦٢٥٠].

کیا۔ جتنا قرض لوگوں کا تھا' میں نے سب ادا کر دیا۔ پھر بھی تمام کھجور جوں کی توں تھی۔ اس میں سے ایک دانہ برابر کی بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔ فراس نے بیان کیا' ان سے شعبی نے' اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ "برابر ان کے لئے تولتے رہے' یہاں تک کہ ان کا پورا قرض ادا ہو گیا۔" اور ہشام نے کہا' ان سے وہب نے' اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کھجور توڑ اور اپنا قرض پورا ادا کر دے۔

تشریح: اس حدیث سے جہاں ایک عظیم معجزۂ نبوی ثابت ہوا وہاں یہ مسئلہ بھی نکلا کہ اپنے قرض خواہوں کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کے قرض کے عوض میں کھجوریں دے رہے تھے۔ اور ناپ تول کا کام بھی خود ہی انجام دے رہے تھے۔ اسی سے یہ نکلا کہ ادا کرنے والا ہی خود اپنے ہاتھ سے وزن کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

٥٢- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

باب اناج کا ناپ تول کرنا مستحب ہے

٢١٢٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ)).

(۲۱۲۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا' ان سے ثور نے' ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنے غلے کو ناپ لیا کرو' اس میں تمہیں برکت ہو گی۔

٥٣- بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمُدِّهِ فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع اور مد کی برکت کا بیان۔ اس باب میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

٢١٢٩- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ الأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ

(۲۱۲۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا' ان سے عباد بن تمیم انصاری نے اور ان سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا۔ اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ میں بھی مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح

الْـمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ)).

ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا۔ اور اس کے لئے اس کے مد اور صاع (غلہ ناپنے کے دو پیمانے) کی برکت کے لئے اسی طرح دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔

معلوم ہوا کہ ناپ تول کے لئے صاع اور مد کا دستور عہد رسالت میں بھی تھا۔ جن میں برکت کیلئے آپؐ نے دعا فرمائی' اور مدینہ کیلئے آپؐ نے دعا فرمائی جو اسی طرح قبول ہوئی' جس طرح مکہ شریف کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اللہ نے قبول فرمائی' بلکہ بعض خصوصیات برکت میں مدینہ ممتاز ہے۔ وہاں پانی شہر میں بکثرت موجود ہے۔ آس پاس جنگل سبزہ سے لہلہا رہے ہیں۔ پھر آج کل حکومت سعودیہ خلد اللہ بقاہا کی مساعی سے مدینہ ہر لحاظ سے ایک ترقی یافتہ شہر بنتا جا رہا ہے' جو سب آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اللھم حبب الینا المدینة کحبنا مکة اواشد یا اللہ! مکة المکرمہ ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے۔

٢١٣٠- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ. يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ)).

(۲۱۳۰) مجھ سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' اے اللہ! مدینہ والوں کے پیمانوں میں برکت دے' اے اللہ! انہیں ان کے صاع اور مد میں برکت دے۔ آپؐ کی مراد اہل مدینہ تھے۔

[طرفاه في: ٦٧١٤، ٧٣٣١].

٥٤- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ، وَالْحُكْرَةِ

باب اناج کا بیچنا اور احتکار کرنا کیسا ہے؟

تشریح احتکار کہتے ہیں گرانی کے وقت غلہ خرید کر کے اس کو رکھ چھوڑنا' کہ جب بہت گراں ہو گا تو بیچیں گے۔ اگر ارزانی کے وقت خرید کر کے رکھ چھوڑے تو یہ احتکار منع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر گرانی کے وقت اپنی خانگی ضروریات کے لئے غلہ خرید کر رکھ چھوڑے تو یہ منع نہیں ہے۔ باب کی حدیثوں میں احتکار کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ نے کہا' امام بخاری رحمہ اللہ نے احتکار کا جواز ثابت کیا' اس حدیث سے کہ غلہ قبضے سے پہلے نہ بیچے یعنی اپنے گھر یا دکان میں لانے سے پہلے۔ تو اگر احتکار حرام ہوتا تو آپ یہ حکم نہ فرماتے بلکہ خریدتے ہی بیچنے کا حکم دے دیتے۔ اور شاید ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے نکالا کہ احتکار وہی کرتا ہے جو گنہگار ہے اور ابن ماجہ اور حاکم نے نکالا کہ جو کوئی مسلمانوں پر ان کا کھانا احتکار کرے گا' اللہ اس پر جذام کی بیماری ڈالے گا۔ (وحیدی)

احتکار کی بحث میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ و کل ذالک مشعر بان الاحتکار انما یمنع فی حالة مخصوصة بشروط مخصوصة و قد ورد فی ذم الاحتکار احادیث منھا حدیث معمر المذکور اولاً و حدیث عمر مرفوعا من احتکر علی المسلمین طعامھم ضربه الله بالجذام والافلاس رواه ابن ماجة واسناده حسن' عنه مرفوعا قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون اخرجه ابن ماجة والحاکم و اسناده ضعیف و عن ابن عمر مرفوعا من احتکر اربعین لیلة فقد بری من الله و بری منه اخرجه احمد والحاکم و فی اسناده مقال و عن ابی ھریرة مرفوعا من

احتکر حکرۃ یرید ان یغالی بھا علی المسلمین فھو خاطی و اخرجہ الحاکم

یعنی یہاں مذکورہ مباحث سے ظاہر ہے کہ احتکار حالات مخصوصہ میں شرائط مخصوصہ کے ساتھ منع ہے اور احتکار کی مذمت میں کئی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ معمر کی حدیث مذکور ہے۔ نیز حضرت عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے مسلمانوں پر غلہ کو روک لیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ جذام کے مرض اور افلاس میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ غلہ کا بازار میں لاکر فروخت کرنے والا روزی دیا گیا ہے اور غلہ کو روکنے والا ملعون ہے اور یہ بھی ہے کہ جس نے چالیس رات تک غلہ کو روک کر رکھا وہ اللہ سے بری ہو گیا۔ اور اللہ اس سے بری ہے' اور یہ بھی ہے کہ جو گرانی کے انتظار میں غلہ کو روکے وہ گنہگار ہے۔ حالات موجودہ میں احتکار تقریباً بیشتر ممالک میں ایک سنگین قانونی جرم قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ بہت جگہ قحط سالی میں لوگ مبتلا ہیں۔ اسلام آج سے چودہ سو سال پیشتر رفاہ عام کے اس قانون کا اجراء کر چکا ہے۔

سند میں مذکورہ سالم نامی بزرگ تابعین میں سے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ابو عمران ان کی کنیت ہے۔ قریشی عدوی مدنی ہیں۔ فقہائے مدینہ کے سرخیل ہیں' ۱۰۶ھ میں مدینہ ہی میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

٢١٣١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُوْنَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيْعُوْهُ حَتَّى يُؤْوُوْهُ إِلَى رِحَالِهِمْ)).

(۲۱۳۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے خبر دی' انہیں اوزاعی نے' انہیں زہری نے' انہیں سالم نے' اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان لوگوں کو دیکھا جو اناج کے ڈھیر (بغیر تولے ہوئے محض اندازہ کر کے) خرید لیتے ان کو مار پڑتی تھی۔ اس لئے کہ جب تک اپنے گھر نہ لے جائیں نہ بیچیں۔

٢١٣٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَبِيْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. قُلْتُ لاِبْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ)).

[طرفه في : ٢١٣٥].

(۲۱۳۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' ان سے ابن طاؤس نے' اور ان سے ان کے باپ نے' ان سے ابن عباسؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے غلہ پر پوری طرح قبضہ سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا۔ طاؤس نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا' کہ یہ تو روپے کا روپوں کے بدلے بیچنا ہوا۔ جب کہ ابھی غلہ تو میعاد ہی پر دیا جائے گا۔

اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے دو من گیہوں عمرو سے دو روپے کے بدلے خریدے اور عمرو سے یہ ٹھہرا کہ دو مہینے بعد گیہوں دے۔ اب زید نے وہی گیہوں بکر کے ہاتھ چار روپیہ کو بیچ ڈالے تو در حقیقت زید نے گویا دو روپے کو چار روپیہ کے بدل بیچا۔ جو صریحاً سود ہے۔ کیونکہ گیہوں کا ابھی تک وجود ہی نہیں وہ تو دو ماہ کے بعد ملیں گے اور روپیہ کے بدل روپیہ بک رہا ہے۔

٢١٣٣- حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ:

(۲۱۳۳) مجھ سے ابو الولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے حضرت

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلاَ يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ)). [راجع: ٢١٢٤]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو شخص بھی کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچے۔

٢١٣٤- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا، حَتَّى يَجِيءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ. قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ)).

[طرفاه في : ٢١٧٠، ٢١٧٤].

(٢١٣٤) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار ان سے بیان کرتے تھے' اور ان سے زہری نے' ان سے مالک بن اوس نے' کہ انہوں نے پوچھا' آپ لوگوں میں سے کوئی بیع صرف (یعنی دینار' درہم' اشرفی وغیرہ بدلنے کا کام) کرتا ہے۔ طلحہ نے کہا کہ میں کرتا ہوں' لیکن اس وقت کر سکوں گا جب کہ ہمارا خزانچی غابہ سے آجائے گا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری سے ہم نے اسی طرح حدیث یاد کی تھی۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خبر دی کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا' سونا سونے کے بدلے میں (خریدنا) سود میں داخل ہے۔ مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔ گیہوں' گیہوں کے بدلہ میں (خریدنا بیچنا) سود میں داخل ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔ کھجور' کھجور کے بدلہ میں سود ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔ اور جو' جو کے بدلہ میں سود ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔

اس حدیث سے یہ نکلا کہ جو اور گیہوں علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جملہ اہلحدیث کا یہی قول ہے۔

٥٥- بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

باب غلے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو بیچنا جو تیرے پاس موجود نہیں

تشریح باب کی حدیثوں میں اس چیز کی بیع کی ممانعت نہیں ہے جو بائع کے پاس نہ ہو اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو اس طرح نکال لیا کہ جب قبضے سے پہلے بیچنا درست نہ ہوا تو جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کا بھی بیچنا درست نہ ہو گا اور اس باب میں ایک صریح حدیث بروی ہے جس کو اصحاب سنن نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے نکالا' کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' اس چیز کو مت بیچو جو تیرے پاس نہ ہو۔ اور شاید یہ حدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہ ہو گی' اس وجہ سے اس کو نہ لا سکے۔ (وحیدی)

٢١٣٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ:

(٢١٣٥) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' کہا جو کچھ ہم نے عمرو بن دینار سے (سن کر) یاد رکھا ہے (وہ یہ ہے کہ) انہوں نے طاؤس سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلاَ أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلاَّ مِثْلَهُ)). [راجع: ٢١٣٢]

عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا تھا' وہ اس غلہ کی بیع تھی جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' میں تو تمام چیزوں کو اسی کے حکم میں سمجھتا ہوں۔

یعنی کہ کوئی بھی چیز جب خریدی جائے تو قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچا جائے۔

٢١٣٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلاَ يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ)). زَادَ إِسْمَاعِيلُ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلاَ يَبِيْعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ)). [راجع: ٢١٢٤]

(۲۱۳۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے نافع نے' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو شخص بھی جب غلہ خریدے تو جب تک اسے پوری طرح اپنے قبضہ میں نہ لے لے' نہ بیچے۔ اسماعیل نے یہ زیادتی کی ہے کہ جو شخص کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔

٥٦- بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لاَ يَبِيْعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالأَدَبِ فِي ذَلِكَ

باب جو شخص غلہ کا ڈھیر بن ماپے تولے خریدے وہ جب تک اس کو اپنے ٹھکانے نہ لائے' کسی کے ہاتھ نہ بیچے اور اس کے خلاف کرنے والے کی سزا کا بیان

٢١٣٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَبْتَاعُونَ [طرفاه في: ٢٢٥٦، ٣٨٤٣].

(۲۱۳۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' کہ مجھے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دیکھا۔ کہ لوگوں کو اس پر تنبیہ کی جاتی جب وہ غلہ کا ڈھیر خرید کر کے اپنے ٹھکانے پر لانے سے پہلے ہی اس کو بیچ ڈالتے۔

تشریح: حدیث سے یہ نکلا کہ حاکم اسلام بیع فاسد پر سزا دے سکتا ہے۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جو چیز اندازے سے بن ماپ تول خریدی جائے اس کو قبضے سے پہلے بیچ سکتا ہے۔ اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے۔

٥٧- بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً

باب اگر کسی شخص نے کچھ اسباب یا ایک جانور خریدا اور

فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ، أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ

اس کو بائع ہی کے پاس رکھوا دیا وہ اسباب تلف ہو گیا یا جانور مر گیا اور ابھی مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا' بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شریک تھا۔ وہ اگر تلف ہو گیا تو خریدار پر پڑے گا۔ (بائع اس کا تاوان نہ دے گا)

٢١٣٨- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، إِلاَّ يَأْتِي فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلاَّ وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا، فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلاَّ لأَمْرٍ حَدَثَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لأَبِي بَكْرٍ: أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ. قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ، يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ. قَالَ: أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ؟ قَالَ: الصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: الصُّحْبَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ، فَخُذْ إِحْدَاهُمَا. قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ)).

[راجع: ٤٧٦]

(٢١٣٨) ہم سے فروہ بن ابی مغراء نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو علی بن مسہر نے خبر دی' انہیں ہشام نے' انہیں ان کے باپ نے' اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایسے دن (مکی زندگی میں) بہت ہی کم آئے جن میں نبی کریم ﷺ صبح و شام میں کسی نہ کسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر جب آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی۔ تو ہماری گھبراہٹ کا سبب یہ ہوا کہ آپ (معمول کے خلاف اچانک) ظہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم ﷺ اس وقت ہمارے یہاں کوئی نئی بات پیش آنے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔ جب آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ تمہارے پاس ہوں انہیں ہٹا دو۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! یہاں تو صرف میری یہی دو بیٹیاں ہیں یعنی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما۔ اب آپ نے فرمایا' کہ تمہیں معلوم بھی ہے مجھے تو یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں نے نکلنے ہی کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ آپ ان میں سے ایک لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا' قیمت کے بدلے میں' میں نے ایک اونٹنی لے لی۔

حدیث سے یہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اونٹنی مول لے کر ان ہی کے پاس رکھوا دی' تو باب کا یہ مطلب کہ کوئی چیز خرید کر کے بائع کے پاس رکھوا دینا اس سے ثابت ہوا۔

٥٨- بَابُ لاَ يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلاَ يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ، حَتَّى

باب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیع میں دخل اندازی نہ کرے اور اپنے بھائی کے بھاؤ لگاتے وقت اس

يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ

کے بھاؤ کو نہ بگاڑے جب تک وہ اجازت نہ دے یا چھوڑ نہ دے۔

تشریح: یعنی پہلا بائع اگر اجازت دے کہ تم بھی اپنا مال اس خریدار کو بتلاؤ' بیچو تو بیچنا درست ہے۔ اسی طرح اگر پہلا خریدار اس چیز کو چھوڑ کر چلا جائے نہ خریدے تو دوسرے کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ حرام ہے۔ امام اوزاعی نے کہا یہ امر مسلمان بھائی کے لئے خاص ہے۔ اور جمہور نے اس کو عام رکھا ہے۔ کیونکہ یہ امر اخلاق سے بعید ہے کہ ایک شخص اپنا سامان بیچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے ہم بیچ میں جا کودیں۔ اور اس کا فائدہ نہ ہونے دیں۔

٢١٣٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ)).

[طرفاه في : ٣١٦٥، ٥١٤٢].

(۲۱۳۹) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے نافع نے' اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید و فروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔

٢١٤٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ، أَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. وَلاَ تَنَاجَشُوا. وَلاَ يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ. وَلاَ يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيْهِ. وَلاَ تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلاَقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا)).

[أطرافه في : ٢١٤٨، ٢١٥٠، ٢١٥١، ٢١٦٠، ٢١٦٢، ٢٧٢٣، ٢٧٢٨، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١].

(۲۱۴۰) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔ کوئی شخص (کسی عورت کو) دوسرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کرلے۔

تشریح: یعنی باہر والے جو غلہ یا اشیاء باہر سے لاتے ہیں' وہ اکثر بستی والوں کے ہاتھ سستا بیچ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اب کوئی شہر والا ان کو بہکائے' اور کہے ابھی نہ بیچو' یہ مال میرے سپرد کر دو' میں اس کو مہنگا بیچ دوں گا۔ تو اس سے منع فرمایا' کیونکہ یہ بستی والوں کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ محض بھاؤ بگاڑنے کے لئے بولی چڑھا دیتے ہیں۔ اور ان کی نیت خریدنے کی نہیں ہوتی۔ یہ سخت گناہ ہے اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے لئے کسی مرد نے پیغام نکاح دیا ہے تو کوئی دوسرا اس کو پیغام نہ دے کہ یہ بھی اپنے بھائی کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے' تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اس کی پہلی موجودہ بیوی کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے کہ یہ اس بہن کی سخت حق تلفی ہے۔ اس صورت میں وہ

عورت اور مرد ہر دو گنہگار ہوں گے۔

٥٩- بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ

وَقَالَ عَطَاءٌ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ لاَ يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فَمَنْ يَزِيْدُ.

باب نیلام کرنے کے بیان میں۔

اور عطاء نے کہا' کہ میں نے دیکھا لوگ مال غنیمت کے نیلام کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے

٢١٤١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَجُلاً أَعْتَقَ غُلاَمًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ يَشْتَرِيْهِ مِنِّي؟)) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِكَذَا وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ)).

[أطرافه في : ٢٢٣١، ٢٣٢١، ٢٤٠٣، ٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦].

(۲۱۴۱) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں حسین مکتب نے خبر دی' انہیں عطاء بن ابی رباح نے' اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنے مرنے کے بعد کی شرط کے ساتھ آزاد کیا۔ لیکن اتفاق سے وہ شخص مفلس ہو گیا' تو نبی کریم ﷺ نے اس کے غلام کو لے کر فرمایا' کہ اسے مجھ سے کون خریدے گا۔ اس پر نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے اتنی اتنی قیمت پر خرید لیا۔ اور آپ نے غلام ان کے حوالہ کر دیا۔

تشریح نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم کا لیا' جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا' اس کو کون خریدتا ہے' تو یہ نیلام ہی ہوا۔ اور اسماعیلی کا اعتراض دفع ہو گیا کہ حدیث سے نیلام ثابت نہیں ہوتا' کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ لوگوں نے مول بڑھانا شروع کیا' اور مدبر کی بیع کا جواز نکلا' امام شافعی رحمہ اللہ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مدبر کی بیع درست نہیں ہے۔ تفصیل آرہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ لما ان تقدم فی الباب قبلہ النہی عن السوم اراد ان یبین موضع التحریمة منه و قد اوضحته فی الباب الذی قبله و ورد فی البیع فیمن یزید حدیث انس انه صلی الله علیه وسلم باع حلسا و قدحا و قال من یشتری هذا الحلس و القدح فقال رجل اخذتهما بدرهم فقال من یزید علی درهم فاعطاه رجل درهمین فباعهما منه اخرجه احمد و اصحاب السنن مطولا و مختصرا و اللفظ للترمذی و قال حسن و کان المصنف اشار بالترجمة الی تضعیف ما اخرجه البزار من حدیث سفیان بن وهب سمعت النبی صلی الله علیه وسلم ینهی عن بیع المزایدة فان فی اسناده ابن لهیعة و هو ضعیف (فتح)

چونکہ پچھلے باب میں بھاؤ پر بھاؤ بڑھانے سے نہی گذر چکی ہے لہٰذا مصنف ؒ نے چاہا کہ حرمت کی وضاحت کی جائے اور میں اس سے پہلے باب میں اس پر کی وضاحت کر چکا ہوں۔ یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے نیلام کا بیان شروع فرمایا۔ اور اس کا جواز ثابت کیا۔ اور اس بیع کے بارے میں انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بھی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک پرانا ٹاٹ اور ایک پیالہ نیلام فرمایا۔ اور ایک آدمی نے ان کی بولی ایک درہم لگائی۔ آپؐ کے دوبارہ اعلان پر دوسرے آدمی نے دو درہموں کی بولی لگا دی۔ اور آپؐ نے ہر دو

چیزیں اس کو دے دیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اشارہ فرمایا ہے کہ مسند بزار میں سفیان بن وہب کی روایت سے جو حدیث موجود ہے جس میں نیلام کی بیع سے ممانعت وارد ہے وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جو ضعیف ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح مشہور ترین تابعی ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے جلیل القدر فقیہ ہیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ امام اوزاعی کا قول ہے کہ ان کی وفات کے وقت ہر شخص کی زبان پر ان کا ذکر خیر تھا۔ اور سب ہی لوگ ان سے خوش تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے علم کے خزانوں کا مالک حضرت عطاء بن ابی رباح کو بنایا جو حبشی تھے۔ علم اللہ کی دین ہے جسے چاہے وہ دے دے۔ سلمہ بن کہیل نے کہا' عطاء' طاؤس' مجاہد رحمہم اللہ وہ بزرگ ہیں جن کے علم کی غرض و غایت صرف خدا کی ذات تھی۔ ۸۸ سال کی عمر میں ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

٦٠- بَابُ النَّجْشِ. وَمَنْ قَالَ : لاَ يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ

باب نجش یعنی دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھانا کیسا ہے؟ اور بعض نے کہا یہ بیع ہی جائز نہیں۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى : ((النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ)). وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لاَ يَحِلُّ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ، وَمَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)).

اور ابن ابی اوفیٰ نے کہا کہ "ناجش" سود خوار اور خائن ہے۔ اور نجش فریب ہے' خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

تشریح دھوکے کی بیع یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا مچھلی دریا میں جا رہی ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے' اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو۔ اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور حبل الحبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔ اس کی تفسیر آگے خود حدیث میں آ رہی ہے۔ باب کی حدیث میں دھوکے کی بیع کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو حبل الحبلہ کی ممانعت سے نکال لیا۔ اس لئے کہ وہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ اونٹنی نہ جنے یا اس کا جو بچہ پیدا ہو وہ نہ جنے۔ اور شاید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے حبل الحبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ کسی اونٹنی کے حمل کے حمل کو فی الحال بیع ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے۔ اسکے پیٹ کے بچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یہ بھی منع ہے۔ اسلئے کہ وہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (وحیدی)

٢١٤٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، عَنِ النَّجْشِ)). [طرفه في : ٦٩٦٣].

(۲۱۴۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے نافع نے' اور ان سے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نجش" سے منع فرمایا تھا۔

تشریح نجش خاص طور پر شکار کو بھڑکانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص مفہوم شرعی کے تحت یہ مستعمل ہے۔ وہ مفہوم یہ کہ کچھ تاجر اپنے غلط گو ایجنٹ مقرر کر دیتے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ہر ممکن صورت میں خریدنے والوں کو دھوکہ

دے کر زیادہ قیمت وصول کرائیں۔ ایسے ایجنٹ بعض دفعہ گاہک کی موجودگی میں اس چیز کا دام بڑھا کر خریدار بنتے ہیں۔ حالانکہ وہ خریدار نہیں ہیں۔ گاہک دھوکہ میں آکر بڑھے ہوئے داموں پر وہ چیز خرید لیتا ہے۔ الغرض بیع میں دھوکہ فریب کی جملہ صورتیں سخت ترین گناہ کبیرہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ شریعت نے سختی سے ان کو روکا ہے۔

٦١- بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ ، وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ

باب:۔ دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان

٢١٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ : كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجَ الَّتِي فِي بَطْنِهَا)).

(۲۱۴۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ اس بیع کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی خریدتا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرتا کہ ایک اونٹنی جنے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بڑی ہو کر جنے۔

تشریح اسلام سے پہلے عرب میں یہ دستور بھی تھا کہ حاملہ اونٹنی کے حمل کو بیچ دیا جاتا۔ اس بیع کو دھوکے کی بیع قرار دے کر منع کیا گیا۔ حدیث بالا کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ کسی قرض وغیرہ کی مدت حاملہ اونٹنی کے حمل کے پیدا ہونے پھر اس پر پیدا ہونے والی اونٹنی کے بچہ جننے کی مدت مقرر کی جاتی تھی' یہ بھی ایک دھوکے کی بیع تھی' اس لئے اس سے بھی منع کیا گیا۔

٦٢- بَابُ بَيْعِ الْمُلاَمَسَةِ. قَالَ أَنَسٌ : نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ

باب بیع ملامسۃ کا بیان اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے

٢١٤٤- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ، وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى رَجُلٍ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ. وَنَهَى عَنِ الْمُلاَمَسَةِ لَمْسُ الثَّوبِ لاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ)). [راجع: ٣٦٧]

(۲۱۴۴) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' کہ مجھے عامر بن سعید نے خبر دی اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے منابذہ کی بیع سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینکتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیع لازم سمجھی جاتی تھی) اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بیع ملامسۃ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر

دیکھے صرف اسے چھو دیتا (اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔

٢١٤٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ: أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعُهُ عَلَى مَنْكِبِهِ. وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ : اللِّمَاسِ، وَالنِّبَاذِ)).

[راجع: ٣٦٨]

(۲۱۴۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو طرح کے لباس پہننے منع ہیں۔ کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے' پھر اسے مونڈھے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرم گاہ کھلی رہے) اور دو طرح کی بیع سے منع کیا۔ ایک بیع ملامستہ سے اور دوسری بیع منابذہ سے۔

تشریح اس روایت میں دوسرے لباس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ اشتمال صما ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یعنی ایک ہی کپڑا سارے بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ نسائی کی روایت میں بیع ملامستہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے میں اپنا کپڑا تیرے کپڑے کے عوض بیچتا ہوں اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے صرف چھوئے۔ اور بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری اور بائع میں یہ ٹھہرے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دوں گا اور جو تیرے پاس ہے وہ میری طرف پھینک دے۔ بس اسی شرط پر بیع ہو جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کتنا اور کیا مال ہے۔ (وحیدی)

٦٣- بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

باب بیع منابذہ کا بیان اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے

٢١٤٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنُ حَبَّانَ، وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُلاَمَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ)).

[راجع: ٣٦٧]

(۲۱۴۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابوالزناد نے' ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

٢١٤٧- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: الْمُلاَمَسَةِ

(۲۱۴۷) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' ان سے معمر نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے عطاء بن یزید نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کے لباس سے منع فرمایا' اور دو طرح کی بیع' ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

وَالْمُنَابَذَةِ)). [راجع: ٣٦٧]

تشریح گذشتہ سے پیوستہ حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس میں بیع ملامسہ اور بیع منابذہ کی ممانعت مذکور ہے۔

٦٤- بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لاَ يُحَفِّلَ الإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ

وَكُلُّ مُحَفَّلَةٍ وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ، يُقَالُ مِنْهُ: صَرَّيْتُ الْمَاءَ.

باب اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کر رکھنا بائع کو منع ہے۔

اسی طرح ہر جاندار کے تھن میں (تاکہ دیکھنے والا زیادہ دودھ دینے والا جانور سمجھ کر اسے زیادہ قیمت پر خریدے) اور مصراۃ وہ جانور ہے کہ جس کا دودھ تھن میں روک لیا گیا ہو' اس میں جمع کرنے کے لئے اور کئی دن تک اسے نکالا نہ گیا ہو' لفظ تصریہ اصل میں پانی روکنے کے معنے میں بولا جاتا ہے۔ اسی سے یہ استعمال ہے "صریت الماء" (یعنی میں نے پانی کو روک رکھا)

٢١٤٨- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الأَعْرَجِ قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((لاَ تُصَرُّوا الإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا: إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ)). وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((صَاعَ تَمْرٍ)). وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلاَثًا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: ((صَاعًا مِنْ تَمْرٍ)) وَلَمْ يَذْكُرْ ((ثَلاَثًا)) وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.

[راجع: ٢١٤٠]

(۲۱۴۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے جعفر بن ربیعہ نے' ان سے عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے (دھوکہ میں آکر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں۔ چاہے تو جانور کو رکھ لے' اور چاہے تو واپس کر دے۔ اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدل دے دے۔ ابو صالح' مجاہد' ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے بواسطہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت ایک صاع کھجور ہی کی ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین سے ایک صاع غلہ کی روایت کی ہے۔ اور یہ کہ خریدار کو (صورت مذکورہ میں) تین دن کا اختیار ہو گا۔ اگرچہ بعض دوسرے راویوں نے ابن سیرین ہی سے ایک صاع کھجور کی بھی روایت کی ہے لیکن تین دن کے اختیار کا ذکر نہیں کیا۔ اور (تاوان میں) کھجور دینے کی روایات ہی زیادہ ہیں۔

تشریح لونڈی ہو یا گدھی ان کے دودھ کے بدل ایک صاع نہ دیا جائے گا۔ اور حنابلہ نے گدھی کے دودھ کے بدلے صاع دینا لازم نہیں رکھا۔ لیکن لونڈی میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور جمہور اہل علم' صحابہ اور تابعین اور مجتہدین نے باب کی

حدیث پر عمل کیا ہے کہ ایسی صورت میں مشتری چاہے تو وہ جانور پھیر دے اور ایک صاع کھجور کا دودھ کے بدل دے دے۔ خواہ دودھ بہت ہو یا کم۔ اور حنفیہ نے قیاس پر عمل کر کے اس صحیح حدیث کا خلاف کیا ہے اور کہتے کیا ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہ تھے۔ اس لیے ان کی روایت قیاس کے خلاف قبول نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کھلی دھینگا مشتی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم نقل فرمایا ہے اور لطف یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جن کو حنفی فقہ اور اجتہاد میں امام جانتے ہیں' ان سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ اور شاید حنفیہ کو الزام دینے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ اور خود حنفیہ نے بہت سے مقاموں میں حدیث سے قیاس جلی کو ترک کیا ہے۔ جیسے وضو بالنبیذ اور قہقہہ میں پھر یہاں کیوں ترک نہیں کرتے۔ اور امام ابن قیم نے اس مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہوئے حنفیہ پر کافی رد کیا ہے۔

٢١٤٩– حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا. وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوعَ)). [طرفه في : ٢١٦٤].

(٢١٤٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا' کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم سے ابوعثمان نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص "مصراۃ" بکری خریدے اور اسے واپس کرنا چاہے تو (اصل مالک کو) اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے (جو مال بیچنے کو لائیں) آگے بڑھ کر خریدنے سے منع فرمایا ہے۔

٢١٥٠– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ ، وَلاَ يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلاَ تَنَاجَشُوا ، وَلاَ يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلاَ تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا : إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ)). [راجع: ٢١٤٠]

(٢١٥٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابوالزناد نے' انہیں اعرج نے' اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' (تجارتی) قافلوں کی پیشوائی (ان کا سامان شہر پہنچنے سے پہلے ہی خرید لینے کی غرض سے) نہ کرو۔ ایک شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی نجش نہ کرے اور کوئی شہری بدوی کا مال نہ بیچے اور بکری کے تھن میں دودھ نہ روکے۔ لیکن اگر کوئی اس (آخری) صورت میں جانور خرید لے تو اسے دوہنے کے بعد دونوں طرح کے اختیارات ہیں۔ اگر وہ اس بیع پر راضی ہے تو جانور کو روک سکتا ہے۔ اور اگر وہ راضی نہیں تو ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دے کر اسے واپس کر دے۔

٦٥– بَابُ إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ ، وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

باب خریدار اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے لیکن اس کے دودھ کے بدلہ میں (جو خریدار نے استعمال کیا ہے) ایک صاع کھجور دے دے

٢١٥١– حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ

(٢١٥١) ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے مکی بن ابراہیم

حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ)). [راجع: ٢١٤٠]

نے بیان کیا' انہیں ابن جریج نے خبردی' کہا کہ مجھے زیاد نے خبردی کہ عبدالرحمٰن بن زید کے غلام ثابت نہیں انہیں خبردی' کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس شخص نے "مصراۃ" بکری خریدی اور اسے دوہا۔ تو اگر وہ اس معاملہ پر راضی ہے تو اسے اپنے لئے روک لے اور اگر راضی نہیں ہے تو (واپس کردے اور) اس کے دودھ کے بدلہ میں ایک صاع کھجور دے دے۔

٦٦- بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي

باب زانی غلام کی بیع کا بیان۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ : إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا.

اور شریح رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے ایسے لونڈی غلام کو واپس پھیر سکتا ہے

کیونکہ یہ بھی ایک عیب ہے۔ شریح کی روایت کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ باب کی حدیث میں گو غلام کا ذکر نہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے غلام کو لونڈی پر قیاس کیا۔ اور حنفیہ کے نزدیک لونڈی زنا سے پھیری جا سکتی ہے لیکن غلام نہیں پھیرا جا سکتا۔

٢١٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا زَنَتِ الأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ)).

[أطرافه في : ٢١٥٣، ٢٢٣٣، ٢٢٣٤، ٢٥٥٥، ٦٨٣٧، ٦٨٣٩].

(٢١٥٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھے سعید مقبری نے خبردی' ان سے ان کے باپ نے' اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی باندی زنا کرے اور اس کے زنا کا ثبوت (شرعی) مل جائے تو اسے کوڑے لگوائے' پھر اس کو لعنت ملامت نہ کرے۔ اس کے بعد اگر پھر وہ زنا کرے تو پھر کوڑے لگوائے مگر پھر لعنت ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ بھی زنا کرے تو اسے بیچ دے چاہے بال کی ایک رسی کے بدلہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

٢١٥٣، ٢١٥٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ

(٢١٥٣'٥٤) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ باندی زنا کرے (تو اس کا کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ۔ اگر

قَالَ: ((إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : لاَ أَدْرِيْ بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ؟. [راجع: ٢١٥٢]

پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر بھی اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو' اگرچہ ایک رسی ہی کے بدلہ میں وہ فروخت ہو۔ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ (بیچنے کے لیے) آپؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا تھا یا چوتھی مرتبہ۔

[أطرافه في: ٢٢٣٢، ٢٥٥٦، ٦٨٣٨].

تشریح: ظاہر حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ اگر لونڈی محصنہ ہو تو اس کو سنگسار کریں۔ حالانکہ لونڈی غلام پر بالا جماع رجم نہیں ہے کیونکہ خود قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے۔ ﴿ فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ. ﴾ (النساء: ۲۵) اور رجم کا نصف نہیں ہو سکتا تو کوڑوں کا نصف مراد ہو گا۔ یعنی پچاس کوڑے مارو۔ بعض نے کہا حدیث کا ترجمہ یوں ہے اگر لونڈی اپنے تئیں زنا سے نہ بچائے اور زنا کرائے۔ (وحیدی)

٦٨- بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ

باب: عورتوں سے خرید و فروخت کرنا۔

٢١٥٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اشْتَرِي وَأَعْتِقِي فَإِنَّ الْوَلاَءَ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْعَشِيِّ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ النَّاسِ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ)). [راجع: ٤٥٦]

(۲۱۵۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہمیں شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے (بریرہ رضی اللہ عنہ کے خریدنے کا) ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تم خرید کر آزاد کردو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے گا جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ شرط باطل ہو گی۔ خواہ سو شرطیں ہی کیوں نہ لگالے کیونکہ اللہ ہی کی شرط حق اور مضبوط ہے۔" (اور اسی کا اعتبار ہے)

تشریح: اور حدیث میں جو شرطیں پیغمبر ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ بھی اللہ ہی کی لگائی ہوئی ہیں۔ کیونکہ جو کچھ حدیث میں ہے وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ یہ خطبہ آپؐ نے اس وقت سنایا جب بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ شرط لگاتے تھے کہ ہم بریرہ کو اس شرط پر بیچتے ہیں کہ اس کا ترکہ ہم لیں گے۔

٢١٥٦- حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ : سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ

(۲۱۵۶) ہم سے حسان بن ابی عباد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' کہا کہ میں نے نافع سے سنا' وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَاوَمَتْ بَرِيْرَةَ، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ: إِنَّهُمْ أَبَوا أَنْ يَبِيْعُوهَا إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قُلْتُ لِنَافِعٍ: حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَو عَبْدًا؟ فَقَالَ : مَا يُدْرِيْنِي.

[أطرافه في : ٢١٦٩، ٢٥٦٢، ٦٧٥٢، ٦٧٥٧، ٦٧٥٩].

کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' بریرہ رضی اللہ عنہا کی (جو باندی تھیں) قیمت لگارہی تھیں (تاکہ انہیں خرید کر آزاد کردیں) کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے (مسجد میں) تشریف لے گئے۔ پھر جب آپ تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے تو) اپنے لئے ولاء کی شرط کے بغیر انہیں بیچنے سے انکار کردیا ہے' اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کہ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے یا غلام' تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

(یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے جس سے عورتوں سے خرید و فروخت کرنے کا جواز نکلا)

تشریح ان ہردو احادیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی اپنے مالکوں سے مکاتبت کا ذکر ہے یعنی غلام یا لونڈی اپنی مالک سے طے کرلے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر روپیہ یا کوئی جنس وغیرہ ادا کرے گا۔ اور اس شرط کے پورا کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔ تو اگر وہ شرط پوری کر دی گئی اب وہ آزاد ہو گیا۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے مالکوں سے ایسی ہی صورت طے کی تھی۔ جس کا ذکر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یکمشت سارا روپیہ ادا کرنے کی پیش کش کی۔ اس شرط پر کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی ولاء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے قائم ہو اور مالکوں کو اس بارے میں کوئی مطالبہ نہ رہے۔ ولاء کے معنی یہ کہ غلام آزاد ہونے کے بعد بھائی چارہ کا رشتہ اپنے سابقہ مالک سے قائم رکھے۔ خاندانی طور پر اسی کی طرف منسوب رہے۔ حتیٰ کہ اس کے مرنے پر اس کے ترکہ کا حقدار بھی اس کا سابقہ مالک ہی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیش کش کو انہوں نے سلسلہ ولاء کے ختم ہو جانے کے خطرہ سے منظور نہیں کیا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے یہ خطبہ ارشاد فرما کر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی' کہ یہ بھائی چارگی تو اس کے ساتھ قائم رہے گی جو اسے خرید کر آزاد کرے نہ سابق مالک کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدا اور آزاد کر دیا' اور سلسلہ ولاء سابقہ مالک سے توڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قائم کر دیا گیا۔

اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ جن کا استخراج امام الفقہاء و المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع الصحیح میں جگہ جگہ کیا ہے۔

امام شوکانی اس سلسلہ میں مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان اعلم الناس ان اشتراط الولاء باطل واشتهر ذالک بحیث لا یخفی علی اهل بریرة فلما ارادوا ان یشترطوا ما تقدم لهم العلم ببطلانه اطلق الامر مریدا به التهدید کقوله تعالٰی (اعملوا ماشئتم) فکانه قال اشترطی لهم الولاء فسیعلمون ان ذالک لاینفعهم و یوید هذا ما قاله صلی اللہ علیہ وسلم ذالک ما بال رجال یشترطون شروطا الخ (نیل)

یعنی نبی کریم ﷺ خوب جانتے تھے کہ ولاء کی شرط باطل ہے۔ اور یہ اصول اس قدر مشتہر ہو چکا تھا کہ اہل بریرہ سے بھی یہ مخفی نہ تھا۔ پھر جب انہوں نے اس شرط کے بطلان کو جاننے کے باوجود اس کی اشتراط پر اصرار کیا تو آنحضرت ﷺ نے تہدید کے طور پر مطلق امر فرما دیا کہ بریرہ کو خرید لیا جائے' جیسا کہ قرآنی آیت ﴿ اعملوا ما شئتم ﴾ (فصلت: ۴۰) میں ہے کہ تم عمل کرو جو چاہو۔ یہ

بطور تہدید فرمایا گیا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے ولاء کی شرط لگا لو وہ عنقریب جان لیں گے کہ اس شرط سے ان کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ اور اس مفہوم کی تائید آپ ﷺ کی اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپؐ نے فرمایا۔ کہ لوگوں کا کیا حال ہے وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت نہیں ہیں۔ پس ایسی جملہ شروط باطل ہیں' خواہ ان کو لگا بھی لیا جائے مگر اسلامی قانون کی رو سے ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

٦٧- بَابُ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ؟ وَهَلْ يُعِينُهُ أَو يَنْصَحُهُ؟

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ)). وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ.

باب کیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اجرت کے بغیر بیچ سکتا ہے؟

اور کیا اس کی مدد یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے کسی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہانہ معاملہ کرنا چاہئے۔ عطاء رحمہ اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو ممانعت آئی ہے کہ بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اجرت لے کر نہ بیچے۔ اگر بطور امداد اور خیر خواہی کے اس کا مال بیچ دے تو منع نہیں ہے۔ کیونکہ دوسری حدیثوں میں مسلمان کی امداد اور خیر خواہی کرنے کا حکم ہے۔

٢١٥٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)).

(٢١٥٧) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے اسماعیل نے' ان سے قیس نے' انہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا' کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شہادت پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے اور (اپنے مقررہ امیر کی بات) سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی تھی۔

[راجع: ٥٧]

یہ حدیث کتاب الایمان میں بھی گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے یہ نکالا کہ جب ہر مسلمان کی خیر خواہی کا اس میں حکم ہے تو اگر بستی والا باہر والے کا مال بلا اجرت بیچ دے اس کی خیر خواہی کرے تو ثواب ہو گا نہ کہ گناہ۔ اب اس حدیث کی تاویل یہ ہو گی جس میں اس کی ممانعت آئی ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب اجرت لے کر ایسا کرے۔ اور بستی والوں کو نقصان پہنچانے اور اپنا فائدہ کرنے کی نیت ہو' یہ ظاہر ہے کہ انما الاعمال بالنیات اور اگر محض خیر خواہی کے لئے ایسا کر رہا ہے تو جائز ہے۔

٢١٥٨- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ

(٢١٥٨) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن طاؤس نے' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (تجارتی) قافلوں سے آگے جا کر نہ ملا

اللهِ ﷺ: ((لاَ تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ ، وَلاَ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)). قَالَ : فَقُلْتُ لابْنِ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ: ((لاَ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟)) قَالَ: لاَ يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا.

[طرفاه في: ٢١٦٣، ٢٢٧٤].

کرو (ان کو منڈی میں آنے دو) اور کوئی شہری' کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا کہ "کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے" مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

اور اس سے دلالی کا حق ٹھہرا کر بستی والوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اگر یہ دلال نہ بنتا تو شاید غریبوں کو غلہ سستا ملتا۔ حنفیہ نے کہا کہ یہ حدیث اس وقت ہے جب غلہ کا قحط ہو۔ مالکیہ نے کہا عام ہے۔ ہمارے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب پانچ باتیں ہوں۔ جنگل سے کوئی اسباب بیچنے کو آئے' اس دن کے نرخ پر بیچنا چاہے' نرخ اس کو معلوم نہ ہو۔ بستی والا قصد کر کے اس کے پاس جائے۔ مسلمانوں کو اس اسباب کی حاجت ہو' جب یہ پانچ باتیں پائی جائیں گی تو بیع حرام اور باطل ہو گی ورنہ صحیح ہو گی۔ (وحیدی)

سمسارا کی تشریح میں امام شوکانی فرماتے ہیں۔ بسینین مهملتین قال فی الفتح و هو فی الاصل القیم بالامر والحافظ ثم استعمل فی متولی البیع والشراء لغیره۔ یعنی سمسار اصل میں کسی کام کے محافظ اور انجام دینے والے شخص کو کہا جاتا ہے اور اب یہ اس کے لئے مستعمل ہے جو خرید و فروخت کی تولیت اپنے ذمے لیتا ہے۔ جسے آج کل دلال کہتے ہیں۔

٦٩- بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ

باب جنہوں نے اسے مکروہ رکھا کہ کوئی شہری آدمی' کسی بھی دیہاتی کا مال اجرت لے کر بیچے

٢١٥٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ)) وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

(٢١٥٩) مجھ سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو علی حنفی نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری' کسی دیہاتی کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اوپر گذرا کہ بستی والا باہر والے کا دلال نہ بنے۔ یعنی اجرت لے کر اس کا مال نہ بکوائے اور باب کا بھی یہی مطلب ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں واعلم انه کما لا یجوز ان لا یبیع الحاضر للبادی کذالک لا یجوز ان یشتری له الخ یعنی جیسے کہ شہری کے لئے دیہاتی کا مال بیچنا منع ہے اسی طرح یہ بھی منع ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے کوئی مال اس کی اطلاع اور پسند کے بغیر خریدے۔ یہ جملہ احکامات در حقیقت اس لئے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی صورت میں کسی دیہاتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

٧٠- بَابُ لاَ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ ،

باب اس بیان میں کہ کوئی بستی والا باہر والے کے لئے دلالی کر کے مول نہ لے۔

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَلِلْمُشْتَرِي وَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ الْعَرَبَ تَقُولُ بِعْ لِي ثَوْبًا ، وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے لئے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عرب کہتے ہیں بع لی ثوبا یعنی کپڑا خرید لے۔

مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو لا یبیع حاضر لباد ہے' یہ بیع اور شراء دونوں کو شامل ہے۔ جیسے شراء باع کے معنے میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے و شروہ بثمن بخس دراھم یعنی باعوا ایسا ہی باع بھی شری کے معنوں میں آتا ہے اور دونوں صورتیں منع ہیں۔

٢١٦٠- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((لاَ يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلاَ تَنَاجَشُوا ، وَلاَ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)).

(٢١٦٠) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبردی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں سعید بن مسیب نے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے مول پر مول نہ کرے۔ اور کوئی "نجش" نہ کرے' اور نہ کوئی شہری' کسی دیہاتی کے لئے بیچے یا مول لے۔

[راجع: ٢١٤٠]

تشریح امام شوکانی فرماتے ہیں وقد اخرج ابو عوانة فی صحیحه عن ابن سیرین قال لقیت انس بن مالک فقلت لا یبیع حاضر لباد انھیتھم ان تبیعوا او تبتاعوا لھم قال نعم الخ یعنی ابن سیرین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا' کیا واقعی کوئی شہری کسی بھی دیہاتی کے لئے نہ کچھ مال بیچے نہ خریدے' انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور اس کی تائید اس حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا' دعوا الناس یرزق الله بعضھم من بعض یعنی لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو' اللہ ان کے بعض کو بعض کے ذریعہ سے روزی دیتا ہے۔

٢١٦١- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ)).

(٢١٦١) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں اس سے روکا گیا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال تجارت بیچے۔

٧١- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَأَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُودٌ

باب پہلے سے آگے جاکر قافلے والوں سے ملنے کی ممانعت۔ اور یہ بیع رد کردی جاتی ہے۔

لأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ آثِمٌ إِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا، وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ لاَ يَجُوزُ

کیونکہ ایسا کرنے والا جان بوجھ کر گنہگار و خطاکار ہے اور یہ ایک قسم کا فریب ہے جو جائز نہیں۔

تشریح جب کہیں باہر سے غلہ کی رسد آتی ہے تو بعض بستی والے یہ کرتے ہیں کہ ایک دو کوس بستی سے آگے نکل کر راہ میں ان بیوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو دغا اور دھوکا دے کر بستی کا نرخ اترا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔ جب وہ بستی میں آتے ہیں تو وہاں کا نرخ زیادہ پاتے ہیں اور ان کو چکمہ دیا گیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیع

باطل اور لغو ہے۔ بعض نے کہا ایسا کرنا حرام ہے لیکن بیع صحیح ہو جائے گی۔ اور ان کو اختیار ہو گا کہ بستی میں آ کر وہاں کا نرخ دیکھ کر اس بیع کو قائم رکھیں یا فسخ کر ڈالیں۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر قافلہ والوں سے آگے جا کر ملنا بستی والوں کو نقصان کا باعث ہو تب مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

٢١٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ)). [راجع: ٢١٤٠]

(۲۱۶۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (تجارتی قافلوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا ہے۔ اور بستی والوں کو باہر والوں کا مال بیچنے سے بھی منع فرمایا۔

٢١٦٣- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مَا مَعْنَى قَوْلِهِ لاَ يَبِيْعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ فَقَالَ: لاَ يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا)). [راجع: ٢١٥٨]

(۲۱۶۳) مجھ سے عیاش بن عبدالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا' ان سے ابن طاؤس نے' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے؟ تو انہوں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

٢١٦٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا. قَالَ: وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ)). [راجع: ٢١٤٩]

(۲۱۶۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے تیمی نے بیان کیا' ان سے ابو عثمان نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو کوئی دودھ جمع کی ہوئی بکری خریدے (وہ بکری پھیر دے) اور اس کے ساتھ ایک صاع دے دے۔ اور آنحضرت ﷺ نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا۔

٢١٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلاَ تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوْقِ)). [راجع: ٢١٣٩]

(۲۱۶۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اور جو مال باہر سے آ رہا ہو اس سے آگے جا کر نہ ملے جب تک وہ بازار میں نہ آئے۔

تشریح: بیع پر بیع کا مطلب ظاہر ہے کہ ایک شخص کسی مسلمان بھائی کی دکان سے کوئی مال خرید رہا ہے ہم نے اسے جا کر بہکانا شروع کر دیا کہ آپ یہاں سے یہ مال نہ لیجئے ہم آپ کو اور بھی سستا دلا دیں گے۔ اس قسم کی باتیں کرنا بھی حرام ہیں۔ ایسے ہی کہیں جا کر بھاؤ چڑھا دینا محض خریدار کو نقصان پہنچانے کے لئے۔ حالانکہ خود خریدنے کی نیت بھی نہیں ہے۔ یہ سب مکرو فریب اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کی صورتیں ہیں جو سب حرام اور ناجائز ہیں۔

۷۲- بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي

باب قافلے سے کتنی دور آگے جا کر ملنا منع ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اگر بازار میں آنے سے یک قدم بھی آگے جا کر ملا تو اس نے حرام کام کیا۔

۲۱۶۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِيْعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سُوقَ الطَّعَامِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ، وَيُبَيِّنُهُ حَدِيثُ عُبَيْدِ اللهِ.

[راجع: ۲۱۲۳]

(۲۱۶۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم آگے قافلوں کے پاس خود ہی پہنچ جایا کرتے تھے اور (شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی) ان سے غلہ خرید لیا کرتے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک اناج کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جدھر سے سوداگر آیا کرتے) اور یہ بات عبیداللہ کی حدیث سے نکلتی ہے۔ (جو آگے آتی ہے)

تشریح: یعنی اس روایت میں جو مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قافلہ والوں سے آگے جا کر ملتے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ بستی سے نکل کر یہ تو حرام اور منع تھا۔ بلکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں آ جانے کے بعد اس کے کنارے پر ہم ان سے ملتے۔ کیونکہ اس روایت میں اس امر کی ممانعت ہے کہ غلہ کو جہاں خریدیں وہاں نہ بیچیں اور اس کی ممانعت اس روایت میں نہیں ہے کہ قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا منع ہے۔ ایسی حالت میں یہ روایت ان لوگوں کی دلیل نہیں ہو سکتی جنہوں نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا درست رکھا ہے۔

۲۱۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانُوا يَبْتَاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ فَيَبِيْعُونَهُ فِي مَكَانِهِمْ، فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيْعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوهُ)).

[راجع: ۲۱۲۳]

(۲۱۶۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جا کر غلہ خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ جب قافلہ بازار میں آ جائے تو اس سے آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بعض نے کہا بستی کی حد تک آگے بڑھ

کر ملنا درست ہے۔ بستی سے باہر جا کر ملنا درست نہیں۔ مالکیہ نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے' کوئی کہتا ہے ایک میل سے کم آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ کوئی کہتا ہے چھ میل سے کم پر' کوئی کہتا ہے دو دن کی راہ سے کم پر۔

٧٣- بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوْطًا فِي الْبَيْعِ لاَ تَحِلِ

باب اگر کسی نے بیع میں ناجائز شرطیں لگائیں (تو اس کا کیا حکم ہے)

٢١٦٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((جَاءَتْنِي بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ، فَأَعِيْنِيْنِي. فَقُلْتُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ، وَيَكُونَ وَلاَؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ، فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ فَقَالَتْ: إِنِّي عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ ، فَأَبَوْا إِلاَّ أَنْ يَكُونَ الْوَلاَءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلاَءَ، فَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ ، وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ ، وَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)).

[راجع: ٤٥٦]

(٢١٦٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے باپ عروہ نے' اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا (جو اس وقت تک باندی تھیں) آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی ہے۔ شرط یہ ہوئی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انہیں دیا کروں۔ اب آپ بھی میری کچھ مدد کیجئے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ یک مشت ان کا سب روپیہ میں ان کے لئے (ابھی) مہیا کر دوں اور تمہارا ترکہ میرے لئے ہو تو میں ایسا بھی کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا' پھر بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے یہاں واپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ (عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو آپ کی صورت ان کے سامنے رکھی تھی مگر وہ نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ترکہ تو ہمارا ہی رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو حقیقت حال خبر کی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ بریرہؓ کو تم لے لو اور انہیں ترکہ کی شرط لگانے دو۔ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ اٹھ کر لوگوں کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا' کہ امابعد! کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ وہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کتاب اللہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔ جو کوئی شرط ایسی لگائی جائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہو گی۔ خواہ ایسی سو شرطیں کوئی کیوں نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب پر مقدم ہے اور اللہ کی شرط ہی

بہت مضبوط ہے اور ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

٢١٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعتِقَهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبِيْعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلاَءَهَا لَنَا. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: لاَ يَمْنَعُكِ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ٢١٥٦]

(٢١٦٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کردیں' لیکن ان کے مالکوں نے کہا کہ ہم انہیں اس شرط پر آپ کو بیچ سکتے ہیں کہ ان کی ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ اس کا ذکر جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا' کہ اس شرط کی وجہ سے تم قطعاً نہ رکو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

٧٤- بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

باب کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا

٢١٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ)). [راجع: ٢١٣٤]

(٢١٧٠) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے مالک بن اوس نے' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں بیچنا سود ہے' لیکن یہ کہ سودا ہاتھوں ہاتھ ہو۔ جو کو جو کے بدلہ میں بیچنا سود ہے' لیکن یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا سود ہے لیکن یہ کہ سودا ہاتھوں ہاتھ' نقدا نقد ہو۔

تشریح: مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور نمک بیچنا نمک کے بدلے بیاج ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ بہر حال جب ان میں سے کوئی چیز اپنی جنس کے بدل بیچی جائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں ناپ تول میں برابر ہوں' نقدا نقد ہوں۔

٧٥- بَابُ بَيْعِ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ، وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

باب منقیٰ کو منقیٰ کے بدل اور اناج کو اناج کے بدل بیچنا

٢١٧١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ كَيْلاً، وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ كَيْلاً)).

(٢١٧١) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا' مزابنہ یہ کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور خشک کھجور کے بدل ماپ کر کے بیچی جائے۔ اسی طرح بیل پر لگے ہوئے انگور کو منقیٰ کے بدل بیچنا۔

[أطرافه في : ٢١٧٢، ٢١٨٥، ٢٢٠٥].

تشریح: یعنی وہ کھجور جو ابھی درخت سے نہ اتری ہو' اسی طرح وہ انگور جو ابھی بیل سے نہ توڑا گیا ہو اس کا اندازہ کر کے خشک کھجور یا منقی کے بدل بیچنا درست نہیں۔ کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال ہے۔

٢١٧٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ . قَالَ: وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يَبِيعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ: إِنْ زَادَ فَلِي، وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ)). [راجع: ٢١٧١]

(٢١٧٢) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے' ان سے ایوب نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص درخت پر کی کھجور سوکھی کھجوروں کے بدل ماپ تول کر بیچے۔ اور خریدار کہے اگر درخت کا پھل اس سوکھے پھل سے زیادہ نکلے تو وہ اس کا ہے۔ اور کم نکلے تو وہ نقصان بھر دے گا۔

٢١٧٣- قَالَ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: ((أَنَّ النبيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا)).

(٢١٧٣) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' کہ مجھ سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے عرایا کی اجازت دے دی تھی جو اندازے ہی سے بیع کی ایک صورت ہے۔

[أطرافه في: ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢١٩٢، ٢٣٨٠].

تشریح: عرایا بھی مزابنہ ہی کی ایک قسم ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی خاص طور سے اجازت دی بوجہ ضرورت کے۔ وہ ضرورت یہ تھی کہ لوگ خیرات کے طور پر ایک دو درخت کا میوہ کسی محتاج کو دیا کرتے تھے۔ پھر اس کا باغ میں گھڑی گھڑی آنا مالک کو ناگوار ہوتا۔ تو اس میوے کا اندازہ کر کے اتنی خشک میوے کے بدل وہ درخت اس فقیر سے خرید لیتے۔

٧٦- بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ

باب جو کے بدلے جو کی بیع کرنا

٢١٧٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ فَتَرَاوَضْنَا، حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ ثُمَّ قَالَ: حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ. فَقَالَ: وَاللهِ لاَ تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا

(٢١٧٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' اور انہیں مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں سو اشرفیاں بدلنی تھیں۔ (انہوں نے بیان کیا کہ) پھر مجھے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما نے بلایا۔ اور ہم نے (اپنے معاملہ کی) بات چیت کی' اور ان سے میرا معاملہ طے ہو گیا۔ وہ سونے (اشرفیوں) کو اپنے ہاتھ میں لے کر الٹنے پلٹنے لگے اور کہنے لگے کہ ذرا میرے خزانچی کو غابہ سے آ لینے دو۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی ہماری باتیں سن رہے تھے آپ نے فرمایا خدا کی قسم! جب تک تم طلحہ سے روپیہ لے نہ لو' ان سے جدا نہ ہونا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سونا

إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ)).

[راجع: ٢١٣٤]

سونے کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیہوں گیہوں کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جو جو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کھجور' کھجور کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتی ہے۔

تشریح لفظ هاء و هاء کی لغوی تحقیق علامہ شوکانی یوں فرماتے ہیں۔ (هاء وهاء) بالمد فيهما و فتح الهمزة و قيل بالكسر و قيل بالسكون والمعنى خذوهات و يقال هاء بكسر الهمزة بمعنى هات و بفتحها بمعنى خذ و قال ابن الاثير هاء و هاء هوان يقول كل واحد من البيعين هاء فيعطيه ما في يده و قال الخليل هاء كلمة تستعمل عندالمناولة و المقصود من قوله هاء و هاء ان يقول كل واحد من المتعاقدين لصاحبه هاء فيتقابضان في المجلس (نيل) خلاصہ مطلب یہ کہ لفظ ہاء مد کے ساتھ اور ہمزہ کے فتح اور کسرہ ہر دو کے ساتھ مستعمل ہیں بعض لوگوں نے اسے ساکن بھی کہا ہے۔ اس کے معنی خذ (لے لے) اور ہات (یعنی لا) کے ہیں۔ اور ایسا بھی کہا گیا ہے کہ ہاء ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہات (لا) کے معنے میں ہے اور فتح کے ساتھ خذ (پکڑ) کے معنے میں ہے۔ ابن اثیر نے کہا کہ ہاء وہاء کہ خرید و فروخت کرنے والے ہر دو ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ خریدار روپے دیتا ہے اور تاجر مال ادا کرتا ہے اس لئے اس کا ترجمہ ہاتھوں ہاتھ کیا گیا' گویا ایک ہی مجلس میں ان ہر دو کا قبضہ ہو جاتا ہے۔

٧٧- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

باب سونے کو سونے کے بدلہ میں بیچنا

٢١٧٥- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُوبَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلاَّ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ، إِلاَّ سَوَاءً بِسَوَاءٍ ، وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ)). [طرفه في: ٢١٨٢].

(٢١٧٥) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبردی' کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبردی' ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے بیان کیا' ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' سونا' سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر (کی لین دین) نہ ہو۔ اسی طرح چاندی' چاندی کے بدلہ میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر نہ ہو۔ البتہ سونا' چاندی کے بدل اور چاندی سونے کے بدل جس طرح چاہو بیچو۔

یعنی اس میں کمی بیشی درست ہے مگر ہاتھوں ہاتھ کی شرط اس میں بھی ہے ایک طرف نقد دوسری طرف ادھار درست نہیں۔ اور سونے چاندی سے عام مراد ہے مسکوک ہو یا غیر مسکوک۔

٧٨- بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

باب چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچنا

٢١٧٦- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ

(٢١٧٦) ہم سے عبیداللہ بن سعد نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا' کہا ہم سے زہری کے بھتیجے نے بیان کیا' ان سے ان کے چچا نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' ان

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذَلِكَ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيْدٍ، مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلاً بِمِثْلٍ)).

[طرفاه في : ٢١٧٧، ٢١٧٨].

سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک حدیث رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کی (جیسے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گذری) پھر ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا 'اے ابو سعید! آپ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ کون سی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث بیع صرف (یعنی روپیہ اشرفیاں بدلنے یا تو ڑوانے) سے متعلق ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنا تھا کہ سونا سونے کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچا جا سکتا ہے اور چاندی چاندی کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچی جا سکتی ہے۔

٢١٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلاَّ مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَلاَ تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلاَ تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلاَّ مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَلاَ تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلاَ تَبِيْعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ)). [راجع: ٢١٧٦]

(٢١٧٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سونا سونے کے بدلے اس وقت نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو' دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو' اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو۔ اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

تشریح اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی حجت ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض ہوں' تو ان کی بیع جائز نہیں' کیونکہ یہ بیع الکالئی بالکالئی ہے یعنی ادھار کو ادھار کے بدل بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتاً اس کی ممانعت وارد ہے۔ اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدل بیچتا اور درہم لیتا' اور درہم کے بدل بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اس مسئلہ کو پوچھا' آپ نے فرمایا' اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ اسی دن کے نرخ سے لے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لئے جدا نہ ہو۔

٧٩- بَابُ بَيْعِ الدِّيْنَارِ بِالدِّيْنَارِ نَسَاءً

باب اشرفی کے بدلے ادھار بیچنا

٢١٧٨، ٢١٧٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

(٢١٧٨'٧٩) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ضحاک بن مخلد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہیں ابو صالح زیات نے خبر دی' اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ دینار' دینار کے

سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: ((الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ. فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لاَ يَقُوْلُهُ. فَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ: فَسَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: كُلُّ ذَلِكَ لاَ أَقُوْلُ، وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنِّي، وَلَكِنَّنِي أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لاَ رِبًا إِلاَّ فِي النَّسِيْئَةِ)). [راجع: ٢١٧٦]

بدلے میں اور درہم درہم کے بدلے میں (بیچا جاسکتا ہے) اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم ﷺ سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں آپ نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کا میں دعویدار نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ (کی احادیث) کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ مذکورہ صورتوں میں) سود صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ بیاج اس صورت میں ہوتا ہے جب ایک طرف ادھار ہو۔ اگر نقد ایک درہم دو درہم کے بدلے میں بیچے تو یہ درست ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل وہ حدیث ہے لا ربوا الا فی النسیئة حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ پر جب اعتراضات ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کی کتاب میں میں نے یہ مسئلہ پایا ہے' نہ یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ کیونکہ میں اس زمانہ میں بچہ تھا اور تم جوان تھے۔ رات دن آپ کی صحبت بابرکت میں رہا کرتے تھے۔

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے کے خلاف اب اجماع ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ محمول ہے اس پر جب جنس مختلف ہوں۔ جیسے ایک طرف چاندی دوسری طرف سونا' یا ایک طرف گیہوں اور دوسری طرف جوار ہو ایسی حالت میں کمی بیشی درست ہے۔ بعض نے کہا حدیث لا ربوا الا فی النسیئة منسوخ ہے مگر صرف احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نہیں ہے بیاج اس بیع میں جو ہاتھوں ہاتھ ہو۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

امام شوکانی فرماتے ہیں وقد روی الحازمی رجوع ابن عباس و استغفاره عند ان سمع عمر بن الخطاب و ابنه عبدالله یحدثان عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بما یدل علی تحریم و باالفضل و قال حفظتما من رسول الله صلی الله علیه وسلم مالم احفظ وروی عنه الحازمی ایضا انه قال کان ذالک برای و هذا ابو سعید الخدری یحدثنی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فترکت ای الی حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم. الخ

یعنی حازمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس سے رجوع اور استغفار نقل کیا ہے جب انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے سے اس بیع کی حرمت میں فرمان رسالت سنا تو افسوس کے طور پر کہا کہ آپ لوگوں نے فرمان رسالت یاد رکھا' لیکن افسوس کہ میں یاد نہ رکھ سکا۔ اور بروایت حازمی انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو کہا تھا وہ صرف میری رائے تھی' اور میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نبوی سن کر اپنی رائے کو چھوڑ دیا۔

دیانتداری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب قرآن یا حدیث کے نصوص صریحہ سامنے آ جائیں تو کسی بھی رائے اور قیاس کو حجت نہ گردانا جائے۔ اور کتاب و سنت کو مقدم رکھا جائے حتیٰ کہ جلیل القدر ائمہ دین کی آراء بھی نصوص صریحہ کے خلاف نظر آئیں تو

نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ آراء کے مقابلہ پر کتاب و سنت کو جگہ دی جائے۔

ائمہ اسلام حضرت امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین سب کا یہی ارشاد ہے کہ ہمارے فتاوے کو کتاب و سنت پر پیش کرو' موافق ہوں قبول کرو۔ اگر خلاف نظر آئیں تو کتاب و سنت کو مقدم رکھو۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جلیل القدر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ایسے ارشادات ائمہ کو کئی جگہ نقل فرمایا ہے مگر صد افسوس کہ امت کا کثیر طبقہ وہ ہے جو اپنے اپنے حلقہ ارادت میں جمود کا تنگی سے شکار ہے اور وہ اپنے اپنے مزعومہ مسلک کے خلاف قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی بھی صاف صریح حدیث نبوی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت حالی مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرمایا ہے۔

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے
حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
فتاووں پہ بالکل مدار عمل ہے
ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے
نہ ایمان باقی نہ اسلام باقی
فقط رہ گیا نام اسلام باقی

۸۰- بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً

باب چاندی کو سونے کے بدلے ادھار بیچنا

۲۱۸۰، ۲۱۸۱- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلاَهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا)).

[راجع: ۲۰٦۰، ۲۰٦۱]

(۸۱، ۲۱۸۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی' کہا کہ میں نے ابو المنہال سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا' تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر دونوں حضرات نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو ثمن اور اسباب کو عرض کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم جنس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ بدلے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراطلہ کہتے ہیں۔ اگر جنس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدل یا بالعکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کمی بیشی درست ہے مگر حلول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور لازم ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراطلہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اگر ثمن اور عرض کی بیع ہو تو ثمن یا عرض کے لئے میعاد کرنا درست ہے۔ اگر ثمن میں

میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکالئی بالکالئی ہے جو درست نہیں۔ (وحیدی)

۸۱- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

باب سونا' چاندی کے بدلے نقد ہاتھوں ہاتھ بیچنا درست ہے

۲۱۸۲- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلاَّ سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا)).

[راجع: ۲۱۷۵]

(۲۱۸۲) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عباد بن عوام نے' کہا کہ ہم کو یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی' ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' اور ان سے ان کے باپ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے چاندی' چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ البتہ ہم سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدلے جس طرح چاہیں خریدیں۔

اس حدیث میں ہاتھوں ہاتھ کی قید نہیں ہے مگر مسلم کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھوں ہاتھ یعنی نقداً نقد ہونا اس میں بھی شرط ہے۔ اور بیع صرف میں قبضہ شرط ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ جب جنس ایک ہو تو کمی بیشی درست ہے یا نہیں' جمہور کا قول یہی ہے کہ درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۲- بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهِيَ بَيْعُ التَّمْرِ بِالثَّمَرِ

باب بیع مزابنہ کے بیان میں

وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ، وَبَيْعُ الْعَرَايَا قَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

اور یہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں ہوتی ہے اور بیع عرایا کا بیان۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

تشریح اس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے چل کر وصل کیا ہے' مزابنہ کے معنے تو معلوم ہو چکے۔ محاقلہ یہ ہے کہ ابھی گیہوں کھیت میں ہو' بالیوں میں اس کا اندازہ کر کے اس کو اترے ہوئے گیہوں کے بدلے میں بیچے۔ یہ بھی منع ہے۔ محاقلہ کی تفسیر میں امام شوکانی فرماتے ہیں۔ قد اختلف فی تفسیرها فمنهم من فسرها فی الحدیث فقال هی بیع الحقل بکیل من الطعام و قال ابو عبید هی بیع الطعام فی سنبله والحقل الحرث و موضع الزرع۔ یعنی محاقلہ کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر اس کھیت سے کی ہے جس کی کھڑی کھیتی کو اندازاً مقررہ مقدار کے غلہ سے بیچ دیا جائے۔ ابو عبید نے کہا وہ غلہ کو اس کی بالیوں میں بیچنا ہے۔ اور حقل کا معنی کھیتی اور مقام زراعت کے ہیں۔ یہ بیع محاقلہ ہے جسے شرع محمدی میں منع قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس میں جانبین کو نفع و نقصان کا احتمال قوی ہے۔

مزابنہ کی تفسیر میں حضرت امام مذکور فرماتے ہیں والمزابنة بالزای والموحدة والنون قال فی الفتح هی مفاعلة من الزبن بفتح الزای و سکون الموحدة و هو الدفع الشدید و منه سمیت الحرب الزبون لشدة الدفع فیها و قیل للبیع المخصوص مزابنة کان کل واحد من المتبایعین یدفع صاحبه عن حقه او لان احدهما اذا وقف مافیه من الغبن اراد دفع البیع لفسخه واراد الاخردفعه عن هذه الارادة بامضاء البیع و قد فسرت بما فی الحدیث اعنی بیع النخل باوساق من التمر وفسرت بهذا و ببیع العنب بالزبیب کما فی الصحیحین الخ (نیل)
مزابنہ زبن سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جس کے معنی رفع شدید کے ہیں۔ اسی لئے لڑائی کا نام بھی زبون رکھا گیا۔ کیونکہ اس میں شدت سے مدافعت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیع مخصوص کا نام مزابنہ ہے۔ گویا دینے والا اور لینے والا دونوں میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی شدت سے کوشش کرتا ہے یا یہ معنی کہ ان دونوں میں سے جب ایک اس سودے میں غبن سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس بیع کو فسخ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور دوسرا بیع کا نفاذ کر کے اسے اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور حدیث کی بھی تفسیر کر چکا ہوں۔ یعنی تر کھجوروں کو خشک کھجوروں سے بیچنا اور انگوروں کو منقیٰ سے بیچنا جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

عہد جاہلیت میں بیوع کے یہ جملہ مذموم طریقے جاری تھے۔ اور ان میں نفع و نقصان ہر دو کا قوی احتمال ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لینے والے کے وارے نیارے ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ اصل پونجی کو بھی گنوا بیٹھتا۔ اسلام نے ان جملہ طریقہ ہائے بیوع کو سختی سے منع فرمایا۔ آج کل ایسے دھوکہ کے طریقوں کی جگہ لاٹری' سٹہ' ریس وغیرہ نے لے لی ہے۔ جو اسلامی احکام کی روشنی میں نہ صرف ناجائز بلکہ سود و بیاج کے دائرہ میں داخل ہیں۔ خرید و فروخت میں دھوکہ کرنے والے کے حق میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں' مثلاً ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ من غشنا فلیس منا جو دھوکہ بازی کرنے والا ہے وہ ہماری امت سے خارج ہے وغیرہ وغیرہ۔

سچے مسلمان تاجر کا فرض ہے کہ امانت' دیانت' صداقت کے ساتھ کاروبار کرے' اس سے اس کو ہر قسم کی برکتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا ساتھ نصیب ہوگا۔ جعلنا الله منهم امین یا رب العالمین

٢١٨٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ تَبِيْعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهُ، وَلاَ تَبِيْعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ)).

[راجع: ١٤٨٦]

(۲۱۸۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' انہیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی' اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پھل (درخت پر کا) اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کا پکا ہونا نہ کھل جائے۔ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔

٢١٨٤- قَالَ سَالِمٌ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ. وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهِ. [راجع: ٢١٧٣]

(۲۱۸۴) سالم نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی' اور انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بیع عریہ کی تر یا خشک کھجور کے بدلہ میں اجازت دے دی تھی۔ لیکن اس کے سوا کسی صورت کی اجازت نہیں دی تھی۔

تشریح اسی طرح تر کھجور خشک کھجور کے بدل برابر برابر بیچنا بھی ناجائز ہے کیونکہ تر کھجور سوکھ سے وزن میں کم ہو جاتی ہے' جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جائز رکھا ہے۔ عرایا عریہ کی جمع ہے۔ حنفیہ نے برخلاف جمہور علماء کے عرایا کو بھی جائز نہیں رکھا کیونکہ وہ بھی مزابنہ میں داخل ہے۔ اور ہم کہتے ہیں جہاں مزابنہ کی ممانعت آئی ہے وہیں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی اجازت دے دی۔

٢١٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ التَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلاً، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلاً)). [راجع: ٢١٧١]

(۲۱۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مزابنہ سے منع فرمایا' مزابنہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر اور درخت کے انگور کو خشک انگور کے بدلے میں ناپ کر بیچنے کو کہتے ہیں۔

٢١٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ التَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِي رُؤُوسِ النَّخْلِ)).

(۲۱۸۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں داؤد بن حصین نے' انہیں ابن ابی احمد کے غلام ابو سفیان نے' اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا' مزابنہ درخت پر کی کھجور توڑی ہوئی کھجور کے بدلے میں خریدنے کو کہتے ہیں۔

٢١٨٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ)).

(۲۱۸۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معاویہ نے بیان کیا' ان سے شیبانی نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

٢١٨٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا)). [راجع: ٢١٧٣]

(۲۱۸۸) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے نافع نے' ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے صاحب عریہ کو اس کی اجازت دی کہ اپنا عریہ اس کے اندازے برابر میوے کے بدل بیچ ڈالے۔

یعنی باغ والے کے ہاتھ۔ یہ صحیح ہے کہ عریہ بھی مزابنہ ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی۔ اس وجہ سے کہ عریہ غیر

خیرات کا کام ہے۔ اگر عریہ میں یہ اجازت نہ دی جاتی تو لوگ کھجور یا میوے کے درخت مسکینوں کو للہ دینا چھوڑ دیتے۔ اسلئے کہ اکثر لوگ یہ خیال کرتے کہ ہمارے باغ میں رات بے رات مسکین گھستے رہیں گے۔ اور انکے گھسنے اور بے موقع آنے سے ہم کو تکلیف ہو گی۔

٨٣- بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وِ الْفِضَّةِ

باب درخت پر پھل' سونے اور چاندی کے بدلے بیچنا

٢١٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ ، عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيْبَ، وَلاَ يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلاَّ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلاَّ الْعَرَايَا)).

[راجع: ١٤٧٧]

(٢١٨٩) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہیں ابن جریج نے خبر دی' انہیں عطاء اور ابو زبیر نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے پکنے سے پہلے بیچنے سے منع کیا ہے اور یہ کہ اس میں سے ذرہ برابر بھی درہم و دینار کے سوا کسی اور چیز (سوکھے پھل) کے بدلے نہ بیچی جائے۔ البتہ عریہ کی اجازت دی۔

٢١٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الرَّبِيْعِ: أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَو دُونَ خَمْسَةِ أَوسُقٍ قَالَ: نَعَمْ)).

[طرفه في : ٢٣٨٢].

(٢١٩٠) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک سے سنا' ان سے عبیداللہ بن ربیع نے پوچھا کہ کیا آپ سے داؤد نے سفیان سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے پانچ وسق یا اس سے کم میں بیع عریہ کی اجازت دی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں!

تشریح ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع پونے چھ رطل کا۔ جیسا کہ اوپر گذرا ہے اکثر خیرات اس کے اندر کی جاتی تو آپ نے یہ حد مقرر فرما دی' اب حنفیہ کا یہ کہنا کہ عرایا کی حدیث منسوخ ہے یا معارض ہے مزابنہ کی حدیث کے' صحیح نہیں کیونکہ نسخ کے لئے تقدم تاخیر ثابت کرنا ضروری ہے۔ اور معارضہ جب ہوتا کہ مزابنہ کی نہی کے ساتھ عرایا کا استثناء نہ کیا جاتا۔ جب آنحضرت ﷺ نے مزابنہ سے منع فرماتے وقت عرایا کو مستثنیٰ کر دیا تو اب تعارض کہاں رہا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ قال ابن المنذر ادعى الكوفيون ان بيع العرايا منسوخ بنهيه صلى الله عليه وسلم عن بيع الثمر بالتمر و هذا مردود لان الذى روى النهى عن بيع التمر بالتمر هو الذى روى الرخصة فى العرايا فاثبت النهى والرخصة معاقلت و رواية سالم الماضية فى الباب الذى قبله تدل على ان الرخصة فى بيع العرايا و قع بعد النهى عن بيع التمر بالتمر و لفظه عن ابن عمر مرفوعا و لا تبيعوا التمر بالثمر قال و عن زيد بن ثابت انه صلى الله عليه وسلم رخص بعد ذالک فى بيع العرية و هذا هو الذى يقتضيه لفظ الرخصة فانها تكون بعد منع و كذالک بقية الاحاديث التى و قع فيها استثناء العرايا بعد ذكر بيع الثمر بالتمر و قد قدمت ايضاح ذالک (فتح البارى)

یعنی بقول ابن منذر اہل کوفہ کا یہ دعویٰ کہ بیع عرایا کی اجازت منسوخ ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے درخت پر کی کھجوروں کو سوکھی کھجوروں کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اہل کوفہ کا یہ دعویٰ مردود ہے اس لئے کہ نہی کی روایت کرنے والے راوی ہی نے بیع عرایا کی رخصت بھی روایت کی ہے۔ پس انہوں نے نہی اور رخصت ہر دو کو اپنی اپنی جگہ ثابت رکھا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ سالم کی روایت جو بیع عرایا کی رخصت میں مذکور ہو چکی ہے وہ بیع الثمر بالتمر کی نہی کے بعد کی ہے اور ان کے لفظ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یہ ہیں کہ نہ بیچو (درخت پر کی) کھجور کو خشک کھجور سے۔ کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد بیع عرایا کی رخصت دے دی' اور یہ رخصت ممانعت کے بعد کی ہے۔ اور اسی طرح بقایا احادیث ہیں جن میں بیع الثمر بالتمر کے بعد بیع عرایا کی رخصت کا مستثنیٰ ہونا مذکور ہے اور میں (ابن حجر) واضح طور پر پہلے بھی اسے بیان کر چکا ہوں۔

٢١٩١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا - وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى: إِلاَّ أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيْعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا - قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ. قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا غُلاَمٌ : إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا. فَقَالَ: وَمَا يُدْرِيْ أَهْلَ مَكَّةَ؟ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ. فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ: إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ)). قِيْلَ لِسُفْيَانَ: أَلَيْسَ فِيْهِ ((نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَا صَلاَحُهُ؟)) قَالَ: لاَ. [طرفه في : ٢٣٨٤].

(٢١٩١) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ میں نے بشیر سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا' البتہ عریہ کی آپ نے اجازت دی کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے کہ عریہ والے اس کے بدل تازہ کھجور کھائیں۔ سفیان نے دوسری مرتبہ یہ روایت بیان کی' لیکن آنحضرت ﷺ نے عریہ کی اجازت دے دی تھی۔ کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے' کھجور ہی کے بدلے میں۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے پوچھا' اس وقت میں ابھی کم عمر تھا' کہ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عریہ کی اجازت دی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ لوگ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان نے کہا کہ میری مراد اس سے یہ تھی کہ جابر رضی اللہ عنہ مدینہ والے ہیں۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کی حدیث میں یہ ممانعت نہیں ہے کہ پھلوں کو بیچنے سے آپ نے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی نہ کھل جائے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

تو حدیث آخر مدینہ والوں ہی پر آ کر ٹھہری' حاصل یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید اور مکہ والوں کی روایت میں کسی قدر اختلاف ہے۔ یحییٰ بن سعید نے عرایا کی رخصت میں انداز کرنے کی اور عرایا والوں کی تازہ کھجور کھانے کی قید لگائی ہے۔ اور مکہ والوں نے اپنی روایات میں یہ قید بیان نہیں کی۔ بلکہ مطلق عریہ کو جائز رکھا۔ خیر اندازہ کرنے کی قید تو ایک حافظ نے بیان کی ہے اس کا قبول کرنا واجب ہے لیکن کھانے کی قید محض واقعی ہے نہ احترازی (قسطلانی) سفیان بن عیینہ سے ملنے والا کون تھا حافظ کہتے ہیں کہ مجھے اس کا نام

معلوم نہیں ہوا۔

٨٤- بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

وَقَالَ مَالِكٌ : الْعَرِيَّةُ أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ نَخْلَةً ثُمَّ يَتَأَذَّى بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ فَرُخِّصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ. وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ: الْعَرِيَّةُ لاَ يَكُونُ إِلاَّ بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ، لاَ يَكُونُ بِالْجِزَافِ. وَمِمَّا يُقَوِّيهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ: بِالأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ.

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: كَانَتِ الْعَرَايَا أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ. وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ: الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوهَبُ لِلْمَسَاكِينِ فَلاَ يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْتَظِرُوا بِهَا رُخِّصَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهَا بِمَا شَاؤُوا مِنَ التَّمْرِ.

باب عریہ کی تفسیر کا بیان

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت (ہبہ کے طور پر) دے دے' پھر اس شخص کا باغ میں آنا اچھا نہ معلوم ہو' تو اس صورت میں وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کر چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لئے رخصت دی گئی ہے۔ اور ابن ادریس (امام شافعی) رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عریہ جائز نہیں ہوتا مگر (پانچ وسق سے کم میں) سوکھی کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔ اور اس کی تائید سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ وسق سے ناپ کر کھجور دی جائے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں نافع سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک دو درخت کسی کو عاریتاً دے دے۔ اور یزید نے سفیان بن حسین سے بیان کیا کہ عریہ کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جو مسکینوں کو للہ دے دیا جائے۔ لیکن وہ کھجور کے پکنے کا انتظار نہیں کر سکتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سوکھی کھجوروں کے بدل چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بیچ سکتے ہیں۔

٢١٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلاً)) قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: وَالْعَرَايَا نَخَلاَتٌ مَعْلُومَاتٌ تَأْتِيهَا فَتَشْتَرِيهَا.

[راجع: ٢١٧٣]

(٢١٩٢) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے' انہیں نافع نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے' انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے عریہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچی جا سکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

تشریح علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ عرایا کی تفصیل ان لفظوں میں پیش فرماتے ہیں۔ جمع عرية قال في الفتح و هي في الاصل عطية ثمر النخل دون الرقبة كانت العرب في الجدب تتطوع بذالك على من لاثمرله كما يتطوع صاحب الشاة اوالابل بالمنيحة و هي عطية اللبن دون الرقبة (نیل) یعنی عرایا عریہ کی جمع ہے اور دراصل یہ کھجور کا صرف پھل کسی محتاج مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دینا ہے۔ عربوں کا طریقہ تھا کہ وہ فقراء مساکین کو فصل میں کسی درخت کا پھل بطور بخشش دے دیا کرتے تھے جیسا کہ بکری اونٹ والوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی غریب مسکین کے حوالہ صرف دودھ پینے کے لئے بکری یا اونٹ کر دیا کرتے تھے۔

آگے حضرت علامہ فرماتے ہیں واخرج الامام احمد عن سفيان بن حسين ان العرايا نخل توهب للمساكين فلا يستطيعون ان ينتظروا بها فرخص لهم ان يبيعوها بما شاء وامن التمر۔ یعنی عرایا ان کھجوروں کو کہا جاتا ہے جو مساکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دی جاتی ہیں۔ پھر ان مساکین کو تنگ دستی کی وجہ سے ان کھجوروں کا پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ پس ان کو رخصت دی گئی کہ وہ جیسے مناسب جانیں سوکھی کھجوروں سے ان کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ وقال الجوهري هي النخلة التي يعريها صاحبها رجلا محتاجا بان يجعل له ثمرها عاما یعنی جوہری نے کہا کہ یہ وہ کھجور ہیں جن کے پھلوں کو ان کے مالک کسی محتاج کو عاریتاً محض بطور بخشش سال بھر کے لئے دے دیا کرتے ہیں۔ عرایا کی اور بھی بہت سی صورتیں بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ ضروری ہے۔

علامہ شوکانی آخر میں فرماتے ہیں والحاصل ان كل صورة من صور العرايا وردبها حديث صحيح اوثبت عن اهل الشرع اواهل اللغة فهي جائزة لدخولها تحت مطلق الاذن والتخصيص في بعض الا حاديث على بعض الصور لاينا في ماثبت في غيره یعنی بیع عرایا کی جتنی بھی صورتیں صحیح حدیث میں وارد ہیں یا اہل شرع یا اہل لغت سے وہ ثابت ہیں وہ سب جائز ہیں۔ اسلئے کہ وہ مطلق اذن کے تحت داخل ہیں۔ اور بعض احادیث بعض صورتوں میں جو بطور نص وارد ہیں وہ ان کے منافی نہیں ہیں۔ جو بعض ان کے غیر سے ثابت ہیں۔

بیع عرایا کے جواز میں اہم پہلو غرباء مساکین کا مفاد ہے جو اپنی تنگ دستی کی وجہ سے پھلوں کے پختہ ہونے کا انتظار کرنے سے معذور ہیں۔ ان کو فی الحال شکم پری کی ضرورت ہے۔ اس لئے ان کو اس بیع کے لئے اجازت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ عقل صحیح بھی اس کے جواز ہی کی تائید کرتی ہے۔

سند میں مذکورہ بزرگ حضرت نافع سرجس کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ دیلمی تھے اور اکابر تابعین سے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے بہت سے لوگوں نے جن میں زہری اور امام مالک بھی ہیں۔ روایت کی ہے۔ حدیث کے بارے میں شہرت یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔ نیز ان ثقہ راویوں میں سے جن کی روایت پر مکمل اعتماد ہوتا ہے۔ اور جن کی روایت کردہ احادیث پر عمل کیا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کا بڑا حصہ ان ہی پر موقوف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نافع کے واسطہ سے حدیث سن لیتا ہوں تو پھر کسی اور راوی سے سننے کے لئے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

٨٥- بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا

باب پھلوں کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے ان کو بیچنا منع ہے۔

میوے کی بیع پختگی سے پہلے ابن ابی لیلیٰ اور ثوری کے نزدیک مطلقاً باطل ہے۔ بعض نے کہا جب کاٹ لینے کی شرط کی جائے باطل ہے ورنہ باطل نہیں۔ امام شافعی اور احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔

٢١٩٣- وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ: كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ

(۲۱۹۳) لیث بن سعد نے ابو زناد عبداللہ بن ذکوان سے نقل کیا کہ عروہ بن زبیر، بنو حارثہ کے سہل بن ابی حثمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل

أَبِي حَثْمَةَ الأَنْصَارِيِّ مَنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَتَبَاعُونَ الثِّمَارَ فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مُرَاضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ - عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ: فَإِمَّا فَلاَ تَتَبَايَعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُ الثَّمَرِ، كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ، وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى يَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنَ الأَصْفَرُ مِنَ الأَحْمَرِ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ. قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ سَهْلٍ عَنْ زَيْدٍ.

کرتے تھے۔ اور وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت (درختوں پر پکنے سے پہلے) کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا' اور مالک (قیمت کا) تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے لگتے کہ پہلے ہی اس کا گابھا خراب اور کالا ہو گیا' اس کو بیماری ہو گئی' یہ تو ٹھٹھر گیا پھل بہت ہی کم آئے۔ اسی طرح مختلف آفتوں کو بیان کر کے مالکوں سے جھگڑتے (تا کہ قیمت میں کمی کرالیں) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح کے مقدمات بکثرت آنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جب اس طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو تم لوگ بھی میوہ کے پکنے سے پہلے ان کو نہ بیچا کرو۔ گویا مقدمات کی کثرت کی وجہ سے آپ نے یہ بطور مشورہ فرمایا تھا۔ خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے جب تک ثریا نہ طلوع ہو جاتا اور زردی اور سرخی ظاہر نہ ہو جاتی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ اس کی روایت علی بن بحر نے بھی کی ہے کہ ہم سے حکام بن سلم نے بیان کیا' ان سے عنبسہ نے بیان کیا' ان سے زکریا نے' ان سے ابوالزناد نے' ان سے عروہ نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت نے۔

قسطلانی نے کہا شاید آپ نے پہلے یہ حکم بطریق صلاح اور مشورہ دیا ہو جیسا کہ کالمشورة یشیربها کے لفظ بتلا رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد قطعاً منع فرما دیا۔ جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ خود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں اپنا میوہ پختگی سے پہلے نہیں بیچتے تھے۔ ثریا ایک تارہ ہے جو شروع گرمی میں صبح کے وقت نکلتا ہے۔ حجاز کے ملک میں اس وقت سخت گرمی ہوتی ہے۔ اور پھل میوے پک جاتے ہیں۔

٢١٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ)).

[راجع: ١٤٨٦]

(۲۱۹۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا تھا۔ آپ کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

٢١٩٥- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ.
[راجع: ١٤٨٨]

(۲۱۹۵) ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبردی' انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پکنے سے پہلے درخت پر کھجور کو بیچنے سے منع فرمایا ہے' ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ (حتی تزھو سے) مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔

تشریح زھو کی تفسیر میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ یقال ذھا النخل یزھو اذا ظھرت ثمرته وازھی یزھی اذا احمر او اصفر یعنی جب کھجور کا پھل ظاہر ہو کر پختگی پر آنے کے لئے سرخ یا زرد ہو جائے تو اس پر زھا النخل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور اس کا موسم اساڑھ کا مہینہ ہے۔ اس میں عرب میں ثریا ستارہ صبح کے وقت نکلنے لگتا ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اذا طلع النجم صباحا رفعت العاھة عن کل بلد نجم سے مراد ثریا ہے یعنی جس موسم میں یہ ستارہ صبح کے وقت نکلنا شروع ہو جاتا ہے تو وہ موسم اب پھلوں کے پکنے کا آگیا' اور اب پھلوں کے لئے خطرات کا زمانہ ختم ہو گیا۔ والنجم ھو الثریا وطلوعھا یقع فی اول فصل الصیف و ذالک عند اشتد ادالحر فی بلاد الحجاز و ابتداء نضج الثمار واخرج احمد من طریق عثمان بن عبداللہ بن سراقة سالت ابن عمر رضی اللہ عنہما عن بیع الثمار فقال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الثمار حتی تذھب العاھة قلت و متی ذالک قال حتی تطلع الثریا (نیل) اس عبارت کا اردو مفہوم وہی ہے جو پہلے لکھا گیا ہے۔

٢١٩٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشَقِّحَ. فَقِيْلَ: وَمَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ : تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا)).[راجع: ١٤٨٧]

(۲۱۹۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے سلیم بن حیان نے' ان سے سعید بن میناء نے بیان کیا' کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کا "تشقح" سے پہلے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ پوچھا گیا کہ تشقح کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مائل بہ زردی یا بہ سرخی ہونے کو کہتے ہیں کہ اسے کھایا جا سکے (پھل کا پختہ ہونا مراد ہے)

٨٦- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا

باب جب تک کھجور پختہ نہ ہو اس کا بیچنا منع ہے

٢١٩٧- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَلَّى قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ ((نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ

(۲۱۹۷) مجھ سے علی بن ہیثم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معلی بن منصور نے بیان کیا' ان سے ہشیم نے بیان کیا' انہیں حمید نے خبر دی اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور کھجور کے باغ کو "زھو" سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا' آپ سے پوچھا گیا کہ زھو کسے

حَتّٰى يَزْهُوَ. قِيلَ: وَمَا يَزْهُو؟ قَالَ: يَحْمَارُّ أَوْ يَصْفَارُّ)). [راجع: ١٤٨٨]

کہتے ہیں تو آپ نے جواب دیا مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے کو کہتے ہیں۔

گویا لفظ زہو خاص کھجور کے مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے پر بولا جاتا ہے۔

٨٧- بَابُ إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

باب اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی پھل بیچے پھران پر کوئی آفت آئی تو وہ نقصان بیچنے والے کو بھرنا پڑے گا

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میوہ کی بیع پختگی سے پہلے صحیح تو ہو جاتی ہے' مگر اس کا ضمان بائع پر رہے گا۔ مشتری کی کل رقم اس کو بھرنی ہوگی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ جنح البخاری فی هذه الترجمة الی صحة البیع و ان لم یبد صلاحه لکنه جعله قبل الصلاح من ضمان البائع و مقتضاه انه اذالم یفسد فالبیع صحیح و هو فی ذالک متابع للزهری کما اورده عنه فی اخر الباب (فتح) یعنی اس باب سے امام بخاری کا رجحان ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پھلوں کی پختگی سے قبل بھی بیع کی صحت کے قائل ہیں۔ مگر انہوں نے اس بارے میں یہ شرط قائم کی ہے کہ اس کے نقصان کا ذمہ دار بیچنے والا ہے اگر کوئی نقصان نہ ہوا' اور فصل صحیح سلامت تیار ہو گئی تو بیع صحیح ہو گی' اور فصل خراب ہونے کی صورت میں نقصان بیچنے والے کو بھگتنا ہو گا۔ اس بارے میں آپ نے امام زہری سے متابعت کی ہے جیسا کہ آخر باب میں ان سے نقل بھی فرمایا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود بہتر یہی ہے کہ پھلوں کی پختگی سے پہلے سودا نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں بہت مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے ان کو اسی احتیاط پر محمول کرنا ہے۔ اور یہاں امام بخاری کا رجحان جس جواز پر ہے وہ مشروط ہے۔ اس لئے ہر دو قسم کی روایتوں میں تطبیق ظاہر ہے۔ "زہو" کی تفسیر خود حدیث میں موجود ہے۔ پہلے اس کا بیان ہو بھی چکا ہے۔

٢١٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ. فَقِيلَ وَمَا تُزْهِي؟ قَالَ: حَتّٰى تَحْمَرَّ. فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟)). [راجع: ١٤٨٨]

(۲۱۹۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو "زہو" سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ زہو کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہی بتاؤ' اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آ جائے' تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلے لو گے؟

٢١٩٩- قَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ رَجُلاً ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهُ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ. أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

(۲۱۹۹) لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے اگر پختہ ہونے سے پہلے ہی (درخت پر) پھل خریدے' پھر ان پر کوئی آفت آ گئی تو جتنا نقصان ہوا' وہ سب اصل مالک کو بھرنا پڑے گا۔ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی' اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عَنهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، وَلاَ تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ)). [راجع: ١٤٨٦]

عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو نہ بیچو' اور نہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں بیچو۔

٨٨- بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

باب اناج ادھار (ایک مدت مقرر کر کے) خریدنا

٢٢٠٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: ((ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ: لاَ بَأْسَ بِهِ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ)). [راجع: ٢٠٦٨]

(۲۲۰۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ ہم نے ابراہیم کے سامنے قرض میں گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ہم سے اسود کے واسطہ سے بیان کیا کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقررہ مدت کے قرض پر ایک یہودی سے غلہ خریدا' اور اپنی زرہ اس کے یہاں گروی رکھی تھی۔

تشریح مقصد باب یہ ہے کہ غلہ بوقت ضرورت ادھار بھی خریدا جا سکتا ہے۔ اور ضرورت لاحق ہو تو اس قرض کے سلسلہ میں اپنی کسی بھی چیز کو گروی رکھنا بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس قسم کے دنیاوی معاملات غیر مسلموں سے بھی کئے جا سکتے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ ادھار حاصل فرمایا۔ اور آپ پر خوب واضح تھا کہ یہودیوں کے ہاں ہر قسم کے معاملات ہوتے ہیں۔ ان حالات میں بھی آپ نے ان سے غلہ ادھار لیا اور ان کے اطمینان مزید کے لئے اپنی زرہ مبارک کو اس یہودی کے ہاں گروی رکھ دیا۔

سند میں مذکورہ راوی حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ سلیمان بن مہران کاہلی اسدی ہیں۔ بنو کاہل کے آزاد کردہ ہیں۔ بنو کاہل ایک شاخ بنو اسد خزیمہ کی ہے۔ یہ ۶۰ھ میں رے میں پیدا ہوئے اور کسی نے ان کو اٹھا کر کوفہ میں لا کر فروخت کر دیا تو بنی کاہل کے کسی بزرگ نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔ علم حدیث و قرأت کے مشہور ائمہ میں سے ہیں اہل کوفہ کی روایات کا زیادہ مدار ان پر ہی ہے۔ ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ نیز حضرت اسود بھی مشہور تابعی ہیں جو ابن ہلال محاربی سے مشہور ہیں۔ عمرو بن معاذ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے زہری نے روایت کی ہے۔ ۸۴ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ آمین۔

٨٩- بَابُ إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ

باب اگر کوئی شخص خراب کھجور کے بدلہ میں اچھی کھجور لینا چاہے

٢٢٠١، ٢٢٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

(۲۲۰۱٬۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے عبدالمجید بن سہل بن عبدالرحمن نے' ان سے سعید بن مسیب نے' ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟ قَالَ: لاَ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلاَثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لاَ تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا)).

[أطرافه في: ٢٣٠٢، ٤٢٤٤، ٤٢٤٦، ٧٣٥٠].

و سلم نے خیبر میں ایک شخص کو تحصیل دار بنایا۔ وہ صاحب ایک عمدہ قسم کی کھجور لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجور' اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ! ہم تو اسی طرح ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا کھجوروں کے) دو صاع دے کر خریدتے ہیں۔ اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں لیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ البتہ گھٹیا کھجور کو پہلے بیچ کر ان پیسوں سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔

[أطرافه في: ٢٣٠٣، ٤٢٤٥، ٤٢٤٧، ٧٣٥١].

تشریح اس صورت میں بیاج سے محفوظ رہے گا۔ ایسا ہی سونے کے بدلے میں دوسرا سونا کم و بیش لینے کی ضرورت ہے' تو پہلے سونے کو روپوں یا اسباب کے بدل بیچ ڈالے۔ پھر روپوں یا اسباب کے عوض دوسرا سونا لے لے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ و فی الحدیث جواز اختیارطیب الطعام و جواز الوکالۃ فی البیع و غیرہ و فیہ ان البیوع الفاسدۃ ترد الخ۔ یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھے غلہ کو پسند کرنا جائز ہے۔ اور بیع وغیرہ میں وکالت درست ہے اور یہ بھی کہ بیع فاسد کو رد کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں خیبر کا ذکر آیا ہے جو یہودیوں کی ایک بستی مدینہ شریف سے شمال مشرق میں تین چار منزل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ اس مقام پر مدینہ کے یہودی قبائل کو ان کی مسلسل غداریوں اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ اور یہاں آنے کے بعد وہ دوسرے یہودیوں کو ساتھ لے کر ہروقت اسلام کے استیصال کے لئے تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ اس طرح خیبر عام اشتعال اور فسادات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کی ان غلط در غلط کوششوں کو پامال کرنے اور وہاں قیام امن کے لئے آنحضرت ﷺ نے محرم ۷ھ میں چودہ سو جاں نثار صحابہ کرام کے ہمراہ سفر فرمایا۔ یہود خیبر نے یہ اطلاع پا کر جملہ اقوام عرب کی طرف امداد کے لئے اپنے قاصد و سفراء دوڑائے مگر صرف بنی فزارہ ان کی امداد کے نام سے آئے۔ وہ بھی موقع پا کر مسلمانوں کے اونٹوں کے گلے لوٹ کر واپس بھاگ گئے اور یہود تنہا رہ گئے۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی' آخر اللہ پاک نے اپنے سچے رسول ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اور یہودیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اطراف میں بھی یہودیوں کے مختلف مواضعات تھے۔ وطیح' سلالم' فدک وغیرہ وغیرہ' ان کے باشندوں نے خود بخود اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کے حوالہ کر دیا اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے نہایت فیاضی سے سب کو معافی دے دی ان کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی دست اندازی نہیں کی گئی۔ ان کو پوری مذہبی آزادی بھی دے دی گئی۔ اور زمین کی نصف پیداوار پر ان کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا گیا' اور وہاں سے غلہ کی وصولی کے لئے ایک شخص کو تحصیل دار مقرر کیا گیا۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں مذکور ہے اور یہ بیع کا معاملہ بھی اس تحصیلدار صاحب سے متعلق ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

٩٠- بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلاً قَدْ أُبِّرَتْ، أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً، أَوْ بِإِجَارَةٍ

باب جس نے پیوند لگائی ہوئی کھجوریں یا کھیتی کھڑی ہوئی زمین بیچی یا ٹھیکہ پر دی تو میوہ اور اناج بائع کا ہو گا

٢٢٠٣- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ : ((أَنَّ أَيُّمَا نَخْلٍ بِيْعَتْ قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ)).

[أطرافه في: ٢٢٠٤، ٢٢٠٦، ٢٣٧٩، ٢٧١٦].

(۲۲۰۳) ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا' انہیں ہشام نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع سے خبر دیتے تھے کہ جو بھی کھجور کا درخت پیوند لگانے کے بعد بیچا جائے اور بیچتے وقت پھلوں کا کوئی ذکر نہ ہوا ہو تو پھل اسی کے ہوں گے جس نے پیوند لگایا ہے۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ نافع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔

یعنی اگر ایک غلام بیچا جائے اور اس کے پاس مال ہو تو وہ مال بائع ہی کا ہو گا۔ اسی طرح لونڈی اگر بکے تو اس کا بچہ جو پیدا ہو چکا ہو وہ بائع ہی کا ہو گا۔ پیٹ کا بچہ مشتری کا ہو گا لیکن اگر خریدار پہلے ہی ان پھلوں یا لونڈی غلام سے متعلق چیزوں کے لینے کی شرط پر سودا کرے اور وہ مالک اس پر راضی بھی ہو جائے' تو پھر وہ پھل یا لونڈی غلاموں کی وہ جملہ اشیاء اسی خریدار کی ہوں گی۔ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ لین دین کے معاملات میں فریقین کا باہمی طور پر جملہ تفصیلات طے کر لینا اور دونوں طرف سے ان کا منظور کر لینا ضروری ہے۔ تا کہ آگے چل کر کوئی جھگڑا فساد پیدا نہ ہو۔

٢٢٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : ((مَنْ بَاعَ نَخْلاً قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ ، إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ)).

[راجع: ٢٢٠٣]

(۲۲۰۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کسی نے کھجور کے ایسے درخت بیچے ہوں جن کو پیوندی کیا جا چکا تھا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ البتہ اگر خریدنے والے نے شرط لگا دی ہو۔ (کہ پھل سمیت سودا ہو رہا ہے تو پھل بھی خریدار کی ملکیت میں آ جائیں گے)

تشریح حدیث میں لفظ غلام بھی آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا غلام بیچے تو اس وقت جتنا مال غلام کے پاس ہے وہ اصل مالک ہی کا سمجھا جائے گا اور وہ خریدنے والے کو صرف خالی غلام ملے گا۔ ہاں اگر خریدار یہ شرط کر لے کہ میں غلام کو اس کے جملہ املاک سمیت خریدتا ہوں' تو پھر جملہ املاک خریدار کے ہوں گے۔ یہی حال پیوندی باغ کا ہے۔ یہ آپس کی معاملہ داری پر موقوف ہے۔ ارض مزروعہ کی بیع کے لئے بھی یہی اصول ہے۔ حافظ فرماتے ہیں وهذا كله عند اطلاق بيع النخل من غير تعرض للثمرة فان شرطها المشترى بان قال اشتريت النخل بثمرتها كانت للمشترى و ان شرطها البائع لنفسه قبل التابير كانت له یعنی یہ معاملہ خریدار پر موقوف ہے اگر اس نے پھلوں سمیت کی شرط پر سودا کیا ہے تو پھل اسے ملیں گے اور اگر بائع نے اپنے لئے ان پھلوں کی شرط لگا دی ہے تو بائع کا حق ہو گا۔

اس حدیث سے پھلوں کا پیوندی بنانا بھی جائز ثابت ہوا۔ جس میں ماہرین فن نر درختوں کی شاخ کاٹ کر مادہ درخت کی شاخ کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اور قدرت خداوندی سے وہ ہر دو شاخیں مل جاتی ہیں۔ پھر وہ پیوندی درخت بکثرت پھل دینے لگ جاتے ہیں۔

آج کل اس فن نے بہت کافی ترقی کی ہے۔ اور اب تو تجربات جدیدہ نے نہ صرف درختوں بلکہ غلہ جات تک کے پودوں میں اس عمل سے کامیابی حاصل کی ہے حتیٰ کہ اعضائے حیوانات پر یہ تجربات کئے جا رہے ہیں۔

٩١- بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلاً

باب کھیتی کا اناج جو ابھی درختوں پر ہو ماپ کی رو سے غلہ کے عوض بیچنا

٢٢٠٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ: أَنْ يَبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلاً بِتَمْرٍ كَيْلاً، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيْعَهُ بِزَبِيْبٍ كَيْلاً، أَوْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيْعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ. وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ)) [راجع: ٢١٧١]

(٢٢٠٥) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے نافع نے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' کہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو' اگر وہ کھجور ہیں تو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے بیچا جائے۔ آپ نے ان تمام قسموں کے لین دین سے منع فرمایا ہے۔

تشریح حافظ فرماتے ہیں۔ اجمع العلماء على انه لا يجوز بيع الزرع قبل ان يقطع بالطعام لانه بيع مجهول بمعلوم و اما بيع رطب ذالك بيابسه بعد القطع و امكان المماثلة فالجمهور لا يجوزون بيع لشئى من ذالک یعنی اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کھیتی کو اس کے کاٹنے سے پہلے غلہ کے ساتھ بیچنا درست نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک معلوم غلہ کے ساتھ مجہول چیز کی بیع ہے۔ اس میں ہر دو کے لئے نقصان کا احتمال ہے۔ ایسے ہی تر کاٹنے کے بعد خشک کے ساتھ بیچنا جمہور اس قسم کی تمام بیوع کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان سب میں نفع و نقصان ہر دو احتمالات ہیں۔ اور شریعت محمدیہ ایسے جملہ ممکن نقصانات کی بیوع کو ناجائز قرار دیتی ہے۔

٩٢- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

باب کھجور کے درخت کو جڑ سمیت بیچنا

٢٢٠٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَيُّمَا امْرِىءٍ أَبَّرَ نَخْلاً ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ، إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ)). [راجع: ٢٢٠٣]

(٢٢٠٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے نافع نے' اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی کھجور کے درخت کو پیوندی بنایا۔ پھر اس درخت ہی کو بیچ دیا تو (اس موسم کا پھل) اسی کا ہو گا جس نے پیوندی کیا ہے۔ لیکن اگر خریدار نے پھلوں کی بھی شرط لگا دی ہے۔ (تو یہ امر دیگر ہے)

معلوم ہوا کہ یہاں بھی معاملہ خریدار پر موقوف ہے۔ اگر اس نے کوئی شرط لگا کر وہ بیع کی ہے تو وہ شرط نافذ ہو گی اور اگر بغیر شرط سودا ہوا ہے تو اس موسم کا پھل پہلے مالک ہی کا ہو گا۔ جس نے ان درختوں کو پیوندی کیا ہے۔ حدیث سے درخت کا اصل جڑ سمیت بیچنا ثابت ہوا۔

٩٣- بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

باب بیع مخاضرہ کا بیان

میوہ یا اناج پکنے سے "پہلے بیچنا" کچے پن کی حالت میں جب وہ سبز ہو اسی کو بیع مخاضرہ کہتے ہیں۔

٢٢٠٧- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الأَنْصَارِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ ، عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلاَمَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ)).

(٢٢٠٧) ہم سے اسحاق بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عمر بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ' مخاضرہ' ملامسہ' منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں۔ والمراد بیع الثمار والحبوب قبل ان یبدو صلاحھا یعنی مخاضرہ کے معنے پکنے سے پہلے ہی فصل کو کھیت میں بیچنا ہے اور یہ ناجائز ہے محاقلہ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ دیگر واردہ اصطلاحات کے معانی ان کے مقامات پر مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

٢٢٠٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرٍ بِالتَّمْرِ حَتَّى يَزْهُوَ. فَقُلْنَا لأَنَسٍ : مَا زَهْوُهَا؟ قَالَ : تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ. أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ)). [راجع: ١٤٨٨]

(٢٢٠٨) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس بناٹھ نے کہ نبی کریم ﷺ نے درخت کی کھجور کو زہو سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آ سکا تو تم کس چیز کے بدلے اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لئے حلال کرو گے۔

تشریح حدیث اپنے معانی میں مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا پہلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لئے نقصان ہونے کا احتمال ہو' شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے۔ ہاں جائز طور پر سودا ہونے کے بعد نفع نقصان یہ قسمت کا معاملہ ہے۔ تجارت نفع ہی کے لئے کی جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ گھاٹا بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی چیز نہیں۔ آجکل ریس وغیرہ کی شکلوں میں جو دھندے چل رہے ہیں' شرعاً یہ سب حرام اور ناجائز بلکہ سود خوری میں داخل ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب ظاہر ہے کہ تم نے اپنا کچا باغ کسی بھائی کو بیچ دیا اور اس سے طے شدہ روپیہ بھی وصول کر لیا۔ بعد میں باغ پھل نہ لا سکا۔ آفت زدہ ہو گیا۔ یا کم پھل لایا تو اپنے خریدار بھائی سے جو رقم تم نے وصول کی ہے وہ تمہارے لئے کس جنس کے عوض حلال ہو گی۔ پس ایسا سودا ہی نہ کرو۔

٩٤- بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ

باب کھجور کا گابھا بیچنا یا کھانا

(جو سفید سفید اندر سے نکلتا ہے)

٢٢٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

(٢٢٠٩) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے ابوبشر نے' ان سے مجاہد نے' اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت

عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ: ((مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ))، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ، قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)). [راجع: ٦١]

میں حاضر تھا۔ آپؐ کھجور کا گابھا کھا رہے تھے۔ اسی وقت میں آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت مرد مومن کی مثال ہے میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ لیکن حاضرین میں' میں ہی سب سے چھوٹی عمر کا تھا (اس لئے بطور ادب میں چپ رہا) پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

یہ حدیث پہلے پارے کتاب العلم میں بھی گذر چکی ہے۔ اور جب کھانا درست ہوا تو اس کا بیچنا بھی درست ہو گا۔ پس ترجمہ باب نکل آیا۔ بعض نے کہا کہ کھجور کے درخت پر گوند نکل آتا تھا جو چربی کی طرح سفید ہوتا تھا۔ وہ کھایا جاتا تھا۔ مگر اس گوند کے نکلنے کے بعد وہ درخت پھل نہیں دیتا تھا۔

٩٥- بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوعِ

وَالإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمُ الْمَشْهُورَةِ وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِينَ: سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا. وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ: لاَ بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ: ((خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ)). وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾. وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا فَقَالَ: بِكَمْ؟ قَالَ: بِدَانَقَيْنِ، فَرَكِبَهُ؛ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى فَقَالَ الْحِمَارَ الْحِمَارَ، فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

باب خرید و فروخت اور اجارے میں ہر ملک کے دستور کے موافق

حکم دیا جائے گا اسی طرح ماپ اور تول اور دوسرے کاموں میں ان کی نیت اور رسم و رواج کے موافق اور قاضی شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا جیسے تم لوگوں کا رواج ہے اسی کے موافق حکم دیا جائے گا۔ اور عبدالوہاب نے ایوب سے روایت کی' انہوں نے محمد بن سیرین سے کہ دس کا مال گیارہ میں بیچنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور جو خرچہ پڑا ہے اس پر بھی یہی نفع لے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ہندہ (ابوسفیان کی عورت) سے فرمایا' تو اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ دستور کے موافق نکال لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی محتاج ہو وہ (یتیم کے مال میں سے) نیک نیتی کے ساتھ کھا لے۔ اور امام حسن بصریؒ نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایہ پوچھا' تو انہوں نے کہا کہ دو دانق ہے (ایک دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) اس کے بعد وہ گدھے پر سوار ہوئے۔ پھر دوسری مرتبہ ایک ضرورت پر آپ آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہئے۔ اس مرتبہ آپ اس پر کرایہ مقرر کئے بغیر سوار ہوئے۔ اور ان کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

مثلاً کسی ملک میں سو روپیہ بھر کا سیر مروج ہے تو جس نے سیر بھر غلہ بیچا' اس کو اسی سیر سے دینا ہو گا۔ اسی طرح ملک میں جس روپے پیسے کا رواج ہے اگر عقد میں دوسرے سکہ کی شرط نہ ہو تو وہی رائج سکہ مراد ہو گا۔ الغرض جہاں جیسا دستور ہے اسی دستور کے

موافق بیع و شراء کی جائے گی۔ دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے دستور مروجہ پر عمل کیا کہ ایک گدھے کا کرایہ دو دانق ہوتا ہے۔ ایک دانق اسے زیادہ دے دیا' تاکہ احسان کا اعتراف ہو۔ ﴿ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلاَّ الْإِحْسَانُ ﴾ (الرحمٰن: ٦٠)

٢٢١٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((حَجَمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ)).

(۲۲۱۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو ابو طیبہ نے پچھنا لگایا۔ تو آپ نے انہیں ایک صاع کھجور (مزدوری میں) دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے مالکوں سے فرمایا کہ وہ اس کے خراج میں کچھ کمی کر دیں۔

[راجع: ٢١٠٢]

تشریح: اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً یہ کہ پچھنا لگوانا جائز ہے۔ اور وہ حدیث جس میں اس کی ممانعت وارد ہے وہ منسوخ ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نوکروں' خادموں' غلاموں سے ان کی طاقت کے موافق خدمت لینی چاہئے۔ اور ان کی مزدوری میں بخل نہ ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی کہ اجرت میں نقدی کے علاوہ اجناس بھی دینی درست ہیں بشرطیکہ مزدور پسند کرے۔ خراج سے یہاں وہ ٹیکس مراد ہے جو اسکے آقا اس سے روزانہ وصول کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کمی کر دیں۔

٢٢١١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا؟ قَالَ: ((خُذِي أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ)).

(۲۲۱۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے۔ تو کیا اگر میں ان کے مال میں سے چھپا کر کچھ لے لیا کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے لئے اور اپنے بیٹوں کے لئے نیک نیتی کے ساتھ اتنا لے سکتی ہو جو تم سب کے لئے کافی ہو جایا کرے۔

[أطرافه في: ٢٤٦٠، ٣٨٢٥، ٥٣٥٩، ٥٣٦٤، ٥٣٧٠، ٦٦٤١، ٧١٦١، ٧١٨٠].

تشریح: حضرت ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابو سفیان والدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس حدیث سے بیویوں کے حقوق پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اگر خاوند نان نفقہ نہ دیں یا بخل سے کام لیں تو ان سے وصول کرنے کے لئے ہر جائز راستہ اختیار کر سکتی ہیں۔ مگر نیک نیتی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر محض فساد اور خانہ خرابی مدنظر ہے' تو پھر یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔

٢٢١٢- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ. ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ قَالَ:

(۲۲۱۲) مجھ سے اسحاق نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ہشام نے خبر دی (دوسری سند) اور مجھ سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عثمان بن فرقد سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے

سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ ((سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيْمِ الَّذِي يُقِيْمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ: إِنْ كَانَ فَقِيْرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ)).

[طرفاه في : ٢٧٦٥، ٤٥٧٥].

ہشام بن عروہ سے سنا' وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ فرماتی تھیں کہ (قرآن کی آیت) جو شخص مالدار ہو وہ (اپنی زیر پرورش یتیم کا مال ہضم کرنے سے) اپنے کو بچائے۔ اور جو فقیر ہو وہ نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھالے۔" یہ آیت یتیموں کے ان سرپرستوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو ان کی اور ان کے مال کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے ہوں کہ اگر وہ فقیر ہیں تو (اس خدمت کے عوض) نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھاسکتے ہیں۔

٩٦- بَابُ بَيْعِ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهِ

باب ایک ساجھی اپنا حصہ دوسرے ساجھی کے ہاتھ بیچ سکتا ہے

٢٢١٣- حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلاَ شُفْعَةَ)).

[أطرافه في : ٢٢١٤، ٢٢٥٧، ٢٤٩٥، ٢٤٩٦، ٦٩٧٦].

(٢٢١٣) ہم سے محمود نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' انہیں معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں ابوسلمہ نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق ہر اس مال میں قرار دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی پھیر دیئے جائیں تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

تشریح مال سے مراد غیر منقولہ ہے۔ جیسے مکان' زمین' باغ وغیرہ کیونکہ جائیداد منقولہ میں بالاجماع شفعہ نہیں ہے۔ اور عطاء کا قول شاذ ہے جو کہتے ہیں ہر چیز میں شفعہ ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے میں بھی۔ یہ حدیث شافعیہ کے مذہب کی تائید کرتی ہے کہ ہمسایہ کو شفعہ کا حق نہیں ہے صرف شریک کو ہے۔ یہاں امام بخاری نے یہ حدیث لا کر باب کا مطلب اس طرح سے نکالا کہ جب شریک کو شفعہ کا حق ہوا تو وہ دوسرے شریک کا حصہ خرید لے گا۔ پس ایک شریک کا اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچ کرنا بھی جائز ہوا۔ اور یہی ترجمہ باب ہے۔

شفعہ اس حق کو کہا جاتا ہے جو کسی پڑوسی یا کسی ساجھی کو اپنے دوسرے پڑوسی یا ساجھی کی جائیداد میں اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ ساجھی یا پڑوسی اپنی اس جائیداد کو فروخت نہ کردے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسی جائیداد کی خرید و فروخت میں حق شفعہ رکھنے والا اس کا مجاز ہے کہ جائیداد اگر کسی غیر نے خرید لی ہو تو وہ اس پر دعویٰ کرے اور وہ بیع اول کو فسخ کرا کر خود اسے خرید لے۔ ایسے معاملات میں اولیت حق شفعہ رکھنے والے ہی کو حاصل ہے۔ باقی اس سلسلہ کی بہت سی تفصیلات ہیں۔ جن میں سے کچھ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں احادیث کی روشنی میں بیان بھی کر دی ہیں۔ مروجہ محمڈن لاء (بھارت) میں بھی اسکی بہت سی صورتیں مذکور ہیں۔

٩٧- بَابُ بَيْعِ الأَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ

٢٢١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ يُقْسَمْ. فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلاَ شُفْعَةَ)).

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهَذَا وَقَالَ: ((فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ)). تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: ((فِي كُلِّ مَالٍ)) وَ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٢٢١٣]

باب زمین' مکان' اسباب کا حصہ اگر تقسیم نہ ہوا ہو تو اس کا بیچنا درست ہے

(۲۲۱۴) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' ان سے معمر نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے مال میں شفعہ کا حق قائم رکھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حدود قائم ہو گئی ہوں اور راستہ بھی پھیر دیا گیا ہو تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

ہم سے مسدد نے اور ان سے عبدالواحد نے اسی طرح بیان کیا' اور کہا کہ ہر اس چیز میں (شفعہ ہے) جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اس کی متابعت ہشام نے معمر کے واسطہ سے کی ہے اور عبدالرزاق نے یہ لفظ کہے کہ "ہر مال میں" اس کی روایت عبدالرحمٰن بن اسحاق نے زہری سے کی ہے۔

٩٨- بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

٢٢١٥- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَرَجَ ثَلاَثَةٌ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ. قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ادْعُوا اللهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ. فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ

باب کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے اس کی اجازت کے بغیر خرید لی پھر وہ بھی راضی ہو گیا تو یہ معاملہ جائز ہے۔

(۲۲۱۵) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا' تین شخص کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لئے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو' نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی "اے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے۔ میں باہر لے جا کر

فَأَرْعَى، ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ، فَأَجِيءُ بِالْحِلَابِ فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي. احْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ، فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبُهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ. قَالَ: فَفُرِجَ عَنْهُمْ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً. قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ، فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبَى أَنْ يَأْخُذَ، فَعَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَإِنَّهَا لَكَ. فَقَالَ: أَتَسْتَهْزِئُ بِي؟ قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، وَلَكِنَّهَا لَكَ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ

اپنے مویشی چراتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پی چکتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی۔ اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ میں برابر دودھ کا پیالہ لئے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا' تو ہمارے لئے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنا دے کہ ہم آسمان کو تو دیکھ سکیں" آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی "اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سو اشرفی نہ دے دو۔ میں نے ان کے حاصل کرنے کی کوشش کی' اور آخر اتنی اشرفی جمع کر لی۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا۔ تو وہ بولی' اللہ سے ڈر' اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لئے کیا تھا۔ تو ہمارے لئے (نکلنے کا) راستہ بنا دے۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پتھر دو تہائی ہٹ گیا۔ تیسرے شخص نے دعا کی۔ "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خرید لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آ کر مزدوری مانگی' کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہارے ہی ملک ہیں۔ اس

أَنِّي فَعَلْتُ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا. فَكُشِفَ عَنْهُمْ)).

[اطرافه في: ٢٢٧٢، ٢٣٣٣، ٣٤٦٥، ٥٩٧٤].

نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا، واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو یہاں ہمارے لئے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنا دے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا۔ اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں جو یہ حدیث لائے۔ اس سے مقصود اخیر شخص کا بیان ہے کیونکہ بغیر مالک سے پوچھے اس جوار کو دوسرے کام میں صرف کیا۔ اور اس سے نفع کمایا، اور بیع کو بھی اس پر قیاس کیا۔ تو بیع فضولی نکاح فضولی کی طرح صحیح ہے اور مالک کی اجازت پر نافذ ہو جاتی ہے۔

اس حدیث طویل سے اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ اللہ کے سامنے پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ کہ اصل وسیلہ ایسے ہی اعمال صالحہ کا ہے۔ اور آیت کریمہ وابتغوا الیہ الوسیلة کا یہی مفہوم ہے۔ جو لوگ قبروں، مزاروں اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ اور ایسے وسائل بعض دفعہ شرکیات کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں چرواہے کا واقعہ ہے جس سے بچوں پر ظلم کا شبہ ہوتا ہے کہ وہ رات بھر بھوک سے بلبلاتے رہے مگر یہ ظلم نہیں ہے۔ یہ ان کی نیک نیتی تھی کہ وہ پہلے والدین کو پلانا چاہتے تھے۔ اور آیت کریمہ ﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ (الحشر: ۹) کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے جو یہاں مذکور ہے۔ وهنا طريق اخر في الجواز و هو انه صلى الله عليه وسلم ذكر هذه القصة في معرض المدح والثناء على فاعلها واقره على ذالک و لو كان لا يجوز لبينه یعنی باب کے مضمون مذکورہ کا جواز یوں بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ کو اور اس میں اس مزدور کے متعلق امر واقعہ کو بطور مدح و ثنا ذکر فرمایا۔ اسی سے مضمون باب ثابت ہوا، اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو آپ اسے بیان فرما دیتے۔

٩٩- بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

باب مشرکوں اور حربی کافروں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا

حربی کافر وہ جو اسلامی حکومت سے جنگ برپا کئے ہوئے ہوں اور سلسلہ حرب مابین مطابق قواعد شرعی جاری ہو۔

٢٢١٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً - أَوْ قَالَ : أَمْ هِبَةً)) - قَالَ : لاَ، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً)).

(۲۲۱۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک مشنڈا لمبے قد والا مشرک بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ یہ بیچنے کے لئے ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا آپ نے یہ فرمایا کہ (یہ بیچنے کے لئے ہیں) یا ہبہ کرنے کے لئے؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بیچنے کے لئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

[طرفاه في : ۲۶۱۸، ۵۳۸۲].

تشریح: حافظ فرماتے ہیں:۔ معاملة الكفار جائزة الا بيع مايستعين به اهل الحرب على المسلمين واختلف العلماء فى مبايعة من غالب ماله الحرام وحجة من رخص فيه قوله صلى الله عليه وسلم للمشرك "ابيعا ام هبة" وفيه جواز بيع الكافر والبات ملكه على ما فى يده و جواز قبول الهدية منه (فتح) یعنی کفار سے معاملہ داری کرنا جائز ہے مگر ایسا معاملہ درست نہیں جس سے وہ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے میں مدد پا سکیں۔ اور اس حدیث کی رو سے کافر کی بیع کو نافذ ماننا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اپنے مال میں وہ اسلامی قانون میں مالک ہی مانا جائے گا۔ اور اس حدیث سے کافر کا ہدیہ قبول کرنا بھی جائز ثابت ہوا۔ یہ جملہ قانونی امور ہیں جن کے لئے اسلام میں ہر ممکن گنجائش رکھی گئی ہے۔ مسلمان جب کہ ساری دنیا میں آباد ہیں' ان کے بہت سے لین دین کے معاملات غیر مسلموں کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان سب کو قانونی صورتوں میں بتلایا گیا اور اس سلسلہ میں بہت فراخدلی سے کام لیا گیا ہے۔ جو اسلام کے دین فطرت اور عالمگیر مذہب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

١٠٠ - بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسَلْمَانَ: كَاتِبْ، وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوهُ وَبَاعُوهُ. وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلاَلٌ. وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَاللهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ، فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ، أَفَبِنِعْمَةِ اللهِ يَجْحَدُونَ﴾.

باب حربی کافر سے غلام لونڈی خریدنا اور اس کا آزاد کرنا اور ہبہ کرنا

اور نبی کریم ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے (یہودی) مالک سے "مکاتبت" کر لے۔ حالانکہ سلمان رضی اللہ عنہ اصل میں پہلے ہی سے آزاد تھے۔ لیکن کافروں نے ان پر ظلم کیا کہ بیچ دیا۔ اور اس طرح وہ غلام بنا دیئے گئے۔ اسی طرح عمار' صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم بھی قید کر کے (غلام بنالئے گئے تھے اور ان کے مالک مشرک تھے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے رزق میں۔ پھر جن کی روزی زیادہ ہے۔ وہ اپنی لونڈی غلاموں کو دے کر اپنے برابر نہیں کر دیتے۔ کیا یہ لوگ اللہ کا احسان نہیں مانتے۔"

تشریح: کہ اس نے مختلف حالات کے لوگ پیدا کئے۔ کوئی غلام ہے کوئی بادشاہ' کوئی مالدار ہے کوئی محتاج' اگر سب برابر اور یکساں ہوتے تو کوئی کسی کا کام کاہے کو کرتا۔ زندگی دوبھر ہو جاتی۔ پس یہ اختلاف حالات اور تفاوت درجات حق تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ کافر اپنی لونڈی غلاموں کے مالک ہیں اور ان کی ملک صحیح ہے کیونکہ ان کی لونڈی غلاموں کو ﴿ ماملکت ایمانھم ﴾ فرمایا۔ جب ان کی ملک صحیح ہوئی تو ان سے مول لینا درست ہو گا۔ (وحیدی)

کتابت اسکو کہتے ہیں کہ غلام مالک کو کچھ روپیہ کئی قسطوں میں دینا قبول کرے۔ کل روپیہ ادا کرنے کے بعد غلام آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو کافروں نے غلام بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حدیث سلمان رضی اللہ عنہ میں مزید تفصیل یوں آئی ہے۔ ثم مر بى نفر من كلب تجار فحملونى معهم حتى اذا قدموابى وادى القرى ظلمونى فباعونى من رجل يهودى الحديث یعنی میں فارسی نسل سے متعلق ہوں۔ ہوا یہ کہ ایک دفعہ بنو کلب کے کچھ سوداگر میرے پاس سے گذرے اور انہوں نے مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ اور آگے چل کر مزید ظلم مجھ پر انہوں نے یہ کیا کہ مجھ کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ کر اس کا غلام بنا دیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما عربی عنسی ہیں۔ مگر ان کو اس لئے غلاموں میں شمار کیا گیا کہ ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا نامی قریش کی لونڈیوں میں سے تھیں۔ ان کے شکم سے یہ پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام یاسر رضی اللہ عنہ ہے۔ قریش نے ان سب کے ساتھ غلاموں جیسا معاملہ کیا۔ یاسر رضی اللہ عنہ بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ مزید تفصیلی حالات یہ ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما عنسی ہیں۔ بنی مخزوم کے آزاد کردہ اور حلیف ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد یاسر رضی اللہ عنہ مکہ میں اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جن کا نام حارث اور مالک تھا' اپنے چوتھے گم شدہ بھائی کی تلاش میں آئے۔ پھر حارث اور مالک تو اپنے ملک یمن کو واپس چلے گئے۔ مگر یاسر مکہ میں مقیم ہو گئے۔ اور ابو حذیفہ بن مغیرہ کے حلیف بن گئے۔ ابو حذیفہ نے ان کا نکاح اپنی باندی سمیہ رضی اللہ عنہا نامی سے کر دیا۔ جن کے بطن سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابو حذیفہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ یہ ابتدا ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ اور ان کمزور مسلمانوں میں سے ہیں جن کو اسلام سے ہٹانے کے لئے بہت ستایا گیا۔ یہاں تک کہ ان کو آگ میں بھی ڈال دیا جس سے انہیں اللہ نے مرنے سے بچا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی طرف سے گذرتے ہوئے ان کی تکالیف کو دیکھتے تو آپ کا دل بھر آتا۔ آپ ان کے جسم پر اپنا دست شفقت پھیرتے اور دعا کرتے کہ اے آگ تو عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی۔ یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر اور جملہ غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۹۳ سال کی عمر میں ۳۷ھ میں جنگ صفین ہی میں شہید ہوئے۔

حضرت صہیب بن سنان عبداللہ بن جدعان تیمی کے آزاد کردہ ہیں۔ کنیت ابو یحییٰ' شہر موصل کے باشندے تھے۔ رومیوں نے ان کو بچپن ہی میں قید کر لیا تھا۔ لہٰذا نشوونما روم میں ہوئی۔ رومیوں سے ان کو ایک شخص کلب نامی خرید کر مکہ لے آیا۔ جہاں ان کو عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر یہ عبداللہ بن جدعان ہی کے حلیف بن گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دار ارقم میں تھے تو عمار رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے ایک ہی دن اسلام قبول کیا۔ مکہ شریف میں ان کو بھی بہت تکلیف دی گئی' لہٰذا یہ مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ ۸۰ھ میں بعمر ۹۰ سال مدینہ ہی میں انتقال فرمایا۔ اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے والد کا نام رباح ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ مشہور معزز صحابی بلکہ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ بھی مؤمنین اولین میں سے ہیں۔ مکہ میں سخت تکالیف برداشت کیں مگر اسلام کا نشہ نہ اترا' بلکہ اور زیادہ اسلام کا اظہار کیا۔ تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔ ان کو ایذا پہنچانے والا امیہ بن خلف تھا جو بے حد سنگدلی سے ان کو قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا کیا کرتا تھا۔ اللہ کی مشیت دیکھئے کہ جنگ بدر میں امیہ بن خلف ملعون' حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ عمر کا آخری حصہ شام میں گذرا۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۲۰ ھ میں دمشق میں انتقال ہوا اور باب الصغیر میں دفن ہوئے۔ بعض حلب میں انتقال بتلاتے اور باب الاربعین میں مدفون ہونا لکھتے ہیں۔ ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تابعین کی ایک کثیر جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

٢٢١٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِسَارَةَ، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ - أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ. فَقِيلَ:

(۲۲۱۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' ان سے ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ابراہیم علیہ السلام نے سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ (نمرود کے ملک سے) ہجرت کی تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ رہتا تھا یا (یہ فرمایا کہ) ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کسی نے کہہ دیا کہ وہ ایک نہایت ہی

دَخَلَ إِبْرَاهِيْمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ. فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ : أُخْتِي. ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : لاَ تُكَذِّبِي حَدِيْثِيْ، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللهِ إِنْ عَلَى الأَرْضِ مُؤْمِنٍ غَيْرِي وَغَيْرُكِ. فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلاَّ عَلَى زَوْجِي فَلاَ تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ. فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ - قَالَ الأَعْرَجُ : قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ. فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَ فَقَامَتْ تَوَضَّأُ تُصَلِّي وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلاَّ عَلَى زَوْجِي فَلاَ تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ - فَقَالَتْ اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ. فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ : وَاللهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلاَّ شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، وَأَعْطُوهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً)).

[أطرافه في : ٢٦٣٥، ٣٣٥٧، ٣٣٥٨،

خوبصورت عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے آپؑ سے پچھوا بھیجا کہ ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے تمہاری کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام سارہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے تو ان سے کہا کہ میری بات نہ جھٹلانا' میں تمہیں اپنی بہن کہہ آیا ہوں۔ خدا کی قسم! آج روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے یہاں بھیجا' یا بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی کہ "اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں' اور اگر میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے' تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔" اتنے میں وہ بادشاہ تھرایا اور اس کا پاؤں زمین میں دھنس گیا۔ اعرج نے کہا کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ چنانچہ وہ پھر چھوٹ گیا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وضو کر کے پھر نماز پڑھنے لگی تھیں اور یہ دعا کرتی جاتی تھیں "اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے شوہر (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے سوا اور ہر موقع پر میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر۔" چنانچہ وہ پھر تھرایا' کانپا اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ ابو سلمہ نے بیان کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔" اب دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ بھی وہ بادشاہ چھوڑ دیا گیا۔ آخر وہ کہنے لگا کہ تم لوگوں نے میرے یہاں ایک شیطان بھیج دیا۔ اسے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس لے جاؤ اور انہیں آجر (حضرت ہاجرہ) کو بھی دے دو۔ پھر حضرت سارہ ابراہیم علیہ السلام کے

[٥٠٨٤، ٦٩٥٠]. پاس آئیں اور ان سے کہا کہ دیکھتے نہیں اللہ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ساتھ میں ایک لڑکی بھی دلوادی۔

تشریح زمین کنعان سے مصر کا یہ سفر اس لئے ہوا کہ کنعان ان دنوں سخت قحط سالی کی زد میں آگیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مجبور ہو کر اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور بھتیجے لوط علیہ السلام اور بھیڑ بکریوں سمیت مصر میں پہنچ گئے۔ ان دنوں مصر میں فرعون رقیون نامی حکمرانی کر رہا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا بے حد حسین تھیں۔ اور وہ بادشاہ ایسی حسین عورتوں کی جستجو میں رہا کرتا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی بہن ظاہر کریں۔ جب فرعون مصر نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حسن کا چرچا سنا تب انہوں نے ان کو بلوا بھیجا اور فعل بد کا ارادہ کیا مگر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی بد دعا سے وہ برائی پر قادر نہ ہو سکا۔ بلکہ زمین میں غرق ہونے لگا۔ آخر اس کے دل پر ان کی عظمت نقش ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معافی مانگی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور اپنے خلوص اور عقیدت کے اظہار میں اپنی بیٹی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو ان کی نذر کر دیا تا کہ وہ سارہ رضی اللہ عنہا جیسی خدا رسیدہ خاتون کی خدمت میں رہ کر تعلیم اور تربیت حاصل کرے اور کسی وقت اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے نبی کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہو۔ یہودیوں کی کتاب برشیث لیا میں ذکر ہے کہ ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ ایسا ہی طبری، خمیس اور قسطلانی نے ذکر کیا ہے مگر یہ امر نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ بعض بد باطن یہود کی حاسدانہ تحریرات میں ان کو لونڈی کہا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے ان تحریروں سے متاثر ہو کر اس حدیث میں واردہ لفظ "ولیدة" کا ترجمہ لونڈی کر دیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث کی اصطلاح عام میں غلام اور لونڈی کے لئے ملک یمین کا لفظ ہے جیسا کہ آیت قرآنی وما ملکت ایمانکم سے ظاہر ہے لغت عرب میں جاریہ اور ولیدہ کے الفاظ عام لڑکی کے معنوں میں آتے ہیں۔ عربی کی بائیبل میں سب جگہ حضرت ہاجرہ کے واسطے جاریہ کا لفظ استعمال ہوا ہے انگریزی بائیبل میں سب مقامات پر میڈ کا لفظ ہے جس کے معنی وہی ہیں جو "جاریہ" اور "ولیدة" کے ہیں یعنی لڑکی۔

ابی سلومر اسحاق جو ایک یہودی عالم ہیں وہ پیدائش ۱۶ ـ ۱ میں لکھتے ہیں کہ جب فرعون مصری نے نبی کی کرامتوں کو جو سارہ کی وجہ سے ظاہر ہوئیں، دیکھا تو اس نے کہا کہ بہتر ہے میری بیٹی اس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہے وہ اس سے بہتر ہو گی کہ کسی دوسرے گھر میں وہ ملکہ بن کر رہے۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ نے ابراہیمی گھرانہ میں پوری تربیت حاصل کی اور پچاسی سال کی عمر میں جب کہ آپ اولاد سے مایوس ہو رہے تھے حضرت سارہ نے ان سے خود کہا کہ ہاجرہ سے شادی کر لو شاید اللہ پاک ان ہی کے ذریعہ تم کو اولاد عطا کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شادی کے بعد حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئیں اور ان کو خواب میں فرشتہ نے بشارت دی کہ تو ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ عربی ہو گا اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہو گا اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کرے گا۔ (تورات پیدائش ۱۶ ـ ۱۱ ـ ۱۲)

خداوند نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سن لی دیکھو میں اس کو برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ (تورات پیدائش ۱۷ ـ ۱۵ ـ ۲۰)

حضرت ابراہیم کی چھیاسی سال کی عمر تھی کہ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل کے حق میں یہ بشارت توراۃ سفر تکوین باب ۱۷ درس ۲۰ میں موجود ہے۔

یہودیوں نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے لونڈی ہونے پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے دلیل لی ہے جو توراۃ میں مذکور ہے کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئیں تو انہوں نے اس ڈر سے کہ کہیں حضرت ہاجرہ کا فرزند اسماعیل علیہ السلام ان کے فرزند اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ابراہیمی ترکہ کا وارث نہ بن جائے یہ کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بچے کو یہاں سے نکال دے۔ یہ

لفظ حضرت سارہ ؓ نے خفگی کے طور پر استعمال کیا تھا ورنہ ان کو معلوم تھا کہ شریعت ابراہیمی میں لونڈی غلام مالک کے ترکہ میں وارث نہیں ہوا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ہاجرہ ؓ واقعی لونڈی ہوتی تو حضرت سارہ ؓ ایسی غلط بیانی کیوں کرتی جب کہ وہ ابراہیمی شریعت کے احکامات سے پورے طور پر واقف تھیں۔

پس خود توراۃ کے اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت ہاجرہ ؓ لونڈی نہ تھی بلکہ آزاد تھی۔ اسی لئے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے کے وارث ہونے کا خطرہ ہوا اور ان کو دور کرنے کا مطالبہ کیا۔ خلاصہ یہی ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی جسے بطور خادمہ تعلیم و تربیت حاصل کر کے حرم نبوت میں بیوی بنانے کے لئے حضرت سارہ ؓ کے حوالہ کیا گیا تھا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے منعقدہ باب میں جس کے تحت یہ حدیث آئی ہے کئی باتیں ملحوظ کی گئی ہیں جس کی تشریح علامہ قسطلانی یوں فرماتے ہیں۔ اجربھمزة ممدودة بدل الھاء وجیم مفتوحة فراء و کان ابو آجر من ملوک القبط یعنی آجر ہمزہ ممدودہ کے ساتھ ہا کے بدلہ میں ہے اور جیم مفتوحہ کے بعد را ہے۔ اور آجر کا باپ فرعون مصر قبطی بادشاہوں میں سے تھا' یہاں علامہ قسطلانی نے صاف لفظوں میں بتلایا ہے کہ حضرت ہاجرہ فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ ولیدہ کی تحقیق میں آپ فرماتے ہیں۔ والولیدة الجاریة للخدمة سواء کانت کبیرة اوصغیرة و فی الاصل الولید لطفل والانثی ولیدة والجمع ولائد والمراد بھا آجر المذکورہ یعنی لفظ ولیدہ لڑکی پر بولا جاتا ہے جو بطور خادمہ ہو عمر میں وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور دراصل ولید لڑکے کو اور ولیدہ لڑکی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ولائد آتی ہے۔ اور یہاں اس لڑکی سے مراد آجر مذکورہ ہیں جو ہاجرہ علیہا السلام سے مشہور ہیں۔

آگے علامہ فرماتے ہیں وموضع الترجمة اعطوھا آجر و قبول سارة منہ وامضاء ابراھیم ذالک ففیہ صحة ھبة الکافر و قبول ھدیة السلطان الظالم وابتلاء الصالحین لرفع درجاتھم وفیہ اباحة المعاریض وانھا مندوحة عن الکذب و ھذا الحدیث اخرجہ ایضا فی الھبة والاکراہ واحادیث الانبیاء (قسطلانی) یعنی یہاں ترجمۃ الباب الفاظ اعطوھا آجر سے نکلتا ہے کہ اس کافر بادشاہ نے اپنی شہزادی ہاجرہ علیہا السلام کو بطور عطیہ پیش کرنے کا حکم دیا اور سارہ علیہا السلام نے اسے قبول کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس معاملہ کو منظور فرمایا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کافر کسی چیز کو بطور ہبہ کسی کو دے تو اس کا یہ ہبہ کرنا صحیح مانا جائے گا اور ظالم بادشاہ کا ہدیہ قبول کرنا بھی ثابت ہوا۔ اور نیک لوگوں کا ظالم بادشاہوں کی طرف سے ابتلا میں ڈالا جانا بھی ثابت ہوا۔ اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایسے آزمائشی مواقع پر بعض غیر مباح کنایات و تعریضات کا استعمال مباح ہو جاتا ہے۔ اور ان کو جھوٹ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ سید المحدثین حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی جامع الصحیح میں اور بھی کئی مقامات پر نقل فرمایا ہے اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

خلاصۃ المرام یہ کہ حدیث ہذا میں واردہ لفظ ولیدہ لونڈی کے معنی میں نہیں' بلکہ لڑکی کے معنی میں ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ جسے اس نے حضرت سارہ ؓ کو برکت کے لئے دے دیا تھا۔ لہٰذا یہود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لونڈی کا بچہ کہنا محض جھوٹ اور الزام ہے۔

یہاں سر سید نے خطبات احمدیہ میں کلکتہ کے ایک مناظرہ کا ذکر کیا ہے جو اسی موضوع پر ہوا جس میں علماء یہود نے بالاتفاق تسلیم کیا تھا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تھیں بلکہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم نے یہاں لفظ ولیدہ کا ترجمہ لونڈی کیا ہے جو لڑکی ہی کے معنوں میں ہے' ہندوستان کے بعض مقامات پر لڑکی کو لونڈیاں اور لڑکے کو لونڈا بولتے ہیں۔

ترجمۃ الباب میں چونکہ لفظ ہبہ بھی آیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ہبہ لغوی طور پر مطلق بخشش کو کہتے ہیں۔ اللہ پاک کا ایک صفاتی نام وہاب بھی ہے یعنی بے حساب بخشش کرنے والا۔ شرع محمدی میں ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کو برضا و رغبت اور بلا معاوضہ منتقل کر دینا۔ منتقل کرنے والے کو واھب اور جس کے نام منتقل کیا جائے اسے موہوب لہ کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس

انتقال کو خود موہوب لہ یا اس کی طرف سے کوئی اس کا ذمہ دار آدمی واہب کی زندگی ہی میں قبول کر لے۔ نیز ضروری ہے کہ ہبہ کرنے والا عاقل بالغ ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ شئے موہوب اس شخص کے قبضہ میں دی جائے جس کے نام پر ہبہ کیا جا رہا ہے۔ ہبہ کے بارے میں بہت سی شرعی تفصیلات ہیں جو کتب فقہ میں تفصیل سے موجود ہیں۔ اردو زبان میں آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب ایم' اے بیرسٹرایٹ لاء نے جامع الاحکام فی فقہ الاسلام کے نام سے ایک مفصل کتاب مسلمانوں کے قوانین مذہبی پر لکھی ہے اس میں ہبہ کے متعلق پوری تفصیلات حوالہ قلم کی گئی ہیں۔ اور عدالت ہندیہ میں جو پرسنل لا آف دی محمڈنس مسلمانوں کے لئے منظور شدہ ہے ہر ہر جزئی میں پوری وضاحت سے احکام ہبہ کو بتلایا گیا ہے۔

٢٢١٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلاَمٍ، فَقَالَ سَعْدٌ : هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللهِ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيْدَتِهِ: فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّناً بِعُتْبَةَ، فَقَالَ : ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ. فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ)).

(۲۲۱۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ نے' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا' کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کا ایک بچے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے وصیت کی تھی کہ یہ اب اس کا بیٹا ہے۔ آپ خود میرے بھائی سے اس کی مشابہت دیکھ لیں۔ لیکن عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی باندی کے پیٹ کا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بچے کی صورت دیکھی تو صاف عتبہ سے ملتی تھی۔ لیکن آپؐ نے یہی فرمایا کہ اے عبد! یہ بچہ تیرے ہی ساتھ رہے گا' کیونکہ بچہ فراش کے تابع ہوتا ہے۔ اور زانی کے حصہ میں صرف پتھر ہے۔ اور اے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا! اس لڑکے سے تو پردہ کیا کر۔ چنانچہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر اسے کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح حالانکہ از روئے قاعدہ شرعی آپ نے اس بچہ کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا' تو ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا اس کی بہن ہو گئیں۔ مگر احتیاطاً ان کو اس بچہ سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس کی صورت عتبہ سے ملتی تھی۔ اور گمان غالب ہوتا تھا کہ وہ عتبہ کا بیٹا ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ شرعی اور باقاعدہ ثبوت کے مقابل مخالف گمان پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ باب کی مطابقت اس طرح پر ہے کہ آپؐ نے زمعہ کی ملک مسلم رکھی' حالانکہ زمعہ کافر تھا' اور اس کو اپنی لونڈی پر وہی حق ملا جو مسلمانوں کو ملتا ہے تو کافر کا تصرف بھی اپنی لونڈی غلاموں میں جیسے بیع ہبہ وغیرہ نافذ ہو گا۔ (وحیدی)

٢٢١٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِصُهَيْبٍ : اتَّقِ اللهَ وَلاَ

(۲۲۱۹) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے سعد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا' کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا' اللہ سے ڈر اور اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا

تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيْكَ. فَقَالَ صُهَيْبٌ : مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا وَأَنِّي قُلْتُ ذَلِكَ، وَلَكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ)).

نہ بن۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے اتنی اتنی دولت بھی مل جائے تو بھی میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں تو بچپن ہی میں چرالیا گیا تھا۔

تشریح ہوا یہ تھا کہ صہیب رضی اللہ عنہ کی زبان رومی تھی' مگر وہ اپنا باپ ایک عرب سنان بن مالک کو بتاتے تھے۔ اس پر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا' خدا سے ڈر اور دوسروں کو اپنا باپ نہ بنا۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میری زبان رومی اس وجہ سے ہوئی کہ بچپنے میں رومی لوگ حملہ کر کے مجھ کو قید کر کے لے گئے تھے۔ میں نے ان ہی میں پرورش پائی' اس لئے میری زبان رومی ہو گئی۔ ورنہ میں دراصل عربی ہوں۔ میں جھوٹ بول کر کسی اور کا بیٹا نہیں بنتا۔ اگر مجھ کو ایسی ایسی دولت ملے۔ تب بھی میں یہ کام نہ کروں۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ کافروں کی ملک صحیح اور مسلم ہے۔ کیونکہ ابن جدعان نے صہیب رضی اللہ عنہ کو خرید کیا اور آزاد کیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت کچھ ہیں۔ جن پر مستقل بیان کسی جگہ ملے گا۔ یہ بہت ہی کھانا کھلانے والے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو حق داروں کو بکثرت کھانا کھلائے۔

٢٢٢٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: ((يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ - أَوْ أَتَحَنَّتُ - بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيْهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيْمٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ)). [راجع: ١٤٣٦]

(٢٢٢٠) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خبر دی' کہ انہوں نے پوچھا' یا رسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے' جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی' غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔

یعنی وہ تمام نیکیاں قائم رہیں گی اور ضرور ان کا ثواب ملے گا۔ آخر میں یہ حدیث لا کر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے غالباً یہ اشارہ کیا ہے کہ جائز حدود میں اسلام لانے سے پہلے کے معاملات لین دین اسلام قبول کرنے کے بعد بھی قائم رہیں گے۔ اور ان میں کوئی رد و بدل نہ ہو گا۔ یا فریقین میں سے ایک فریق مسلمان ہو گیا ہے اور جائز حدود میں اس کا لین دین کا کوئی سلسلہ ہے جس کا تعلق دور جاہلیت سے ہے تو وہ اپنے دستور پر اسے چالو رکھ سکے گا۔

١٠١ - بَابُ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

باب دباغت سے پہلے مردار کی کھال (کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟)

٢٢٢١ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ

(٢٢٢١) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے صالح نے بیان کیا' کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' انہیں عبیداللہ بن

عُبَيْدَ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ: هَلاَّ اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟ قَالُوا: إِنَّهَا مَيِّتَةٌ. قَالَ: إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا)). [راجع: ١٤٩٢]

عبداللہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا گذر ایک مردہ بکری پر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے چمڑے سے تم لوگوں نے کیوں نہیں فائدہ اٹھایا؟ صحابہ نے عرض کیا' کہ وہ تو مردار ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مردار کا صرف کھانا منع ہے۔

تشریح: حالانکہ قرآن شریف میں ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾ (المائدة: ٣) مطلق ہے۔ اس کے سب اجزاء کو شامل ہے' مگر حدیث سے اس کی تخصیص ہو گئی کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے۔ زہری نے اس حدیث سے دلیل لی' اور کہا کہ مردار کی کھال سے مطلقاً نفع اٹھانا درست ہے۔ دباغت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ لیکن دباغت کی قید دوسری حدیث سے نکالی گئی ہے اور جمہور علماء کی وہی دلیل ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مرداروں میں کتے اور سور کا استثناء کیا ہے۔ اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہ ہو گی۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف سور اور آدمی کی کھال کو مستثنیٰ کیا ہے۔

١٠٢- بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ

وَقَالَ جَابِرٌ: حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ

باب سور کا مار ڈالنا۔ اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سور کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے

٢٢٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيْكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)).

(٢٢٢٢) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابن مسیب نے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے' سوروں کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔

[أطرافه في: ٢٤٧٦، ٣٤٤٨، ٣٤٤٩].

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ سور نجس العین ہے اس کی بیع جائز نہیں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کیوں کرتے۔ اور نیست و نابود کیوں کرتے۔ جزیہ موقوف کرنے سے یہ غرض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے یا مسلمان ہو یا قتل ہو۔ جزیہ قبول نہ کریں گے۔

اس حدیث سے صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب اترنا اور حکومت کرنا اور صلیب توڑنا' جزیہ موقوف کرنا یہ سب باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اور تعجب ہوتا ہے اس شخص کی عقل پر جو قادیانی مرزا کو مسیح موعود سمجھتا ہے۔ اللهم لبتنا على الحق وجنبنا من الفتن ماظهر منها و ما بطن (وحیدی)

قتل خنزیر سے مراد یہ ہے کہ یامر باعدامه مبالغة فی تحریم اکله و فیه توبیخ عظیم للنصاری الذین یدعون انهم علی طریقة عیسی

ثم یستحلون اکل الخنزیر و یبالغون فی محبتہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دور حکومت میں خنزیر کی نسل کو ختم کرنے کا حکم جاری کر دیں گے۔ اس میں اس کے کھانے کی حرمت میں مبالغہ کا بیان ہے اور اس میں ان عیسائیوں کے لئے بڑی ڈانٹ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہونے کے مدعی ہیں' پھر خنزیر کھانا حلال جانتے ہیں اور اس کی محبت میں مبالغہ کرتے ہیں۔

آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی بنا پر جملہ اہل اسلام کا از سلف تاخلف یہ اعتقاد رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہما السلام آسمان پر زندہ ہیں اور وہ قیامت کے قریب دنیا میں نازل ہو کر شریعت محمدیہ کے پیروکار ہوں گے اور اس کے تحت حکومت کریں گے۔ حدیث مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفیہ بیان فرمایا ہے کہ وہ بالضرور نازل ہوں گے۔ چونکہ آج کل فرقہ قادیانیہ نے اس بارے میں بہت کچھ دجل پھیلا کر بعض نوجوانوں کے دماغوں کو مسموم کر رکھا ہے۔ لہٰذا چند دلائل کتاب و سنت سے یہاں پیش کئے جاتے ہیں جو اہل ایمان کی تسلی کے لئے کافی ہوں گے۔

قرآن مجید کی آیت شریفہ نص قطعی ہے جس سے حیات مسیح علیہ السلام روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ ﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ (النساء : ۱۵۹) یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو کوئی اہل کتاب یہودی اور عیسائی ایسا باقی نہ رہے گا جو آپ پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔ حیات مسیح کے لئے یہ آیت قطعی الدلالۃ ہے کہ وہ قرب قیامت نازل ہوں گے اور جملہ اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

دوسری آیت یہ ہے ﴿ وَمَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ (النساء : ۱۵۷) ﴿ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ (النساء : ۱۵۷-۱۵۸) یعنی یہودیوں نے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ ان کو پھانسی دی' یقیناً ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ رفع سے مراد رفع مع الجسد ہے یعنی جسم مع روح' اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور اب وہ وہاں زندہ موجود ہیں۔ یہ آیت بھی حیات مسیحؑ پر قطعی الدلالۃ ہے۔

تیسری آیت یہ ہے ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ (آل عمران : ۵۵) یعنی جس وقت کہا اللہ نے' اے عیسیٰ تحقیق لینے والا ہوں میں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے۔ اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔

یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا ہے۔ آگے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے توارت کے حکم سے خلاف بتلاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑلاویں' جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یار سرک گئے۔ اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور ایک صورت ان کی رہ گئی۔ اس کو پکڑ کر لائے پھر سولی پر چڑھایا۔ توفی کے اصل و حقیقی معنے اخذ الشئی وافیا کے ہیں جیسا کہ بیضاوی و قسطلانی اور رازی وغیرہم نے لکھا ہے۔ اور موت توفی کے معنی مجازی ہیں نہ حقیقی' اسی واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں ہے اس لئے اصل و حقیقی معنی یعنی اخذ الشئی وافیا مراد لئے جائیں گے۔ اور انسان کا وافیا لینا یہی ہے کہ مع روح و جسم کے لیا جائے۔ وھو المطلوب۔ لہٰذا یہ آیت بھی حیات مسیح پر قطعی الدلالۃ ہے۔

چوتھی آیت ﴿ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (الزخرف : ۶۱) اور تحقیق وہ عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے۔ پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری' یہ ہے راہ سیدھی۔ اس آیت کے ذیل میں تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ المراد بذالک نزولہ قبل یوم القیامۃ قال مجاھد وانہ لعلم للساعۃ ای آیۃ للساعۃ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ و ھکذا روی عن ابی ھریرۃ و ابن عباس و ابی العالیۃ و ابی مالک و عکرمۃ والحسن و قتادۃ و ضحاک و غیرھم و قد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ

علیه و وسلم انه اخبر بنزول عیسی ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة اماما عادلا و حکما مقسطا (ابن کثیر) یعنی یہاں مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ مجاہد نے کہا کہ وہ قیامت کی نشانی ہوں گے۔ یعنی قیامت کی علامت۔ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوالعالیہ اور ابومالک اور عکرمہ اور حسن اور قتادہ اور ضحاک وغیرہ نے بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں متواتر احادیث صحیحہ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب امام عادل اور حاکم منصف بن کر نازل ہوں گے۔ آیات قرآنی کے علاوہ ان جملہ احادیث صحیحہ کے لئے دفتر کی ضرورت ہے۔ ان ہی میں سے ایک یہ حدیث بخاری بھی ہے جو یہاں مذکور ہوئی ہے۔ پس حیات مسیح کا عقیدہ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور یہ کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جو اس کا انکار کرے وہ قرآن و احادیث کا انکاری ہے۔ ایسے منکروں کے ہفوات پر ہرگز توجہ نہ کرنی چاہئے۔ تفصیل کے لئے بہت سی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ مزید طوالت کی گنجائش نہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس قدر بھی کافی ہے۔

١٠٣- بَابُ لاَ يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ، وَلاَ يُبَاعُ وَدَكُهُ

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب مردار کی چربی گلانا اور اس کا بیچنا جائز نہیں

جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ جس چیز کا کھانا حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے) اس کو جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

٢٢٢٣- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ فُلاَنًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ: قَاتَلَ اللهُ فُلاَنًا، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا)). [طرفه في: ٣٤٦٠].

(۲۲۲۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' کہا کہ مجھے طاؤس نے خبر دی' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے شراب فروخت کی ہے' تو آپ نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کر دے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' اللہ تعالیٰ یہود کو برباد کرے کہ چربی ان پر حرام کی گئی تھی لیکن ان لوگوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا۔

تشریح: واقعہ یہ ہے کہ عہد فاروقی میں ایک عامل نے ایک ذمی سے جو شراب فروش تھا اور وہ شراب لے کر جا رہا تھا' اس شراب پر ٹیکس وصول کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس واقعہ کی اطلاع پا کر خفا ہو گئے۔ اور زجر و توبیخ کے لئے آپ نے اسے یہ حدیث سنائی۔ معلوم ہوا کہ شراب سے متعلق ہر قسم کا کاروبار ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محرمات منصوصہ کو حلال بنانے کے لئے کوئی حیلہ بہانہ تراشنا' یہ فعل یہود ہے' اللہ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ خدا کرے کہ کتاب الحیل کا مطالعہ فرمانے والے معزز حضرات بھی اس پر غور فرما سکیں۔

٢٢٢٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۲۲۲۴) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں یونس نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللهُ يَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا)).

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہودیوں کو تباہ کرے، ظالموں پر چربی حرام کردی گئی تھی، لیکن انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔

انہوں نے حیلہ کر کے اسے اپنے لئے حلال بنالیا' اس حرکت کی وجہ سے ان پر یہ بد دعا کی گئی۔ معلوم ہوا کہ حیلہ بہانہ کر کے کسی شرعی حکم میں رد و بدل کرنا انتہائی جرم ہے اور کسی حلال کو حرام کرا لینا اور حرام کو کسی حیلہ سے حلال کرانا یہ لعنت کا موجب ہے۔ مگر صد افسوس کہ فقہائے کرام نے مستقل کتاب الحیل لکھ ڈالی ہیں۔ جن میں کتنے ہی ناواجب حیلے بہانے تراشنے کی تدابیر بتلائی گئی ہیں' اللہ رحم کرے۔

١٠٤- بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيْرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوْحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ

باب غیر جاندار چیزوں کی تصویر بیچنا اور اس میں کون سی تصویر حرام ہے

٢٢٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ: ((كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيْشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيْرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ أُحَدِّثُكَ إِلاَّ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَإِنَّ اللهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوْحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا)). فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ. فَقَالَ: ((وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلاَّ أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ: كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوْحٌ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: سَمِعَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ. [طرفاه في : ٥٩٦٣، ٧٠٤٢].

(٢٢٢٥) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' انہیں عوف بن ابی حمید نے خبر دی' انہیں سعید بن ابی حسن نے' کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا' اور کہا' کہ اے ابو عباس! میں ان لوگوں میں سے ہوں' جن کی روزی اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ مورتیں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صرف وہی بات بتلاؤں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جس نے بھی کوئی مورت بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب کرتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی مورت میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا (یہ سن کر) اس شخص کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ افسوس! اگر تم مورتیں بنانی ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں ہے مورتیں بنا سکتے ہو۔ ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

امام بخاری نے اس کو کتاب اللباس میں عبدالاعلیٰ سے' انہوں نے سعید بن ابی عروبہ سے' انہوں نے نضر سے' انہوں نے ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے نکالا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے مورتوں کی کراہت اور حرمت نکالی۔

١٠٥-بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

باب شراب کی تجارت کرنا حرام ہے۔

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کا بیچنا حرام فرمادیا ہے

٢٢٢٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ)).

(٢٢٢٦) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابوضحیٰ نے' ان سے مسروق نے' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سورۂ بقرہ کی تمام آیتیں نازل ہو چکیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ شراب کی سوداگری حرام قرار دی گئی ہے۔

١٠٦- بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا

باب آزاد شخص کو بیچنا کیسا گناہ ہے؟

٢٢٢٧- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللهُ: ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)).

[طرفه في: ٢٢٧٠].

(٢٢٢٧) مجھ سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن امیہ نے' ان سے سعید بن ابی سعید نے' اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا' ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور وہ توڑ دیا' وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا' اس سے پوری طرح کام لیا' لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔

١٠٧- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرَضِيهِمْ حِيْنَ أَجْلاَهُمْ، فِيهِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

باب یہودیوں کو جلاوطن کرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں اپنی زمین بیچ دینے کا حکم۔ اس سلسلے میں مقبری کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے

تشریح باب الجہاد میں یہ حدیث آ رہی ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے بنو نضیر کے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ میں تم کو (تمہاری مسلسل غداریوں کی وجہ سے) مدینہ سے جلا وطن کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم جائیداد بیچ سکتے ہو۔ اپنی زمینیں بیچ کر یہاں سے نکلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ گویا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے زمین کی بیع کو بھی عام اموال کی بیع کی مثل قرار دیا۔

یہاں بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔

۱۰۸- بَابُ بَيْعِ الْعَبِيْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَضْمُونَةٍ عَلَيْهِ يُوَفِّيْهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِنَ الْبَعِيْرَيْنِ. وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ: آتِيْكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَاءَ اللهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ: الْبَعِيْرُ بِالْبَعِيْرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ. وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ : لَا بَأْسَ بَعِيْرٍ بِبَعِيْرَيْنِ وَدِرْهَمٍ بِدِرْهَمٍ نَسِيْئَةً.

باب غلام کو غلام کے بدلے اور کسی جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں وہ انہیں اسے دے دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبھی ایک اونٹ' دو اونٹوں کے مقابلے میں بھی بہتر ہوتا ہے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ ایک تو اسے دے دیا تھا' اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل ان شاء اللہ کسی تاخیر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جانوروں میں سود نہیں چلتا۔ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے' اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے ادھار بیچی جا سکتی ہے ابن سیرین نے کہا کہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح ربذہ ایک مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ بیع کے وقت یہ شرط ہوئی کہ وہ اونٹنی بائع کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں رہے گی۔ اور بائع ربذہ پہنچ کر اسے مشتری کے حوالہ کر دے گا۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام شافعی نے وصل کیا ہے۔ طاؤس کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ جانور کو جانور بدلنے میں کمی اور بیشی اسی طرح ادھار بھی جائز ہے۔ اور یہ سود نہیں ہے گو ایک ہی جنس کا دونوں طرف ہو۔ اور شافعیہ بلکہ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے منع کیا ہے۔ ان کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے اصحاب سنن نے نکالا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر جنس مختلف ہو تو جائز ہے۔

۲۲۲۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ)). [راجع: ۳۷۱]

(۲۲۲۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ثابت نے' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ملیں پھر نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

تشریح اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ جانور سے جانور کا تبادلہ درست ہے اسی طرح غلام کا غلام سے' لونڈی کا لونڈی سے۔ کیونکہ یہ سب حیوان ہی تو ہیں۔ اور ہر حیوان کا یہی حکم ہو گا۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں کمی اور زیادتی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ادھار کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کو امام مسلم نے نکالا۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو سات لونڈیاں دے کر خریدا۔ ابن بطال نے

کہا جب آپ نے دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا' کہ تو صفیہ رضی اللہ عنہا کے بدل اور کوئی لونڈی قیدیوں میں سے لے لے تو یہ بیع ہوئی لونڈی کی بعوض لونڈی کے ادھار اور اس کا یہی مطلب ہے۔ (وحیدی)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ خلیفہ کلبی کے بیٹے ہیں۔ بلند مرتبہ والے صحابی ہیں۔ غزوہ احد اور بعد کے جملہ غزوات میں شریک ہوئے۔ ۶ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیصر شاہ روم کے دربار میں نامہ مبارک دے کر بھیجا تھا۔ قیصر نے مسلمان ہونا چاہا مگر اپنی عیسائی رعایا کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کیا۔ یہ دحیہ رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام اکثر ان کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ آخر میں حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کلبی ملک شام میں چلے گئے تھے اور عہد معاویہ تک وہیں رہے۔ بہت سے تابعین نے ان سے روایت کی ہے۔ حدیث صفیہ رضی اللہ عنہا میں ان ہی کا ذکر ہے۔

۱۰۹- بَابُ بَيْعِ الرَّقِيْقِ

باب لونڈی غلام بیچنا

۲۲۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ : ((بَيْنَمَا جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا نُصِيْبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الأَثْمَانَ فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ؟ فَقَالَ: ((أَوَ إِنَّكُمْ تَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ؟ لاَ عَلَيْكُمْ أَنْ لاَ تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلاَّ هِيَ خَارِجَةٌ)).

[أطرافه في: ۲۵٤۲، ٤۱۳۸، ٥۲۱۰، ٦٦۰۳، ۷٤۰۹].

(۲۲۲۹) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبردی' ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے ابن محیریز نے خبردی اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبردی' کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ (ایک انصاری صحابی نے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! لڑائی میں ہم لونڈیوں کے پاس جماع کے لئے جاتے ہیں۔ ہمارا ارادہ انہیں بیچنے کا بھی ہوتا ہے۔ تو آپ عزل کر لینے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا' اچھا تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ اگر تم ایسا نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ جس روح کی بھی پیدائش اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھ دی ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گی۔

تشریح: عزل کہتے ہیں جماع کے دوران انزال کے قریب ذکر کو فرج سے باہر نکال لینا' تاکہ عورت کو حمل نہ رہ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ایک طرح سے اسے ناپسند فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ تمہارا یہ عمل باطل ہے۔ جو جان پیدا ہونے والی مقدر ہے وہ تو اس صورت میں بھی ضرور پیدا ہو کر رہے گی۔ اس حدیث سے لونڈی غلام کی بیع ثابت ہوئی۔

۱۱۰- بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

باب مدبر کا بیچنا کیسا ہے؟

مدبر وہ غلام ہے جس کو مالک کہہ دے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ شافعی اور اہلحدیث کے ہاں اس کی بیع جائز ہے جیسا کہ حدیث ذیل میں ذکر ہے۔ ایک شخص مر گیا تھا۔ اس کی کچھ جائیداد نہ تھی۔ صرف یہی غلام مدبر تھا۔ اور وہ قرضدار تھا۔ آپ نے وہی مدبر غلام آٹھ سو درہم کو بیچ کر اس کا قرض ادا کر دیا۔ اکثر روایات میں یہی ہے کہ اس شخص کی زندگی ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قرض ادا کرنے کے لئے ان کے اس مدبر غلام کو نیلام فرمایا تھا۔ اور ان کے قرض خواہوں کو فارغ کیا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرض کا معاملہ کتنا خطرناک ہے کہ اس کے لئے غلام مدبر کو نیلام کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ غلام مدبر اپنے مالک کے مرنے کے بعد

آزاد ہو جاتا ہے۔

۲۲۳۰- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُدَبَّرَ))

[راجع: ۲۱٤۱]

(۲۲۳۰) ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا' ان سے اسماعیل نے بیان کیا' ان سے سلمہ بن کہیل نے' ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بڑاٹھ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدبر غلام بیچا تھا۔

۲۲۳۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((بَاعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ)). [راجع: ۲۱٤۱]

(۲۲۳۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے بیان کیا' ان سے عمرو نے' انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ مدبر غلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بیچا تھا۔ (تفصیل پیچھے گذر چکی ہے)

۲۲۳۲، ۲۲۳۳- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ يُسْأَلُ عَنِ الأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ: ((اجْلِدُوهَا. ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ)). [راجع: ۲۱۵۲]

(۲۲۳۲'۳۳) مجھ سے زہیر بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے بیان کیا' انہیں عبیداللہ نے خبر دی' انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا' آپ سے غیر شادی شدہ باندی کے متعلق جو زنا کر لے سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ' پھر اگر وہ زنا کر لے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ اور پھر اسے بیچ دو۔ (آخری جملہ آپ نے) تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد (فرمایا تھا)۔

تشریح: اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلا کہ لونڈی جب زنا کرے تو اس کو بیچ ڈالیں اور یہ عام ہے اس لونڈی کو بھی شامل ہے جو مدبرہ ہے۔ تو مدبرہ کی بیع کا جواز نکلا' عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ حدیث میں جواز بیع مکرر سہ کرر زنا کرانے پر موقوف رکھا گیا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک تو مدبر کی بیع ہر حال میں درست ہے خواہ وہ زنا کرائے یا نہ کرائے' تو اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں عینی کا اعتراض فاسد ہے۔ اس لئے کہ مدبرہ لونڈی اگر مکرر سہ کرر زنا کرائے تو اس کے بیچنے کا جواز اس حدیث سے نکلا اور جو لوگ مدبر کی بیع کو جائز نہیں سمجھتے وہ زنا کرنے کی صورت میں بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ پس یہ حدیث ان کے قول کے خلاف ہوئی اور موافق ہوئی ان کے جو مدبر کی بیع کے جواز کے قائل ہیں۔ اور گو بیع کا حکم اس حدیث میں زنا کے مکرر سہ کرر ہونے پر دیا گیا ہے' مگر قرینہ دلالت کرتا ہے کہ بیع اس پر موقوف نہیں ہے اس لئے کہ جو لونڈی مطلق زنا نہ کرائے یا ایک ہی بار کرائے اس کا بھی بیچنا درست ہے اب عینی کا یہ کہنا کہ یہ دلالت عبارۃ النص ہے یا اشارۃ النص یا دلالۃ النص اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ دلالۃ النص ہے کیونکہ حدیث میں مطلق لونڈی کا ذکر ہے

اور وہ مدبرہ کو شامل ہے (وحیدی)

٢٢٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، يَقُولُ ((إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ)).

[راجع: ٢١٥٢]

(٢٢٣٤) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے لیث نے خبر دی' انہیں سعید نے' انہیں ان کے والد نے' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنا ہے کہ جب کوئی باندی زنا کرائے اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے' البتہ اسے لعنت ملامت نہ کی جائے۔ پھر اگر وہ زنا کرائے تو اس پر اس مرتبہ بھی حد جاری کی جائے لیکن کسی قسم کی لعنت ملامت نہ کی جائے۔ تیسری مرتبہ بھی اگر زنا کرے اور زنا ثابت ہو جائے تو اسے بیچ ڈالے خواہ بال کی ایک رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔

اسلئے کہ ایسی فاحشہ عورت ایک مسلمان کے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات ﴾ (النور: ٢٦) یعنی خبیث زانی عورتیں بدکار زانی مردوں کیلئے اور خبیث زانی مرد خبیث زانی عورتوں کے لئے ہیں۔

١١١ - بَابٌ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا؟

باب اگر کوئی لونڈی خریدے تو استبراء رحم سے پہلے اس کو سفر میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

استبراء کہتے ہیں لونڈی کا رحم پاک کرنے کو' یعنی کوئی نئی لونڈی خریدے' تو جب تک حیض نہ آئے اس سے صحبت نہ کرے۔ اور سفر میں لے جانے کا ذکر اس لئے آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو شروع میں بہ حیثیت لونڈی کے آئی تھیں' سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔

آگے روایت میں سد الروحاء کا ذکر آیا ہے جو مدینہ کے قریب ایک مقام تھا۔ حیس کا ذکر آیا ہے' جو ولیمہ میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ گھی' کھجور اور پنیر سے ملا کر بنایا جاتا تھا۔ باب کے آخر میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۂ مومنون کی ایک آیت کا حصہ نقل کیا۔ اور اس کے اطلاق سے یہ نکلا کہ بیویوں اور لونڈیوں سے مطلقاً حظ نفس درست ہے۔ صرف جماع استبراء سے پہلے ایک حدیث کی رو سے منع ہوا تو دوسرے عیش بدستور درست رہیں گے۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِي تُوطَأُ أَوْ بِيْعَتْ أَوْ عُتِقَتْ فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ؛ وَلاَ تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ. وَقَالَ عَطَاءٌ: لاَ بَأْسَ أَنْ يُصِيْبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ. وَقَالَ اللهُ تَعَالَى :

اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی باندی کا (اس کا مالک) بوسہ لے لے یا اپنے جسم سے لگائے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ایسی باندی جس سے وطی کی جا چکی ہے' ہبہ کی جائے یا بیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض تک اس کا استبراء رحم کرنا چاہیے۔ اور کنواری کے لئے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔ عطاء نے کہا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سوا باقی جسم سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فرمایا' "مگر اپنی

﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾.

بیویوں سے یا باندیوں سے۔"

۲۲۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ - وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا - فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا، حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ))، فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللهِ عَلَى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ)). [راجع: ۳۷۱]

(۲۲۳۵) ہم سے عبد الغفار بن داؤد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا' ان سے عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرا دیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن کی تعریف کی گئی۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تھا۔ وہ خود ابھی دلہن تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے پسند کر لیا۔ پھر روانگی ہوئی۔ جب آپ سد الروحاء پہنچے تو پڑاؤ ہوا۔ اور آپ نے وہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے دسترخوان پر حیس تیار کر کے رکھوایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے قریب کے لوگوں کو ولیمہ کی خبر کر دو۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہی ولیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر جب ہم مدینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباء سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے پردہ کرایا۔ اور اپنے اونٹ کو پاس بٹھا کر اپنا گھٹنہ بچھا دیا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں۔ یہ کنانہ رئیس خیبر کی بیوی تھی اور یہ کنانہ وہی یہودی ہے جس نے بہت سے خزانے زیر زمین دفن کر رکھے تھے۔ اور فتح خیبر کے موقعہ پر ان سب کو پوشیدہ رکھنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کو وحی الٰہی سے اطلاع مل گئی۔ اور کنانہ کو خود اسی کے قوم کے اصرار پر قتل کر دیا گیا۔ کیونکہ اکثر غربائے یہود اس سرمایہ دار کی حرکتوں سے نالاں تھے اور آج بمشکل ان کو یہ موقع ملا تھا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میری گود میں ہے۔ جب انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس کی تعبیر کنانہ نے یہ سمجھ کر کہ یہ نبی موعود علیہ السلام کی بیوی بنے گی ان کے منہ پر ایک زور کا طمانچہ مارا تھا۔ خیبر فتح ہوا تو یہ بھی قیدیوں میں تھی اور حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ غنیمت میں لگا دی گئی تھی۔

بعد میں آنحضرت ﷺ کو ان کی شرافت نسبی معلوم ہوئی کہ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ہیں تو آپ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ان کے عوض سات غلام دے کر ان سے واپس لے کر آزاد فرما دیا۔ اور خود انہوں نے اپنے پرانے خواب کی بنا پر آپ سے شرف زوجیت کا سوال کیا' تو آنحضرت ﷺ نے اپنے حرم محترم میں ان کو داخل فرما لیا۔ اور ان کا مہران کی آزادی کو قرار دے

دیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی وفادار اور علم دوست ثابت ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی شرافت کے پیش نظر ان کو عزت خاص عطا فرمائی۔ اس سفر ہی میں آپؐ نے اپنی عباء مبارک سے ان کا پردہ کرایا اور اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنہ بچھا دیا۔ جس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا پاؤں رکھا۔ اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ ۵۰ھ میں انہوں نے وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرماتے ہوئے کئی جگہ اسے مختصر اور مطول نقل فرمایا ہے۔ یہاں آپ کے پیش نظر وہ جملہ مسائل ہیں جن کا ذکر آپ نے ترجمۃ الباب میں فرمایا ہے اور وہ سب اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا لونڈی کی حیثیت میں آئی تھیں۔ آپ نے ان کو آزاد فرمایا اور سفر میں اپنے ہمراہ رکھا۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

۱۱۲- بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالأَصْنَامِ

باب مردار اور بتوں کا بیچنا

حرمت مراد ہے یعنی مردار اور بتوں کی تجارت حرام ہے۔

۲۲۳۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ: ((إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالأَصْنَامِ. فَقِيْلَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لاَ، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ : ((قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ)). قَالَ أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ: كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفاه في : ٤٢٩٦، ٤٦٣٣].

(۲۲۳۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' فتح مکہ کے سال آپؐ نے فرمایا' آپ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب' مردار' سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پگھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ ابو عاصم نے کہا کہ ہم سے عبدالحمید نے بیان کیا' ان سے یزید نے بیان کیا' انہیں عطاء نے لکھا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریح: مکہ ۸ ھ میں فتح ہوا ہے۔ مردار کی چربی' اکثر علماء نے اس کے متعلق یہ بتلایا ہے کہ اس کا بیچنا حرام ہے اور اس سے نفع اٹھانا درست ہے۔ مثلاً کشتیوں پر لگانا اور چراغ جلانا۔ بعض نے کہا کوئی نفع اٹھانا جائز نہیں سوا اس کے جس کی صراحت حدیث میں آگئی ہے۔ یعنی چمڑا جب اس کی دباغت کرلی جائے' اگر کوئی پاک چیز ناپاک ہو جائے جیسے لکڑی یا کپڑا تو اس کی بیع جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ان اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر و المیتة والخنزیر والاصنام یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب' مردار' سور اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے اور نیز آپؐ نے فرمایا۔ ان اللہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ بے شک خداوند تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا' تو اس کی قیمت کو بھی حرام کیا ہے۔ یعنی جب ایک چیز سے نفع اٹھانے کا طریق مقرر ہے مثلاً شراب پینے کے لئے ہے۔ اور بت صرف پرستش کے لئے۔ پس اللہ نے ان کو حرام کر دیا۔ اس لئے اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ ان کی بیع بھی حرام کی جائے۔ اور نیز آپ نے فرمایا مھر البغی خبیث یعنی زانیہ کی اجرت خبیث ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے مغنیہ کے کسب سے نہی فرمائی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے' اس مال سے نفع حاصل کرنا بدو وجہ حرام ہے۔ ایک تو یہ کہ اس مال کے حرام کرنے اور اس سے انتفاع نہ حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھنا ہے۔ اور اس قسم کے معاملہ کے دستور جاری کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور لوگوں کو اس گناہ پر آمادہ کرنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی دانست میں اور ان کی سمجھ میں ثمن مبیع سے حیلہ پیدا ہوتا ہے اور اس عمل کی خباثت ان کے علوم میں اس ثمن اور اس اجرت کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے آپؐ نے شراب کے باب میں اس کے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور لے جانے والے اور جس کے پاس لے جا رہا ہے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ کیونکہ معصیت کی اعانت اور اس کا پھیلانا اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں' ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے' انصار میں سے ہیں۔ قبیلہ سلم کے رہنے والے ہیں۔ ان کا شمار ان مشہور صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کی روایت کثرت سے کی ہے۔ بدر اور جملہ غزوات میں جن کی تعداد اٹھارہ ہے' یہ شریک ہوئے۔ شام اور مصر میں تبلیغی و تعلیمی سفر کئے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ان سے جماعت کثیرہ نے احادیث کو نقل کیا ہے۔ ۹۴ سال کی عمر میں ۷۴ ھ میں مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔ جب کہ عبدالملک بن مروان کی حکومت کا زمانہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں وفات پانے والے یہی بزرگ ہیں۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔ آمین۔

ماہ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۶۳۰ء میں مکہ شریف فتح ہوا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس طرح کتب مقدسہ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی' جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چمکا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ وہ قوم کے ساتھ کمال اخلاص سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وے تیرے قدموں کے نزدیک ہیں اور تیری تعلیم کو مانیں گے۔" (تورات استثناء ۲ تا ۳/۳۳)

اس تاریخی عظیم فتح کے موقعہ پر آپ نے ایک خطاب عام فرمایا۔ جس میں شراب' مردار' سور اور بتوں کی تجارت کے متعلق بھی یہ احکامات صادر فرمائے جو یہاں بیان ہوئے ہیں۔

(نوٹ) تورات مطبوعہ کلکتہ ۱۸۴۲ء سامنے رکھی ہوئی ہے' اسی سے یہ پیش گوئی نقل کر رہا ہوں (راز)

۱۱۳- بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ
باب کتے کی قیمت کے بارے میں

امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ مطلقاً کسی کتے کی بیع جائز نہیں' سکھایا ہوا ہو یا بن سکھایا ہوا۔ اور اگر کوئی اس کو مار ڈالے تو اس پر ضمان لازم نہیں آتا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ضمان لازم ہو گا۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شکاری اور فائدہ مند کتے کی بیع درست ہے۔

۲۲۳۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ)).

(۲۲۳۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں ابی بکر بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت' زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا تھا۔

[أطرافه في: ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱].

عرب میں کاہن لوگ بہت تھے جو آئندہ کی باتیں لوگوں کو بتلایا کرتے تھے۔ آج کل بھی ایسے دعویدار بہت ہیں۔ ان کو اجرت دینا یا شیرینی پیش کرنا قطعاً جائز نہیں ہے نہ ان کا پیسہ کھانا جائز ہے۔

۲۲۳۸- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الأَمَةِ. وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ)).

(۲۲۳۸) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر دی' کہا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ایک پچھنا لگانے والے (غلام) کو خرید رہے ہیں۔ اس پر میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے خون کی قیمت' کتے کی قیمت' باندی کی (ناجائز) کمائی سے منع فرمایا تھا۔ اور گودنے والیوں اور گدوانے والیوں' سود لینے والوں اور دینے والوں پر لعنت کی تھی' اور تصویر بنانے والے پر بھی لعنت کی تھی۔

[راجع: ۲۰۸۶]

تشریح: خون کی قیمت سے پچھنا لگانے والے کی اجرت مراد ہے۔ اس حدیث سے عدم جواز ظاہر ہوا مگر دوسری حدیث جو مذکور ہوئی اس سے یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود پچھنا لگوایا اور اس پچھنا لگانے والے کو اجرت ادا فرمائی۔ جس سے جواز ثابت ہوا۔ کتے کی قیمت کے متعلق ابوداؤد میں مرفوعاً موجود ہے کہ جو کوئی تم سے کتے کی قیمت طلب کرے اس کے ہاتھ میں مٹی ڈال دو' مگر نسائی میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے شکاری کتے کو مستثنیٰ فرمایا کہ اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ زانیہ کی اجرت جو وہ زنا کرانے پر حاصل کرتی ہے' اس کا کھانا بھی ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے' مجازاً یہاں اس اجرت کو لفظ مہر سے تعبیر کیا گیا۔ کاہن سے مراد فال کھولنے والے' ہاتھ دیکھنے والے' غیب کی خبریں بتلانے والے اور

اس قسم کے سب وہ لوگ شامل ہیں جو ایسے پاکھنڈوں سے پیسہ حاصل کرتے ہیں۔ وھو حرام بالاجماع لما فیہ من اخذ العوض علی امر باطل یہ جھوٹ پر اجرت لینا ہے جو بالاجماع حرام ہے۔ گودنے والیاں اور گدوانے والیاں جو انسانی جسم پر سوئی سے گود کر اس میں رنگ بھر دیتی ہیں۔ یہ پیشہ بھی حرام اور اس کی آمدنی بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ کسی مسلمان مرد' عورت کو زیبا نہیں کہ وہ اس کا مرتکب ہو۔ سود لینے والوں پر' اسی طرح دینے والوں پر' ہر دو پر لعنت کی گئی ہے۔ بلکہ گواہ اور کاتب اور ضامن تک پر لعنت وارد ہوئی ہے کہ سود کا دھندا اتنا ہی برا ہے۔ تصویر بنانے والوں سے جانداروں کی تصویر بنانے والے لوگ مراد ہیں۔ ان سب پر لعنت کی گئی' اور ان کا پیشہ ناجائز قرار دیا گیا۔

بیع سلم اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کہے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں اتنا غلہ یا چاول فلاں قسم والے دینا۔ یہ بالاجماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بدھنی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اسکو رب السلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ٹھہرائے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ لفظ سلف اہل عراق کی لغت ہے اور لفظ سلم اہل حجاز کی لغت ہے ایسی بیع کو عام محاورہ میں لفظ بدھنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

١ - بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ

٢٢٣٩- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ - أَوْ قَالَ عَامَيْنِ أَوْ ثَلاَثَةً، شَكَّ إِسْمَاعِيلُ

باب ماپ مقرر کر کے سلم کرنا

(۲۲۳۹) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی' انہیں ابن ابی نجیح نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن کثیر نے' انہیں ابو منہال نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال یا دو سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ دو سال اور تین سال (کے لئے کرتے تھے) شک اسماعیل کو ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی

- فَقَالَ: ((مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ)).

کھجور میں بیع سلم کرے' اسے مقررہ پیمانے یا مقررہ وزن کے ساتھ کرنی چاہئے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِهَذَا. . ((فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ)).

ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو اسماعیل نے خبر دی' ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا کہ بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ وزن میں ہونی چاہئے۔

[أطرافه في : ٢٢٤٠، ٢٢٤١، ٢٢٥٣].

تشریح جو چیزیں ماپ تول کر بیچی جاتی ہیں ان میں ماپ تول ٹھہرا کر سلم کرنا چاہئے۔ اگر ماپ تول مقرر نہ کئے جائیں تو یہ بیع سلم جائز نہ ہو گی الغرض اس بیع کے لئے ضروری ہے کہ وزن مقرر ہو اور مدت مقرر ہو ورنہ بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے۔ اسی لئے حدیث ہذا میں اس کے لئے یہ تاکید کی گئی۔

٢- بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ

باب بیع سلم مقررہ وزن کے ساتھ جائز ہے

٢٢٤٠- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلاَثَ، فَقَالَ: ((مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)).

(٢٢٤٠) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' انہیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی' انہیں ابن ابی نجیح نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن کثیر نے' انہیں ابو منہال نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے' تو لوگ کھجور میں دو اور تین سال تک کے لئے بیع سلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ جسے کسی چیز کی بیع سلم کرنی ہے' اسے مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لئے ٹھہرا کر کرے۔

مثلاً سو روپے کا اتنے وزن کا غلہ آج سے پورے تین ماہ بعد تم سے وصول کروں گا۔ یہ طے کر کے خریدار نے سو روپیہ اسی وقت ادا کر دیا۔ یہ بیع سلم ہے' جو جائز ہے۔ اب مدت پوری ہونے پر وزن مقررہ کا غلہ اسے خریدار کو ادا کرنا ہو گا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَقَالَ: ((فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). [راجع: ٢٢٣٩]

ہم سے علی نے بیان کیا' ان سے سفیان نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا۔ (اس روایت میں ہے کہ) آپ نے فرمایا بیع سلف مقررہ وزن میں مقررہ مدت تک کے لئے کرنی چاہئے۔

یہاں بیع سلم پر لفظ سلف بولا گیا ہے۔

٢٢٤١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

(٢٢٤١) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے بیان کیا' ان سے ابی نجیح نے' ان سے عبداللہ بن کثیر نے' اور ان سے ابو منہال نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ... وَقَالَ : ((فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). [راجع: ۲۲۳۹]

سنا' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم (مدینہ) تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا کہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت تک کے لئے (بیع سلم) ہونی چاہئے۔

کیل اور وزن سے ماپ اور تول مراد ہیں۔ اس میں جس چیز سے وزن کرنا ہے کلو یا قدیم سیر من۔ یہ بھی جملہ باتیں طے ہونی ضروری ہیں۔

۲۲۴۲، ۲۲۴۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدْ ح. وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ. قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: ((اخْتَلَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ، فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ)) وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ.

(۲۲۴۲'۴۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ابن ابی مجالد نے (تیسری سند) اور ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے وکیع نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے محمد بن ابی مجالد نے۔ (دوسری سند) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے محمد اور عبداللہ بن ابی مجالد نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد اور ابوبردہ میں بیع سلم کے متعلق باہم اختلاف ہوا۔ تو ان حضرات نے مجھے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم' ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں گیہوں' جو' منقی اور کھجور کی بیع سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

[طرفاه في : ۲۲۴۴، ۲۲۵۵].

[طرفاه في : ۲۲۴۵، ۲۲۵۴].

تشریح حافظ فرماتے ہیں۔ اجمعوا على انه ان كان فى السلم مايكال اويوزن فلابد فيه من ذكر الكيل المعلوم والوزن المعلوم فان كان فيما لايكال و لايوزن فلابد فيه من عدد معلوم یعنی اس امر پر اجماع ہے کہ بیع سلم میں جو چیزیں ماپ یا وزن کے قابل ہیں ان کا وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں اس قسم کے لین دین کا عام رواج تھا۔ فی الحقیقت کاشتکاروں اور صناعوں کو پیشگی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اگر نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

سند میں حضرت وکیع بن جراح کا نام آیا۔ اور ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ کوفہ کے باشندے ہیں۔ بقول بعض ان کی اصل نیشاپور کے قریہ سے ہے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ اور اوزاعی اور ثوری وغیرہ اساتذہ حدیث سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان کے تلامذہ میں اکابر حضرات مثلاً حضرت عبداللہ بن مبارک' امام احمد بن حنبل' یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی بھی نظر آتے ہیں۔ بغداد میں رونق افروز ہو کر درس حدیث کا حلقہ قائم فرمایا۔ فن حدیث میں ان کا قول قابل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' حدیبیہ اور خیبر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اور ہمیشہ مدینہ میں قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ سامنے آگیا۔ اس کے بعد آپ کوفہ تشریف لے گئے: ۸۷ھ میں کوفہ میں ہی انتقال فرمایا۔ کوفہ میں انتقال کرنے والے یہ سب سے آخری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان سے امام شعبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

امام شعبی عامر بن شرحبیل کوفی مشہور ذی علم اکابر میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ بہت سے صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ حفظ حدیث کا یہ ملکہ خدا داد تھا کہ کبھی کوئی حرف کاغذ پر نوٹ نہیں فرمایا۔ جو بھی حدیث سنی اس کو اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیا۔ امام زہری کہا کرتے تھے کہ دور حاضرہ میں حقیقی علماء تو چار ہی دیکھے گئے ہیں۔ یعنی ابن مسیب مدینہ میں' شعبی کوفہ میں' حسن بصرہ میں اور مکحول شام میں۔ بعمر ۸۲ سال ۱۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ آمین۔

٣- بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

باب اس شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال ہی موجود نہ ہو

مثلاً ایک شخص کے پاس کھجور نہیں ہے اور کسی نے اس سے کھجور لینے کے لئے سلم کیا۔ بعض نے کہا اصل سے مراد اس کی بنا ہے' مثلاً غلہ کی اصل کھیتی ہے اور میوے کی اصل درخت ہے۔ اس باب سے یہ غرض ہے کہ سلم کے جواز کے لئے اس مال کا مسلم الیہ کے پاس ہونا ضروری نہیں۔

٢٢٤٤، ٢٢٤٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِي قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: ((بَعَثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُوبُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَوفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالاَ: سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ، فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يسلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنَّا نَسْلِفُ بَنَبِيْطَ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّيْتِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ. قُلْتُ : إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ. ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بنِ أَبْزَى فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، ولَمْ نَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ

(۲۲۴۴، ۴۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' ان سے شیبانی نے بیان کیا' ان سے محمد بن ابی مجالد نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کے یہاں بھیجا اور ہدایت کی کہ ان سے پوچھو کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے زمانے میں گیہوں کی بیع سلم کرتے تھے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) کے ساتھ گیہوں' جوار' زیتون کی مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لئے سودا کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کیا صرف اسی شخص سے آپ لوگ یہ بیع کیا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال موجود ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے مجھے عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان سے بھی پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے عہد مبارک میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم یہ بھی نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے کھیتی

أَمْ لَا﴾). حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهَذَا وَقَالَ: ((فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ)). وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ: ((وَالزَّيْتِ)). حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ: ((فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ)).

بھی ہے یا نہیں۔ ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے شیبانی نے' ان سے محمد بن ابی مجالد نے یہی حدیث۔ اس روایت میں یہ بیان کیا کہ ہم ان سے گیہوں اور جو میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن ولید نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے شیبانی نے بیان کیا' اس میں انہوں نے زیتون کا بھی نام لیا ہے۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' ان سے جریر نے بیان کیا' ان سے شیبانی نے' اور اس میں بیان کیا کہ گیہوں' جو اور منقی میں (بیع سلم کیا کرتے تھے)

[راجع: ۲۲۴۲،۲۲۴۳]

تشریح یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے یعنی اس بات کو ہم دریافت نہیں کرتے تھے کہ اس کے پاس مال ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا سلم ہر شخص سے کرنا درست ہے۔ مسلم فیہ یا اس کی اصل اس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو اتنا ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ معاملہ کرنے والا ادا کرنے اور وقت پر بازار سے خرید کر یا اپنی کھیتی یا مزدوری وغیرہ سے حاصل کر کے اس کے ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص قلاش محض ہو اور وہ بیع سلم کر رہا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دھوکہ سے اپنے بھائی مسلمان کا پیسہ ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ اور آج کل عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ادائیگی کی نیت خالص رکھنے والے کی اللہ بھی مدد کرتا ہے کہ وہ وقت پر ادا کر دیتا ہے۔ اور جس کی ہضم کرنے ہی کی نیت ہو تو قدرتی امداد بھی اس کو جواب دے دیتی ہے۔

لفظ انباط کی تحقیق میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ جمع نبیط و هم قوم معروفون کانوا ینزلون بالبطائح من العراقیین قاله الجوهری واصلهم قوم من العرب دخلوا فی العجم واختلطت انسابهم و فسدت السنتهم و یقال لهم النبط بفتحتین والنبیط بفتح اوله و کسر ثانیه و زیادة تحتانیة و انما سموا بذالک لمعرفتهم بانباط الماء ای استخراجه لکثرة معالجتهم الفلاحة و قیل هم نصاری الشام و هم عرب دخلوا فی الروم و نزلوا بوادی الشام و یدل علی هذا قوله من انباط الشام و قیل هم طائفتان طائفة اختلطت بالعجم و نزلوا البطائح و طائفة اختلطت بالروم و نزلوا الشام (نیل الاوطار) یعنی لفظ انباط نبیط کی جمع ہے۔ یہ لوگ اہل عراق کے پتھریلے میدانوں میں سکونت پذیر ہوا کرتے تھے' اصل میں یہ لوگ عربی تھے۔ مگر عجم میں جانے سے ان کے انساب اور ان کی زبانیں سب مخلوط ہو گئیں۔ نبط بھی ان ہی کو کہا گیا ہے اور نبیط بھی۔ یہ اس لئے کہ یہ قوم کھیتی کیاری کے فن میں بڑا تجربہ رکھتی تھی۔ اور پانی نکالنے کا ان کو خاص ملکہ تھا۔ انباط پانی نکالنے ہی کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت ان کو قوم انباط کہا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شام کے نصاریٰ تھے جو نسلاً عرب تھے۔ مگر روم میں جا کر وادی شام میں مقیم ہو گئے۔ روایت میں بھی لفظ انباط الشام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عجمیوں کے ساتھ اختلاط کر کے عراقی میدانوں میں سکونت پذیر تھا۔ اور دوسرا گروہ رومیوں سے مخلوط ہو کر شام میں قیام پذیر ہو گیا تھا۔ بہر حال یہ لوگ کاشتکار تھے' اور گندم کے ذخائر لے کر ملک عرب میں فروخت کیلئے آیا کرتے تھے۔ خاص طور پر مسلمانان مدینہ سے ان کا تجارتی تعلق اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہاں ہر جائز نقد ادھار سودا کرنا ان کا معمول تھا۔ جیسا کہ حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔

۲۲۴۶- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا

(۲۲۴۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہیں عمرو نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے

الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيِّ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ. فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ: حَتَّى يُحْرَزَ)). وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ)) مِثْلَهُ.

[طرفاه في : ٢٢٤٨، ٢٢٥٠].

ابوالبختری طائی سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درخت میں بیع سلم کے متعلق پوچھا' تو آپ نے فرمایا کہ درخت پر پھل کو بیچنے سے آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک کے لئے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کا وزن نہ کیا جاسکے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا چیز وزن کی جائے گی۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اندازہ کرنے کے قابل ہو جائے' اور معاذ نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عمرو نے کہ ابوالبختری نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے منع کیا تھا۔ پھر یہی حدیث بیان کیا۔

تشریح اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کی پختگی نہ کھل جائے اس وقت تک سلم جائز نہیں کیوں کہ یہ سلم خاص درختوں کے پھل پر ہوئی۔ اگر مطلق کھجور میں کوئی سلم کرے تو وہ جائز ہے۔ گو درخت پر پھل نکلے بھی نہ ہوں۔ یا مسلم الیہ کے پاس درخت بھی نہ ہوں۔ اب بعض نے کہا کہ یہ حدیث در حقیقت بعد والے باب سے متعلق ہے۔ بعض نے کہا اسی باب سے متعلق ہے۔ اور مطابقت یوں ہوتی ہے کہ جب معین درختوں میں باوجود درختوں کے سلم جائز نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ درختوں کے وجود سے سلم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور اگر درخت نہ ہوں جو مال کی اصل ہیں جب بھی سلم جائز ہوئی' باب کا یہی مطلب ہے۔

٤- بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

باب درخت پر جو کھجور لگی ہوئی ہو اس میں بیع سلم کرنا

یعنی جس صورت میں کہ ہم کو بھروسہ ہو جائے کہ یہ درخت یقیناً پھل دیں گے بلکہ پھل اب پختہ ہونے کے قریب ہی آگیا ہے تو ان حالات میں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں بیع سلم جائز ہے۔

٢٢٤٧، ٢٢٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ وَ حَتَّى يُوزَنَ)). [راجع: ١٤٨٦، ٢٢٤٦]

(۴۸ '۲۲۴۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عمرو نے' ان سے ابوالبختری نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور میں جب کہ وہ درخت پر لگی ہوئی ہو بیع سلم کے متعلق پوچھا' تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ کسی قابل نہ ہو جائے اس کی بیع سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح چاندی کو ادھار' نقد کے بدلے بیچنے سے بھی منع فرمایا۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا' تو آپ نے بھی یہی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک کھجور کی بیع سے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھائی نہ جا سکے یا (یہ فرمایا کہ) جب

تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اسے کوئی کھا سکے اور جب تک وہ تولنے کے قابل نہ ہو جائے۔

۲۲۴۹، ۲۲۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُؤْكَلَ وَحَتَّى يُوزَنَ. قُلْتُ: وَمَا يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ: حَتَّى يُحْرَزَ)). [راجع: ۱۴۸٦، ۲۲٤٦]

(۲۲۴۹، ۵۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عمرو نے' ان سے ابوالبختری نے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ نفع اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے' اسی طرح چاندی کو سونے کے بدلے بیچنے سے جب کہ ایک ادھار اور دوسرا نقد ہو منع فرمایا ہے۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کو درخت پر بیچنے سے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب تک وہ وزن کرنے کے قابل نہ ہو جائے منع فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وزن کئے جانے کا کیا مطلب ہے؟ تو ایک صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ وہ اندازہ کی جا سکے۔

٥- بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ

باب سلم یا قرض میں ضمانت دینا

۲۲۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ)). [راجع: ۲۰٦۸]

(۲۲۵۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یعلیٰ بن عبیداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نے' ان سے اسود نے بیان کیا ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی ایک لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

تو وہ زرہ بطور ضمانت یہودی کے پاس رہی' معلوم ہوا سلم یا قرض میں اگر دوسرا کوئی شخص سلم والے یا قرض دار کا ضامن ہو تو یہ درست ہے۔

٦- بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ

باب بیع سلم میں گروی رکھنا

۲۲۵۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ

(۲۲۵۲) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم نے

قَالَ: ((تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ: ((حَدَّثَنِي الأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ)).

[راجع: ٢٠٦٨]

ابراہیم نخعی کے سامنے بیع سلم میں گروی رکھنے کا ذکر کیا' تو انہوں نے کہا کہ ہم سے اسود نے بیان کیا' اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک یہودی سے ایک مقررہ مدت کے لئے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی تھی۔

تشریح: یہ مسئلہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ﴿ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه ﴾ (البقرة: ٢٨٢) آخر تک۔ پھر فرمایا ﴿ فرهان مقبوضة ﴾ (البقرة: ٢٨٣) یعنی جب کسی مقررہ وقت کے لئے قرض لو تو کوئی چیز بطور ضمانت گروی رکھ لو۔

٧- بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

باب سلم میں میعاد معین ہونی چاہیے

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو سَعِيْدٍ وَالأَسْوَدُ وَالْحَسَنُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لاَ بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوصُوفِ بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ مَا لَمْ يَكُ ذَلِكَ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلاَحُهُ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور اسود اور امام حسن بصری نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر غلہ کا نرخ اور اس کی صفت بیان کر دی جائے تو میعاد معین کر کے اس میں بیع سلم کرنے میں قباحت نہیں۔ اگر یہ غلہ کسی خاص کھیت کا نہ ہو' جو ابھی پکا نہ ہو۔

تشریح: یعنی اگر کسی خاص کھیت کے غلہ میں یا کسی خاص درخت کے میوہ میں سلم کرے اور ابھی وہ غلہ یا میوہ تیار نہ ہوا ہو تو سلم درست نہ ہو گی۔ لیکن تیار ہونے کے بعد خاص کھیت اور خاص پیداوار میں بھی سلم کرنا درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غلہ یا میوہ پختگی پر نہ آیا ہو اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ غلہ یا میوہ اترے گا یا نہیں۔ احتمال ہے کہ کسی آفت ارضی یا سماوی سے یہ غلہ اور میوہ تباہ ہو جائے پھر دونوں میں جھگڑا ہو۔ (وحیدی)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر شافعیہ کا رد کیا جو سلم کو بن میعاد یعنی نقد بھی جائز رکھتے ہیں۔ حنفیہ اور مالکیہ امام بخاری کے موافق ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کم سے کم مدت کیا ہونی چاہیے۔ پندرہ دن سے لے کر آدھے دن تک کی مدت کے مختلف کے مختلف اقوال ہیں۔ طحاوی نے تین دن کو کم سے کم مدت قرار دیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ایک مہینہ مدت ٹھہرائی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ جن کا یہاں ذکر ہے ابوالحسن کے بیٹے ہیں۔ ان کی کنیت ابو سعید ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کے والد ابوالحسن کا نام یسار ہے یہ قبیلہ بنی سبئی یملسان سے ہیں۔ یسار کو ربیع بنت نضر نے آزاد کیا تھا۔ امام حسن بصری جب کہ خلافت عمری کے دو سال باقی تھے۔ عالم وجود میں آئے۔ مدینہ منورہ مقام ولادت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے کھجور منہ میں چبا کر ان کے تالو سے لگائی۔ ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ بسا اوقات ان کی والدہ کہیں چلی جاتیں تو حسن بصری کو بہلانے کے لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی چھاتی ان کے منہ میں دے دیا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان کی والدہ لوٹ کر آتیں تو ام المؤمنین کے دودھ بھر آتا اور یہ حضرت اسے پی لیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی فرزند ثابت ہوئے۔ لوگ کہتے ہیں جس علم و حکمت پر امام حسن بصری رحمہ اللہ پہنچے یہ اسی کا طفیل ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ بصرہ چلے آئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اور کہا گیا ہے کہ مدینہ میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی

ملے۔ لیکن بصرہ میں ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت حسن بصری جس وقت بصرہ کو جا رہے تھے تو وہ وادی قریٰ ہی میں تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت بصرہ میں تشریف لا چکے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری' حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور دوسرے اکابر صحابہ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے بھی ایک بڑی جماعت تابعین اور تبع تابعین نے روایات کی ہیں۔ وہ اپنے زمانہ میں علم و فن' زہد و تقویٰ و عبادت اور ورع کے امام تھے۔ رجب ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔
حشرنا الله معهم و جمع الله بيننا و بينهم في اعلى عليين۔ آمين

٢٢٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلاَثَ. فَقَالَ: ((أَسْلِفُوا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَقَالَ: ((فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ)).
[راجع: ٢٢٣٩]

(۲۲۵۳) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابن ابی نجیح نے' ان سے عبداللہ بن کثیر نے' ان سے ابوالمنہال نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں میں دو اور تین سال تک کے لئے بیع سلم کیا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں ہدایت کی کہ پھلوں میں بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ مدت کے لئے کیا کرو۔ اور عبداللہ بن ولید نے کہا' ہم سے سفیان بن عیینہ نے کہا' ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا' اس روایت میں یوں ہے کہ "پیمانے اور وزن کی تعیین کے ساتھ" (بیع سلم ہونی چاہئے)

٢٢٥٤، ٢٢٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ: ((أَرْسَلَنِي أَبُو بُرْدَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ فَقَالاَ: كُنَّا نُصِيْبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَكَانَ يَأْتِيْنَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. قَالَ: قُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ، أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ

(۲۲۵۵٬۲۲۵۴) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے خبر دی' انہیں سلیمان شیبانی نے' انہیں محمد بن ابی مجالد نے' کہا کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن شداد نے عبدالرحمن بن ابزیٰ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے بیع سلم کے متعلق پوچھا' تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غنیمت کا مال پاتے' پھر شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) ہمارے یہاں آتے تو ہم ان سے گیہوں' جو اور منقیٰ کی بیع سلم ایک مدت مقرر کر کے کر لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے پاس اس وقت یہ چیزیں موجود بھی ہوتی تھیں یا نہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق ان سے کچھ پوچھتے

زَرْعٌ؟ قَالَ تُنْتِجُ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ)). [راجع: ٢٢٤٢، ٢٢٤٣]

ہی نہیں تھے

٨- بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتِجَ النَّاقَةُ

باب بیع سلم میں یہ میعاد لگانا کہ جب اونٹنی بچہ جنے

یہ جاہلیت کا رواج تھا۔ مہینے اور دن تو متعین نہ کرتے' جہالت اس درجہ کی تھی کہ اونٹنی کے جننے کو وعدہ ٹھہراتے۔ گو اونٹنی اکثر قریب قریب ایک سال کی مدت میں جنتی ہے۔ مگر پھر بھی آگے پیچھے کئی دن کا فرق ہو جاتا ہے اور نیز نزاع کا باعث ہو گا' اس لئے ایسی مدت لگانے سے منع فرمایا۔

٢٢٥٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ)). فَسَّرَهُ نَافِعٌ: إِلَى أَنْ تُنْتِجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا. [راجع: ٢١٣٣]

(٢٢٥٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہیں جویریہ نے خبر دی' انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ اونٹ وغیرہ حمل کے حمل ہونے کی مدت تک کے لئے بیچتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ نافع نے حبل الحبلۃ کی تفسیر یہ کی "یہاں تک کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ اسے جن لے۔"

پھر اس کا بچہ بڑا ہو کر وہ بچہ جنے جیسے دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس میعاد میں جہالت تھی۔ دوسرے دھوکہ تھا کہ معلوم نہیں وہ کب بچہ جنتی ہے۔ پھر اس کا بچہ زندہ بھی رہ جاتا ہے یا مرجاتا ہے۔ اگر زندہ رہے تو کب حمل رہتا ہے' کب وضع حمل ہوتا ہے۔ ایسی میعاد اگر سلم میں لگائے تو سلم جائز نہ ہو گی۔ گو عادتاً اس کا وقت معلوم بھی ہو سکے۔

٣٦- كتاب الشفعة

کتاب شفعہ کے بیان میں

بسم الله الرحمن الرحيم

١ - بَابُ الشُّفْعَةِ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلاَ شُفْعَةَ

باب شفعہ کا حق اس جائیداد میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو جب حد بندی ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا

تشریح شفعہ کہتے ہیں شریک یا ہمسائے کا حصہ وقت بیع کے اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً منتقل ہونا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہر چیز میں شفعہ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جانور میں ہے اور کسی منقولہ جائیداد میں نہیں اور شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ شفعہ صرف جائیداد غیر منقولہ میں ہو گا۔ اور شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کو ملے گا نہ ہمسایہ کو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہمسایہ کو بھی حق شفعہ ہے اور اہلحدیث نے اس کو اختیار کیا ہے۔ وھی ماخوذۃ لغۃ من الشفع و ھو الزوج و قیل من الزیادۃ وقیل

من الاعانة و فی الشرع انتقال حصة شریک الی شریک کانت انتقلت الی اجنبی بمثل العوض المسمی و لم یختلف العلماء فی مشروعیتها (فتح) اور وہ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی جوڑا کے ہیں۔ کہا گیا کہ زیادتی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا اعانت کے معنی میں ہے۔ شرع میں ایک کے حصہ کو اس کے دوسرے شریک کے حوالہ کرنا' جب کہ وہ کچھ قیمت پر کسی اجنبی کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔ اس کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔

٢٢٥٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلاَ شُفْعَةَ)). [راجع: ٢٢١٣]

(٢٢٥٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' ان سے معمر نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدل دیئے گئے تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شریک نے شفیع کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی پھر شریک نے بیع کی تو شفیع کو حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بائع کو شفیع کا خبر دینا واجب ہے یا مستحب۔

٢- بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

باب شفعہ کا حق رکھنے والے کے سامنے بیچنے سے پہلے شفعہ پیش کرنا

وَقَالَ الْحَكَمُ: إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلاَ شُفْعَةَ لَهُ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لاَ يُغَيِّرُهَا فَلاَ شُفْعَةَ لَهُ.

حکم نے کہا کہ اگر بیچنے سے پہلے شفعہ کا حق رکھنے والے نے بیچنے کی اجازت دے دی تو پھر اس کا حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ شعبی نے کہا کہ حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے جب مال بیچا گیا اور اس نے اس بیع پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

٢٢٥٨- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ قَالَ: ((وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى مَنْكِبِيَّ، إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي

(٢٢٥٨) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا مجھ کو ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی' انہیں عمرو بن شرید نے' کہا کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں' انہیں تم خرید لو۔ سعد رضی اللہ عنہ بولے کہ بخدا میں تو

دَارِكَ. فَقَالَ سَعْدٌ وَاللهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا. قَالَ الْمِسْوَرُ وَاللهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا. فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللهِ لاَ أَزِيْدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلاَفٍ مُنَجَّمَةً أَوْ مُقَطَّعَةً. قَالَ أَبُو رَافِعٍ: لَقَدْ أُعْطِيْتُ بِهَا خَمْسَمِائَةِ دِيْنَارٍ، وَلَوْ لاَ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلاَفٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ)).

[أطرافه في : ٦٩٧٧، ٢٩٧٨، ٦٩٨٠، ٦٩٨١].

انہیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں جی تمہیں خریدنا ہو گا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اور وہ بھی قسط وار۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حق دار ہے۔ تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر تمہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گھر ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔

یہ حدیث بظاہر حنفیہ کی دلیل ہے کہ ہمسایہ کو شفع کا حق ہے۔ شافعیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد وہی ہمسایہ ہے جو جائیداد مبیعہ میں بھی شریک ہو تاکہ حدیثوں میں اختلاف باقی نہ رہے۔

٣- بَابُ أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ؟

باب کون پڑوسی زیادہ حق دار ہے

معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ متفق ہیں کہ ہمسایہ کو حق شفعہ ثابت ہے۔

٢٢٥٩- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح. وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ ابْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: ((إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا)).

[طرفاه في : ٢٥٩٥، ٦٠٢٠].

(٢٢٥٩) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے شبابہ نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ابو عمران نے بیان کیا' کہا کہ میں نے طلحہ بن عبداللہ سے سنا' اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔

تشریح قسطلانی نے کہا اس سے شفعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ نے کہا کہ ابو رافع کی حدیث ہمسایہ کے لئے حق شفعہ ثابت کرتی ہے۔ اب اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ اگر کئی ہمسائے ہوں تو وہ ہمسایہ حق شفعہ میں مقدم سمجھا جائے گا جس کا دروازہ جائیداد مبیعہ سے زیادہ نزدیک ہو۔

١ - بَابُ اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ، وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ والخازنُ الأمينُ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَعمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

باب کسی بھی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

کہ اچھا مزدور جس کو تو رکھے وہ ہے جو زور دار' امانت دار ہو' اور امانت دار خزانچی کا ثواب اور اس کا بیان کہ جو شخص حکومت کی درخواست کرے اس کو حاکم نہ بنایا جائے۔

اجارہ کے معنی مزدوری کے ہیں اصطلاح میں یہ کہ کوئی شخص کسی مقررہ اجرت پر مقررہ مدت کیلئے اپنی ذات کا کسی کو مالک بنا دے۔

٢٢٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْخَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ)).

[راجع: ١٤٣٨]

(۲۲۶۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے ابو بردہ یزید بن عبداللہ نے کہا کہ میرے دادا' ابو بردہ عامر نے مجھے خبر دی اور انہیں ان کے باپ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے' اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ ادا کردے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔

٢٢٦١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلاَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ: ((أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ

(۲۲۶۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے قرۃ بن خالد نے کہا کہ مجھ سے حمید بن ہلال نے بیان کیا' ان سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ میرے ساتھ

ﷺ مَعِي رَجُلَانِ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ، فَقُلْتُ مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ. فَقَالَ: لَنْ - أَو لاَ - نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا من أَرَادَهُ)).
[أطرافه في : ٣٠٣٨، ٤٣٤١، ٤٣٤٣، ٤٣٤٤، ٦١٢٤، ٦٩٢٣، ٧١٤٩، ٧١٥٦، ٧١٥٧، ٧١٧٢].

(میرے قبیلہ) اشعر کے دو مرد اور بھی تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ دونوں صاحبان حاکم بننے کے طلب گار ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص حاکم بننے کا خود خواہش مند ہو' اسے ہم ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے۔ (یہاں راوی کو شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ لن یا لفظ لا استعمال فرمایا)

تشریح: لفظ "اجارات" اجارۃ کی جمع ہے۔ اجارہ لغت میں اجرت یعنی اس مزدوری کو کہتے ہیں جو کسی مقررہ خدمت پر جو مقررہ مدت تک انجام دی گئی ہو' اس کام کے کرنے والے کو دینا' وہ نقد یا جنس جس مقررہ صورت میں ہو۔ مزدوری پر اگر کسی نیک اچھے امانت دار آدمی کو رکھا جائے' تو کام کرانے والے کی یہ عین خوش قسمتی ہے کہ مزدور اللہ سے ڈر کر پورا حق ادا کرے گا اور کسی کوتاہی سے کام نہ لے گا۔ باب استیجار الرجل الصالح منعقد کرنے سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ نیک لوگوں کے لئے مزدوری کرنا کوئی شرم اور عار کی بات نہیں ہے اور نیک صالح لوگوں سے مزدوری پر کام کرانا بھی کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ ہردو کے لئے باعث برکت اور اجر و ثواب ہے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت ﴿ ان خیر من استاجرت ﴾ نقل فرما کر اپنے مقصد کے لئے مزید وضاحت فرمائی ہے اور بتلایا ہے کہ مزدوری کے لئے کوئی طاقتور آدمی جو امانت دار بھی ہو مل جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ باری تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کی زبان پر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے گھر پہنچ کر یہ کہا کہ بابا جان! ایسا زبردست اور امانت دار نوکر اور کوئی نہیں ملے گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا کہ تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا وہ پتھر جس کو دس آدمی مشکل سے اٹھاتے تھے' اس جوان یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے اٹھا کر پھینک دیا۔ اور میں اس کے آگے چل رہی تھی۔ حیا دار اتنا ہے کہ میرا کپڑا ہوا سے اڑنے لگا تو اس نے کہا کہ میرے پیچھے ہو کر چلو۔ اور اگر میں غلط راستے پر چلنے لگوں تو پیچھے سے ایک کنکری سیدھے راستے پر پھینک دینا۔ اس سے سمجھ کر سیدھا راستہ جان لوں گا اور اسی پر چلوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عین عالم شباب تھا اور حیا اور شرم کا یہ عالم اور خدا ترسی کا یہ حال کہ دختر شعیب علیہ السلام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی مناسب نہ جانا۔ اسی بنا پر اس لڑکی نے حضرت شعیب علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان شاندار لفظوں میں تعارف کرایا۔ بہر حال امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سلسلہ کتاب البیوع اجارات یعنی مزدوری کرنے سے متعلق جملہ مسائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

باب کے آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص از خود نوکر یا حاکم بننے کی درخواست کرے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے وسائل ڈھونڈھے' بادشاہ اور حاکم وقت کا فرض ہے کہ ایسے حریص آدمی کو ہرگز حاکم نہ بنائے اور جو نوکری سے بھاگے اس کو اس نوکری پر مقرر کرنا چاہئے بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو۔ وہ ضرور ایمانداری اور خیر خواہی سے کام کرے گا۔ لیکن یہ اصول صرف اسلامی پاکیزہ ہدایات سے متعلق ہے جس کو عہد خلافت راشدہ ہی میں شاید برتا گیا ہو۔ ورنہ اب تو کوئی اہل ہو یا نہ ہو محض خویش پروری کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور اس زمانہ میں تو نوکری کا حاصل کرنا اور اس کیلئے دفاتر کی خاک چھاننا ایک عام فیشن ہو گیا ہے۔

مسلم شریف کتاب الامارت میں یہی حدیث مزید تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ قال العلماء والحکمة فی انه لا یولی من سال الولایة انه یوکل الیها و لا تکون معه اعانة کما صرح به فی حدیث عبدالرحمن بن سمرة السابق و

اذالم تکن معه اعانة لم یکن کفئا ولا یولی غیرالکف ولان فیه تهمه للطالب والحریص (نووی) یعنی طلب گار کو امارت نہ دی جائے' اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ امارت پر مقرر کیا جائے گا مگر اس کو اعانت حاصل نہ ہو گی جیسا کہ حدیث عبدالرحمٰن بن سمرہ میں صراحت ہے۔ اور جب اس کو اعانت نہ ملے گی تو اس کا مطلب یہ کہ وہ اس کا اہل ثابت نہ ہو گا۔ اور ایسے آدمی کو امیر نہ بنایا جائے اور اس میں طلب گار کے لئے خود تہمت بھی ہے اور اظہار حرص بھی۔ علماء نے اس کی صراحت کی ہے۔

حدیث ہذا کے آخر میں خزانچی کا ذکر آیا ہے۔ جس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ خزانچی بھی ایک قسم کا نوکر ہی ہے۔ وہ امانت داری سے کام کرے گا تو اس کو بھی اجر و ثواب اتنا ہی ملے گا جتنا کہ مالک کو ملے گا۔ خزانچی کا امین ہونا بہت ہی اہم ہے ورنہ بہت سے نقصانات کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر آئے گی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وقدروی ابن جریر من طریق شعیب الجبئی انه قال اسم المراة التی تزوجها موسٰی صفوره و اسم اختها لیا و کذا روی من طریق ابن اسحاق الا انه قال اسم اختها شرقا و قیل لیا و قال غیره ان اسمهما صفورا و عبرا و انهما کانتا توا ما و روی من طریق علی ابن ابی طلحة عن ابن عباس فی قوله ان خیر من استاجرت القوی الا مین قال قوی فیما ولی امین فیما استودع وروی من طریق ابن عباس و مجاهد فی آخرین ان اباها سالها عمارات من قوته و امانته فذکرت قوته فی حال السقی و امانته فی غض طرفه عنهما و قوله لها امشی خلفی و دلینی علی الطریق و هذا اخرجه البیهقی باسناد صحیح عن عمر بن الخطاب و زادفیه فزوجه اقام موسٰی و معه یکفیه اویعمل له فی رعایة غنمه (فتح الباری)

دختر حضرت شعیب علیہ السلام کی تفصیلات کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس عورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی تھی اس کا نام صفورہ تھا اور اس کی دوسری بہن کا نام "لیا" تھا۔ بعض نے دوسری بہن کا نام شرقا بتلایا ہے اور بعض نے "لیا" اور بعض نے کوئی اور نام بتایا ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ کہ پہلی کا نام صفورہ اور دوسری بہن کا نام عبرا تھا۔ اور یہ دونوں جوڑ کے ساتھ بیک وقت پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت شریفہ ﴿ ان خیر من استاجرت ﴾ کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے کہ قوی (طاقتور) ان امور کے لئے جن کا ان کو ذمہ دار والی بنایا جائے۔ اور امین (امانت دار) ان چیزوں کے لیے جو اس کو سونپی جائیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کے والد نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تم نے اس کی قوت اور امانت کے متعلق کیا دیکھا۔ تو انہوں نے بکریوں کو پانی پلانے کے سلسلہ میں ان کی قوت کا بیان کیا۔ اور امانت کا ان کی آنکھوں کے نیچا کرنے کے سلسلہ میں جب کہ وہ آگے چل رہی تھیں اور قدم کا بعض حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نظر آگیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ سے مجھ کو مطلع کرتی چلو۔ پس حضرت شعیب علیہ السلام نے اس لڑکی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ اپنی خدمات کیلئے نیز بکریاں چرانے کیلئے ٹھہرا لیا۔ جیسا کہ آٹھ سال کے لئے طے کیا گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دو سال اور اپنی طرف سے بڑھا دیئے۔ اس طرح پورے دس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شعیب علیہ السلام کی خدمت میں مقیم رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

حدیث عتبہ بن منذر میں مروی ہے۔ قال کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ان موسٰی اجر نفسه ثمان سنین اوعشرا علی عفة فرجه و طعام بطنه اخرجه ابن ماجة وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنے نفس کو حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت کے سپرد کر دیا۔ تا کہ آپ شکم پری کے ساتھ ازدواجی زندگی میں عفت کی زندگی گذار سکیں۔

المجموع شرح المهذب للاستاذ المحقق محمد نجیب المطیعی میں کتاب الاجارہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ یجوز عقد الاجارة علی المنافع المباحة والدلیل علیه قوله تعالٰی فان ارضعن لکم فاتوهن اجور هن (الجزء الرابع عشر' ص : ۲۵۵) یعنی منافع مباح کے اوپر مزدوری کرنا جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے اگر وہ مطلقہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی مزدوری ادا کر دو۔

معلوم ہوا کہ مزدوری کرنے کرانے کا ثبوت کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ہے اور یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ اسے شرافت کے خلاف سمجھا جائے جیسا کہ بعض غلط قسم کے لوگوں کا تصور ہوتا ہے اور آج تو مزدوروں کی دنیا ہے' ہر طرف مزدوروں کی تنظیم ہیں۔ مزدور آج کے دور میں دنیا پر حکومت کر رہے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

۲- بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ

۲۲۶۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((مَا بعثَ اللهُ نَبِيًّا إِلاَّ رَعَى الْغَنَمَ)). فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لأَهْلِ مَكَّةَ)).

باب چند قیراط کی مزدوری پر بکریاں چرانا

(۲۲۶۲) ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا' ان سے ان کے دادا سعید بن عمرو نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا' کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔

تشریح امیرالمحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ مزدوری کے طور پر بکریاں چرانا بھی ایک حلال پیشہ ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ بکریوں پر گائے بھینس' بھیڑوں اور اونٹوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کو مزدوری پر چرانا چگانا جائز اور درست ہے۔ ہر پیغمبر نے بکریاں چرائی ہیں اس میں حکمت یہ ہے کہ بکریوں پر رحم اور شفقت کرنے کی ان کو ابتدائے عمر ہی سے عادت ہو اور رفتہ رفتہ بنی نوع انسان کی قیادت کرنے سے بھی وہ متعارف ہو جائیں۔ اور جب اللہ ان کو یہ منصب جلیلہ بخشے تو رحمت اور شفقت سے وہ ابن آدم کو راہ راست پر لا سکیں۔ اس اصول کے تحت جملہ انبیاء کرام کی زندگیوں میں آپ کو رحمت اور شفقت کی جھلک نظر آئے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی تاکید کی جا رہی ہے ﴿ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ﴾ (طہ: ۴۴) یعنی دونوں بھائی فرعون کے ہاں جا کر اس کو نہایت ہی نرمی سے سمجھانا۔ شاید وہ نصیحت پکڑ سکے یا وہ اللہ سے ڈر سکے۔ اسی نرمی کا نتیجہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو گروں پر فتح عظیم حاصل فرمائی۔ ہمارے رسول کریم ﷺ نے بھی اپنے بچپن میں مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چرائی ہیں۔ اس لئے بکری چرانا ایک طرح سے ہمارے رسول کریم ﷺ کی سنت بھی ہے۔ آپ اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط اجرت پر چرایا کرتے تھے۔ قیراط آدھے دانق کو کہتے ہیں جس کا وزن ۵ جو کے برابر ہوتا ہے۔

الحمدللہ! آج مکہ شریف کے اطراف میں وادی منیٰ میں بیٹھ کر یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔ اور اطراف کی پہاڑیوں پر نظر ڈال رہا ہوں اور یاد کر رہا ہوں کہ ایک زمانہ میں یہی تھا جس میں رسول کریم رحمۃ للعلمین ﷺ ان پہاڑیوں میں مکہ والوں کی بکریوں چرایا کرتے تھے۔ کاش! میں اتنی طاقت رکھتا کہ ان پہاڑیوں کے چپہ چپہ پر پیدل چل کر آنحضرت ﷺ کے نقوش اقدام کی یاد تازہ کر سکتا۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اطراف مکہ میں قراریط نام سے ایک موضع تھا۔ جہاں آنحضرت ﷺ مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں لکن رجح الاول لان اهل مكة لا يعرفون بها مكانا يقال له قراريط یعنی قول اول کہ قراریط سے درہم اور دینار کے بعض اجزاء مراد ہیں اسی کو ترجیح حاصل ہے اس لئے کہ مکہ والے کسی ایسے مکان سے ناواقف تھے جسے قراریط کے نام سے پکارا جاتا ہو۔

وقال العلماء الحكمة في الهام الانبياء من رعي الغنم قبل النبوة ان يحصل لهم التمرن برعيها على مايكلفونه من القيام بامر امتهم یعنی علماء نے کہا ہے کہ انبیاء کو بکری چرانے کے الہام کے بارے میں حکمت یہ ہے کہ ان کو نبوت سے پہلے ہی ان کو چرا کر امت کی قیادت کے لئے مشق ہو جائے۔

بکری خود ایک ایسا بابرکت جانور ہے کہ اللہ پاک کا فضل ہو تو بکری پالنے میں چند ہی دنوں میں وارے کے نیارے ہو جائیں۔ اسی لئے فتنوں کے زمانوں میں ایک ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے جو سب فتنوں سے دور رہ کر جنگلوں میں بکریاں پالے۔ اور ان سے گذران کر کے جنگلوں ہی میں اللہ کی عبادت کرے۔ ایسے وقت میں یہ بہترین قسم کا مسلمان ہے۔ اس وقت مسجد نبوی روضة من رياض الجنه مدینہ منورہ میں بہ سلسلہ نظر ثانی اس مقام پر پہنچا ہوا حرمین شریفین کے ماحول پر نظر ڈال کر حدیث ہذا پر غور کر رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم ملک میں بکریوں کے مزاج کے موافق کتنے مواقع پیدا کر رکھے ہیں۔ مکہ شریف میں ایک مخلص دوست کے ہاں ایک بکری دیکھی جو ۲ کلو وزن سے زیادہ دودھ دیتی تھی۔ ﴿ صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من نبي الا رعى الغنم ﴾ آج ۲ صفر ۱۳۹۰ھ مقام مبارک مذکورہ میں یہ چند الفاظ لکھے گئے۔

۴- بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ، أَوْ إِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ الإِسْلَامِ وَعَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَهُودَ خَيْبَرَ

باب جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کے وقت مشرکوں سے مزدوری کرانا جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے کام لیا تھا (ان سے بٹائی پر معاملہ کیا تھا)

تشریح اس باب کے مضمون سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مسلمان کو چھوڑ کر کافر کو نوکر رکھنا' اس سے مزدوری لینا منع ہے۔ کافر حربی ہو یا ذمی امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو کاشتکاری کے کام پر اس وجہ سے قائم رکھا کہ اس وقت مسلمان کاشتکار ایسے موجود نہ تھے' جو خیبر کو آباد رکھتے۔ اگر آپ یہودیوں کو فوراً نکال دیتے تو خیبر اجاڑ ہو جاتا۔ اور خود مسلمانوں کی آمدن میں بڑا نقصان ہوتا۔ مگر افسوس کہ خیبر کے یہودیوں نے جو بظاہر وفاداری کا دم بھر کر اسلامی زمین پر کاشت کر رہے تھے اپنی اندرونی سازشوں اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ کوششوں سے خلافت اسلامی کو پریشان کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان حالات سے مجبور ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان یہودیوں کی اندرونی سازشوں کو ختم کرنے اور ان کی ناپاک کوششوں کو خاک میں ملانے کے لئے ان کو خیبر سے جلاوطن کر دیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر غیر مسلم مفسد سازشی نہ ہوں تو مسلمان ان سے حسب ضرورت اپنی نوکری کرا سکتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان کے لئے اگر غیر مسلم کے ہاں اپنے مذہب کی ذلت اور خواری کا احتمال ہو تو مناسب نہیں کہ وہ ایسی جگہ نوکری کرے۔

قال ابن بطال عامة الفقهاء يجيزون استجارهم عندالضرورة الخ (فتح الباری) یعنی عام فقہاء نے غیر مسلموں سے مزدوری کرانے کو بوقت ضروری جائز قرار دیا ہے۔

صاحب المہذب لکھتے ہیں۔ واختلفوا في الكافر اذا استاجر مسلما اجارة معينة فمنهم من قال فيه قولان لانه عقد يتضمن حبس المسلم فصار كبيع العبدالمسلم منه و منهم من قال يصح قولا واحدا لان عليا كرم الله وجهه كان يستسقي الماء لامراة يهودية۔ (المهذب جزء رابع عشر' ص: ۲۵۹)

الشرح خبر على رواه احمد و جود الحافظ ابن حجر اسناده و لفظه جعت مرة جوعاشديدا فخرجت لطلب العمل في عوالي المدينة

فاذا انا بامراۃ قد جمعت مدرا فظنتها ترید بله فقاطعتها کل ذنوب علٰی تمرہ فمددت ستة عشر ذنوبا حتی مجلت یدای ثم اتیتها فعدت لی ست عشر تمرۃ فاتیت النبی (ﷺ) فاخبرته فاکل معی منها و هذا الخبر یدل دلالة یعجز القلم من استقصاء ماتوحی به من بیان ماکانت الصحابة علیه من الحاجة و شدة الفاقة والصبر علی الجوع و بذل الوسع واتعاب النفس فی تحصیل القوام من العیش للتعفف عن السوال و تحمل المتن و ان تاجیر النفس لا یعد دنائة و ان کان المستاجر غیر شریف او کافر اوالاجیر من اشراف الناس وعظماء هم و قد اورده صاحب المنتقٰی لیستدل به علی جواز الاجارة معاودة یعنی ان یفعل الاجیر عددا معلوما من العمل بعدد معلوم من الاجرة (کتاب مذکور ص ۲۹۱) یعنی علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کو بطور مزدور رکھے تو کیا فتویٰ ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مسلمان کو ایک طرح سے قید کرنا' گویا اس مسلمان بندے کو بطور غلام بیچنا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت کے ہاں مزدوری پر پانی کھینچا تھا۔ خود ان کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھ کو سخت بھوک نے ستایا تو میں اطراف مدینہ میں مزدوری کرنے نکلا۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا وہ کچھ مٹی کو گیلا کرانا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ہر ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور پر معاملہ طے کر لیا۔ اور میں نے یک دم سولہ ڈول کھینچ ڈالے یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے ہو گئے۔ پھر میں اس عورت کے پاس آیا۔ اور اس نے مجھ کو سولہ عدد کھجور دے دیں جن کو لے کر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور میں نے آپ کو جملہ تفصیلات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ان کھجوروں میں سے میرے ساتھ آپ نے بھی چند کھجوروں کو تناول فرمایا۔ صحابہ کرام ابتدائے اسلام میں کس قدر تکالیف میں مبتلا تھے۔ اور وہ بھوک پر کس قدر صبر کرتے تھے اور وہ سوال سے بچ کر اپنی شکم پری کے لئے کیسی کیسی سخت مزدوری کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے' یہ اس خبر سے واضح ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شریف نفس کو کسی کی مزدوری میں ڈال دینا کوئی ذلیل پیشہ نہیں ہے۔ اگرچہ مزدوری کرانے والا خود ذلیل بھی کیوں نہ ہو یا کافر بھی کیوں نہ ہو۔ اور اگرچہ مزدوری کرنے والا بڑا شریف آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ صاحب منتقٰی نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ مزدوری مقررہ کام کے ساتھ مقررہ اجرت پر کرنا جائز ہے۔

آج یکم محرم ۱۳۹۰ھ کو کعبہ شریف میں بوقت تہجد یہ نوٹ لکھا گیا۔ اور ۲ صفر ۹۰ھ یوم جمعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر اس پر نظر ثانی کی گئی۔

۲۲۶۳- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ رَجُلاً مِنْ بَنِي الدِّيلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيتًا - الْخِرِّيْتُ: الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ - قَدْ غَمَسَ يَمِيْنَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ، وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ؛ فَأَمِنَاهُ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، فَأَتَاهُمَا

(۲۲۶۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی' انہیں معمر نے' انہیں زہری نے' انہیں عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (ہجرت کرتے وقت) بنو دیل کے ایک مرد کو نوکر رکھا جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا۔ اور وہ بطور ماہر راہبر مزدوری پر رکھا تھا (حدیث میں لفظ) خریت کے معنی راہبری میں ماہر کے ہیں۔ اس نے اپنا ہاتھ پانی وغیرہ میں ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان سے عہد کیا تھا۔ اور وہ کفار قریش ہی کے دین پر تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پر بھروسہ تھا۔ اس لئے اپنی سواریاں انہوں نے اسے دے دیں۔ اور غار ثور پر تین رات کے بعد اس سے ملنے کی تاکید کی تھی۔

بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ فَارْتَحَلَا، وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيلُ الدِّيلِيُّ فَأَخَذَ بِهِمْ أَسْفَلَ مَكَّةَ وَهُوَ ((طَرِيقُ السَّاحِلِ)). [راجع: ٤٧٦]

وہ شخص تین راتوں کے گذرتے ہی صبح کو دونوں حضرات کی سواریاں لے کر وہاں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ حضرات وہاں سے عامر بن فہیرہ اور اس دیلی راہبر کو ساتھ لے کر چلے۔ یہ شخص ساحل کے کنارے سے آپ کو لے کر چلا تھا۔

٤- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ - أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ - جَازَ وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

باب کوئی شخص کسی مزدور کو اس شرط پر رکھے

کہ کام تین دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے بعد کرنا ہو گا تو جائز ہے اور جب وہ مقررہ وقت آجائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں گے

تشریح: اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں ہے کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہو اسی وقت سے کام کرے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی دیل کے مقرر کردہ نوکر سے تین رات بعد غار ثور پر آنے کا وعدہ لیا تھا۔

٢٢٦٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ ((وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ هَادِيًا خِرِّيتًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ)). [راجع: ٤٧٦]

(۲۲۶۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی' اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک ماہر راہبر سے مزدوری طے کر لی تھی۔ وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا۔ ان دونوں حضرات نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالہ کر دی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ وہ تین راتوں کے بعد صبح سویرے ہی سواریوں کے ساتھ غار ثور پر آجائے۔

تشریح: اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے متعلق ایک جزوی ذکر ہے کہ آپ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت میں سفر شروع کرنے سے پہلے ایک ایسے شخص کو بطور راہبر مزدور مقرر فرما لیا تھا جو کفار قریش کے دین پر تھا اور یہ بنو دیل میں سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس پر اعتماد تھا۔ اس لئے اپنی ہر دو سواریوں کو اس کے حوالہ کرتے ہوئے اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ تین راتیں گذر جانے کے بعد دونوں سواریوں کو لے کر غار ثور پر چلا آئے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ ہر دو نے سفر شروع کیا۔ یہ شخص بطور ایک ماہر راہبر کے تھا۔ اور عامر بن فہیرہ کو ہر دو سواریوں کے لئے نگران کے طور پر مقرر کیا تھا۔ اگلے باب میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس شرط پر مزدور مقرر کیا کہ وہ اپنا مقررہ کام تین راتیں گذرنے کے بعد انجام دے۔ اسی طرح اگر ایک ماہ بعد یا ایک سال بعد کی شرط پر کسی کو مزدور رکھا جائے اور ہر دو فریق راضی ہوں تو ایسا معاملہ کرنا درست ہے۔

اس حدیث سے بھی ضرورت کے وقت کسی معتمد غیر مسلم کو بطور مزدور رکھ لینا جائز ثابت ہوا۔ و ہذا ہوالمراد۔ الحمد للہ کہ کعبہ شریف میں غار ثور کی طرف بیٹھے ہوئے یہ حدیث اور اس کی یہ تشریح حوالہ قلم کر رہا ہوں چودہ سو سال گذر رہے ہیں۔ مگر حیات طیبہ کا ایک ایک ورق ہر طرح سے اتنا محفوظ ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ یہی وہ غار ہے جس کو آج جبل الثور کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین راتوں تک قیام فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس باب کے ذیل حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم کا تشریحی نوٹ یہ ہے کہ اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہو اسی وقت سے کام شروع کرے۔ اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ باب کی حدیث سے یہ نہیں نکلتا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ تین دن کے بعد اپنا کام شروع کرے۔ مگر یہ اعتراض صحیح نہیں کیونکہ حدیث مذکورہ میں باب کی مطابقت واضح طور پر موجود ہے۔

بہ ثبوت اجارہ صاحب المہذب لکھتے ہیں۔ فقد ثبت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابابكر استاجر عبد الله بن الاريقط الديلى و كان خريتا و هوا خبر بمسالك الصحراء والوهاد العالم بجغرافية بلاد العرب على الطبيعة ليكون هاديا و مرشدا لهما فى هجرتهما من مكة الى المدينة. تحقیق ثابت ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط دیلی کو مزدور بنایا۔ وہ صحرائی راستے کا بہت بڑا ماہر تھا۔ وہ بلاد عرب کے طبعی جغرافیہ سے پورے طور پر واقف تھا۔ اس کو اس لئے مزدور رکھا تھا۔ تاکہ وہ بوقت ہجرت مکہ سے مدینہ تک آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے رہنمائی کا فرض انجام دے۔ جس سے غیر مسلم کو جس پر اعتماد ہو مزدور بنا کر رکھنا ثابت ہوا۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔ والحمد للہ علی ذالک اور ۲ صفر یوم جمعہ کو مسجد نبوی جنت کی کیاری میں بیٹھ کر اس پر نظر ثانی کی گئی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

غار ثور پر حاضری: اس حدیث کو لکھتے ہوئے دل میں خیال تھا کہ مکۃ المکرمہ میں موجود ہونے پر مناسب ہو گا کہ ہجرت نبوی کی اولین منزل یعنی غار ثور کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل کی جائے اگرچہ یہاں جانا نہ کوئی رکن حج ہے نہ اس کے لئے کوئی شرعی حکم ہے مگر ﴿ سيروا فى الارض ﴾ کے تحت بتاریخ ۱۶ محرم ۱۳۹۰ھ دیگر رفقائے حجاج کرام کے ہمراہ غار ثور پر جانے کا عزم کر لیا۔ حرم شریف سے کئی میل کا فاصلہ ہے۔ اور وہاں جانے پر چاروں طرف پہاڑوں کے خوفناک مناظر سامنے آتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی ٹائم کے مطابق اندازاً دن کے گیارہ بجے ہمارا قافلہ دامن کوہ ثور میں پہنچ گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر نظر ڈالی گئی تو ہمت نے جواب دے دیا۔ مگر رفقائے کرام کے عزم کو دیکھ کر چڑھائی شروع کی گئی۔ حال یہ تھا کہ جس قدر اوپر چڑھتے جاتے وہ مقام دور ہی نظر آتا جا رہا تھا۔ آخر بیٹھ بیٹھ کر بصد مشکل تقریباً گھنٹہ بھر کی محنت کے بعد غار ثور تک رسائی ہو سکی۔ یہاں اس قسم کے کئی غار ہیں جن کے اوپر عظیم پتھروں کی چھت قدرتی طور پر بنی ہوئی ہیں۔ ایک غار پر غار ثور لکھا ہوا تھا۔ یہی وہ غار ثور ہے جس کے اندر بیٹھ کر رسول کریم ﷺ نے اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ ماظنك باثنين الله ثالثهما جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کا خوف محسوس ہوا تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو مذکورہ بالا لفظوں میں تسلی دلائی تھی کہ اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ پاک ہے (اللہ پاک کے خود ساتھ ہونے سے اس کی مدد و نصرت مراد ہے۔ جب کہ وہ خود اپنی ذات سے عرش عظیم پر ہے) مطلب یہ تھا کہ خود اللہ ہمارا محافظ و ناصر ہے۔ پھر ہم کو دشمنوں کی طرف سے کیا غم ہو سکتا ہے۔ یہی ہوا کہ دشمن اس غار کے اطراف میں پھرتے رہے اور ان کو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم نہ ہو سکا۔ اور اللہ پاک نے اپنے ہر دو محبوب بندوں کو بچا لیا۔

غار میں اندر دو آدمیوں کے بیٹھنے لیٹنے کی جگہ ہے۔ ایک طرف سے بیٹھ کر داخل ہوا جا سکتا ہے۔ میں اور ہمارے رفیق اندر داخل

ہوئے اور سارا منظر دیکھا۔ اور بار بار قدرت الٰہی یاد آتی رہی۔ اور تاریخ اسلام کے عظیم واقعہ کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ چند الفاظ یادداشت غار کے اندر ہی بیٹھ کر حوالہ قلم کئے گئے۔ جی چاہتا تھا کہ یہاں کافی دیر ٹھہرا جائے کیونکہ منظر بہت ہی روح افزا تھا۔ مگر نیچے گاڑی والا منتظر تھا۔ اس لئے دوستوں کے ساتھ واپسی کا مرحلہ طے کیا گیا۔ غار اونچائی اور راستہ پر خطر ہونے کے لحاظ سے اس قابل نہیں ہے کہ ہر شخص وہاں تک جا سکے۔ چڑھنا بھی خطرناک اور اترنا اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ اترنے میں دوگنا وقت صرف ہوا۔ اور نماز ظہر کا وقت بھی اترتے اترتے ہی ہو گیا۔ بصد مشکل نیچے اتر کر گاڑی پکڑی اور حرم شریف میں ایسے وقت حاضری ہوئی کہ ظہر کی نماز ہو چکی تھی مگر الحمد للہ کہ زندگی کی ایک حسرت تھی کہ رسول کریم ﷺ کی ہجرت کی اولین منزل کو دیکھا جائے سو اللہ پاک نے یہ موقع نصیب فرمایا والحمد لله اولاً و آخرا والصلوٰة والسلام علی رسول الله و علی صاحبه الصدیق رضی الله عنه۔

(محترم حاجی اللہ بخش صاحب بیجا پوری اور محترم حاجی منشی حقیق اللہ صاحب ناظر مدرسہ دار الہدیٰ یوسف پور' یو' پی ساتھ تھے جن کی ہمت سے مجھ جیسے ضعیف کمزور نے بھی اس منزل تک رسائی حاصل کی۔ جزاہم اللہ)

٥- بَابُ الأَجِيْرِ فِي الْغَزْوِ

باب جہاد میں کسی کو مزدور کر کے لے جانا

٢٢٦٥- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِيْ، فَكَانَ لِيْ أَجِيْرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ، فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ وَقَالَ: ((أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ فِي فِيْكَ تَقْضَمُهَا؟)) قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ -: ((كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ)).

[راجع: ١٨٤٧]

(٢٢٦٥) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی' انہیں صفوان بن یعلیٰ نے' ان کو یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جیش عسرۃ (غزوہ تبوک) میں گیا تھا یہ میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ قابل اعتماد نیک عمل تھا۔ میرے ساتھ ایک مزدور بھی تھا۔ وہ ایک شخص سے جھگڑا اور ان میں سے ایک نے دوسرے مقابل والے کی انگلی چبا ڈالی۔ دوسرے نے جو اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے آگے کے دانت بھی ساتھ ہی کھنچے چلے آئے اور گر گئے۔ اس پر وہ شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے دانت (ٹوٹنے کا) کوئی قصاص نہیں دلوایا۔ بلکہ فرمایا کہ کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں چبانے کے لئے چھوڑ دیتا۔ راوی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یوں بھی فرمایا۔ جس طرح اونٹ چبا لیا کرتا ہے۔

٢٢٦٦- قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ جَدِّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ الصِّفَةِ: ((أَنَّ رَجُلاً عَضَّ رَجُلٍ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَهْدَرَهَا أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ)).

(٢٢٦٦) ابن جریج نے کہا اور مجھ سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے دادا نے بالکل اسی طرح کا واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ کھایا۔ (دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو) اس کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

اس کا کوئی قصاص نہیں دلوایا۔

تشریح باب کا مضمون اس سے ظاہر ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے سفر میں اپنے ساتھ ایک اور آدمی کو بطور مزدور ساتھ لگالیا تھا۔ حدیث میں جنگ تبوک کا ذکر ہے جس کو جیش العسرۃ بھی کہا گیا ہے۔ الحمد للہ مدینۃ المنورہ میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ یہاں سے تبوک کئی سو میل کے فاصلہ پر اردن کے راستے پر واقع ہے۔ اور حکومت سعودیہ ہی کا یہ ایک ضلع ہے۔ شام کے عیسائیوں نے یہاں سرحد پر اسلام کے خلاف ایک جنگی منصوبہ بنایا تھا جس کی بروقت اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گئی۔ اور آپؐ نے مدافعت کے لئے پیش قدمی فرمائی۔ جس کی خبر پا کر عیسائیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

یہ سفر عین موسم گرما کے شباب میں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان مجاہدین کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سورۂ توبہ کی کئی آیات میں اس کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی ان منافقین کا بھی جو اس امتحان میں حیلے بہانے کر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ جن کے متعلق آیت ﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ﴾ (التوبہ : ۹۴) نازل ہوئی۔ مگر چند مخلص مومن بھی تھے جو پیچھے رہنے والوں میں رہ گئے تھے۔ بعد میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔ الحمد للہ آج ۲ صفر کو مسجد نبوی میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔

٦- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَبَيَّنَ لَهُ الأَجَلَ، وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ

باب ایک شخص کو ایک میعاد کے لئے نوکر رکھ لینا اور کام بیان نہ کرنا

لِقَوْلِهِ : ﴿ إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ - إِلَى قَوْلِهِ - وَاللّٰهُ عَلَى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ يَأْجُرُ فُلَانًا : يُعْطِيْهِ أَجْرًا. وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ: أَجَرَكَ اللّٰهُ.

سورۂ قصص میں اللہ تعالیٰ نے (حضرت شعیب علیہ السلام کا قول یوں) بیان فرمایا ہے کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے کسی کا تم سے نکاح کر دوں" آخر آیت ﴿ واللہ علی ما نقول وکیل ﴾ تک۔ عربوں کے ہاں یاجر فلانا بول کر مراد ہوتا ہے، یعنی فلاں کو وہ مزدوری دیتا ہے۔ اسی لفظ سے مشتق تعزیت کے موقعہ پر یہ لفظ کہتے ہیں اجرک اللہ۔ (اللہ تجھ کو اس کا اجر عطا کرے)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہاں باب کا مقصد بیان کرنے کے لئے صرف آیت قرآنی لائے جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کی زبان سے مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یوں فرمایا کہ میں اپنی دو لڑکیوں سے ایک کا آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال میرے ہاں نوکری کریں۔ یہاں حضرت شعیب علیہ السلام نے نوکری کے کام مقرر نہیں فرمائے۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ آیت مذکورہ میں لفظ تاجرنی مذکور ہے۔ اس کی لغوی وضاحت حضرت امام نے یوں فرمائی کہ عربوں میں یاجر فلانا کا محاورہ مزدور کو مزدوری دینے پر مستعمل ہے آیت میں لفظ تاجرنی اسی سے مشتق ہے۔

٧- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا عَلَى أَنْ يُقِيْمَ حَائِطًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ

باب اگر کوئی شخص کسی کو اس کام پر مقرر کرے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے تو جائز ہے۔

اسی سے معماری یعنی مکان تعمیر کرنے کا پیشہ بھی ثابت ہوا۔ اور یہ کہ معماری کا پیشہ حضرت خضر علیہ السلام کی سنت ہے۔

٢٢٦٧- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ

(۲۲۶۷) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی' انہیں ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے یعلیٰ بن

أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ - يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ - وَغَيْرُهُمَا قَالَ: قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ)) قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهِ هَكَذَا، وَرَفَعَ يَدَهُ فَاسْتَقَامَ. قَالَ يَعْلَى حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيْدًا قَالَ: فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ ﴿قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ قَالَ سَعِيْدٌ: أَجْرًا نَأْكُلُهُ. [راجع: ٧٤]

مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید سے خبر دی۔ یہ دونوں حضرات (سعید بن جبیر سے اپنی روایتوں میں) ایک دوسرے سے کچھ زیادہ روایت کرتے ہیں۔ ابن جریج نے کہا میں نے یہ حدیث اوروں سے بھی سنی ہے۔ وہ بھی سعید بن جبیر سے نقل کرتے تھے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا' اور ان سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ پھر وہ دونوں (موسیٰ اور خضر علیہما السلام) چلے۔ تو انہیں ایک گاؤں میں ایک دیوار ملی' جو گرنے ہی والی تھی۔ سعید نے کہا خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور ہاتھ اٹھایا' وہ دیوار سیدھی ہو گئی۔ یعلی نے کہا میرا خیال ہے کہ سعید نے کہا' خضر علیہ السلام نے دیوار کو اپنے ہاتھ سے چھوا' اور وہ سیدھی ہو گئی۔ تب موسیٰ علیہ السلام بولے کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ سعید نے کہا کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ) کوئی ایسی چیز مزدوری میں (آپ کو لینی چاہئے تھی) جسے ہم کھا سکتے (کیونکہ بستی والوں نے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا)

تشریح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا یہ واقعہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے' اسی جگہ یہ دیوار کا واقعہ بھی ہے جو گرنے ہی والی تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو درست کر دیا۔ اسی سے اس قسم کی مزدوری کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیال تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اس خدمت پر گاؤں والوں سے مزدوری لینی چاہئے تھی۔ کیونکہ گاؤں والوں نے بے مروتی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے الہام الٰہی سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ دیوار یتیم بچوں کی ہے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن ہے۔ اس لئے اس کا سیدھا کرنا ضروری ہوا تاکہ یتیموں کی امداد بایں طور پر ہو سکے اور ان کا خزانہ ظاہر نہ ہو کہ لوگ لوٹ کر لے جائیں۔

آج ۳ صفر کو محترم حاجی عبدالرحمٰن سندی کے مکان واقع باب مجیدی مدینہ منورہ میں یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ اللہ پاک محترم کو دونوں جہاں کی برکتیں عطا کرے۔ بہت ہی نیک مخلص اور کتاب و سنت کے دلدادہ ذی علم بزرگ ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا فی الدارین۔ امید ہے کہ قارئین بھی ان کے لئے دعائے خیر کریں گے۔

۸- بَابُ الإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

باب آدھے دن کے لئے مزدور لگانا (جائز ہے)

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض ان بابوں کے لانے سے یہ ہے کہ اجارے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کم سے کم ایک دن کی مدت ہو بلکہ اس سے کم مدت بھی درست ہے۔ جیسا کہ حدیث باب میں دوپہر تک پھر عصر تک پھر عصر سے مغرب تک مزدوری کرانے کا ذکر ہے۔ مزدوری کا معاملہ مزدور اور مالک پر موقوف ہے وہ جس طور پر جن شرائط کے تحت معاملہ طے کر لیں درست ہو گا۔

٢٢٦٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ فَقَالَ: مَن يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةٍ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ. ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى. ثُمَّ قَالَ : مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيرَاطَيْنِ؟ فَأَنْتُمْ هُمْ. فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوا: مَا لَنَا أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً؟ قَالَ: هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ؟ قَالُوا: لاَ. قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مِنْ أَشَاءُ)).

(۲۲۶۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' ان سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے نافع نے' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صبح سے دوپہر تک) اس کا کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ چنانچہ یہ کام پھر نصاریٰ نے کیا' پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کے وقت سے سورج ڈوبنے تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا؟ اور تم (امت محمدیہ) ہی وہ لوگ ہو (جن کو یہ درجہ حاصل ہوا) اس پر یہود و نصاریٰ نے برا مانا' اور وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو ہمارا حق پورا مل گیا۔ اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے' میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔

[راجع: ٥٥٧]

تم کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ اس سے اہل سنت کا مذہب ثابت ہوا کہ اللہ کی طرف سے ثواب ملنا بطریق احسان کے ہے۔ امت محمدیہ پر یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ جو بھی نیکی کرے اس کو دس گنا بلکہ بعض دفعہ اور بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ وہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ثواب پچاس وقت کا دیا جاتا ہے۔ یہ اس امت مرحومہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

٩- بَابُ الإِجَارَةِ إِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ

باب عصر کی نماز تک مزدور لگانا

تشریح یعنی عصر کی نماز شروع ہونے یا ختم ہونے تک۔ اب یہ استدلال صحیح نہ ہو گا کہ عصر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے۔ حافظ نے کہا دوسری روایت میں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے توحید میں نکالی ہے یوں ہے کہ ایسا کہنے والے صرف یہودی تھے۔ اور ان کا وقت مسلمانوں کے وقت سے زیادہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسماعیلی نے کہا کہ اگر دونوں فرقوں نے یہ کہا ہو تب بھی حنفیہ کا استدلال چل نہیں سکتا۔ کس لئے کہ نصاریٰ نے اپنا عمل جو زیادہ قرار دیا وہ یہود کا زمانہ ملا کر ہے۔ کیونکہ نصاریٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ ؑ دونوں پر ایمان لائے تھے۔ حافظ نے کہا ان تاویلات کی ضرورت نہیں' کس لئے کہ ظہر سے لے کر عصر تک کا زمانہ اس سے زیادہ ہوتا ہے جتنا عصر اور مغرب کے بیچ میں ہوتا ہے۔ (وحیدی)

احادیث صحیحہ وارده کی بنا پر عصر کا وقت سایہ ایک مثل کے برابر ہو جانے پر شروع ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ آج بھی مکہ شریف اور مدینہ شریف میں یہی معمول ہے۔ ہر دو جگہ عصر کی نماز ایک مثل پر ہو رہی ہے۔ اور پوری دنیائے اسلام جو حج کے لئے لاکھوں کی تعداد میں حرمین شریفین آتی ہے ان ایام میں یہاں اول وقت ہی عصر کی نماز پڑھتی ہے۔ پھر بعض متعصب احناف کا سختی کے ساتھ اس کا انکار

کرنا اور ایک مثل پر عصر کی نماز کا پڑھنا ناروا جاننا انتہائی جمود کا ثبوت دینا ہے۔ اسی کو اندھی تقلید کہا گیا ہے جس میں ہمارے یہ محترم و معزز متعصب بھائی گرفتار ہیں۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کو برحق بھی کہتے ہیں اور عملی طور پر اس شدت کے ساتھ اس قول کا الٹ بھی کرتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ ایک مثل پر عصر کی نماز کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ میں ان اماموں کا بھی اہم مقام ہے۔ خلاصہ یہ کہ عصر کی نماز کا اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ تفصیل اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔ الحمد للہ مدینہ طیبہ حرم نبوی میں یہ نوٹ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ فلہ الحمد ولہ الشکر۔

یہ حدیث حضرت مجتہد مطلق امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی جگہ نقل فرما کر اس سے مختلف مسائل کا اثبات فرمایا ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کا ایک تقابل تمثیلی طور پر دکھلایا گیا ہے۔ دین آسمانی کی امانت پہلے یہود کو سونپی گئی' مگر انہوں نے اپنے دین کو بدل کر مسخ کر دیا۔ اور باہمی حسد و بغض میں گرفتار ہو کر دین کی بربادی کے موجب ہوئے۔ اس طرح گویا انہوں نے حفاظت دین کا کام بالکل بیچ ہی میں چھوڑ دیا اور وہ ناکام ہو گئے۔ پھر نصاریٰ کا نمبر آیا اور ان کو اس دین کا محافظ بنایا گیا۔ مگر انہوں نے دین عیسوی کو اس قدر مسخ کیا کہ آسمانی تعلیمات کی اصلیت کو جڑ اور بنیادوں سے بدل دیا۔ اور تثلیث اور صلیب پرستی میں ایسے گرفتار ہوئے کہ یہود کو بھی مات کر کے رکھ دیا۔ ان کے بعد مسلمانوں کا نمبر آیا۔ اور اللہ پاک نے اس امت کو خیر امت قرار دیا۔ اور قرآن مجید اور سنت نبوی کو ان کے حوالہ کیا گیا۔ الحمد للہ قرآن مجید آج تک محفوظ ہے۔ اور سنت کا ذخیرہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاتھوں اللہ نے قیامت تک کے لئے محفوظ کرا دیا۔ یہی کام کا پورا کرنا ہے۔ جس پر امت کو دوگنا اجر ملے گا۔

مسلمانوں میں بھی اہل بدعت نے جو غلو اور افراط و تفریط سے کام لیا ہے وہ اگرچہ یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ کر شرمناک حرکت ہے کہ اللہ کے سچے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق بے حد باطل اور گمراہ کن عقائد ایجاد کر لئے۔ اپنے خود ساختہ ائمہ کو مطاع مطلق کا درجہ دے دیا' اور پیروں' شہیدوں' بزرگوں کے مزارات کو کعبہ و قبلہ بنا لیا' یہ حرکتیں یہود و نصاریٰ سے کم نہیں ہیں۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ ایسے غالی اہل بدعت کے ہاتھوں سے قرآن مجید محفوظ ہے۔ اور ذخیرہ سنت احادیث صحیحہ کی شکل میں محفوظ ہے۔ یہی وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر اس امت کو اللہ نے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اور یہود و نصاریٰ پر فوقیت عطا فرمائی۔ اللہ پاک ہم کو اس فضیلت کا مصداق بنائے۔ آمین۔ سفرحج سے واپسی پر نظر ثانی کرتے ہوئے ۲۳ اپریل کو یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ والحمد للہ علی کل حال۔

۲۲۶۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَى

(۲۲۶۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' اور ان سے عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ ایک ایک قیراط پر آدھے دن تک میری مزدوری کون کرے گا؟ پس یہود نے ایک قیراط پر یہ مزدوری کی۔ پھر نصاریٰ نے بھی ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر تم لوگوں نے عصر سے

قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ. فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً، قَالَ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لاَ. قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ)). [راجع: ٥٥٧]

مغرب تک دو دو قیراط پر کام کیا۔ اس پر یہود و نصاریٰ غصہ ہو گئے کہ ہم نے کام تو زیادہ کیا اور مزدوری ہم کو کم ملی۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ کیا میں نے تمہارا حق ذرہ برابر بھی مارا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں زیادہ دیتا ہوں۔

اس روایت میں گو یہ صراحت نہیں کہ نصاریٰ نے عصر تک کام کیا' مگر یہ مضمون اس سے نکلتا ہے کہ تم مسلمانوں نے عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کام کیا۔ کیونکہ مسلمانوں کا عمل نصاریٰ کے عمل کے بعد شروع ہوا ہو گا۔ اس میں امت محمدیہ کے خاتم الامم ہونے کا بھی اشارہ ہے۔ اور یہ بھی کہ ثواب کے لحاظ سے یہ امت سابقہ جملہ امم پر فوقیت رکھتی ہے۔

١٠- بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الأَجِيْرِ

باب اس امر کا بیان کہ مزدور کی مزدوری مار لینے کا گناہ کتنا ہے۔

٢٢٧٠- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنَ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((قَالَ اللهُ تَعَالَى: ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)). [راجع: ٢٢٢٧]

(٢٢٧٠) ہم سے یوسف بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن امیہ نے' ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کا قیامت میں میں خود مدعی بنوں گا۔ ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پہ عہد کیا' اور پھر وعدہ خلافی کی۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور کیا' پھر کام تو اس سے پورا لیا' لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔

تشریح قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے اکثر مقامات پر اوصاف اہل ایمان بیان کرتے ہوئے ایفائے عہد کا وصف نمایاں بیان کیا ہے۔ پھر جو وعدہ اور قسم اللہ تعالیٰ کا پاک نام درمیان میں ڈال کر کیا جائے' اس کا توڑنا اور پورا نہ کرنا بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ جس کے لئے قیامت کے دن خود اللہ پاک مدعی بنے گا۔ اور وہ غدار بندہ مدعی علیہ ہو گا۔ جس کے پاس کوئی جواب نہ ہو گا۔ اور وہ محض اس عظیم جرم کی بنا پر دوزخ میں دھکیلا جائے گا۔ اس لئے ایک حدیث میں وعدہ خلافی کو نفاق کی ایک علامت بتلایا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اگر آدمی خیانت کا بھی عادی ہو اور جھوٹ بھی اس کی گھٹی میں داخل ہو تو پھر وہ از روئے شرع محمدی پکا منافق شمار کیا جاتا ہے۔

اور نور ایمان سے اس کا دل قطعاً خالی ہو جاتا ہے۔

دوسرا جرم کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اسے بیچ کر اس کی قیمت کھانا اس میں نمبروار تین جرم شامل ہیں۔ اول تو کسی آزاد کو غلام بنانا ہی جرم ہے۔ پھر اسے ناحق بیچنا جرم' پھر اس کی قیمت کھانا۔ یہ اور بھی ڈبل جرم ہے۔ ایسا ظالم انسان بھی وہ ہے جس پر قیامت کے دن اللہ پاک خود مدعی بن کر کھڑا ہو گا۔ تیسرا مجرم جس نے کسی مزدور سے پورا پورا کام کرایا مگر مزدوری ادا کرتے وقت اس کو دھتکار دیا۔ اور وہ غریب کلیجہ مسوس کر رہ گیا۔ یہ بھی بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ حکم یہ ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے ادا کر دی جائے۔ سرمایہ داروں کے ایسے ہی پے در پے مظالم نے مزدوروں کی تنظیم کو جنم دیا ہے جو آج ہر ملک میں مستحکم بنیادوں پر قائم ہیں اور مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ اسلام نے ایک زمانہ قبل ہی اس قسم کے مفاسد کے خلاف آواز بلند کی تھی' جو اسلام کے مزدور اور غریب پرور ہونے کی اٹل دلیل ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

١١- بَابُ الإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ

٢٢٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلاً يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ فَعَمِلُوا لَهُ نِصْفَ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لاَ حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ. فَقَالَ لَهُمْ : لاَ تَفْعَلُوا، أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلاً، فَأَبَوا وَتَركُوا. وَاسْتَأْجَرَ أَجِيْرَيْنِ بَعْدَهُمْ فَقَالَ : أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَومِكُمْ هَذَا وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الأَجْرِ فَعَمِلُوا، حَتَّى إِذَا كَانَ حِيْنَ صَلاَةِ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، وَلَكَ الأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيْهِ. فَقَالَ لَهُمْ أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيْرٌ، فَأَبَوا،

باب عصر سے لے کر رات تک مزدوری کرانا

(٢٢٧١) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے' بیان کیا' ان سے یزید بن عبداللہ نے' ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے' کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کو مزدور کیا کہ یہ سب اس کا ایک کام صبح سے رات تک مقررہ اجرت پر کریں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے یہ کام دوپہر تک کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری اس مزدوری کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے ہم سے طے کی ہے۔ بلکہ جو کام ہم نے کر دیا وہ بھی غلط رہا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ اپنا کام پورا کر لو' اور اپنی پوری مزدوری لے جاؤ۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کام چھوڑ کر چلے گئے۔ آخر اس نے دوسرے مزدور لگائے۔ اور ان سے کہا کہ باقی دن پورا کر لو تو میں تمہیں وہی مزدوری دوں گا جو پہلے مزدوروں سے طے کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا' لیکن عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے جو تمہارا کام کر دیا ہے وہ بالکل بیکار رہا۔ وہ مزدوری بھی تم اپنے پاس ہی رکھو جو تم نے ہم سے طے کی تھی۔ اس شخص نے ان کو سمجھایا کہ اپنا باقی کام پورا کر لو۔ دن بھی اب تھوڑا ہی باقی رہ گیا ہے۔ لیکن وہ نہ مانے۔ آخر اس شخص نے دوسرے مزدور لگائے

فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ، فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هَذَا النُّوْرِ)).

[راجع: ٥٥٨]

کہ یہ دن کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس میں یہ کام کر دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے سورج غروب ہونے تک دن کے بقیہ حصہ میں کام پورا کیا۔ اور پہلے اور دوسرے مزدوروں کی مزدوری بھی سب ان ہی کو ملی۔ تو مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا' یہی مثال ہے۔

تشریح یہ بظاہر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے صبح سے لے کر دوپہر تک کے لئے مزدور لگائے تھے۔ اور یہ درحقیقت دو الگ الگ قصے ہیں۔ لہٰذا باہمی طور پر دونوں حدیثوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ ان احادیث میں یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کی ایک تمثیل ذکر کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ بلکہ وہ وقت سے پہلے ہی اپنا کام چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر مسلمانوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اور اس کا نتیجہ ہے کہ قرآن مجید آج تک لفظ بہ لفظ موجود ہے۔ اور جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ جس میں ایک شوشے کی بھی رد و بدل نہیں ہوئی۔ اور قرآن مجید کے ساتھ اسوۂ رسالت بھی پورے طور پر محفوظ ہے۔ اس طور پر کہ انبیاء سابقہ میں ایسی مثال ملنی ناممکن ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی ہدایات کو بایں طور پر محفوظ رکھا گیا ہو۔

حدیث مذکورہ کے آخری الفاظ سے بعضوں نے یہ نکالا کہ اس امت کی بقا ہزار برس سے زیادہ رہے گی۔ اور الحمد للہ یہ امر پورا ہو رہا ہے کہ امت محمدیہ پر چودھویں صدی پوری ہونے والی ہے اور مسلمان دنیا میں آج بھی کروڑہا کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس دنیا کی عمر کتنی ہے یا یہ کہ امت مسلمہ کتنی عمر لے کر آئی ہے' شریعت اسلامیہ نے ان باتوں کو علم الٰہی پر موقوف رکھا ہے۔ اتنا ضرور بتلایا گیا ہے کہ امت مسلمہ سے قبل جو بھی انسانی دور گذر چکا ہے وہ مدت کے لحاظ سے ایسا ہے جیسا کہ فجر سے عصر تک کا وقت ہے اور امت مسلمہ کا دور ایسے وقت میں شروع ہو رہا ہے کہ گویا اب عصر سے دن کا باقی حصہ شروع ہو رہا ہے۔ اس لئے اس امت کو آخری امت اور اس دین کو آخری دین اور قرآن مجید کو آخری کتاب اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی و خاتم الرسل کہا گیا ہے۔ اب علم الٰہی میں دنیا کی عمر کا جتنا بھی حصہ باقی رہ گیا ہے آخر وقت تک یہی دین آسمانی رہے گا۔ یہی شریعت آسمانی شریعت رہے گی۔ اور اس کے خلاف جو بھی مدعی ہو وہ خواہ اسلام ہی کا دعوے دار کیوں نہ ہو وہ کذاب' مکار' دجال سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ ایسے دجاجلہ کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ نظر ثانی میں یہ نوٹ حرم نبوی کے نزدیک مدینۃ المنورہ میں حوالہ قلم کیا گیا۔

١٢- بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيْهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

باب اگر کسی نے کوئی مزدور کیا اور وہ مزدور اپنی اجرت لئے بغیر چلا گیا پھر (مزدور کی اس چھوڑی ہوئی رقم یا جنس سے) مزدوری لینے والے نے کوئی تجارتی کام کیا۔ اس طرح وہ اصل مال بڑھ گیا۔ اور وہ شخص جس نے کسی دوسرے کے مال سے کوئی کام کیا اور اس میں نفع ہوا (ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے)

٢٢٧٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

(٢٢٧٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے خبر دی' ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے

عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ،يَقُولُ ((انْطَلَقَ ثَلاَثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّى أَوَوُا الْمَبِيْتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لاَ يُنْجِيْكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلاَّ أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ : اللّهُمَّ كَانَ لِيْ أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَكُنْتُ لاَ أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلاً وَ مَالاً، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلاً أَوْ مَالاً، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا، فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا. اللّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لاَ يَسْتَطِيْعُونَ الْخُرُوجَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَقَالَ الآخَرُ: اللّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي، حَتّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّي بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ، حَتّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ : لاَ أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلاَّ بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپؐ نے فرمایا کہ پہلی امت کے تین آدمی کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ رات ہونے پر رات گذارنے کے لئے انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی' اور اس میں اندر داخل ہو گئے۔ اتنے میں پہاڑ سے ایک چٹان لڑھکی اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ سب نے کہا کہ اب اس غار سے تمہیں کوئی چیز نکالنے والی نہیں' سوا اس کے کہ تم سب' اپنے سب سے زیادہ اچھے عمل کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنی دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے۔ اور میں روزانہ ان سے پہلے گھر میں کسی کو بھی دودھ نہیں پلاتا تھا۔ نہ اپنے بال بچوں کو' اور نہ اپنے غلام وغیرہ کو' ایک دن مجھے ایک چیز کی تلاش میں رات ہو گئی۔ اور جب میں گھر واپس ہوا تو وہ (میرے ماں باپ) سو چکے تھے۔ پھر میں نے ان کے لئے شام کا دودھ نکالا۔ جب ان کے پاس لایا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے یہ بات ہرگز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے اپنے بال بچوں یا اپنے کسی غلام کو دودھ پلاؤں' اس لئے میں ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میں ان کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب میرے ماں باپ جاگے اور انہوں نے اپنا شام کا دودھ اس وقت پیا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو اس چٹان کی آفت کو ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ غار تھوڑا سا کھل گیا۔ مگر نکلنا اب بھی ممکن نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دوسرے نے دعا کی' اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی' جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی۔ میں نے اس کے ساتھ برا کام کرنا چاہا' لیکن اس نے نہ مانا۔ اسی زمانہ میں ایک سال قحط پڑا۔ تو وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھ سے برا کام کرائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ اب میں اس پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ تمہارے لئے میں جائز نہیں کرتی کہ اس مہر کو تم حق کے بغیر

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ لاَ يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ، غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ لَهُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ. فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ لاَ تَسْتَهْزِىءْ بِي. فَقُلْتُ: إِنِّي لاَ أَسْتَهْزِىءُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا. اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ. فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، فَخَرَجُوا يَمْشُونَ)). [راجع: ٢٢١٥]

توڑو۔ یہ سن کر میں اپنے برے ارادے سے باز آ گیا۔ اور وہاں سے چلا آیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی۔ اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا' تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ چٹان ذرا سی اور کھسکی۔ لیکن اب بھی اس سے باہر نہیں نکلا جا سکتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور تیسرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی۔ مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا۔ اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے۔ میں نے کہا' یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ' گائے' بکری اور غلام' یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا۔ چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔ تو اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی' اور وہ سب باہر نکل کر چلے گئے۔

تشریح اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں اور باب کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے جو حدیث مذکورہ میں تیسرے شخص سے متعلق ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ آیت کریمہ ﴿ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ﴾ کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس اللہ کی طرف نیک اعمال کا وسیلہ ڈھونڈو۔ جو لوگ بزرگوں' ولیوں کا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں یا محض ذات نبوی کو بعد وفات بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں' وہ ایسا عمل کرتے ہیں۔ جس پر کتاب و سنت سے کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔ اگر بعد وفات آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک استسقاء کی دعا کے موقع پر ایسا نہ کہتے کہ یا اللہ! ہم رسول کریم ﷺ کی زندگی میں دعا کرانے کے لئے آپ کو پیش کیا کرتے تھے۔ اب اللہ کے نبی دنیا سے چلے گئے اور آپ کے محترم چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی موجود ہے لہٰذا دعا کرانے کے لئے ہم ان کو پیش کرتے ہیں۔ تو ان کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرما کر ہم کو باران رحمت سے شاداب فرما دے۔

١٣- بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ

باب جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کی

عَلَى ظَهْرِهِ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ، وَأُجْرَةِ الْحَمَّالِ

مزدوری کی یعنی حمالی کی اور پھر اسے صدقہ کر دیا اور حمال کی اجرت کا بیان

٢٢٧٣- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ، فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ. قَالَ: مَا نَرَاهُ إِلاَّ نَفْسَهُ)).

(٢٢٧٣) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ (یحییٰ بن سعید قریشی) نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا' تو بعض لوگ بازاروں میں جا کر بوجھ اٹھاتے جن سے ایک مد مزدوری ملتی (وہ اس میں سے بھی صدقہ کرتے) آج ان میں سے کسی کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔ شقیق نے کہا' ہمارا خیال ہے کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کسی سے اپنے ہی تئیں مراد لیا تھا۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عہد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محنت مزدوری بخوشی کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ حمالی بھی کرتے پھر جو مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ بھی کرتے۔ اللہ پاک ان کو امت کی طرف سے بے شمار جزائیں عطا کرے کہ اس محنت سے انہوں نے شجر اسلام کی آبیاری کی' آج الحمد للہ وہی مدینہ ہے جن کے باشندے فراخی اور کشادگی میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ آج مدینہ میں کتنے ہی عظیم محلات موجود ہیں۔

١٤- بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ

باب دلالی کی اجرت لینا

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ بَأْسَ أَنْ يَقُولَ بِعْ هَذَا الثَّوبَ، فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ.

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: إِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا، فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ، فَلاَ بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ)).

اور ابن سیرین اور عطاء اور ابراہیم اور حسن بصری رحمہم اللہ دلالی پر اجرت لینے میں کوئی برائی نہیں خیال کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' اگر کسی سے کہا جائے کہ یہ کپڑا اتنی قیمت میں بیچ لا۔ جتنا زیادہ ہو وہ تمہارا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اتنے میں بیچ لا' جتنا نفع ہو گا وہ تمہارا ہے یا (یہ کہا کہ) میرے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اپنی طے کردہ شرائط پر قائم رہیں گے۔

تشریح ابن سیرین اور ابراہیم کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا اور حسن کے قول کو نہ حافظ نے بیان کیا نہ قسطلانی نے کہ کس نے وصل کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا عطاء سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' جمہور علماء نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس میں دلالی کی اجرت مجہول ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اس وجہ سے جائز رکھا ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے۔ ابن سیرین کے اس دوسرے قول کو بھی ابن ابی

شیبہ نے وصل کیا ہے۔ فرمان رسالت المسلمون عند شروطھم کو اسحاق نے اپنی مسند میں عمرو بن عوف مزنی سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد اور احمد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ (وحیدی)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو ایک تاریخ سامنے آ گئی۔ اس لئے کہ حرم نبوی مدینہ طیبہ میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھ کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔ یہی وہ چبوترہ ہے جہاں اصحاب صفہ بھوکے پیاسے علوم رسالت حاصل کرنے کے لئے پروانہ وار قیام فرمایا کرتے تھے۔ اسی چبوترہ کی تعلیم و تربیت سے حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے افاضل اسلام پیدا ہوئے۔ اللہ پاک ان سب کو ہماری طرف سے بے شمار جزائیں عطا کرے۔ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔

وہی اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے جہاں آج شاہانہ ٹھاٹ باٹ ہیں۔ غالیچوں پر غالیچے بچھے ہوئے ہیں' ہر وقت عطر سے فضا معطر رہتی ہے۔ کتنے ہی بندگان خدا اس چبوترہ پر تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے ہیں۔ الحمد للہ میں ناچیز عاجز گنہگار اس چبوترہ پر بیٹھ کر بخاری شریف کا متن پڑھ رہا ہوں اور ترجمہ و تشریحات لکھ رہا ہوں۔ اس امید پر کہ قیامت کے دن اللہ پاک میرا حشر بھی اپنے ان نیک بندوں کے ساتھ کرے اور ان کے جوار میں فردوس بریں میں جگہ دے۔ مجھ کو' میری آل اولاد کو' جملہ معاونین اشاعت بخاری شریف کو اللہ پاک یہ درجات نصیب فرمائے اور لواء الحمد کے نیچے حشر فرمائے۔ آج ۲ صفر ۱۳۹۰ھ کو حرم نبوی میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر یہ چند لفظ لکھے گئے۔

٢٢٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُتَلَقَّى الرُّكْبَانَ، وَلاَ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ لاَ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لاَ يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا)).

[راجع: ٢١٥٨]

(۲۲۷۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' ان سے معمر نے بیان کیا' ان سے ابن طاؤس نے' ان سے ان کے باپ نے' اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی) قافلوں سے (منڈی سے آگے جا کر) ملاقات کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور یہ کہ شہری دیہاتی کا مال نہ بیچیں' میں نے پوچھا' اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! "شہری دیہاتی کا مال نہ بیچیں" کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے دلال نہ بنیں۔

١٥- بَابُ هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ؟

باب کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

٢٢٧٥- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ رَجُلاً قَيْنًا، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لاَ وَاللهِ لاَ أَقْضِيْكَ حَتَّى

(۲۲۷۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے مسلم بن صبیح نے' ان سے مسروق نے' ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں لوہار تھا' میں نے عاص بن وائل (مشرک) کا کام کیا۔ جب میری بہت سی مزدوری اس کے سر چڑھ گئی' تو میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا' وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں تمہاری

تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: أَمَّا وَاللهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلاَ. قَالَ: وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي ثُمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ، فَأَقْضِيْكَ. فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ((أَفَرَأَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ: لَأُوتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا)). [راجع: ٢٠٩١]

مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) سے نہ پھر جاؤ۔ میں نے کہا' خدا کی قسم! یہ تو اس وقت تک بھی نہ ہو گا جب تو مر کے دوبارہ زندہ ہو گا۔ اس نے کہا' کیا میں مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا کہ ہاں! اس پر وہ بولا پھر کیا ہے۔ وہیں میرے پاس مال اور اولاد ہو گی' اور وہیں میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی "اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا' جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا۔ اور کہا کہ مجھے ضرور وہاں مال و اولاد دی جائے گی۔"

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عاص بن وائل کی مزدوری کی' حالانکہ وہ کافر اور دارالحرب کا باشندہ تھا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ عاص بن وائل نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی بات سن کر بطور مذاق ایسا کہا۔ اللہ پاک نے اسی کی مذمت میں آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ کہ "اے! نبی تو نے اس کافر کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مرنے کے بعد ضرور مال اور اولاد دیا جاؤں گا۔" گویا اس نے اللہ کے یہاں سے کوئی عہد حاصل کر لیا ہے۔

١٦- بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب سورۂ فاتحہ پڑھ کر عربوں پر پھونکنا اور اس پر اجرت لے لینا

اس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے طب میں وصل کیا ہے۔ جمہور علماء نے اس سے یہ دلیل لی ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا درست ہے۔ مگر حنفیہ نے اس کو ناجائز رکھا ہے۔ البتہ اگر دم کے طور پر اس کو پڑھے تو ان کے نزدیک بھی اجرت لے سکتا ہے لیکن تعلیم کی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ عبادت ہے۔ (فتح)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ)).

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لاَ يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ، إِلاَّ أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. وَقَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً. وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا.

وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ: الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطُوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ کتاب اللہ سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔ اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن پڑھانے والا پہلے سے طے نہ کرے۔ البتہ جو کچھ اسے بن مانگے دیا جائے لے لینا چاہئے۔ اور حکم رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے کسی شخص سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو۔ اور حسن رحمہ اللہ نے (اپنے معلم کو) دس درہم اجرت کے دیئے۔ اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے قسام (بیت المال کا ملازم جو تقسیم پر مقرر ہو) کی اجرت کو برا نہیں سمجھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ (قرآن کی آیت میں) سحت فیصلہ میں رشوت لینے کے معنی میں ہے۔ اور لوگ (اندازہ لگانے والوں کو) اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ حکم کے قول کو بغوی نے جعدیات میں وصل کیا ہے اور حسن کے قول کو ابن سعد نے طبقات میں وصل کیا' اور ابن ابی شیبہ نے حسن سے نکالا کہ کتابت کی اجرت لینے میں قباحت نہیں ہے۔ اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے نکالا لیکن عبد بن حمید وغیرہ نے ابن سیرین سے اس کی کراہیت نقل کی اور ابن سعد نے ابن سیرین سے یوں نکالا کہ اجرت کی اگر شرط کرے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں' اور اس روایت سے دونوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ قرآن میں جس سحت کا ذکر ہے' وہ حرام ہے اس سے رشوت ہی مراد ہے۔ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت سے بھی سحت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ (وحیدی)

٢٢٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا، حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ، لاَ يَنْفَعُهُ شَيْءٌ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلاَءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ. فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ، وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لاَ يَنْفَعُهُ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ وَاللهِ، إِنِّي لأَرْقِي، وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعلاً. فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيْعٍ مِنَ الْغَنَمِ. فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ: ﴿الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلَبَة. قَالَ: فَأَوْفُوهُمْ جُعَلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ

(٢٢٧٦) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے ابوبشر نے بیان کیا' ان سے ابوالمتوکل نے بیان کیا اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں تھے۔ دوران سفر میں وہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے۔ صحابہ نے چاہا کہ قبیلہ والے انہیں اپنا مہمان بنالیں۔ لیکن انہوں نے مہمانی نہیں کی' بلکہ صاف انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا' قبیلہ والوں نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی' لیکن ان کا سردار اچھا نہ ہوا۔ ان کے کسی آدمی نے کہا کہ چلو ان لوگوں سے بھی پوچھیں جو یہاں آکر اترے ہیں۔ ممکن ہے کوئی دم جھاڑے کی چیز ان کے پاس ہو۔ چنانچہ قبیلہ والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ 'بھائیو! ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لئے ہم نے ہر قسم کی کوشش کر ڈالی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز دم کرنے کی ہے؟ ایک صحابی نے کہا' کہ قسم اللہ کی میں اسے جھاڑ دوں گا۔ لیکن ہم نے تم سے میزبانی کے لئے کہا تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا۔ اس لئے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا' آخر بکریوں کے ایک گلے پر ان کا معاملہ طے ہوا۔ وہ صحابی وہاں گئے۔ اور الحمد للہ رب العالمین پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو۔ وہ سردار اٹھ کر چلنے لگا' تکلیف و درد کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ بیان کیا کہ پھر انہوں نے طے شدہ اجرت صحابہ کو ادا کر دی۔ کسی نے کہا کہ اسے تقسیم کر لو۔ لیکن جنہوں نے

عَلَيْهِ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوا. فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا. فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ: ((وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟)) ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ أَصَبْتُمْ، اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا))، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهَذَا.

جھاڑا تھا' وہ بولے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہم آپ سے اس کا ذکر کر لیں۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آپؐ کیا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ سب حضرات رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ بھی ایک رقیہ ہے؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔ اسے تقسیم کر لو اور ایک میرا حصہ بھی لگاؤ۔ یہ فرما کر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے۔ شعبہ نے کہا کہ ابوالبشر نے ہم سے بیان کیا' انہوں نے ابوالمتوکل سے ایسا ہی سنا۔

[أطرافه في : ٥٠٠٧، ٥٧٣٦، ٥٧٤٩].

تشریح: مجتہد مطلق' امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب اور روایت کردہ حدیث کے تحت بہت سے مسائل جمع فرما دیے ہیں۔ اصحاب نبوی چونکہ سفر میں تھے اور اس زمانے میں ہوٹلوں کا کوئی دستور نہ تھا۔ عربوں میں مہمان نوازی ہی سب سے بڑی خوبی تھی۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک رات کی مہمانی کے لئے قبیلہ والوں سے درخواست کی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ اسی اثنا میں ان قبیلے والوں کا سردار سانپ یا بچھو سے کاٹا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سردار کی عقل میں فتور آ گیا تھا۔ بہرحال جو بھی صورت ہو وہ قبیلہ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر دم جھاڑ کے لئے متمنی ہوئے۔ اور حدیث ہذا کے راوی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے آمادگی ظاہر فرمائی اور اجرت میں تیس بکریوں پر معاملہ طے ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس سردار پر سات بار یا تین بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اور وہ سردار اللہ کے حکم سے تندرست ہو گیا۔ اور قبیلہ والوں نے بکریاں پیش کر دیں جن کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کو پیش کی۔ اور آپؐ نے ان کی تائید فرمائی اور ساتھ ہی ان کی دلجوئی کے لئے بکریوں کی تقسیم میں اپنا حصہ مقرر کرنے کا بھی ارشاد فرمایا۔ شعبہ کی روایت کو ترمذی نے وصل کیا ہے اس لفظ کے ساتھ۔ اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طب میں عنعنہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا قرآن مجید کی آیتوں اور اسی طرح دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ کے ساتھ دم کرنا درست ہے۔ دیگر روایت میں صاف مذکور ہے لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک شرکیہ الفاظ نہ ہوں تو دم جھاڑا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جو لوگ شرکیہ لفظوں سے اور پیروں فقیروں کے ناموں سے منتر جنتر کرتے ہیں' وہ عنداللہ مشرک ہیں۔ ایک موحد مسلمان کو ہرگز ایسے ڈھکوسلوں میں نہ آنا چاہئے۔ اور ایسے مشرک و مکار تعویذ و منتر والوں سے دور رہنا چاہئے کہ آج کل ایسے لوگوں کے ہتھکنڈے بہت کثرت کے ساتھ چل رہے ہیں۔

اس حدیث سے بعض علماء نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت کیا ہے۔ صاحب المہذب لکھتے ہیں۔ ومن ادلۃ الجواز حدیث عمر المتقدم فی کتاب الزکوٰۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ما اتاک من ھذا المال من غیر مسئلۃ ولا اشراف نفس فخذہ و من ادلۃ الجواز حدیث الرقیۃ المشہور الذی اخرجہ البخاری عن ابن عباس و فیہ ان ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ (ص ۲۶۸)

اور جواز کے دلائل میں سے حدیث عمر رضی اللہ عنہ ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اس مال میں سے جو تمہارے پاس بغیر سوال کئے اور بغیر تانکے جھانکے خود آئے' اس کو قبول کر لو اور جواز کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں دم کرنے کا واقعہ مذکور ہے جس کو امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نکالا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ بلا شک جس پر تم بطور اجر لینے کا حق رکھتے ہو وہ اللہ کی کتاب ہے۔

صاحب لمعات لکھتے ہیں وفیه دلیل ان الرقیة بالقران واخذ الاجرة علیها جائز بلا شبهة یعنی اس میں اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ دم کرنا اور اس پر اجرت لینا بلا شبہ جائز ہے۔

ایسا ہی واقعہ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں خارجة بن صلت عن عمه کی روایت سے مذکور ہے راوی کہتے ہیں اقبلنا من عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتینا علی حی من العرب فقالوا انا انبئنا انکم قد جئتم من عند هذا الرجل بخیر فهل عند کم من دواء او رقیة فان عندنا معتوها فی القیود فقلنا نعم فجاوا بمعتوه فی القیود فقرات علیه بفاتحة الکتاب ثلاثة ایام غدوه و عشیة اجمع بزاقی ثم اتفل قال فکانما انشط من عقال فاعطونی جعلا فقلت لاحتی اسال النبی صلی الله علیه وسلم فقال کل فلعمری لمن اکل برقیة باطل لقد اکلت برقیة حق (رواہ احمد و ابو داود)

مختصر مطلب یہ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے جدا ہو کر ایک عرب قبیلہ پر سے گذرے۔ ان لوگوں نے ہم سے کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے تم اس آدمی کے پاس سے کچھ نہ کچھ خیر لے کر آئے ہو۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید اور ذکر اللہ سیکھ کر آئے ہو۔ ہمارے ہاں ایک دیوانہ بیڑیوں میں مقید ہے۔ تمہارے پاس کوئی دوا یا دم جھاڑا ہو تو مہربانی کرو۔ ہم نے کہا کہ ہاں! ہم موجود ہیں۔ پس وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک آدمی کو لائے۔ اور میں نے اس پر صبح و شام تین روز تک برابر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ میں یہ سورہ پڑھ پڑھ کر اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر دم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مریض اتنا آزاد ہو گیا کہ جتنا اونٹ اس کی رسی کھولنے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ تندرست ہو گیا۔ پس ان قبیلہ والوں نے مجھ کو اجرت دینی چاہی تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ تو جھوٹ موٹ فریب دے کر دم جھاڑا سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں' تم نے تو حق اور سچا دم کیا ہے جس پر کھانا حق کے اوپر کھانا ہے جو حلال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کے بہانہ سے غلط قسم کے لوگوں کی کثرت بھی پہلے ہی سے چلی آ رہی ہے اور بہت سے نادان لوگ اپنی طبعی کمزوری کی بنا پر ایسے لوگوں کا شکار بنتے چلے آ رہے ہیں۔ تاریخ میں اقوام قدیم کلدانیوں' مصریوں' سامیوں وغیرہ وغیرہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ وہ لوگ بیشتر تعداد میں دم' جھاڑ' پھونک پھانک منتر جنتر کرنے والوں کے زبردست معتقد ہوتے تھے۔ اکثر تو موت و حیات تک کو ایسے ہی مکار دم جھاڑ کرنے والوں کے ہاتھوں میں جانتے تھے۔ صد افسوس کہ امت مسلمہ بھی ان بیماریوں سے نہ بچ سکی اور ان میں بھی منتر جنتر کے ناموں پر کتنے ہی شرکیہ طور طریقے جاری ہو گئے۔ اور اب بھی بکثرت عوام ایسے ہی مکار لوگوں کا شکار ہیں۔ کتنے ہی نقش و تعویذ لکھنے والے صرف ہندسوں سے کام چلاتے ہیں۔ جن کو خود ان ہندسوں کی حقیقت کا بھی کوئی علم نہیں ہوتا۔ کتنے ہی صرف پیروں' درویشوں' فوت شدہ بزرگوں کے نام لکھ کر دے دیتے ہیں۔ کتنے یا جبرئیل یا میکائیل یا عزرائیل لکھ کر استعمال کراتے ہیں۔ کتنے من گھڑت شرکیہ دعائیں لکھ کر خود مشرک بنتے اور دوسروں کو مشرک بناتے ہیں۔ کتنے حضرت پیر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی دہائی لکھ کر لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ الغرض مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ایسے ہتھکنڈوں کی شکار ہے۔ پھر ان تعویذوں کی قیمت چار آنہ' روپیہ' سوا روپیہ سے آگے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس طرح خوب دکانیں چل رہی ہیں۔ ایسے تعویذ گنڈہ کرنے والے اور لوگوں کا مال اس دھوکہ فریب سے کھانے والے غور کریں کہ وہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن کیا منہ دکھلائیں گے۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو مقام ابراہیم کے قریب بوقت مغرب یہ نوٹ لکھا گیا۔ اور بعونہ تعالیٰ ۲ صفر ۱۳۹۰ھ کو مدینہ منورہ مسجد

نبوی میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھ کر نظر ثانی کی گئی۔

١٧- بَابُ ضَرِيْبَةِ الْعَبْدِ، وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

باب غلام لونڈی پر روزانہ ایک رقم مقرر کر دینا

عہد غلامی میں آقا اپنے غلاموں لونڈیوں پر روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ ایک ٹیکس مقرر کر دیا کرتے تھے۔ اس کے لئے حدیث میں خراج غلہ اجر ضریبہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ باب کی حدیث میں صرف ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جو غلام تھا۔ لیکن لونڈی کو غلام پر قیاس کیا۔ اب یہ احتمال کہ شاید لونڈی زنا کر کے کمائے غلام میں بھی چل سکتا ہے کہ شاید وہ چوری کر کے کمائے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ اور سعید بن منصور نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ انہوں نے کہا اپنی لونڈیوں کی کمائی پر نگاہ رکھو۔ اور ابو داؤد نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا کہ آپؐ نے لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس ذریعہ سے کمایا ہے۔

٢٢٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيْبَتِهِ)). [راجع: ٢١٠٢]

(٢٢٧٧) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابو طیبہ حجام نے نبی کریم ﷺ کے پچھنا لگایا' تو آپؐ نے انہیں اجرت میں ایک صاع یا دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے سفارش کی کہ جو محصول اس پر مقرر ہے' اس میں کچھ کمی کر دیں۔

١٨- بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

باب پچھنا لگانے والے کی اجرت کا بیان

٢٢٧٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ)). [راجع: ١٨٣٥]

(٢٢٧٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ اگر پچھنا لگوانا ناجائز ہوتا تو آپؐ نہ پچھنا لگواتے نہ اجرت دیتے۔

٢٢٧٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ)). [راجع: ١٨٣٥]

(٢٢٧٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے خالد نے' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی' اگر اس میں کوئی کراہت ہوتی تو آپ کاہے کو دیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گویا اس شخص کا رد کیا' جو حجام کی اجرت کو حرام کہتا تھا۔ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ حلال ہے۔ حدت خون میں پچھنا لگانا بہت مفید ہے۔ عربوں میں یہ علاج اس مرض کے لئے عام تھا۔

٢٢٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ)).[راجع: ٢١٠٢]

(۲۲۸۰) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا' ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا' اور آپ کسی کی مزدوری کے معاملے میں کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے۔

باب کی احادیث سے حضرت امام بخاری نے یہ ثابت فرمایا کہ حجام یعنی پچھنا لگانے والے کی اجرت حلال ہے اور یہ پیشہ بھی جائز ہے۔ اگر یہ پیشہ ناجائز ہوتا تو نہ آپ پچھنا لگواتے نہ اس کو اجرت دیتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں کو بنظر حقارت دیکھنے والے غلطی پر ہیں۔

١٩- بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ

باب اس کے متعلق جس نے کسی غلام کے مالکوں سے غلام کے اوپر مقررہ ٹیکس میں کمی کے لئے سفارش کی۔

یعنی بر سبیل تفضل اور احسان' نہ یہ کہ بطور وجوب کے حکم دینا۔ بعض نے کہا کہ اگر غلام کو اس کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو تو حاکم تخفیف کا حکم بھی دے سکتا ہے۔

٢٢٨١- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَعَا النَّبِيُّ ﷺ غُلاَمًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ، أَوْ مُدٍّ أَو مُدَّيْنِ، وَكَلَّمَ فِيهِ فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيْبَتِهِ)). [راجع: ٢١٠٢]

(۲۲۸۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے بیان کیا' اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک پچھنا لگانے والے غلام (ابو طیبہ) کو بلایا' انہوں نے آپ کے پچھنا لگایا۔ اور آپ نے انہیں ایک یا دو صاع' یا ایک یا دو مد (راوی حدیث شعبہ کو شک تھا) اجرت دینے کے لئے حکم فرمایا۔ آپ نے (ان کے مالکوں سے بھی) ان کے بارے میں سفارش فرمائی تو ان کا خراج کم کر دیا گیا۔

پچھلی حدیث میں پچھنا لگانے والے غلام کی کنیت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔ ان کا نام نافع بتلایا گیا ہے۔ حافظ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ ابن حذاء نے کہا کہ ابو طیبہ نے ۱۴۳ سال کی عمر پائی تھی۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ غلام یا لونڈی کے اوپر مقررہ ٹیکس میں کمی کرانے کی سفارش کرنا درست ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اسلام کی برکت سے غلامی کا یہ بدترین دور تقریباً دنیا سے ختم ہو چکا ہے مگر اب غلامی کے دوسرے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جو اور بھی بدتر ہیں۔ اب قوموں کو غلام بنایا جاتا ہے جن کے لئے اقلیت اور اکثریت کی اصطلاحات مروج ہو گئی ہیں۔

٢٠- بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالإِمَاءِ

باب رنڈی اور فاحشہ لونڈی کی خرچی کا بیان

وَكَرِهَ إِبْرَاهِيمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلاَ تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ

اور ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا (سورۂ نور میں) یہ فرمان کہ "اپنی

عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾. فَتَيَاتِكُمْ : إِمَاءَكُمْ.

باندیوں کو جب کہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں' زنا کے لئے مجبور نہ کرو تا کہ تم اس طرح دنیا کی زندگی کا سامان ڈھونڈو۔ لیکن اگر کوئی شخص انہیں مجبور کرتا ہے' تو اللہ ان پر جبر کئے جانے کے بعد (انہیں) معاف کرنے والا' ان پر رحم کرنے والا ہے۔ (قرآن کی آیت میں لفظ) فتیاتکم' امائکم کے معنی میں ہے۔ (یعنی تمہاری باندیاں)

٢٢٨٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ)).

[راجع: ٢٢٣٧]

(۲۲۸۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے بیان کیا' ان سے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت' زانیہ (کے زنا) کی خرچی اور کاہن کی مزدوری سے منع فرمایا۔

٢٢٨٣- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الإِمَاءِ)).

[طرفه في: ٥٣٤٨].

(۲۲۸۳) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن حجادہ نے بیان کیا' ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے باندیوں کی زنا کی کمائی سے منع فرمایا تھا۔

آیت قرآنی اور ہر دو احادیث سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ رنڈی کی کمائی اور لونڈی کی کمائی حرام ہے۔ عہد جاہلیت میں لوگ اپنی لونڈیوں سے حرام کمائی حاصل کرتے اور ان سے بالجبر پیشہ کراتے۔ اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ اسے روکا اور ایسی کمائی کو لقمہ حرام قرار دیا۔ اسی طرح کہانت کا پیشہ بھی حرام قرار پایا۔ نیز کتے کی قیمت سے بھی منع کیا گیا۔

٢١- بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

باب نر کی جفتی (پر اجرت) لینا۔

٢٢٨٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ)).

(۲۲۸۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے علی بن حکم نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نر کدانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)

٢٢- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ

باب اگر کوئی زمین کو ٹھیکہ پر لے پھر ٹھیکہ دینے والا یا لینے

أَحَدُهُمَا

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: لَيْسَ لأَهْلِهِ أَنْ يُخْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الأَجَلِ. وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: تُمْضَى الإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ، خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلاَفَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ.

والا مرجائے

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین والے بغیر مدت پوری ہوئے ٹھیکہ دار کو (یا اس کے وارثوں کو) بے دخل نہیں کر سکتے۔ اور حکم' حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا اجارہ مدت ختم ہونے تک باقی رہے گا۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آنحضرت ﷺ نے خیبر کا اجارہ آدھوں آدھ بٹائی پر یہودیوں کو دیا تھا۔ پھر یہی ٹھیکہ آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک رہا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھی شروع خلافت میں۔ اور کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نیا ٹھیکہ کیا ہو۔

٢٢٨٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ﷺ، خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. وَأَن ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ سَمَّاهُ نَافِعٌ لاَ أَحْفَظُهُ)).

[أطرافه في : ٢٣٢٨، ٢٣٢٩، ٢٣٣٩، ٢٣٣١، ٢٣٣٨، ٢٤٩٩، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨].

(٢٢٨٥) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین دے دی تھی کہ اس میں محنت کے ساتھ کاشت کریں۔ اور پیداوار کا آدھا حصہ خود لے لیا کریں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بیان کیا' کہ زمین کچھ کرایہ پر دی جاتی تھی۔ نافع نے اس کرایہ کی تعیین بھی کر دی تھیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

٢٢٨٦- وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ)) وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ((حَتَّى أَجْلاَهُمْ عُمَرُ)).

[أطرافه في: ٢٢٧، ٢٣٣٢، ٢٣٤٤، ٢٧٢٢].

(٢٢٨٦) اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے زمینوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ اور عبیداللہ نے نافع سے بیان کیا' اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہاں کی زمین کا معاملہ برابر چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشائے باب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے زمین کی بٹائی کا ٹھیکہ طے فرمایا' جو حیات نبوی تک جاری رہا۔ بعد میں آپ کا انتقال ہو گیا تب اسی معاملہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اسلام ہونے

کی حیثیت میں جاری رکھا' حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہو گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی شروع خلافت میں اس معاملہ کو جاری رکھا۔ بعد میں یہودیوں کی مسلسل شرارتیں دیکھ کر ان کو خیبر سے جلاوطن کر دیا۔ پس ثابت ہوا کہ دو معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کی موت ہو جانے سے وہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا' بلکہ ان کے وارث اسے جاری رکھیں گے۔ ہاں اگر کسی معاملہ کو فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے ساتھ مشروط کیا ہے تو پھر یہ امر دیگر ہے۔

روایت میں زمینوں کو کرایہ پر دینے کا بھی ذکر ہے۔ اور یہ بھی کہ فالتو زمین پڑی ہو جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں حالات تھے' تو ایسے حالات میں مالکان زمین یا تو فالتو زمینوں کی خود کاشت کریں یا پھر بجائے کرایہ پر دینے کے اپنے کسی حاجت مند بھائی کو مفت دے دیں۔

۳۸- كتاب الحوالات

کتاب حوالہ کے مسائل کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ

وَ قَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ: إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَ أَهْلُ الْمِيرَاثِ فَيَأْخُذُ هَذَا عَيْنًا وَ هَذَا دَيْنًا، فَإِنْ تَوِيَ لأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

باب حوالہ یعنی قرض کو کسی دوسرے پر اتارنے کا بیان

اور اس کا بیان کہ حوالہ میں رجوع کرنا درست ہے یا نہیں

اور حسن اور قتادہ نے کہا کہ جب کسی کی طرف قرض منتقل کیا جا رہا تھا تو اگر اس وقت وہ مالدار تھا تو رجوع جائز نہیں حوالہ پورا ہو گیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر ساجھیوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی کسی نے نقد مال لیا کسی نے قرضہ' پھر کسی کا حصہ ڈوب گیا تو اب وہ دوسرے ساجھی یا وارث سے کچھ نہیں لے سکتا۔

تشریح یعنی جب محتال لہ نے حوالہ قبول کر لیا' تو اب پھر اس کو محیل سے مواخذہ کرنا اور اس سے اپنے قرض کا تقاضا کرنا درست ہے یا نہیں۔ حوالہ کہتے ہیں قرض کا مقابلہ دوسرے پر کر دینے کو جو قرض دار حوالہ کرے اس کو محیل کہتے ہیں اور جس کے قرض کا حوالہ کیا جائے اس کو محتال لہ اور جس پر حوالہ کیا جائے اس کو محتال علیہ کہتے ہیں در حقیقت حوالہ دین کی بیع ہے بعوض دین کے مگر ضرورت سے جائز رکھا گیا ہے۔

تشریح قتادہ اور حسن کے اثروں کو ابن ابی شیبہ اور اثرم نے وصل کیا' اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر محتال علیہ حوالہ ہی کے وقت مفلس تھا تو محتال لہ پھر محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ محتال کسی حالت میں حوالہ کے بعد پھر محیل پر رجوع نہیں کر سکتا۔ حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ توی کی صورت میں محتال لہ محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ توی یہ ہے کہ محتال علیہ حوالہ ہی سے منکر ہو جائے۔ اور حلف کھالے اور گواہ نہ ہوں۔ یا افلاس کی حالت میں مر جائے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا محتال محیل پر جب رجوع کر سکتا ہے کہ محتال علیہ کے مالداری کی شرط ہوئی ہو پھر وہ مفلس نکلے۔ مالکیہ نے کہا اگر محیل نے دھوکہ دیا ہو مثلاً وہ جانتا ہو کہ محتال علیہ دیوالیہ ہے لیکن محتال کو خبر نہ کی اس صورت میں رجوع جائز ہو گا ورنہ نہیں۔ (وحیدی)

٢٢٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ)).

(٢٢٨٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں ابوالزناد نے' انہیں اعرج نے' اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قرض ادا کرنے میں) مال دار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار پر حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرے۔

اس سے یہی نکلتا ہے کہ حوالہ کے لئے محیل اور محتال کی رضامندی کافی ہے۔ محتال علیہ کی رضامندی ضروری نہیں۔ جمہور کا یہی قول ہے اور حنفیہ نے اس کی رضامندی بھی شرط رکھی ہے۔

٢- بَابُ إِذَا حَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رد

باب جب قرض کسی مالدار کے حوالہ کر دیا جائے تو اس کا رد کرنا جائز نہیں

٢٢٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَ مَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيْءٍ فَلْيَتْبَعْ)).

(٢٢٨٨) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے ابن ذکوان نے' ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مالدار کی طرف سے (قرض ادا کرنے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے۔

مطلب یہ ہے کہ کسی مالدار نے کسی کا قرض اگر اپنے سر لے لیا تو اسے ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہو گا۔ چاہئے کہ اسے فوراً ادا کر دے' نیز جس کا قرض حوالہ کیا گیا ہے اسے بھی چاہئے کہ اس کو قبول کر کے اس مالدار سے اپنا قرض وصول کر لے اور ایسے حوالہ سے انکار نہ کرے۔ ورنہ اس میں وہ خود نقصان اٹھائے گا۔

٣- باب إذا حال دين الميت على رجل جاز

باب اگر کسی میت کا قرض کسی (زندہ) شخص کے حوالہ کیا جائے تو جائز ہے۔

٢٢٨٩- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ

(٢٢٨٩) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا' ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

الأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوا لاَ. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوا: لاَ. فَصَلَّى عَلَيْهِ . ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قِيْلَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) ثَلاَثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلَّى عَلَيْهَا. ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: ((هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوا: لاَ. قَالَ: ((فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوا: ثَلاَثَةُ دَنَانِيْرَ. قَالَ: ((صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ)). قَالَ أَبُوقَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ عَلَى دَيْنُهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ)).

کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ اس پر آپؐ نے پوچھا' کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ میت نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ان کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا' کسی کا قرض بھی میت پر ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا' کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپ نے ان کی بھی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا' کیا کوئی مال ترکہ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا' اور اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی لوگ نماز پڑھ لو۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بولے' یا رسول اللہ! آپؐ ان کی نماز پڑھا دیجئے' ان کا قرض میں ادا کردوں گا۔ تب آپ نے اس پر نماز پڑھائی۔

تشریح ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے میں اس کا ضامن ہوں۔ حاکم کی روایت میں یوں ہے آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا' وہ اشرفیاں تجھ پر ہیں اور میت بری ہو گئی۔ جمہور علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ایسی کفالت صحیح ہے اور کفیل کو پھر میت کے مال میں رجوع نہیں پہنچتا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر رجوع کی شرط کر لے تو رجوع کر سکتا ہے۔ اور اگر ضامن کو یہ معلوم ہو کہ میت نادار ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میت بقدر قرض کے جائیداد چھوڑ گیا ہے۔ تب تو ضمانت درست ہو گی ورنہ ضمانت درست نہ ہو گی۔ امام صاحب کا یہ قول صراحتاً حدیث کے خلاف ہے۔ (وحیدی)

اور خود حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت ہے کہ حدیث نبوی کے خلاف میرا کوئی قول ہو اسے چھوڑ دو۔ جو لوگ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کے خلاف کرتے ہیں وہ سوچیں کہ قیامت کے دن حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو کیا منہ دکھلائیں گے۔

ہر مسلمان کو یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ و رسول کے بعد جملہ ائمہ دین' مجتہدین' اولیائے کاملین' فقہائے کرام' بزرگان اسلام کا ماننا یہی ہے کہ ان کا احترام کامل دل میں رکھا جائے۔ ان کی عزت کی جائے' ان کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ نہ نکالا جائے۔ اور ان کے کلمات و ارشادات جو کتاب و سنت سے نہ ٹکرائیں' وہ سر آنکھوں پر رکھے جائیں۔ ان کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔ اور اگر خدانخواستہ ان کا کوئی فرمان ظاہر آیت قرآنی یا حدیث صحیح مرفوع کے خلاف معلوم ہو تو خود ان ہی کی وصیت کے تحت اسے

چھوڑ کر قرآن و حدیث کی اتباع کی جائے۔ یہی راہ نجات اور صراط مستقیم ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا اور ان کے کلمات ہی کو بنیاد دین ٹھہرا لیا گیا تو یہ اس آیت کے تحت ہو گا۔ ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (الشوریٰ: ۲۱) کیا ان کے ایسے بھی شریک ہیں (جو شریعت سازی میں خدا کی شرکت رکھتے ہیں۔ کیونکہ شریعت سازی دراصل محض ایک اللہ پاک کا کام ہے) جنھوں نے دین کے نام پر ان کے لئے ایسی ایسی چیزوں کو شریعت کا نام دے دیا ہے جن کا اللہ پاک نے کوئی اذن نہیں دیا۔

صد افسوس کہ امت اس مرض میں ہزار سال سے بھی زائد عرصہ سے گرفتار ہے اور ابھی تک اس وباء سے شفائے کامل کے آثار نظر نہیں آتے۔ اللھم ارحم علی امت حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم۔

خود ہندو پاکستان میں دیکھ لیجئے! کونے کونے میں نئی نئی بدعات' عجیب عجیب رسومات نظر آئیں گی۔ کہیں محرم میں تعزیہ سازی ہو رہی ہے تو کہیں کاغذی گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔ کہیں قبروں پر غلافوں کے جلوس نکل رہے ہیں تو کہیں علم اٹھائے جا رہے ہیں۔ تعجب مزید یہ کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اس طرح اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ علماء ہیں کہ منہ میں لگام لگائے بیٹھے ہیں۔ کچھ جواز تلاش کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں کیونکہ اس طرح با آسانی ان کی دکان چل سکتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ **زاد الحاکم في حديث جابر فقال هما عليک و في مالک والميت منهما بری قال نعم فصلی عليه فجعل رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا لقی اباقتادة يقول ماصنعت الديناران حتی کان اخر ذالک ان قال قد قضيتهما يا رسول الله قال الآن حين بردت عليه جلده و قد وقعت هذه القصة مرة اخری فروی**

الدار قطني من حديث علي کان رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا اتی بجنازة لم يسال عن شئی من عمل الرجل و يسال عن دينه فان قيل عليه دين کف و ان قيل ليس عليه دين صلی فاتی بجنازة فلما قام ليکبر سال هل عليه دين؟ فقالوا ديناران فعدل عنه فقال علي هما علي يا رسول الله و هو بری منهما فصلی عليه ثم قال لعلي جزاک الله خيرا وفک الله رهانک (فتح الباری)

یعنی حدیث جابر میں حاکم نے یوں زیادہ کیا ہے کہ میت کے قرض والے وہ دو دینار تیرے اوپر تیرے مال میں سے ادا کرنے واجب ہو گئے۔ اور میت ان سے بری ہو گئی۔ اس صحابی نے کہا' ہاں یا رسول اللہ واقعہ یہی ہے۔ پھر آپؐ نے اس میت پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پس جب بھی رسول کریم ﷺ ابو قتادہ سے ملاقات فرماتے آپ دریافت کرتے تھے کہ اے ابو قتادہ! تمہارے ان دو دیناروں کا وعدہ کیا ہوا؟ یہاں تک کہ ابو قتادہ نے کہہ دیا کہ حضور ان کو میں ادا کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اب تم نے اس میت کی کھال کو ٹھنڈا کر دیا۔ ایسا ہی واقعہ ایک مرتبہ اور بھی ہوا ہے جسے دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا آپ اس کے کسی عمل کے بارے میں کچھ نہ پوچھتے مگر قرض سے متعلق ضرور پوچھتے۔ اگر اسے مقروض بتلایا جاتا تو آپ اس کا جنازہ نہ پڑھتے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو آپ جنازہ پڑھا دیتے۔ پس ایک دن ایک جنازہ لایا گیا۔ جب آپ نماز کی تکبیر کہنے لگے تو پوچھا کہ کیا یہ مقروض ہے؟ کہا گیا کہ ہاں دو دینار کا مقروض ہے۔ پس آپ جنازہ پڑھانے سے رک گئے۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور وہ دو دینار میرے ذمہ ہیں۔ میں ادا کر دوں گا اور یہ میت ان سے بری ہے۔ پھر آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ اے علی! اللہ تم کو جزائے خیر دے' اللہ تم کو بھی تمہارے رہن سے آزاد کرے یعنی تم کو جنت عطا کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی میت مقروض ہو اور اس وجہ سے اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھائی جا رہی ہو تو اگر کوئی مسلمان اس کی مدد کرے اور اس کا قرضہ اپنے سر لے لے تو یہ بہت بڑا کار ثواب اور باعث رضائے خدا و رسول ہے۔ اور اس حدیث کے ذیل میں داخل ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا۔ خاص طور پر جب کہ وہ دنیا سے کوچ کر رہا ہے۔ ایسے وقت ایسی امداد بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مگر بعض نام نہاد مسلمانوں کی عقلوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی امداد پر ایک کوڑی خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ویسے نام نمود کے لئے مردہ کی فاتحہ' تیجہ' چالیسواں من گھڑت رسموں پر کتنا ہی روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ

رسوم ہیں جن کا قرآن و حدیث و اقوال صحابہ حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مگر شکم پرور علماء نے ایسی رسموں کی حمایت میں ایک طوفان جدال کھڑا کر رکھا ہے۔ اور ان رسموں کو عین خوشنودی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں اور ان کے اثبات کے لئے آیات قرآنی و احادیث نبوی میں وہ وہ تاویلات فاسدہ کرتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ سچ ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھورد جو ہمارے امردین میں ایسی نئی چیز نکالے جس کا ثبوت ہماری شریعت سے نہ ہو' وہ مردود ہے۔ ظاہر ہے کہ رسوم مروجہ نہ عہد رسالت میں تھیں نہ عہد صحابہ و تابعین میں جب کہ ان زمانوں میں بھی مسلمان وفات پاتے تھے' شہید ہوتے تھے مگر ان میں کسی کے بھی تیجہ چالیسویں کا ثبوت نہیں حتیٰ کہ خود حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی ثبوت نہیں کہ ان کا تیجہ' چالیسواں کیا گیا ہو۔ نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تیجہ فاتحہ ثابت ہے۔ جب حقیقت یہ ہے کہ تو اپنی طرف سے شریعت میں کمی بیشی کرنا خود لعنت خداوندی میں گرفتار ہونا ہے' اعاذنا اللہ منھا' آمین۔

۳۹- کتاب الکفالۃ

کفالت کے مسائل کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالأَبْدَانِ وَ غَيْرِهَا

باب قرضوں وغیرہ کی حاضر ضمانت اور مالی ضمانت کے بیان میں

شریعت میں یہ دونوں درست ہیں۔ ضامن کو مدینہ والے زعیم اور مصر والے حمیل اور عراق والے کفیل کہتے ہیں۔

٢٢٩٠- وَ قَالَ أَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ ((أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كُفَلاَءَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ، وَ كَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ، فَصَدَّقَهُمْ، وَ عَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ))
وَقَالَ جَرِيْرٌ وَ الأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُرْتَدِّيْنَ: اسْتَتِبْهُمْ وَ كَفِّلْهُمْ فَتَابُوا وَ كَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ.

(٢٢٩٠) اور ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی نے اور ان سے ان کے والد (حمزہ) نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ (جہاں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے ہم بستری کر لی۔ حمزہ نے اس کی ایک شخص سے پہلے ضمانت لی' یہاں تک کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی تھی۔ اس آدمی نے جو جرم اس پر لگا تھا' اس کو قبول کیا تھا لیکن جہالت کا عذر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو معذور رکھا تھا۔ اور جریر اور اشعث نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

وَ قَالَ حَمَّادُ: إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَ قَالَ الْحَكَمُ: يَضْمَنُ.

مرتدوں کے بارے میں کہا کہ ان سے توبہ کرائیے اور ان کی ضمانت طلب کیجئے (کہ دوبارہ مرتد نہ ہوں گے)۔ چنانچہ انہوں نے توبہ کرلی اور ضمانت خود انہیں کے قبیلہ والوں نے دے دی۔ حماد نے کہا جس کا حاضر ضامن ہو اگر وہ مرجائے تو ضامن پر کچھ تاوان نہ ہوگا۔ لیکن حکم نے کہا کہ ذمہ کا مال دینا پڑے گا۔

۲۲۹۱-- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ((عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَالَ: ائْتِنِيْ بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ كَفَى بِاللهِ شَهِيْدًا. قَالَ: فَأْتِنِيْ بِالْكَفِيْلِ، قَالَ: كَفَى بِاللهِ كَفِيْلاً. قَالَ: صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلأَجَلِ الَّذِيْ أَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيْهَا أَلْفَ دِيْنَارٍ وَ صَحِيْفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِيْنَارٍ فَسَأَلَنِيْ كَفِيْلاً فَقُلْتُ كَفَى بِاللهِ كَفِيْلاً، فَرَضِيَ بِكَ. وَ سَأَلَنِيْ شَهِيْدًا فَقُلْتُ: كَفَى بِاللهِ شَهِيْدًا، فَرَضِيَ بِذَلِكَ: وَ إِنِّيْ جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِيْ لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ وَ إِنِّيْ أَسْتَوْدِعُكَهَا. فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى

(۲۲۹۱) ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ لیث نے بیان کیا' ان سے جعفر بن ربیعہ نے' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لا جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لا۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے۔ اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کردے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آئے۔ پھر کہا' اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا' تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے۔ تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا۔ اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری

وَلَجَتْ فِيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَ هُوَ فِيْ ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ. فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَالُ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَ الصَّحِيْفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِيْنَارٍ فَقَالَ: وَاللهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِيْ طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ أَتَيْتُ فِيْهِ. قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيْهِ. قَالَ: فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّيْنَارِ رَاشِدًا)).

ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہا دی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھا کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر میں جا سکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی' وہی جس میں مال تھا۔ انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لئے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں۔ لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لئے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا۔ جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔

تشریح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول جو یہاں مذکور ہوا ہے اس کو امام بیہقی نے وصل کیا۔ اور ایک قصہ بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ابن نواحہ کا موذن اذان میں یوں کہتا ہے اشہد ان مسیلمۃ رسول اللہ۔ انہوں نے ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ ابن نواحہ کی تو گردن مار دی اور اس کے ساتھیوں کے باب میں مشورہ لیا۔ عدی بن حاتم نے کہا قتل کرو۔ جریر اور اشعث نے کہا ان سے توبہ کراؤ اور ضمانت لو۔ وہ ایک سو ستر آدمی تھے۔ ابن ابی شیبہ نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدود میں کفالت سے دیون میں بھی کفالت کا حکم ثابت کیا۔ لیکن حدود اور قصاص میں کوئی کفیل ہو اور اصل مجرم یعنی مکفول عنہ غائب ہو جائے تو کفیل پر حد یا قصاص نہ ہو گا اس پر اتفاق ہے لیکن قرضہ میں جو کفیل ہو اس کو قرض ادا کرنا ہو گا۔ (وحیدی)

حدیث میں بنی اسرائیل کے جن دو شخصوں کا ذکر ہے ان کی مزید تفصیلات جو حدیث ہذا میں نہیں ہیں تو اللہ کے حوالہ ہیں کہ وہ لوگ کون تھے' کہاں کے باشندے تھے؟ کون سے زمانہ سے ان کا تعلق ہے؟ بہر حال حدیث میں مذکورہ واقعہ اس قابل ہے کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے۔ اگرچہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اور یہاں ہر چیز ایک سبب سے وابستہ ہے۔ قدرت نے اس کارخانہ عالم کو اسی بنیاد پر قائم کیا ہے مگر کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی وجود پذیر ہو جاتی ہیں۔

ان ہر دو میں سے قرض لینے والے نے دل کی پختگی اور ایمان کی مضبوطی کے ساتھ محض ایک اللہ پاک ہی کا نام بطور ضامن اور کفیل پیش کر دیا۔ کیونکہ اس کے دل میں قرض کے ادا کرنے کا یقینی جذبہ تھا۔ اور وہ قرض حاصل کرنے سے قبل عزم مصمم کر چکا تھا کہ اسے کسی نہ کسی صورت یہ قرض بالضرور واپس کرنا ہو گا۔ اسی عزم صمیم کی بنا پر اس نے یہ قدم اٹھایا۔ حدیث میں اسی لئے فرمایا گیا کہ جو شخص قرض لیتے وقت ادائیگی کا عزم صمیم رکھتا ہے اللہ پاک ضرور اس کی مدد کرتا اور اس کا قرض ادا کرا دیتا ہے۔ اسی لئے ادائیگی کے وقت وہ شخص کشتی کی تلاش میں ساحل بحر پر آیا کہ سوار ہو کر وقت مقررہ پر قرض ادا کرنے کے لئے قرض خواہ کے گھر حاضر ہو جائے۔ مگر اتفاق کہ تلاش بسیار کے باوجود اس کو سواری نہ مل سکی اور مجبوراً اس نے قرض کے دینار ایک لکڑی کے سوراخ میں بند کر کے اور اس کے ساتھ تعارفی پرچہ رکھ کر لکڑی کو دریا میں اللہ کے بھروسہ پر ڈال دیا' اس نے یہ عزم کیا ہوا تھا کہ لکڑی کی یہ رقم اگر اس قرض خواہ بھائی کو اللہ وصول کرا دے تو فبہا ورنہ وہ جب بھی وطن لوٹے گا اس کو دوبارہ یہ رقم ادا کرے گا۔ ادھر وہ قرض دینے والے ساحل بحر پر کسی آنے والی کشتی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ بھائی وقت مقررہ پر اس کشتی سے آئے گا اور رقم ادا کرے گا۔ مگر وہ بھی ناکام ہو کر جا ہی رہا تھا کہ اچانک دریا میں اس بہتی ہوئی لکڑی پر نظر جا پڑی اور اس نے ایک عمدہ لکڑی جان کر ایندھن وغیرہ کے خیال سے اسے حاصل کر لیا۔ گھر لے جانے پر اس لکڑی کو کھولا' تو حقیقت حال سے اطلاع پا کر اور اپنی رقم وصول کر کے مسرور ہوا چونکہ ادا کرنے والے حضرت کو وصول کرنے کی اطلاع نہ تھی وہ احتیاطاً وطن آنے پر دوبارہ یہ رقم لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تفصیلات سے ہر دو کو علم ہوا اور دونوں بے انتہا مسرور ہوئے۔

یہ توکل علی اللہ کی وہ منزل ہے جو ہر کسی کو نہیں حاصل ہوتی۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ اپنے اونٹ رات کو خوب مضبوط باندھ کر اللہ پر بھروسہ رکھو کہ اسے کوئی نہیں چرائے گا۔

گفت پیغمبر با آواز بلند　　بر توکل زانوے اشتر بہ بند

آج بھی ضرورت ہے کہ قرض حاصل کرنے والے مسلمان اس عزم صمیم و توکل علی اللہ کا مظاہرہ کریں کہ وہ اللہ کی توفیق سے ضرور ضرور قرض کی رقم جلد ہی واپس کریں گے۔ وہ ایسا کریں گے تو اللہ بھی ان کی مدد کرے گا اور ان سے ان کا قرض ادا کرا دے گا۔

ان دونوں شخصوں کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حافظ نے کہا محمد بن ربیع نے مسند صحابہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ قرض دینے والا نجاشی تھا۔ اس صورت میں اس کو بنی اسرائیل فرمانا اس وجہ سے ہو گا کہ وہ بنی اسرائیل کا متبع تھا نہ یہ کہ ان کی اولاد میں تھا۔ علامہ عینی نے اپنی عادت کے موافق حافظ صاحب پر اعتراض کیا اور حافظ صاحب کی وسعت نظر اور کثرت علم کی تعریف نہ کی۔ اور کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا حالانکہ حافظ صاحب نے خود فرما دیا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول ہے۔ (وحیدی)

اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

و فی الحدیث جواز الاجل فی القرض وجوب الوفاء به و فیه التحدث عما کان فی بنی اسرائیل و غیرهم من العجائب للاتعاظ والائتساء و فیه التجارة فی البحر و جواز رکوبه و فیه بداة الکاتب بنفسه و فیه طلب الشهود فی الدین و طلب الکفیل به و فیه فضل التوکل علی الله و ان من صح توکله تکفل الله بنصره و عونه الخ (فتح)

یعنی اس حدیث میں جواز ہے کہ قرض میں وقت مقرر کیا جائے اور وقت مقررہ پر ادائیگی کا وجوب بھی ثابت ہوا اور اس سے بنی اسرائیل کے عجیب واقعات کا بیان کرنا بھی جائز ثابت ہوا تا کہ ان سے عبرت حاصل کی جائے' اور ان کی اقتداء کی جائے اور اس سے دریائی تجارت کا بھی ثبوت ہوا اور دریائی سواریوں پر سوار ہونا بھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کاتب شروع میں اپنا نام لکھے اور اس سے قرض کے متعلق گواہوں کا طلب کرنا اور اس کے کفیل کا طلب بھی ثابت ہوا۔ اور اس سے توکل علی اللہ کی فضیلت بھی نکلی اور یہ بھی کہ جو حقیقی صحیح متوکل ہو گا اللہ پاک اس کی مدد اور نصرت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

خود قرآن پاک میں ارشاد باری ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ (الطلاق : ۳) جو اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کے لئے کافی و وافی ہے۔ اس قسم کی بہت سی آیات قرآن مجید میں وارد ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہاتھ پیر چھوڑ کر بیٹھ جانے کا نام توکل نہیں ہے۔ بلکہ کام کو پوری قوت کے ساتھ انجام دینا اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کر دینا اور خیر کے لئے اللہ سے پوری پوری امید رکھنا یہ توکل ہے۔ جو ایک مسلمان کے لئے داخل ایمان ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا ہے انا عند ظن عبدی بی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ وہ میرے متعلق جو بھی گمان قائم کرے گا۔ مطلب یہ کہ بندہ اللہ پر جیسا بھی بھروسہ کرے گا' اللہ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا۔ اسرائیلی مومن نے اللہ پر پورا بھروسہ کر کے ایک ہزار اشرفیوں کی خطیر رقم کو اللہ کے حوالہ کر دیا۔ اللہ نے اس کے گمان کو صحیح کر کے دکھلا دیا۔

شروع میں ابوالزناد کی روایت سے جو واقعہ مذکور ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کی لونڈی کو اپنا ہی مال سمجھ کر اس سے بوجہ نادانی صحبت کر لی۔ یہ مقدمہ حضرت عمر بنائی کی عدالت عالیہ میں آیا تو آپ نے اس کی نادانی کے سبب اس پر رجم کی سزا معاف کر دی مگر بطور تعزیر سو کوڑے لگوائے۔ پھر جب حضرت حمزہ اسلمی وہاں زکوٰۃ وصول کرنے بطور تحصیلدار گئے' تو ان کے سامنے بھی یہ معاملہ آیا۔ ان کو حضرت عمر بنائی کے فیصلے کا علم نہ تھا۔ لوگوں نے ذکر کیا تب بھی ان کو یقین نہ آیا۔ اس لئے قبیلہ والوں میں سے کسی نے اپنی ضمانت پیش کی کہ آپ حضرت عمر بنائی سے اس کی تصدیق فرمالیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ ضمانت قبول کی اور حضرت عمر بنائی سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی۔ حضرت امام بخاری رطیلیہ نے اس سے حاضر ضمانت کو ثابت فرمایا ہے۔

۲- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾

باب اللہ تعالیٰ کا (سورۂ نساء میں) یہ ارشاد کہ ”جن لوگوں سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ہے' ان کا حصہ ان کو ادا کرو۔“

۲۲۹۲- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ قَالَ: وَرَثَة ﴿وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ

(۲۲۹۲) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے ادریس نے' ان سے طلحہ بن مصرف نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ (قرآن مجید کی آیت) ﴿ لکل جعلنا موالی ﴾ کے متعلق ابن عباس نے فرمایا کہ (موالی کے معنی) ورثہ کے ہیں۔ اور ﴿ والذین عقدت ایمانکم ﴾ (کا

أَيْمَانُكُمْ﴾ قَالَ: كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ : يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ، لِلأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نَسَخَتْ. ثُمَّ قَالَ: ﴿وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ إِلاَّ النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيْحَةَ - وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ - وَيُوصِي لَهُ)).

[طرفاه في: ٤٥٨٠، ٦٧٤٧].

قصہ یہ ہے کہ) مہاجرین جب مدینہ آئے تو مہاجر انصار کا ترکہ پاتے تھے۔ اور انصاری کے ناتہ داروں کو کچھ نہ ملتا۔ اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی کریم ﷺ کی قائم کی ہوئی تھی۔ پھر جب آیت ولکل جعلنا موالی نازل ہوئی تو پہلی آیت والذین عقدت ایمانکم منسوخ ہو گئی۔ سوا امداد' تعاون اور خیر خواہی کے۔ البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہو گیا۔ اور وصیت جتنی چاہے کی جا سکتی ہے۔ (جیسی اور شخصوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ تہائی ترکہ میں سے وصیت کی جا سکتی ہے جس کا نفاذ کیا جائے گا)

تشریح یعنی مولی الموالاۃ سے عرب لوگوں میں دستور تھا کسی سے بہت دوستی ہو جاتی تو اس سے معاہدہ کرتے اور کہتے کہ تیرا خون ہمارا خون ہے۔ اور تو جس سے لڑے ہم اس سے لڑیں' تو جس سے صلح کرے ہم اس سے صلح کریں۔ تو ہمارا وارث ہم تیرے وارث' تیرا قرضہ ہم سے لیا جائے گا ہمارا قرضہ تجھ سے' تیری طرف سے ہم دیت دیں تو ہماری طرف سے۔

شروع زمانہ اسلام میں ایسے شخص کو ترکہ کا چھٹا ملنے کا حکم ہوا تھا۔ پھر یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔ ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ (الانفال: ۷۵) ابن منیر نے کہا کفالت کے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ اس کو اس لئے لائے کہ جب حلف سے جو ایک عقد تھا' شروع زمانہ اسلام میں ترکہ کا استحقاق پیدا ہو گیا تو کفالت کرنے سے بھی مال کی ذمہ داری کفیل پر پیدا ہو گی کیونکہ وہ بھی ایک عقد ہے۔

عربوں میں جاہلی دستور تھا کہ بلاحق و ناحق دیکھے کسی اہم موقعہ پر محض قبائلی عصبیت کے تحت قسم کھا بیٹھتے کہ ہم ایسا ایسا کریں گے۔ خواہ حق ہو تا یا ناحق' اسی کو حلف جاہلیت کہا گیا۔ اور بتلایا کہ اسلام میں ایسی غلط قسم کی قسموں کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اسلام سرا سر عدل کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾ (المائدہ: ۸) محض قومی عصبیت کی بنا پر ہرگز ظلم پر کمر نہ باندھو۔ انصاف کرو کہ تقویٰ سے انصاف ہی قریب ہے۔

قال الطبری ما استدل به انس علی اثبات الحلف لاینافی حدیث جبیر بن مطعم فی نفیه فان الاخاء المذکور کان فی اول الهجرة و کانوا یتوارثون به ثم نسخ من ذالک المیراث و بقی مالم یبطله القرآن و هو التعاون علی الحق و النصر والاخذ علی یدالظالم کما قال ابن عباس الاالنصر والنصیحة والرفادة و یوصی له و قد ذهب المیراث (فتح)

یعنی طبری نے کہا کہ اثبات حلف کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو استدلال کیا وہ جبیر بن مطعم کی نفی کے خلاف نہیں ہے۔ اخاء مذکور یعنی اس قسم کا بھائی چارہ شروع ہجرت میں قائم کیا گیا تھا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوا کرتے تھے۔ بعد میں میراث کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور وہ چیز اپنی حالت پر باقی رہ گئی جس کو قرآن مجید نے باطل قرار نہیں دیا۔ اور وہ باہمی حق پر تعاون اور امداد کرنا اور ظالم کے ہاتھ پکڑنا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میراث تو چلی گئی مگر ایک دوسرے کی مدد کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا یہ چیزیں باقی رہ گئی ہیں۔ بلکہ اپنے بھائیوں کے لئے وصیت بھی کی جا سکتی ہے۔

واقعہ مواخات اسلامی تاریخ کا ایک شاندار باب ہے۔ مہاجر جو اپنے گھربار وطن چھوڑ کر مدینہ شریف چلے آئے تھے ان کی دلجوئی

بہت ضروری تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے باشندگان انصار میں ان کو تقسیم فرما دیا۔ انصاری بھائیوں نے جس خلوص اور رفاقت کا ثبوت دیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی ناممکن ہے۔ آخر یہی مہاجر مدینہ کی زندگی میں گھل مل گئے۔ اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر خود انصار کے لئے باعث تقویت ہو گئے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آج مدینہ طیبہ ہی میں بیٹھ کر انصار مدینہ اور مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم کا یہ ذکر خیر یہاں لکھتے ہوئے دل پر ایک رقت آمیز اثر محسوس کر رہا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ انصار و مہاجر قصر اسلام کے دو اہم ترین ستون ہیں جن پر اس عظیم قصر کی تعمیر ہوئی ہے۔ آج بھی مدینہ کی فضا ان بزرگوں کے چھوڑے ہوئے تاثرات سے بھرپور نظر آ رہی ہے۔ مسجد نبوی حرم نبوی میں مختلف ممالک کے لاکھوں مسلمان جمع ہو کر عبادت الٰہی و صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اور سب میں مواخات اور اسلامی محبت کی ایک غیر محسوس لہر دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اگر مسلمان یہاں سے جانے کے بعد بھی باہمی مواخات کو ہر ہر جگہ قائم رکھیں تو دنیا انسانیت کے لئے وہ ایک بہترین نمونہ بن سکتے ہیں۔ ۴ صفر ۱۳۹۰ھ کو محترم بھائی حاجی عبدالرحمٰن سندی باب مجیدی مدینہ منورہ کے دولت کدہ پر یہ الفاظ نظرثانی کرتے ہوئے لکھے گئے۔ یہ سلسلہ اشاعت بخاری شریف مترجم اردو حاجی صاحب موصوف کی مجاہدانہ کوششوں کے لئے امید ہے کہ ہر مطالعہ کرنے والا بھائی دعائے خیر کرے گا۔

۲۲۹۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوفٍ، فَآخَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

[راجع: ۲۰۴۹]

(۲۲۹۳) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں آئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا۔

۲۲۹۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: قُلْتُ لأَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَبلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لاَ حِلْفَ فِي الإِسْلاَمِ؟ فَقَالَ: قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ ﷺ، بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالأَنْصَارِ فِي دَارِيْ)).

[طرفاه في : ۶۰۸۳، ۷۳۴۰].

(۲۲۹۴) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا' ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا' کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا' اسلام میں جاہلیت والے (غلط قسم کے) عہد و پیمان نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے تو خود انصار اور قریش کے درمیان میرے گھر میں عہد و پیمان کرایا تھا۔

معلوم ہوا کہ عہد و پیمان اگر حق اور انصاف اور عدل کی بنا پر ہو تو وہ مذموم نہیں ہے بلکہ ضروری ہے مگر اس عہد و پیمان میں صرف باہمی مدد و خیر خواہی مد نظر ہو گی۔ اور ترکہ کا ایسے بھائی چارہ سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔ کہ وہ وارثوں کا حق ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ ایسے مواقع پر حسب قائدہ شرعی مرنے والے کو وصیت کا حق حاصل ہے۔

۳- بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا

باب جو شخص کسی میت کے قرض کا ضامن بن جائے تو اس

فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ

کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا۔

۲۲۹۵- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنَ الأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ : ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟)) قَالُوا : لاَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ. ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ)). قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ)).

[راجع: ۲۲۸۹]

(۲۲۹۵) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' ان سے یزید بن ابی عبید نے' ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں نماز پڑھنے کے لئے کسی کا جنازہ آیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا' کیا اس میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھادی۔ پھر ایک اور جنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا' میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا' کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی نماز پڑھ لو' ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ ضامن اپنی ضمانت سے رجوع نہیں کر سکتا۔ جب وہ میت کے قرضے کا ضامن ہو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صرف ابو قتادہ کی ضمانت کے سبب اس پر نماز پڑھ لی۔ اگر رجوع جائز ہوتا تو جب تک ابو قتادہ رضی اللہ عنہ یہ قرض ادا نہ کر دیتے آپ اس پر نماز نہ پڑھتے۔

۲۲۹۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا))، فَلَمْ يَجِيءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُوبَكْرٍ فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ أَو دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَثَى لِي حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ وَقَالَ : خُذْ مِثْلَيْهَا.

(۲۲۹۶) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے محمد بن علی باقر سے سنا' اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بحرین سے (جزیہ کا) مال آیا تو میں تمہیں اس طرح دونوں لپ بھر بھر کر دوں گا لیکن بحرین سے مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک نہیں آیا پھر جب اس کے بعد وہاں سے مال آیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ جس سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وعدہ ہو یا آپ پر کسی کا قرض ہو وہ ہمارے یہاں آجائے۔ چنانچہ میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وہ باتیں فرمائی تھیں جسے سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا۔ میں نے اسے شمار کیا تو وہ پانچ سو کی رقم تھی۔ پھر فرمایا کہ اس کے دوگنا اور لے لو۔

[أطرافه في : ۲۵۹۸، ۲٦۸۳، ۳۱۲۷،
۳۱٦٤، ٤۳۸۳].

سب تین لپ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لپ بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا جیسے دوسری روایت میں ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شہادات میں نکالا' اس کی تصریح ہے۔ باب کا مطلب اس سے یوں نکالا کہ حضرت ۔ بکر رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین ہوئے تو گویا آپ کے سب معاملات اور وعدوں کے وہ کفیل ٹھہرے اور ان کو ان وعدوں کا پورا کرنا لازم ہوا۔ (قسطلانی)

٤- بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (ایک مشرک کا) امان دینا اور اس کے ساتھ آپ کا عہد کرنا

جو حدیث اس باب میں لائے اس کی مطابقت اس طرح ہے کہ پناہ دینے والے نے جس کو پناہ دی' گویا اس کی عدم ایذا کا متکفل ہوا۔ اور اس پر اس کفالت کا پورا کرنا لازم ہوا۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ عدم ایذا دستی اور لسانی کی ضمانت کرنا درست ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں رائج ہے۔ (وحیدی)

۲۲۹۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حدثنا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلاَّ وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ)).

وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلاَّ وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ. وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلاَّ يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً. فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُوبَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ، وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ يَا أَبَابَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي، فَأَنَا أُرِيْدُ

(۲۲۹۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا' اور انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو اسی دین اسلام کا پیروکار پایا۔ اور ابو صالح سلیمان نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا۔ ان سے یونس نے' اور ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین اسلام کا پیروکار پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام دونوں وقت تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف ہونے لگی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک الغماد پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قارہ کے سردار مالک ابن الدغنہ سے ہوئی۔ اس نے پوچھا' ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک ابن الدغنہ

أَنْ أَسِيحَ فِي الأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي. قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لاَ يَخْرُجُ وَلاَ يُخْرَجُ. فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَأَنَا لَكَ جَارٌ. فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلاَدِكَ. فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَابَكْرٍ لاَ يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلاَ يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلاً يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ؟ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَآمَنُوا أَبَابَكْرٍ، وَقَالُوا لاِبْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلاَ يُؤْذِينَا بِذَلِكَ، وَلاَ يَسْتَعْلِنُ بِهِ، فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا. قَالَ: ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لأَبِي بَكْرٍ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلاَ يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلاَةِ وَلاَ الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ. ثُمَّ بَدَا لأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاءُهُمْ يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَجُلاً بَكَّاءً لاَ يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَهُ: إِنَّا

نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کہ آپ تو محتاجوں کے لئے کماتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلئے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ ابن الدغنہ اپنے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لے آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابو بکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لئے کماتا ہے اور جو صلہ رحمی کرتا ہے اور جو مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے اور جو مہمان نوازی کرتا ہے اور جو حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو مان لیا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغنہ سے کہا کہ ابو بکر کو اس کی تاکید کر دینا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر ہی میں کر لیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں' اور قرآن کی تلاوت کریں۔ لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں۔ اور نہ اس کا اظہار کریں۔ کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے بچے اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغنہ نے یہ باتیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سنائیں۔ تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لئے ایک جگہ بنالی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا' مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے ہی رونے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش

كُنَّا أَجَرْنَا أَبَابَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ، وَقَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، فَأْتِهِ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ، وَإِنْ أَبَى إِلاَّ أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ، وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لأَبِي بَكْرٍ الإِسْتِعْلَانَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَابَكْرٍ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي؛ فَإِنِّي لاَ أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَإِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللهِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لابَتَيْنِ، وَهُمَا الْحَرَّتَانِ)). فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ. وَتَجَهَّزَ أَبُوبَكْرٍ مُهَاجِرًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: عَلَى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي. قَالَ أَبُوبَكْرٍ: هَلْ تَرْجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لِيَصْحَبَهُ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ

گھبرائے۔ اور سب نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنہ ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابوبکر کو اس لئے امان دی تھی کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت گھر کے اندر ہی کریں گے۔ لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے ساتھ نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنالی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈر ہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لئے اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کریں' پھر تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کہو کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑیں۔ لیکن اس طرح انہیں اظہار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عہد ہوا تھا۔ اب یا آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ یہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں۔ میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں' رسول کریم ﷺ ان دنوں مکہ ہی میں موجود تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھلایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے' جہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان میں ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا اظہار فرما دیا تو جن مسلمانوں نے ہجرت کرنی چاہی وہ پہلے ہی مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ بلکہ بعض وہ صحابہ بھی جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا' جلدی نہ کرو' امید ہے کہ مجھے بھی جلد ہی اجازت

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ)). [راجع: ٤٧٦]

مل جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ضرور! چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے' تاکہ آپ کے ساتھ ہجرت کریں۔ ان کے پاس دو اونٹ تھے' انہیں چار مہینے تک وہ ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

تشریح: یہ حدیث واقعہ ہجرت سے متعلق بہت سی معلومات پر مشتمل ہے' نیز اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا استقلال اور توکل علی اللہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ اسی شہر مکہ میں (جہاں بیٹھ کر کعبہ مقدس میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کو انتہائی ایذائیں دی جا رہی تھیں۔ جن سے مجبور ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ مقدس شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور ہجرت حبشہ کے ارادے سے برک الغماد نامی ایک مقام قریب مکہ میں پہنچ چکے تھے۔ کہ آپ کو قارہ قبیلے کا ایک سردار مالک بن دغنہ ملا۔ قارہ بنی اہون قبیلہ کی ایک شاخ تھی جو تیراندازی میں مشہور تھے۔ اس قبیلے کے سردار مالک بن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب حالت سفر میں کوچ کرتے دیکھا' تو فوراً اس کے منہ سے نکلا کہ آپ جیسا شریف آدمی جو غریب پرور ہو' صلہ رحمی کرنے والا ہو' جو دوسروں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھالیتا ہو اور جو مہمان نوازی میں بے نظیر خوبیوں کا مالک ہو' ایسا نیک ترین انسان ہرگز مکہ سے نہیں نکل سکتا' نہ وہ نکالا جا سکتا ہے۔ آپ میری پناہ میں ہو کر واپس مکہ تشریف لے چلئے اور وہیں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ اور ابن دغنہ نے مکہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے امن دینے کا اعلان عام کر دیا۔ جسے قریش نے بھی منظور کر لیا۔ مگر یہ شرط ٹھہرائی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علانیہ نماز نہ پڑھیں' نہ تلاوت قرآن فرمائیں' جسے سن کر ہمارے نوجوان بگڑ جاتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر تنگی محسوس فرما کر باہر دالان میں بیٹھنا اور قرآن شریف پڑھنا شروع فرما دیا۔ اسی پر کفار قریش نے شکوہ شکایتوں کا سلسلہ شروع کر کے ابن دغنہ کو ورغلایا اور وہ اپنی پناہ واپس لینے پر تیار ہو گیا۔ جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صاف فرما دیا کہ انی اردک الیک جوارک وارضی بجوار اللہ یعنی اے ابن دغنہ! میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں اور میں اللہ پاک کی امان پر راضی ہوں۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف ہی میں موجود تھے' آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائی تو بتلایا کہ جلد ہی ہجرت کا واقعہ سامنے آنے والا ہے۔ اور اللہ نے مجھے تمہاری ہجرت کا مقام بھی دکھلا دیا ہے۔ جس سے آپؐ کی مراد مدینہ طیبہ سے تھی۔ اس بشارت کو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹیوں کو سفر کے لئے تیار کرنے کے خیال سے ببول کے پتے بکثرت کھلانے شروع کر دیئے۔ تاکہ وہ تیز رفتاری سے ہجرت کے وقت سفر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ آپ چار ماہ تک لگا تار ان سواریوں کو سفر ہجرت کے لئے تیار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہجرت کا وقت آ گیا۔

اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے کہ ابن دغنہ نے گویا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ضمانت کی تھی' کہ ان کو مالی اور بدنی ایذا نہ پہنچے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ والغرض من ھذا الحدیث ھنا رضا ابی بکربجوار ابن الدغنۃ و تقریر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ علی ذالک ووجہ دخولہ فی الکفالۃ انہ لائق بکفالۃ الابدان لان الذی اجارہ کانہ تکفل بنفس المجاران لا یضام قالہ ابن المنیر (فتح) یعنی یہاں اس حدیث کے درج کرنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کی پڑوس اور اس کی پناہ دینے پر راضی ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو ثابت رکھا۔ اور اس حدیث کو باب الکفالۃ میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ابدان کا کفالت میں دینا جائز ثابت ہوا۔ گویا جس نے ان کو پناہ دی وہ ان کی جان کے کفیل بن گئے کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

اللہ کی شان ایک وہ وقت تھا اور ایک وقت آج ہے کہ مکہ معظمہ ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت میں دنیائے اسلام کے ستر کروڑ انسانوں کا قبلہ و کعبہ بنا ہوا ہے۔ جہاں ہر سال بر تقریب حج ۲۰ - ۲۵ لاکھ مسلمان جمع ہو کر صداقت اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔
الحمد للہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہ و ہزم الاحزاب وحدہ فلا شئی بعدہ
آج ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو بعد مغرب مطاف مقدس میں بیٹھ کر یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

٥- بَابُ الدَّيْنِ

۲۲۹۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ: هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلاً؟ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى، وَإِلاَّ قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ: ((صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ)). فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ: ((أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ)).

[أطرافه في: ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ٤٧٨١، ٥٣٧١، ٦٧٣١، ٦٧٤٥، ٦٧٦٣].

باب قرض کا بیان

(۲۲۹۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس جب کسی ایسی میت کو لایا جاتا جس پر کسی کا قرض ہوتا تو آپؐ فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کے ادا کرنے کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ پھر اگر کوئی آپ کو بتا دیتا کہ ہاں اتنا مال ہے جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ اس کی نماز پڑھاتے' ورنہ آپؐ مسلمانوں ہی سے فرما دیتے کہ اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر فتح کے دروازے کھول دیئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ مستحق ہوں۔ اس لئے اب جو بھی مسلمان وفات پا جائے اور وہ مقروض رہا ہو تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمے ہے۔ اور جو مسلمان مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔

تشریح معلوم ہوا کہ قرض داری بری بلا ہے۔ آنحضرت نے اس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھائی' اسی لئے قرض سے ہمیشہ بچنے کی دعا کرنا ضروری ہے۔ اگر مجبوراً قرض لینا پڑے تو اس کی ادائیگی کی کامل نیت رکھنا چاہئے' اس طرح اللہ پاک بھی اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر دل میں بے ایمانی ہو تو پھر اللہ بھی ایسے ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے۔

لغت میں وکالت کے معنی سپرد کرنا اور شریعت میں وکالت اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنا کوئی کام کسی کے سپرد کر دے بشرطیکہ اس کام میں نیابت اور قائم مقامی ہو سکتی ہو۔ آج یوم عاشورہ کو کعبہ شریف میں بوقت تہجد یہ نوٹ لکھا گیا۔

١ - بَابُ وَكَالَةِ الشَّرِيْكِ الشَّرِيْكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا

باب تقسیم وغیرہ کے کام میں ایک ساجھی کا اپنے دوسرے ساجھی کو وکیل بنا دینا

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانی کے جانور میں شریک کر لیا پھر انہیں حکم دیا کہ فقیروں کو بانٹ دیں۔

٢٢٩٩- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلاَلِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُودِهَا)). [راجع: ١٧٠٧]

(٢٢٩٩) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا' ان سے مجاہد نے' ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو میں خیرات کر دوں جنہیں قربانی کیا گیا تھا۔

اس روایت میں گو شرکت کا ذکر نہیں' مگر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا جس کو کتاب الشرکۃ میں نکالا ہے۔ اس میں صاف یوں ہے کہ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی میں شریک کر لیا تھا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے ان امور کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا۔ اسی سے وکالت کا جواز ثابت ہوا جو باب کا مقصد ہے۔

٢٣٠٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ

(٢٣٠٠) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا' ان سے لیث نے بیان کیا' ان سے یزید نے' ان سے ابوالخیر نے' اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

عُقْبَةَ بْنِ عامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غنما يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ، فَبَقِيَ عَتُودٌ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ضَحِّ أَنْتَ)).

نے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ بکریاں ان کے حوالہ کی تھیں تاکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کو تقسیم کر دیں۔ ایک بکری کا بچہ باقی رہ گیا۔ جب اس کا ذکر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کیا' تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تو قربانی کر لے۔

[أطرافه في : ۲۵۰۰، ۵۵٤۷، ۵۵۵۵].

اس سے بھی وکالت ثابت ہوئی۔ اور یہ بھی کہ وکیل کے لئے ضروری ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آسکے تو اس کی اپنے موکل سے تحقیق کر لے۔

۱- بَابُ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ - أَوْ فِي دَارِ الإِسْلَامِ - جَازَ

باب اگر کوئی مسلمان دارالحرب یا دارالاسلام میں کسی حربی کافر کو اپنا وکیل بنائے تو جائز ہے!

۲۳۰۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا بِأَنْ يَحْفَظَنِي فِي صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَلَمَّا ذَكَرْتُ ((الرَّحْمَنَ)) قَالَ: لاَ أَعْرِفُ الرَّحْمَنَ، كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَاتَبْتُهُ (عَبْدُ عَمْرٍو). فَلَمَّا كَانَ فِي يَومِ بَدْرٍ خَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لأُحْرِزَهُ حِيْنَ نَامَ النَّاسُ، فَأَبْصَرَهُ بِلاَلٌ، فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ : أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، لاَ نَجَوْتَ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ. فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيْقٌ مِنَ الأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا، فَلَمَّا

(۲۳۰۱) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یوسف بن ماجشون نے بیان کیا' ان سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے' ان سے ان کے باپ نے' اور ان سے صالح کے دادا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے امیہ بن خلف سے یہ معاہدہ اپنے اور اس کے درمیان لکھوایا کہ وہ میرے بال بچوں یا میری جائیداد کی جو مکہ میں ہے' حفاظت کرے اور میں اس کی جائیداد کی جو مدینہ میں ہے' حفاظت کروں۔ جب میں نے اپنا نام لکھتے وقت رحمٰن کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں رحمٰن کو کیا جانوں۔ تم اپنا وہی نام لکھواؤ جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ میں نے عبد عمرو لکھوایا۔ بدر کی لڑائی کے موقع پر میں ایک پہاڑ کی طرف گیا' تاکہ لوگوں سے آنکھ بچا کر اس کی حفاظت کر سکوں' لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور فوراً ہی انصار کی ایک مجلس میں آئے۔ انہوں نے مجلس والوں سے کہا کہ یہ دیکھو امیہ بن خلف (کافر دشمن اسلام) ادھر موجود ہے۔ اگر امیہ کافر بچ نکلا تو میری ناکامی ہو گی۔ چنانچہ ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچھے ہولی۔ جب مجھے خوف ہوا کہ اب یہ لوگ ہمیں آلیں گے' تو میں نے اس کے ایک لڑکے کو آگے کر دیا

خَشِيتُ أَنْ يَلْحَقُونَا خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ لِأُشْغِلَهُمْ فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَبَوْا حَتَّى يَتْبَعُونَا - وَكَانَ رَجُلاً ثَقِيلاً - فَلَمَّا أَدْرَكُونَا قُلْتُ لَهُ : ابْرُكْ، فَبَرَكَ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لِأَمْنَعَهُ، فَتَخَلَّلُوهُ بِالسُّيُوفِ مِنْ تَحْتِي حَتَّى قَتَلُوهُ، وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِي بِسَيْفِهِ. وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوفٍ يُرِينَا ذَلِكَ الأَثَرَ فِي ظَهْرِ قَدَمِهِ)).

[طرفه في : ٣٩٧١].

تاکہ اس کے ساتھ (آنے والی جماعت) مشغول رہے۔ لیکن لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور پھر بھی وہ ہماری ہی طرف بڑھنے لگے۔ امیہ بہت بھاری جسم کا تھا۔ آخر جب جماعت انصار نے ہمیں آ لیا تو میں نے اس سے کہا کہ زمین پر لیٹ جا۔ جب وہ زمین پر لیٹ گیا تو میں نے اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا۔ تاکہ لوگوں کو روک سکوں۔ لیکن لوگوں نے میرے جسم کے نیچے سے اس کے جسم پر تلوار کی ضربات لگائیں اور اسے قتل کر کے ہی چھوڑا۔ ایک صحابی نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کا نشان اپنے قدم کے اوپر ہمیں دکھایا کرتے تھے۔

تشریح اس کا نام علی بن امیہ تھا۔ اس کی مزید شرح غزوہ بدر کے ذکر میں آئے گی۔ ترجمہ باب اس حدیث سے یوں نکلا کہ امیہ کافر حربی تھا اور دارالحرب یعنی مکہ میں مقیم تھا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسلمان تھے لیکن انہوں نے اس کو وکیل کیا۔ اور جب دارالحرب میں اس کو وکیل کرنا جائز ہوا' تو اگر وہ امان لے کر دارالاسلام میں آئے جب بھی اس کو وکیل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ ابن منذر نے کہا اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں کہ کافر حربی مسلمان کو وکیل یا مسلمان کافر حربی کو وکیل بنائے' دونوں درست ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ اس نے آپ کو بے انتہا تکالیف دی تھیں' تاکہ آپ اسلام سے پھر جائیں۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آخر تک ثابت قدم رہے یہاں تک کہ بدر کا معرکہ ہوا۔ جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس ملعون کو دیکھ کر انصار کو بلایا۔ تاکہ ان کی مدد سے اسے قتل کیا جائے۔ مگر چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اور اس ملعون امیہ کی باہمی خط و کتابت تھی اس لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسے بچانا چاہا۔ اور اس کے لڑکے کو انصار کی طرف دھکیل دیا۔ تاکہ انصار اسی کے ساتھ مشغول رہیں۔ مگر انصار نے اس لڑکے کو قتل کر کے امیہ پر حملہ آور ہونا چاہا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کے اوپر لیٹ گئے۔ تاکہ اس طرح اسے بچا سکیں مگر انصار نے اسے آخر قتل کر ہی دیا۔ اور اس جھڑپ میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا۔ جس کے نشانات وہ بعد میں دکھلایا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر فرماتے ہیں:۔ ووجه اخذ الترجمة من هذا الحديث ان عبدالرحمن بن عوف و هو مسلم في دارالاسلام فوض الى امية بن خلف و هو كافر في دارالحرب ما يتعلق باموره والظاهر اطلاع النبي صلى الله عليه وسلم و لم ينكره و قال ابن المنذر توكيل المسلم حربيا مستامنا و توكيل الحربي المستامن مسلما لا خلاف في جوازه یعنی اس حدیث سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو مسلمان تھے اور دارالاسلام میں تھے انہوں نے اپنا مال دارالحرب میں امیہ بن خلف کافر کے حوالہ کر دیا اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا۔ مگر آپؐ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس لئے ابن منذر نے کہا ہے کہ مسلمان کا کسی امانت دار حربی کافر کو وکیل بنانا اور کسی حربی کافر کا کسی امانت دار مسلمان کو اپنا وکیل بنا لینا' ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

٣- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ

باب صرافی اور ماپ تول میں وکیل کرنا

وَالْمِيْزَانِ وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صرافی میں وکیل کیا تھا۔

صرافی بیع صرف کو کہتے ہیں۔ یعنی روپوں' اشرفیوں کو بدلنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو سعید بن منصور نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو بھی انہیں نے وصل کیا ہے۔ حافظ نے کہا اس کی اسناد صحیح ہیں۔

۲۳۰۲، ۲۳۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ: ((أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟)) فَقَالَ: إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلاَثَةِ. فَقَالَ ((لاَ تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا)). وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلَ ذَلِكَ)).

[راجع: ۲۲۰۱، ۲۲۰۲]

(۲۳۰۲'۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں عبدالمجید بن سہل بن عبدالرحمٰن بن عوف نے' انہیں سعید بن مسیب نے اور انہیں ابو سعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار بنایا۔ وہ عمدہ قسم کی کھجور لائے۔ تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی قسم کی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا قسم کی) دو صاع کھجور کے بدل میں اور دو صاع' تین صاع کے بدلے میں خریدتے ہیں۔ آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ایسا نہ کیا کر' البتہ گھٹیا کھجوروں کو پیسوں کے بدلے بیچ کر ان سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔ اور تولے جانے کی چیزوں میں بھی آپ نے یہی حکم فرمایا۔

حافظ نے کہا کہ خیبر پر جس کو عامل مقرر کیا گیا تھا اس کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی جنس خواہ گھٹیا ہی کیوں نہ ہو وزن میں اسے بڑھیا کے برابر ہی وزن کرنا ہو گا۔ ورنہ وہ گھٹیا چیز الگ بیچ کر اس کے پیسوں سے بڑھیا جنس خرید لی جائے۔

٤- بَابُ إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ أَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

باب چرانے والے نے یا کسی وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے یا کسی چیز کو خراب ہوتے دیکھ کر (بکری کو) ذبح کر دیا یا جس چیز کے خراب ہو جانے کا ڈر تھا اسے ٹھیک کر دیا' اس بارے میں کیا حکم ہے؟

تشریح ابن منیر نے کہا امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ نہیں ہے کہ وہ بکری حلال ہو گی یا حرام بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں چرواہے پر ضمان نہ ہو گا' اسی طرح وکیل پر اور یہ مطلب اس باب کی حدیث سے نکلتا ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی سے مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کا گوشت کھانے میں تردد کیا۔ مگر بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر وہ گوشت کھایا گیا۔

٢٣٠٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ: لاَ تَأْكُلُوا حَتَّى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ- أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يَسْأَلُهُ - وَأَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَاكَ - أَوْ أَرْسَلَ - فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا)). قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ.

[أطرافه في: ٥٥٠١، ٥٥٠٢، ٥٥٠٤].

(٢٣٠٤) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے معتمر سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عبیداللہ نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہوں نے ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ اپنے والد سے بیان کرتے تھے کہ ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا۔ جو سلع پہاڑی پر چرنے جاتا تھا (انہوں نے بیان کیا کہ) ہماری ایک باندی نے ہمارے ہی ریوڑ کی ایک بکری کو (جب کہ وہ چر رہی تھی) دیکھا کہ مرنے کے قریب ہے۔ اس نے ایک پتھر توڑ کر اس سے اس بکری کو ذبح کر دیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب تک میں نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھ نہ لوں اس کا گوشت نہ کھانا۔ یا (یوں کہا کہ) جب تک میں کسی کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے نہ بھیجوں' چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا' یا کسی کو (پوچھنے کے لئے) بھیجا۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس کا گوشت کھانے کے لئے حکم فرمایا۔ عبیداللہ نے کہا کہ مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ باندی (عورت) ہونے کے باوجود اس نے ذبح کر دیا۔ اس روایت کی متابعت عبدہ نے عبیداللہ کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح سند میں نافع کی سماعت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے۔ مزی نے اطراف میں لکھا ہے کہ ابن کعب سے مراد عبداللہ ہیں۔ لیکن ابن وہب نے اس حدیث کو اسامہ بن زید سے روایت کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے۔ حافظ نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ عبدالرحمن ہیں۔

اس حدیث سے کئی ایک مسائل کا ثبوت ملتا ہے کہ بوقت ضرورت مسلمان عورت کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور عورت اگر باندی ہو تب بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ چاقو' چھری پاس نہ ہونے کی صورت میں تیز دھار پتھر سے بھی ذبیحہ درست ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی حلال جانور اگر اچانک کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو مرنے سے پہلے اس کا ذبح کر دینا ہی بہتر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی مسئلہ کی تحقیق مزید کر لینا بہر حال بہتر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ ریوڑ کی بکریاں سلع پہاڑی پر چرانے کے لئے ایک عورت (باندی) بھیجی جایا کرتی تھی۔ جس سے بوقت ضرورت جنگلوں میں پردہ اور ادب کے ساتھ عورتوں کا جانا بھی ثابت ہوا۔ عبیداللہ کے قول سے معلوم ہوا کہ اس دور میں بھی باندی عورت کے ذبیحہ پر اظہار تعجب کیا جایا کرتا تھا کیونکہ دستور عام ہر قرن میں مردوں ہی کے ہاتھ سے ذبح کرنا ہے۔ سلع پہاڑی مدینہ طیبہ کے متصل دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ ابھی ابھی مسجد فتح و بئر عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ پر جانا ہوا تو ہماری موٹر سلع پہاڑی ہی کے دامن سے گذری تھی۔ الحمد للہ کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم کے صدقہ میں عمر کے اس آخری حصہ میں پھر ان مقامات مقدسہ کی دید سے مشرف فرمایا' فلہ الحمد والشکر۔

٥- بَابُ وَكَالَةِ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ

باب حاضر اور غائب دونوں کو وکیل بنانا

جَائِزَةٌ

جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ.

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے وکیل کو جو ان سے غائب تھا یہ لکھا کہ چھوٹے بڑے ان کے تمام گھر والوں کی طرف سے وہ صدقہ فطر نکال دیں۔

تشریح ابن بطال نے کہا جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ جو شخص شہر میں موجود ہو اور اس کو کوئی عذر نہ ہو وہ بھی وکیل کر سکتا ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بیماری کے عذر یا سفر کے عذر سے ایسا کرنا درست ہے یا فریق مقابل کی رضا مندی سے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس شخص کو وکیل کرنا درست نہیں جس کی فریق مقابل سے دشمنی ہو۔ اور طحاوی نے جمہور کے قول کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حاضر کو وکیل کرنا بلا شرط بالاتفاق جائز رکھا ہے اور غائب کی وکالت وکیل کے قبول پر موقوف رہے گی بالاتفاق اور جب قبول پر موقوف رہی تو حاضر اور غائب ہر دو کا حکم برابر ہے۔ (فتح الباری)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اثر کے بارے میں حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس اثر کو کس نے نکالا۔ لیکن یہ کہا کہ مجھ کو اس وکیل کا نام معلوم نہیں ہوا۔

٢٣٠٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ جَمَلٌ سِنٌّ مِنَ الإِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ))، فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلاَّ سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ))، فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللهُ بِكَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)).

[أطرافه في : ٢٣٠٦، ٢٣٩٠، ٢٣٩٢، ٢٣٩٣، ٢٤٠١، ٢٦٠٦، ٢٦٠٩].

(٢٣٠٥) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ نے (اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ ادا کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن نہیں ملا۔ البتہ اس سے زیادہ عمر کا (مل سکا) آپ نے فرمایا کہ یہی انہیں دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض وغیرہ کو پوری طرح ادا کر دیتے ہیں۔

مستحب ہے کہ قرض ادا کرنے والا قرض سے بہتر اور زیادہ مال قرض دینے والے کو ادا کرے' تاکہ اس کے احسان کا بدلہ ہو۔ کیونکہ اس نے قرض حسنہ دیا۔ اور بلا شرط جو زیادہ دیا جائے وہ سود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ﴿ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴾ (الرحمٰن : ٦٠) کے تحت ہے۔

٦- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُونِ

باب قرض ادا کرنے کے لئے کسی کو وکیل کرنا۔

٢٣٠٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ:

(٢٣٠٦) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا' انہوں نے ابو سلمہ

سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً)). ثُمَّ قَالَ: ((أَعْطُوهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ))، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لاَ نَجِدُ، إِلاَّ أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

بن عبدالرحمٰن سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے (اپنے قرض کا) تقاضا کرنے آیا' اور سخت ست کہنے لگا۔ صحابہ کرام غصہ ہو کر اس کی طرف بڑھے لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس کا کسی پر حق ہو تو وہ کہنے سننے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا' کہ اس کے قرض والے جانور کی عمر کا ایک جانور اسے دے دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے۔ (لیکن اس عمر کا نہیں) آپ نے فرمایا کہ اسے وہی دے دو۔ کیونکہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کا حق پوری طرح ادا کر دے۔

تشریح یہیں سے باب کا مطلب نکلتا ہے۔ کیونکہ آپ نے جو حاضر تھے دوسروں کو اونٹ دینے کے لئے وکیل کیا۔ اور جب حاضر کو وکیل کرنا جائز ہوا حالانکہ وہ خود کام کر سکتا ہے تو غائب کو بطریق اولیٰ وکیل کرنا جائز ہو گا۔ حافظ ابن حجر نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اور علامہ عینی پر تعجب ہے کہ انہوں نے ناحق حافظ صاحب پر اعتراض جمایا کہ حدیث سے غائب کی وکالت نہیں نکلتی' اولیت کا تو کیا ذکر ہے۔ حالانکہ اولیت کی وجہ خود حافظ صاحب کے کلام میں مذکور ہے۔ حافظ صاحب نے انتقاض الاعتراض میں کہا جس شخص کے فہم کا یہ حال ہو اس کو اعتراض کرنا کیا زیب دیتا ہے۔ نعوذ باللہ من التعصب و سوء الفہم (وحیدی)

اس حدیث سے اخلاق محمدی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ قرض خواہ کی سخت گوئی کا مطلق اثر نہیں لیا' بلکہ وقت سے پہلے ہی اس کا قرض احسن طور پر ادا کرا دیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ اخلاق حسنہ عطا کرے۔ آمین۔

٧- بَابُ إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيلٍ أَوْ شَفِيعِ قَوْمٍ جَازَ

باب اگر کوئی چیز کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو ہبہ کی جائے تو درست ہے۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِوَفْدِ هَوَازِنَ حِيْنَ سَأَلُوهُ الْمَغَانِمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: نَصِيْبِي لَكُمْ.

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ ہوازن کے وفد سے فرمایا' جب انہوں نے غنیمت کا مال واپس کرنے کے لئے کہا تھا' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "میرا حصہ تم لے سکتے ہو۔"

تشریح حافظ نے کہا یہ حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو ابن اسحاق نے مغازی میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے نکالا ہے۔ ہوازن قیر کے ایک قبیلے کا نام تھا۔ ابن منیر نے کہا گو بظاہر یہ ہبہ ان لوگوں کے لئے تھا' جو اپنی قوم کی طرف سے وکیل اور سفارشی بن کر آئے تھے۔ مگر درحقیقت سب کے لئے ہبہ تھا' جو حاضر تھے ان کے لئے بھی اور جو غائب تھے ان کے لئے بھی۔ خطابی نے کہا اس سے یہ نکلتا ہے کہ وکیل کا اقرار موکل پر نافذ ہو گا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ نے کہا وکیل کا اقرار موکل پر نافذ نہ ہو گا۔ (وحیدی)

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور آپ کی انسان پروری پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ نے از راہ مہربانی جملہ سیاسی قیدیوں کو معافی دے کر سب کو آزاد فرما دیا۔ اور اس حدیث سے صحابہ کرام کے ایثار اور اطاعت رسول رضی اللہ عنہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی مرضی معلوم کر کے ایثار کا بے مثال نمونہ پیش کر دیا کہ اس زمانہ میں غلام قیدی بڑی دولت سمجھے جاتے

تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کا اشارہ پا کر وہ سب اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور دنیاوی نفع نقصان کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کیا۔

حضرت امام الدنیا فی الحدیث کا منشائے باب یہ ہے کہ جب کوئی اجتماعی معاملہ در پیش ہو تو انفرادی طور پر بات چیت کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر قوم کے نمائندے طلب کرنا اور ان سے بات چیت کرنا مناسب ہے۔ کسی قوم کا کوئی بھی قومی مسئلہ ہو اسے ذمہ دار نمائندوں کے ذریعہ اسے حل کرنا مناسب ہو گا۔ وہ نمائندے قومی وکیل ہوں گے اور کوئی قومی امانت وغیرہ ہو تو وہ ایسے ہی نمائندوں کے حوالہ کی جائے گی۔

٢٣٠٧، ٢٣٠٨ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ: إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ. وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ)) - وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ - فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلاَّ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا. فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ : ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلاَءِ قَدْ جَاؤُونَا تَائِبِيْنَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ

(۲۳۰۷، ۸) ہم سے سعید بن عُفیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ کو لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عُقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ عروہ یقین کے ساتھ بیان کرتے تھے اور انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (غزوۂ حنین کے بعد) جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا' تو انہوں نے درخواست کی کہ ان کے مال و دولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں' اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے۔ تمہیں اپنے دو مطالبوں میں سے صرف کسی ایک کو اختیار کرنا ہو گا۔ یا قیدی واپس لے لو' یا مال لے لو۔ میں اس پر غور کرنے کی وفد کو مہلت بھی دیتا ہوں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے طائف سے واپسی کے بعد ان کا (جعرانہ میں) تقریباً دس رات تک انتظار کیا۔ پھر جب قبیلہ ہوازن کے وکیلوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ان کے مطالبہ کا صرف ایک ہی حصہ تسلیم کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف اپنے ان لوگوں کو واپس لینا چاہتے ہیں جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا بیان کی' پھر فرمایا' امابعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب جانا کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو اسے کر گذرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہم اس کے اس حصہ کو (قیمت کی

أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ)). فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ. لَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّا لاَ نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعُوا إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ))، فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا)).

[أطرافه في : ٢٥٣٩، ٢٥٨٤، ٢٦٠٧، ٣١٣١، ٤٣١٨، ٧١٧٦].

[أطرافه في : ٢٥٤٠، ٢٥٨٣، ٢٦٠٨، ٣١٣٢، ٤٣١٩، ٧١٧٧].

شکل میں) اس وقت واپس کر دیں جب اللہ تعالیٰ (آج کے بعد) سب سے پہلا مال غنیمت کہیں سے دلا دے تو اسے بھی کر گذرنا چاہئے۔ یہ سن کر سب لوگ بول پڑے کہ ہم بخوشی رسول کریم ﷺ کی خاطر ان کے قیدیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح ہم اس کی تمیز نہیں کر سکتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لئے تم سب (اپنے اپنے ڈیروں میں) واپس جاؤ اور وہاں سے تمہارے وکیل تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اور ان کے سرداروں نے (جو ان کے نمائندے تھے) اس صورت حال پر بات کی۔ پھر وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ سب نے بخوشی دل سے اجازت دے دی ہے۔

تشریح: غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد ۸ ھ میں واقع ہوا۔ قرآن مجید میں اس کا ان لفظوں میں ذکر ہے۔ ﴿ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ (الی آخر الایات) ﴾ (التوبہ: ۲۵۔ ۲۶)

یعنی حنین کے دن بھی ہم نے تمہاری مدد کی' جب تمہاری کثرت نے تم کو گھمنڈ میں ڈال دیا تھا۔ تمہارا گھمنڈ تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم منہ پھیر کر بھاگنے لگے۔ مگر اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کے دل پر اپنی طرف سے تسکین نازل کی اور ایمان والوں پر بھی' اور ایسا لشکر نازل کیا جسے تم نہیں دیکھ رہے تھے اور کافروں کو اللہ نے عذاب کیا۔ اور کافروں کا یہی بدلہ مناسب ہے۔

ہوا یہ تھا کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ عرب میں ہر طرف اسلامی پرچم لہرا رہا ہے اب کون ہے جو ہمارے مقابلے پر آ سکے' ان کا یہ غرور اللہ کو ناپسند آیا۔ ادھر حنین کے بہادر لوگ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے مقابلہ پر آ گئے۔ اور میدان جنگ میں انہوں نے بے تحاشا تیر برسانے شروع کئے تو مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بڑی تعداد میں راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب میں اللہ کا سچا نبی ہوں جس میں مطلق جھوٹ نہیں ہے۔ اور میں عبدالمطلب جیسے نامور بہادر قریش کا بیٹا ہوا۔ پس میدان چھوڑنا میرا کام نہیں ہے۔

ادھر بھاگنے والے صحابہ کو جو آواز دی گئی تو وہ ہوش میں آئے۔ اور اس طرح جوش خروش کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونے کو واپس لوٹے۔ کہ میدان جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور مسلمان بڑی شان کے ساتھ کامیاب ہوئے اور ساتھ میں کافی تعداد میں لونڈی' غلام اور مال حاصل کر کے لائے۔ بعد میں لڑنے والوں میں سے قبیلہ ہوازن نے اسلام قبول کر لیا اور یہ لوگ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے اموال اور لونڈی غلام حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور طائف میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں شرف باریابی حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا' کہ ہر دو مطالبات میں سے ایک پر غور کیا جا سکتا ہے۔ یا تو اپنے آدمی

واپس لے لو یا اپنے اموال حاصل کر لو۔ آپ نے ان کو جواب کے لئے مہلت دی۔ اور آپ دس روز تک جعرانہ میں ان کا انتظار کرتے رہے۔ یہی جعرانہ نامی مقام ہے۔ جہاں سے آپ اسی اثناء میں احرام باندھ کر عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تھے۔ جعرانہ حد حرم سے باہر ہے۔

اس دفعہ کے حج ۱۳۸۹ھ میں اس حدیث پر پہنچا تو خیال ہوا کہ ایک دفعہ جعرانہ جا کر دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ جانا ہوا۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ شریف واپسی ہوئی۔ اور عمرہ کر کے احرام کھول دیا۔ یہاں اس مقام پر اب عظیم الشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور پانی وغیرہ کا معقول انتظام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مطالبہ کے سلسلہ میں اپنے حصہ کے قیدی واپس کر دیئے اور دوسرے جملہ مسلمانوں سے بھی واپس کرا دیئے۔ اسلام کی یہی شان ہے کہ وہ ہر حال میں انسان پروری کو مقدم رکھتا ہے' آپ نے یہ معاملہ قوم کے وکلاء کے ذریعہ طے کرایا۔ اسی سے مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اجتماعی قومی معاملات کو حل کرنے کے لئے قوم کے نمائندگان کا ہونا ضروری ہے۔ آج کل کی اصطلاح میں ان کو چودھری پنچ ممبر کہا جاتا ہے: قدیم زمانے سے دنیا کی ہر قوم میں ایسے اجتماعی نظام چلے آ رہے ہیں کہ ان کے چودھری پنچ جو بھی فیصلہ کر دیں وہی قومی فیصلہ مانا جاتا ہے۔ اسلام ایسی اجتماعی تنظیموں کا حامی ہے بشرطیکہ معاملات حق و انصاف کے ساتھ حل کئے جائیں۔

٨- بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي، فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

٢٣٠٩- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ - يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلَمْ يُبَلِّغْهُ كُلُّهُمْ، رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) قُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ. قَالَ: ((مَا لَكَ؟)) قُلْتُ: إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ. قَالَ: ((أَمَعَكَ قَضِيبٌ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((أَعْطِنِيهِ))، فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ، فَكَانَ مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ.

باب ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو کچھ دینے کے لئے وکیل کیا' لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کتنا دے' اور وکیل نے لوگوں کے جانے ہوئے دستور کے مطابق دے دیا

(۲۳۰۹) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح اور کئی لوگوں نے ایک دوسرے کی روایت میں زیادتی کے ساتھ۔ سب راویوں نے اس حدیث کو جابر رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ ایک راوی نے ان میں مرسلاً روایت کیا۔ وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا' میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور میں ایک سست اونٹ پر سوار تھا۔ اور وہ سب سے آخر میں رہتا تھا۔ اتفاق سے نبی کریم ﷺ کا گذر میری طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا' یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا' جابر بن عبداللہ! آپؐ نے فرمایا' کیا بات ہوئی' (کہ اتنے پیچھے رہ گئے ہو) میں بولا کہ ایک نہایت سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپ نے فرمایا' تمہارے پاس کوئی چھڑی بھی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے دے دے۔ میں نے آپ کی خدمت میں وہ پیش کر دی۔ آپ

قَالَ: ((بِعْنِيْهِ))، فَقُلْتُ: بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((بَلْ بعنيه قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ)). فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ أَخَذْتُ أَرْتَحِلُ، قَالَ: ((أَيْنَ تُرِيْدُ؟)) قُلْتُ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلاَ مِنْهَا. قَالَ: ((فَهَلاَّ جَارِيَةً تُلاَعِبُهَا وَتُلاَعِبُكَ؟)) قُلْتُ: إِنَّ أَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ فَأَرَدْتُ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ خَلاَ مِنْهَا، قَالَ: ((فَذَلِكَ)). فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ: ((يَا بِلاَلُ اقْضِهِ وَزِدْهُ)). فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَزَادَهُ قِيْرَاطًا. قَالَ جَابِرٌ: لاَ تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَلَمْ يَكُنِ الْقِيْرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ)). [راجع: ٤٤٣]

نے اس چھڑی سے اونٹ کو جو مارا اور ڈانٹا تو اس کے بعد وہ سب سے آگے رہنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا' کہ یہ اونٹ مجھے فروخت کردے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا ہے' لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے مجھے فروخت کردے۔ یہ بھی فرمایا کہ چار دینار میں اسے میں خریدتا ہوں ویسے تم مدینہ تک اسی پر سوار ہو کر چل سکتے ہو۔ پھر جب مدینہ کے قریب ہم پہنچے تو میں (دوسری طرف) جانے لگا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی ہے آپ نے فرمایا کہ کسی باکرہ سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔ میں نے عرض کیا کہ والد شہادت پا چکے ہیں اور گھر میں کئی بہنیں ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو بیوہ اور تجربہ کار ہو۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو ٹھیک ہے۔ پھر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ بلال! ان کی قیمت ادا کر دو اور کچھ بڑھا کر دے دو۔ چنانچہ انہوں نے چار دینار بھی دیئے' اور فالتو ایک قیراط بھی دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ انعام میں اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا' چنانچہ نبی کریم ﷺ کا وہ قیراط جابر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی تھیلی میں محفوظ رکھا کرتے تھے۔

تشریح ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صاف یہ نہیں فرمایا کہ اتنا زیادہ دے دو۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے زمانہ کے رواج کے مطابق ایک قیراط جھکتا ہوا سونا زیادہ دیا۔ الفاظ فلم یکن القیراط یفارق جراب جابر بن عبداللہ کا ترجمہ بعض نے یوں کیا کہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا۔ امام مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حرہ کے دن یزید کی طرف سے شام والوں کا بلوہ مدینہ منورہ پر ہوا تو انہوں نے یہ سونا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے چھین لیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی اپنے کسی بزرگ کے عطیہ کو یا اس کی اور کسی حقیقی یادگار کو تاریخی طور پر اپنے پاس محفوظ رکھے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے آیت قرآنی ﴿ لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم ﴾ کی تفسیر بھی سمجھ میں آئی کہ رسول کریم ﷺ کسی مسلمان کی ادنیٰ تکلیف کو بھی دیکھنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو جب دیکھا کہ وہ اس ست اونٹ کی وجہ سے تکلیف محسوس کر رہے ہیں تو آپ کو خود اس کا احساس ہوا۔ اور آپ نے اللہ کا نام لے کر اونٹ پر جو چھڑی ماری اس سے وہ اونٹ تیز رفتار ہو گیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مزید دل جوئی کے لئے آپ نے اسے خرید بھی لیا۔ اور مدینہ تک اس پر سواری کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے شادی کی بابت بھی گفتگو فرمائی۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی گفتگو معیوب نہیں

ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت محمدی نے ان کے اخلاق کو کس قدر بلندی بخش دی تھی کہ محض بہنوں کی خدمت کی خاطر بیوہ عورت سے شادی کو ترجیح دی اور باکرہ کو پسند نہیں فرمایا جب کہ عام جوانوں کا رجحان طبع ایسا ہی ہوتا ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت اوپر بیان کی جا چکی ہے۔

مسلم شریف کتاب البیوع میں یہ حدیث مزید تفصیلات کے ساتھ موجود ہے جس پر علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ فیه حدیث جابر و هو حدیث مشهور احتج به احمد و من وافقه فی جواز بیع الدابة و یشترط البائع لنفسه رکوبها یعنی حدیث مذکورہ جابر کے ساتھ امام احمد رحمہ اللہ اور آپ کے موافقین نے دلیل پکڑی ہے کہ جانور کا بیچنا اور بیچنے والے کا اس کی وقتی سواری کے لئے شرط کر لینا جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ جواز اس وقت ہے جب کہ مسافت قریب ہو۔ اور یہ حدیث اسی معنی پر محمول ہے۔

اسی حدیث جابر کے ذیل علامہ نووی دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

واعلم ان فی حدیث جابر هذا فوائد کثیرة احد اها هذه المعجزة الظاهرة لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی انبعاث جمل جابر واسراعه بعد اعیائه الثانیة جواز طلب البیع لمن لم یعرض سلعة للبیع الثالثة جواز المماکسة فی البیع الرابعة استحباب سوال الرجل الکبیر اصحابه عن احوالهم والا شارة علیهم بمصالحهم الخامسة استحباب نکاح البکر السادسة استحباب ملاعبة الزوجین السابعه فضیلة جابر فی انه ترک حظ نفسه من نکاح البکر و اختار مصلحة اخواته بنکاح ثیب تقوم بمصالحهن الثامنه استحباب الابتداء بالمسجد وصلاة رکعتین فیه عند القدوم من السفر التاسعة استحباب الدلالة علی الخیر المعاشرة استحباب ارجاح المیزان فیما یدفعه الحادیة عشرة ان اجرة وزن الثمن علی البائع الثانیة عشرة التبرک بآثار الصالحین لقوله لا تفارقه زیادة رسول الله صلی الله علیه وسلم الثالثة عشرة جواز تقدم بعض الجیش الراجعین باذن الامیر الرابعة عشرة جواز الوکالة فی اداء الحقوق و نحوها و فیه غیر ذالک مما سبق والله اعلم (نووی)

یعنی یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ ایک تو اس میں ظاہر معجزہ نبوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے فضل سے تھکے ہوئے اونٹ کو چست و چالاک بنا دیا۔ اور وہ خوب خوب چلنے لگ گیا۔ دوسرا امر یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی شخص اپنا سامان نہ بیچنا چاہے تو بھی اس سے اسے بیچنے کے لئے کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اونٹ بیچنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو یہ اونٹ بیچ دینے کے لئے فرمایا۔ تیسرے بیع میں شرط کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ چوتھے یہ استحباب ثابت ہوا کہ بڑا آدمی اپنے ساتھیوں سے ان کے خانگی احوال دریافت کر سکتا ہے اور ان کے حسب مقتضائے وقت ان کے فائدے کے لئے مشورے بھی دے سکتا ہے۔ پانچویں کنواری عورت سے شادی کرنے کا استحباب ثابت ہوا۔ چھٹے میاں بیوی کا خوش طبعی کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ ساتویں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ انہوں نے اپنی بہنوں کے فائدے کے لئے اپنی شادی کے لئے ایک بیوہ عورت کو پسند کیا۔ آٹھواں یہ امر بھی ثابت ہوا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جانا اور دو رکعت شکرانہ کی ادا کرنا مستحب ہے۔ نواں امر یہ ثابت ہوا کہ نیک کام کرنے کے لئے رغبت دلانا بھی مستحب ہے۔ دسواں امر یہ ثابت ہوا کہ کسی حق کا ادا کرتے وقت ترازو کو جھکا کر زیادہ (یا بصورت نقد کچھ زیادہ) دینا مستحب ہے۔ گیارھواں امر یہ ثابت ہوا کہ تولنے والے کی اجرت بیچنے والے کے سر ہے۔ بارہواں امر یہ ثابت ہوا کہ آثار صالحین کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھنا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے مطابق زیادہ پایا ہوا سونا اپنے پاس عرصہ دراز تک محفوظ رکھا۔ تیرہواں امر یہ بھی ثابت ہوا بعض اسلامی لشکر کو مقدم رکھا جا سکتا ہے جو امیر کی اجازت سے مراجعت کرنے والے ہوں۔ چودہواں امر ادائے حقوق کے سلسلہ میں وکالت کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور بھی کئی امور ثابت ہوئے جو گذر چکے ہیں۔

آثار صالحین کو تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا' نازک معاملہ ہے۔ پہلے تو یہ ضروری ہے کہ وہ حقیقتاً صحیح طور پر آثار

صالحین ہوں' جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یقیناً معلوم تھا کہ یہ قیراط مجھ کو آنحضرت ﷺ نے خود از راہ کرم فالتو دلایا ہے۔ ایسا یقین کامل حاصل ہونا ضروری ہے ورنہ غیر ثابت شدہ اشیاء کو صالحین کی طرف منسوب کر کے ان کو بطور تبرک رکھنا یہ کذب اور افتراء بھی بن سکتا ہے۔ اکثر مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں نے کچھ بال محفوظ کر کے ان کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ پھر ان سے تبرک حاصل کرنا شرک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ ایسی مشکوک چیزوں کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ حقیقت کے خلاف ہیں تو یہ منسوب کرنے والے زندہ دوزخی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا افتراء کرنے والوں کو زندہ دوزخی بتلایا ہے بصورت دیگر اگر ایسی چیز تاریخ سے صحیح ثابت ہے تو اسے چومنا چاٹنا' اس کے سامنے سر جھکانا' اس پر نذر و نیاز چڑھانا' اس کی تعظیم میں حد اعتدال سے آگے گذر جانا یہ جملہ امور ایک مسلمان کو شرک جیسے قبیح گناہ میں داخل کر دیتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بلاشبہ اس کو ایک تاریخی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھا۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ اس کو چوما چاٹا ہو' اسے نذر و نیاز کا حق دار گردانا ہو۔ اس پر پھول ڈالے ہوں یا اس کو وسیلہ بنایا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی امر ہرگز ہرگز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ پس اس بارے میں بہت سوچ سمجھ کی ضرورت ہے۔ ہے شرک ایک بدترین گناہ ہے اور باریک بھی اس قدر کہ کتنے ہی دینداری کا دعویٰ کرنے والے امور شرکیہ کے مرتکب ہو کر عنداللہ دوزخ میں خلود کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو ہر قسم کے شرک خفی و جلی' صغیرو کبیر سے محفوظ رکھے' آمین ثم آمین۔

٩- بَابُ وِكَالَةِ الْمَرْأَةِ الإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

باب کوئی عورت اپنا نکاح کرنے کے لئے بادشاہ کو وکیل کر دے

٢٣١٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي. فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيهَا. قَالَ: ((قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ)).

[أطرافه في : ٥٠٢٩، ٥٠٣٠، ٥٠٨٧، ٥١٢١، ٥١٢٦، ٥١٣٢، ٥١٣٥، ٥١٤١، ٥١٤٩، ٥١٥٠، ٥٨٧١، ٧٤١٧].

(٢٣١٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں ابوحازم نے' انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے خود کو آپ کو بخش دیا۔ اس پر ایک صحابی نے کہا کہ آپ میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا نکاح ان سے اس مہر کے ساتھ کیا جو تمہیں قرآن یاد ہے۔

یہ وکالت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کے اس قول سے نکالی کہ میں نے اپنی جان آپ کو بخش دی۔ داؤدی نے کہا حدیث میں وکالت کا ذکر نہیں ہے۔ اور آنحضرت ﷺ ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں بموجب آیت ﴿ النبی اولی بالمومنین ﴾ الخ اور اسی ولایت کی وجہ سے آپ نے اس عورت کا نکاح کر دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہر میں تعلیم قرآن بھی داخل ہو سکتی ہے اور کچھ اس کے پاس مہر میں پیش کرنے کے لئے نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دختر حضرت شعیب علیہ السلام کے مہر میں اپنی جان کو دس سال کے لئے بطور خادم پیش فرمایا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

١٠- بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلاً فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى جَازَ

٢٣١١- وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَوفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ: وَاللهِ لأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِي حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ. قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ. فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالاً، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. قَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ)). فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَولِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِنَّهُ سَيَعُودُ، فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، لاَ أَعُودُ. فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ؟)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالاً، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. قَالَ:

باب کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا

پھر وکیل نے (معاملہ میں) کوئی چیز (خود اپنی رائے سے) چھوڑ دی' اور بعد میں خبر ہونے پر موکل نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر مقررہ مدت تک کیلئے قرض دے دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

(۲۳۱۱) اور عثمان بن ہیثم ابو عمرو نے بیان کیا کہ ہم سے عوف نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ (رات میں) ایک شخص اچانک میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں بہت محتاج ہوں۔ میرے بال بچے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (اس کے اظہار معذرت پر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا' اے ابو ہریرہ! گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے کہا' یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا' اس لئے مجھے اس پر رحم آ گیا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ ابھی وہ پھر آئے گا۔ رسول کریم ﷺ کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھ کو یقین تھا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ اس لئے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ اور جب وہ دوسری رات آ کے پھر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پھر پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ لیکن اب بھی اس کی وہی التجا تھی کہ مجھے چھوڑ دے' میں محتاج ہوں۔ بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے۔ اب میں کبھی نہیں آؤں گا' مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا' اے ابو ہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا' یا رسول اللہ! اس نے پھر اسی سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا۔ جس پر مجھے رحم آ

((أَمَّا أَنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ)). فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهَذَا آخِرُ ثَلاَثِ مَرَّاتٍ، إِنَّكَ تَزْعُمُ لاَ تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ. قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا. قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ﴿اللهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ حَتَّى تَخْتِمَ الآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلاَ يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ. فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ.

قَالَ: ((مَا هِيَ؟)) قُلْتُ: قَالَ لِي إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ ﴿اللهُ لاَإِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظ وَلاَ يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تَصْبِحَ، وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ. تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلاَثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) قَالَ: لاَ. قَالَ: ((ذَاكَ شَيْطَانٌ)). [طرفاه في : ٣٢٧٥، ٥٠١٠].

گیا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ اور وہ پھر آئے گا۔ تیسری مرتبہ پھر میں اس کے انتظار میں تھا کہ اس نے پھر تیسری رات آکر غلہ اٹھانا شروع کیا' تو میں نے اسے پکڑ لیا' اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچانا اب ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تیسرا موقع ہے۔ ہر مرتبہ تم یقین دلاتے رہے کہ پھر نہیں آؤ گے۔ لیکن تم باز نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں ایسے چند کلمات سکھا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا' وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا' جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی ﴿ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ﴾ پوری پڑھ لیا کرو۔ ایک نگراں فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے پاس کبھی نہیں آ سکے گا۔ اس مرتبہ بھی پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا' گذشتہ رات تمہارے قیدی نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اس نے مجھے چند کلمات سکھائے اور یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے بتایا تھا کہ جب بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لو' شروع ﴿ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ﴾ سے آخر تک۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر (اس کے پڑھنے سے) ایک نگراں فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آ سکے گا۔ صحابہ خیر کو سب سے آگے بڑھ کر لینے والے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا کہ اگرچہ وہ جھوٹا تھا۔ لیکن تم سے یہ بات سچ کہہ گیا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

تشریح: ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجور میں ہاتھ کا نشان دیکھا تھا۔ جیسے اس میں سے کوئی اٹھا کر لے گیا ہو۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس کو پکڑنا چاہتا ہے؟ تو یوں کہہ سبحان من سخرک لمحمد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہی کہا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ (وحیدی)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور امن الرسول سے اخیر سورۃ تک۔ اس میں یوں ہے کہ صدقہ کی کھجور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حفاظت میں دی تھی۔ میں جو دیکھوں تو روز بروز وہ کم ہو رہی ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا' آپ نے فرمایا' یہ شیطان کا کام ہے۔ پھر میں اس کو تاکتا رہا۔ وہ ہاتھی کی صورت میں نمودار ہوا۔ جب دروازے کے قریب پہنچا تو دراڑوں میں سے صورت بدل کر اندر چلا آیا اور کھجوروں کے پاس آکر اس کے لقمے لگانے لگا۔ میں نے اپنے کپڑے مضبوط باندھے اور اس کی کمر پکڑی' میں نے کہا اللہ کے دشمن تو نے صدقہ کی کھجور اڑا دی۔ دوسرے لوگ تجھ سے زیادہ اس کے حقدار تھے۔ میں تو تجھ کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ وہاں تیری خوب فضیحت ہو گی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے پوچھا تو میرے گھر میں کھجور کھانے کے لئے کیوں گھسا۔ کہنے لگا میں بوڑھا' محتاج' عیالدار ہوں۔ اور نصیبین سے آ رہا ہوں۔ اگر مجھے کہیں اور کچھ مل جاتا تو میں تیرے پاس نہ آتا۔ اور ہم تمہارے ہی شہر میں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تمہارے پیغمبر صاحب ہوئے۔ جب ان پر یہ دو آیتیں اتریں تو ہم بھاگ گئے۔ اگر تو مجھ کو چھوڑ دے تو میں وہ آیتیں تجھ کو سکھلا دوں گا۔ میں نے کہا اچھا۔ پھر اس نے آیت الکرسی اور امن الرسول سے سورۂ بقرہ کے اخیر تک بتلائی۔ (فتح)

نسائی کی روایت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے۔ میرے پاس کھجور کا ایک تھیلا تھا۔ اس میں سے روز کھجور کم ہو رہی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا' ایک جوان خوبصورت لڑکا وہاں موجود ہے۔ میں نے پوچھا تو آدمی ہے یا جن ہے۔ وہ کہنے لگا میں جن ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ہم تم سے کیسے بچیں؟ اس نے کہا آیت الکرسی پڑھ کر۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس خبیث نے سچ کہا۔ معلوم ہوا جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتے ہیں اور شیطان کا دیکھنا ممکن ہے جب وہ اپنی خلقی صورت بدل لے۔ (وحیدی)

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ و فی الحدیث من الفوائد غیر ماتقدم ان الشیطان قد یعلم ما ینتفع بہ المومن و ان الحکمۃ قد یتلقاھا الفاجر فلا ینتفع بھا و توخذ عنہ فینتفع بھا و ان الشخص قد یعلم الشئی و لا یعمل بہ و ان الکافر قد یصدق ببعض ما یصدق بہ المنومن و لا یکون بذالک مومنا و بان الکذاب قد یصدق و بان الشیطان من شانہ ان یکذب و ان من اقیم فی حفظ شئی سمی و کیلا و ان الجن یاکلون من طعام الانس و انھم یظھرون للانس لکن بالشرط المذکور و انھم یتکلمون بکلام الانس و انھم یسرقون و یخدعون و فیہ فضل آیۃ الکرسی و فضل آخر سورۃ البقرۃ و ان الجن یصیبون من الطعام الذی لا یذکر اسم اللہ علیہ الخ (فتح الباری)

یعنی اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں۔ جن میں سے ایک یہ کہ شیطان ایسی باتیں بھی جانتا ہے جن سے مومن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور کبھی حکمت کی باتیں فاجر کے منہ سے بھی نکل جاتی ہیں۔ وہ خود تو ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا مگر دوسرے اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں اور نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بعض آدمی کچھ اچھی بات جانتے ہیں' مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور بعض کافر ایسی قابل تصدیق بات کہہ دیتے ہیں جیسی اہل ایمان مگر وہ کافر اس سے مومن نہیں ہو جاتے۔ اور بعض دفعہ جھوٹوں کی بھی تصدیق کی جا سکتی ہے اور شیطان کی شان ہی یہ ہے کہ اسے جھوٹا کہا جائے اور یہ کہ جسے کسی چیز کی حفاظت پر مقرر کیا جائے اسے وکیل کہا جاتا ہے اور یہ کہ جنات انسانی غذائیں کھاتے ہیں اور وہ انسانوں کے سامنے ظاہر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ جو مذکور ہوئی اور یہ بھی کہ وہ انسانی زبانوں میں کلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور وہ چوری بھی کر سکتے ہیں اور وہ دھوکہ بازی بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس میں آیت

الکرسی کی اور آخر سورۂ بقرہ کی بھی فضیلت ہے۔ اور یہ بھی کہ شیطان اس غذا کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ میں بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس یہ نوٹ لکھا گیا۔ نیز آج ۵ صفر ۱۳۹۰ھ کو مدینہ طیبہ حرم نبوی میں بوقت فجر اس پر نظر ثانی کی گئی۔ ربنا تقبل منا واغفرلنا ان نسینا او اخطانا آمین

۱۱- بَابُ إِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُوْدٌ

باب اگر وکیل کوئی ایسی بیع کرے جو فاسد ہو تو وہ بیع واپس کی جائے گی

باب کی حدیث میں اس کی صراحت نہیں کہ وہ واپس ہو گی۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو امام مسلم نے نکالا۔ اس میں یوں ہے۔ یہ سود ہے اس کو پھیر دے۔ (وحیدی)

۲۳۱۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلاَّمٍ عَنْ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ بِلاَلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِنْ أَيْنَ هَذَا؟)) قَالَ بِلاَلٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيءٌ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِيُطْعَمَ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: ((أَوَّهْ أَوَّهْ، عَيْنُ الرِّبَا، عَيْنُ الرِّبَا لاَ تَفْعَلْ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ)).

(۲۳۱۲) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا' ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' کہ میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے سنا اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں برنی کھجور (کھجور کی ایک عمدہ قسم) لے کر آئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس خراب کھجور تھی۔ اس کی دو صاع' اس کی ایک صاع کے بدلے میں دے کر ہم اسے لائے ہیں۔ تاکہ ہم یہ آپ کو کھلائیں آپ نے فرمایا۔ توبہ! توبہ! یہ تو سود ہے' بالکل سود۔ ایسا نہ کیا کر البتہ (اچھی کھجور) خریدنے کا ارادہ ہو تو (خراب) کھجور بیچ کر (اس کی قیمت سے) عمدہ خریدا کر۔

تشریح: معلوم ہوا کہ ایک ہی جنس میں کمی و بیشی سے لین دین سود میں داخل ہے۔ اس کی صورت یہ بتلائی گئی کہ گھٹیا جنس کو الگ نقد بیچ کر اس کے روپوں سے وہی بڑھیا جنس خرید لی جائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ بیع فاسد تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اسے واپس کرا دیا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

حضرت مولانا وحید الزماں نے مسلم شریف کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ باب الرباء میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے منقول ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذه الرباء فردوه. الحدیث یعنی یہ سود ہے لہٰذا اس کو واپس لوٹا دو۔ اس پر علامہ نووی لکھتے ہیں :۔ هذا دلیل علی ان المقبوض بیع فاسد یجب رده علی بائعه و اذا رده استرد الثمن فان قیل فلم یذکر فی الحدیث السابق انه صلی الله علیه وسلم امر برده فالجواب ان الظاهر انها قضیة واحدة و امر فیها برده فبعض الرواة حفظ ذالک و بعضهم لم یحفظه فقبلنا زیادة الثقة و لو ثبت انهما قضیتان لحملت الاولٰی علی انه ایضا امربه و ان لم یبلغنا ذالک و لو ثبت انه لم یا مربه مع انهما قضیتان لحملنا ها علی انه جهل بائعه و لا یمکن معرفته فصار مالا ضائعالمن علیه دین بقیمته و هو التمر الذی

قبضه فحصل انه لا اشكال في الحديث ولله الحمد (نووی)

یعنی یہ اس امر پر دلیل ہے کہ ایسی قبضہ میں لی ہوئی بیع بھی فاسد ہو گی۔ جس کا بائع پر لوٹا لینا واجب ہے اور جب وہ بیع رد ہو گئی تو اس کی قیمت خود رد ہو گئی۔ اگر کہا جائے کہ حدیث سابق میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے رد کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ قضیہ ایک ہی ہے اور اس میں آپؐ نے واپسی کا حکم فرمایا۔ بعض راویوں نے اس کو یاد رکھا اور بعض نے یاد نہیں رکھا۔ پس ہم نے ثقہ راویوں کی زیادتی کو قبول کیا۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ دو قضیے ہیں۔ تو پہلے کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے یہی حکم فرمایا تھا اگرچہ یہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ اور اگر یہ ثابت ہو کہ آپ نے یہ حکم نہیں فرمایا باوجودیکہ یہ دو قضیے ہیں۔ تو ہم اس پر محمول کریں گے کہ اس کا بائع مجہول ہو گیا اور وہ بعد میں پہچانا نہ جا سکا۔ تو اس صورت میں وہ مال ضائع ہو گیا اس شخص کے لئے جس نے اس کی قیمت کا بوجھ اپنے سر پر رکھا اور یہ وہی کھجور ہیں جو اس نے قبضہ میں لی ہے۔ پس حاصل ہوا کہ حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

الحمد للہ آج ۵ صفر ۱۳۹۰ھ کو حرم نبوی مدینہ طیبہ میں بوقت فجر بہ سلسلہ نظر ثانی یہ نوٹ لکھا گیا۔

۱۲- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ

باب وقف کے مال میں وکالت اور وکیل کا خرچہ اور وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی دستور کے موافق کھانا

۲۳۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، قَالَ فِيْ صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيْقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالاً. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ، يُهْدِي لِنَاسٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ)).

[أطرافه في: ۲۱۳۷، ۲۷٦٤، ۲۷۷۲، ۲۷۷۳، ۲۷۷۷].

(۲۳۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے باب میں جو کتاب لکھوائی تھی اس میں یوں ہے کہ صدقے کا متولی اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوست کو کھلا سکتا ہے۔ لیکن روپیہ نہ جمع کرے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقے کے متولی تھے۔ وہ مکہ والوں کو اس میں سے تحفہ بھیجتے تھے۔ جہاں آپ قیام فرمایا کرتے تھے۔

یہاں وکیل سے ناظر' متولی مراد ہے۔ اگر واقف کی اجازت ہے تو وہ اس میں سے اپنے دوستوں کو بوقت ضرورت کھلا بھی سکتا ہے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔

۱۳- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُوْدِ

باب حد لگانے کے لئے کسی کو وکیل کرنا

۲۳۱٤، ۲۳۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْد

(۲۳۱۴'۱۵) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں عبیداللہ نے'

اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا)).

انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ضحاک اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اے انیس! اس خاتون کے یہاں جا۔ اگر وہ زنا کا اقرار کرلے' تو اسے سنگسار کر دے۔

[أطرافه في : ٢٦٤٩، ٢٦٩٦، ٢٧٢٥، ٦٦٣٤، ٦٨٢٨، ٦٨٣١، ٦٨٣٦، ٦٨٤٣، ٦٨٦٠، ٧١٩٤، ٧٢٥٩، ٧٢٧٩].

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انیس کو حد لگانے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اس سے قانونی پہلو یہ بھی نکلا کہ مجرم خود اگر جرم کا اقرار کرلے تو اس پر قانون لاگو ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اور زنا پر حد شرعی سنگساری بھی ثابت ہوئی۔

٢٣١٦- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: ((جِيْءَ بِالنُّعَيْمَانِ - أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ - شَارِبًا، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوْهُ، قَالَ فَكُنْتُ أَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ، فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ)).

(۲۳۱۶) ہم سے ابن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی' انہیں ایوب نے' انہیں ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نعیمان یا ابن نعیمان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ انہوں نے شراب پی لی تھی۔ جو لوگ اس وقت گھر میں موجود تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں انہیں مارنے کے لئے حکم فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا میں بھی مارنے والوں میں تھا۔ ہم نے جوتوں اور چھڑیوں سے انہیں مارا تھا۔

[طرفاه في: ٦٧٧٤، ٦٧٧٥].

تشریح نعیمان یا ابن النعیمان کے بارے میں راوی کو شک ہے۔ اسماعیلی کی روایت میں نعمان یا نعیمان مذکور ہے۔ حافظ نے کہا اس کا نام نعیمان بن عمرو بن رفاعہ انصاری تھا۔ بدر کی لڑائی میں شریک تھا۔ اور بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔ رسول کریم ﷺ نے گھر والوں کو حد مارنے کا حکم فرمایا۔ اس سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ آپ نے گھر کے موجود لوگوں کو حد مارنے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اسی سے حدود میں وکالت ثابت ہوئی اور یہی ترجمۃ الباب ہے۔

١٤- باب الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتعاهُدِها

باب قربانی کے اونٹوں میں وکالت اور ان کی نگرانی کرنے میں

وکالت تو اس سے ثابت ہوئی کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ قربانیاں روانہ کر دیں' اور نگرانی اس سے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ہار ڈالے۔

٢٣١٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ

(۲۳۱۷) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے' انہیں عمرہ

بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ)).

بنت عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا' میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان جانوروں کو یہ قلادے اپنے ہاتھ سے پہنائے تھے۔ آپؐ نے وہ جانور میرے والد کے ساتھ (مکہ میں قربانی کے لئے) بھیجے۔ ان کی قربانی کی گئی۔ لیکن (اس بھیجنے کی وجہ سے) آپؐ پر کوئی ایسی چیز حرام نہیں ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے حلال کیا تھا۔

[راجع: ١٦٩٦]

تشریح حضرت رسول کریم ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قلادہ بٹنے میں آپ کی وکالت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی شادی ۱۰ نبوی میں مکہ شریف ہی میں ہوئی۔ شوال ۲ ھ میں ہجرت سے ۱۸ ماہ بعد رخصتی عمل میں آئی۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ ۹ سال رہی ہیں۔ کیونکہ وصال نبوی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی فصیحہ فقیہہ عالمہ فاضلہ تھیں۔ حضور ﷺ سے بکثرت احادیث آپ نے نقل کی ہیں۔ وقائع عرب و محاربات و اشعار کی زبردست واقف کار تھیں۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ایک بڑے طبقہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ مدینہ طیبہ میں ۵۷ ھ یا ۵۸ھ میں شب سہ شنبہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق شب میں بقیع غرقد میں آپ کو دفن کیا گیا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جو ان دنوں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مدینہ میں مروان کے ماتحت تھے۔

بقیع غرقد مدینہ کا پرانا قبرستان ہے' جو مسجد نبوی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ آج کل اس کی جانب مسجد نبوی سے ایک وسیع سڑک نکال دی گئی ہے۔ قبرستان کو چاروں طرف ایک اونچی فصیل سے گھیر دیا گیا ہے۔ اندر پرانی قبریں بیشتر نابود ہو چکی ہیں' اہل بدعت نے پہلے دور میں یہاں بعض صحابہ و دیگر بزرگان دین کے ناموں پر بڑے بڑے قبے بنا رکھے تھے۔ اور ان پر غلاف' پھول ڈالے جاتے۔ اور وہاں نذر نیازیں چڑھائی جاتی تھیں۔ سعودی حکومت نے حدیث نبوی کی روشنی میں ان سب کو مسمار کر دیا ہے۔ پختہ قبریں بنانا شریعت اسلامیہ میں قطعاً منع ہے اور ان پر چادر پھول محدثات و بدعات ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو ایسی بدعات سے بچائے۔ آمین۔

١٥- بَابُ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيلِهِ: ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ وَقَالَ الْوَكِيلُ: قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

باب اگر کسی نے اپنے وکیل سے کہا کہ جہاں مناسب جانو اسے خرچ کرو' اور وکیل نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے میں نے سن لیا

یعنی وکیل نے اپنی رائے سے اس مال کو کسی کام میں خرچ کیا تو یہ جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ابو طلحہ نے وکیل کیا کہ بیرحاء کو آپ جس کار خیر میں چاہیں صرف کریں۔ آپ نے ان کو یہ رائے دی کہ اپنے ہی ناتہ داروں کو بانٹ دیں۔ (وحیدی)

٢٣١٨- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ

(۲۳۱۸) مجھ سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے امام مالک کے سامنے قرأت کی بواسطہ اسحاق بن عبداللہ کے کہ انہوں نے انس

اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: ((كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِي بِالْمَدِيْنَةِ مَالاً، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بِيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ. فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بِيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ شِئْتَ. فَقَالَ: (بَخٍ، ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ. قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهَا، وَأَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الأَقْرَبِيْنَ)). قَالَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ. فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ)).
تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَالِكٍ ((رَابِحٌ)). [راجع: ١٤٦١]

بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار کے سب سے مالدار لوگوں میں سے تھے۔ "بیرحاء" (ایک باغ) ان کا سب سے زیادہ محبوب مال تھا۔ جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا نہایت میٹھا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پھر جب قرآن کی آیت ﴿لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون﴾ اتری (تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکتے جب تک نہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں وہ چیز جو تمہیں زیادہ پسند ہو) تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا' یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ﴿لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون﴾ اور مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ پسند میرا یہی باغ بیرحاء ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اس کی نیکی اور ذخیرہ ثواب کی امید میں صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں۔ پس آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرما دیں۔ آپ نے فرمایا' واہ! واہ! یہ تو بڑا ہی نفع والا مال ہے۔ بہت ہی مفید ہے۔ اس کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا۔ اب میں تو یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے تو اپنے رشتہ داروں ہی میں تقسیم کر دے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ یہ کنواں انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس روایت کی متابعت اسماعیل نے مالک سے کی ہے۔ اور روح نے مالک سے (لفظ رائح کے بجائے) رابح نقل کیا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحاء کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وکیل ٹھہرایا اور آپ نے اسے انہی کے رشتہ داروں میں تقسیم کر دینے کا حکم فرمایا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ چونکہ رشتہ داروں کا حق مقدم ہے اور وہی صاحب میراث بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو ترجیح دی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی بڑی دور اندیشی کا ثبوت ہے۔ یہ کنواں مدینہ شریف میں حرم نبوی کے قریب اب بھی موجود ہے اور میں نے بھی وہاں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

١٦- بَابُ وَكَالَةِ الأَمِيْنِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

باب خزانچی کا خزانہ میں وکیل ہونا

٢٣١٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ

(۲۳۱۹) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَازِنُ الأَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِقُ)) - وَرُبَّمَا قَالَ: ((الَّذِيْ يُعْطِيْ - مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلاً مُوَفَّرًا طَيِّب نَفْسَهُ إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ)). [راجع: ١٤٣٨]

اسامہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبداللہ نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' امانت دار خزانچی جو خرچ کرتا ہے۔ بعض دفعہ یہ فرمایا کہ جو دیتا ہے حکم کے مطابق کامل اور پوری طرح جس چیز (کے دینے) کا اسے حکم ہو اور اسے دیتے وقت اس کا دل بھی خوش ہو' تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

یعنی اس کو مالک کے برابر ثواب ملے گا کہ اس نے بخوشی مالک کا حکم بجایا اور صدقہ کر دیا۔ اور مالک کی طرف سے مالک کے حکم کے مطابق وہ مال خرچ کرنے میں وکیل ہوا۔ یہی منشائے باب ہے۔

۴۱-كتاب الحرث والمزارعة

کتاب کھیتی باڑی اور بٹائی کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١ - بَابُ فَضلِ الزَّرْعِ والغَرْسِ إِذا أُكِلَ منه. وقولهِ تعالَى :

باب کھیت بونے اور درخت لگانے کی فضیلت جس میں سے لوگ کھائیں۔

﴿ أَفَرَأَيتم ما تَحرُثون، أَأَنتم تَزرَعونهُ أَم نحنُ الزارِعونَ. لو نَشاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا﴾ [الواقعة : ٦٣-٦٥]

اور (سورۂ واقعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "یہ تو بتاؤ' جو تم بوتے ہو۔ کیا اسے تم اگاتے ہو' یا اس کے اگانے والے ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چوراچورا بنادیں۔"

تشریح: مزارعہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا ماخذ زرع ہے' امام المجتہدین و سید المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بھی فضائل زراعت کے سلسلہ میں پہلے قرآن پاک کی آیت نقل فرمائی۔ جس میں ارشاد باری ہے ﴿ افرء یتم ماتحرثون ء انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون ﴾ (الواقعہ : ٦٦' ٦٣) یعنی اے کاشتکارو! تم جو کھیتی کرتے ہو' کیا تم کھیتی کرتے ہو یا در حقیقت کھیتی کرنے

والے ہم ہیں۔ ہم چاہیں تو تیار کھیتی کو برباد کر کے رکھ دیں۔ پھر تم ہکا بکا ہو کر رہ جاؤ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

ولاشک ان الایۃ تدل علی اباحۃ الزرع من جھۃ الامتنان بہ والحدیث یدل علی فضلہ بالقید الذی ذکرہ المصنف و قال ابن المنیر اشار البخاری الی اباحۃ الزرع و ان من نھی عنہ کما ورد عن عمر فمحلہ ما اذا شغل الحرث عن الحرب و نحوہ من الامور المطلوبۃ و علی ذالک یحمل حدیث ابی امامۃ المذکور فی الباب الذی بعدہ یعنی کوئی شک و شبہ نہیں کہ آیت قرآنی کھیتی کے مباح ہونے پر دلالت کر رہی ہے اس طور پر بھی کہ یہ خدا کا بڑا بھاری کرم ہے اور حدیث بھی اس کی فضیلت پر دال ہے' اس قید کے ساتھ جسے مصنف نے ذکر کیا ہے۔ ابن منیر کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کھیتی کے مباح ہونے پر اشارہ کیا ہے۔ اور اس سے جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کا محل جب ہے کہ کھیتی مسلمان کو جہاد اور امور شرع سے غافل کر دے۔ ابوامامہ کی حدیث جو بعد میں کھیتی کی مذمت میں آ رہی ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ فرماتے ہیں' امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت ﴿ افرء یتم ماتحرثون ﴾ سے یہ ثابت کیا کہ کھیتی کرنا مباح ہے اور جس حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی میں ایسا مشغول ہونا منع ہے کہ آدمی جہاد سے باز رہے یا دین کے دوسرے کاموں سے۔ (وحیدی)

٢٣٢٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح. وحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيْمَةٌ، إِلاَّ كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ)). وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ: قَالَ حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في : ٦٠١٢].

(٢٣٢٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا' (دوسری سند) اور مجھ سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا' ان سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوئے' پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے مسلم نے بیان کیا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔

تشریح اس حدیث کا شان ورود امام مسلم نے یوں بیان کیا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای نخلا لام مبشر امراۃ من الانصار فقال من غرس ھذا النخل امسلم ام کافر فقالوا مسلم فقال لا یغرس مسلم غرسا فیاکل منہ انسان اوطیر او دابۃ الا کان لہ صدقۃ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت ام مبشر نامی کا لگایا ہوا کھجور کا درخت دیکھا' آپؐ نے پوچھا کہ یہ درخت کسی مسلمان نے لگایا ہے یا کافر نے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ مسلمان کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا جانور کھائیں تو یہ سب کچھ اس کی طرف سے صدقہ میں لکھا جاتا ہے۔

حدیث انس روایت کردہ امام بخاری میں مزید وسعت کے ساتھ لفظ اویزرع زرعا بھی موجود ہے یعنی باغ لگائے یا کھیتی کرے۔ تو اس سے جو بھی آدمی' جانور فائدہ اٹھائیں اس کے مالک کے ثواب میں بطور صدقہ لکھا جاتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں و فی الحدیث فضل الغرس والزرع والحض علی عمارۃ الارض یعنی اس حدیث میں باغبانی اور زراعت اور زمین کو آباد کرنے کی فضیلت مذکور ہے۔

فی الواقع کھیتی کی بڑی اہمیت ہے کہ انسان کی شکم پری کا بڑا ذریعہ کھیتی ہی ہے۔ اگر کھیتی نہ کی جائے تو غلہ کی پیداوار نہ ہو سکے۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں اس فن کا ذکر بھی آیا۔ مگر جو کاروبار یاد خدا اور فرائض اسلام کی ادائیگی میں حارج ہو' وہ الٹا وبال بھی بن جاتا ہے۔ کھیتی کا بھی یہی حال ہے کہ بیشتر کھیتی باڑی کرنے والے یاد الٰہی سے غافل اور فرائض اسلام میں سست ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں کھیتی اور اس کے آلات کی مذمت بھی وارد ہے۔ بہرحال مسلمان کو دنیاوی کاروبار کے ساتھ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنا اور فرائض اسلام کو ادا کرنا ضروری ہے۔ واللہ ہوالموفق۔

الحمد للہ حدیث بالا کے پیش نظر میں نے بھی اپنے کھیتوں واقع موضع رہپوہ میں کئی درخت لگوائے ہیں۔ جو جلد ہی سایہ دینے کے قابل ہونے والے ہیں۔ امسال عزیزی نذیر احمد رازی نے ایک بڑ کا پودا نصب کیا ہے۔ جسے وہ دہلی سے لے گئے تھے۔ اللہ کرے کہ وہ پروان چڑھ کر صدہا سالوں کے لئے ذخیرۂ حسنات بن جائے اور عزیزان خلیل احمد و نذیر احمد کو توفیق دے کہ وہ کھیتی کا کام ان ہی احادیث کی روشنی میں کریں جس سے ان کو برکات دارین حاصل ہوں گی۔

آج یوم عاشورہ محرم ۱۳۹۰ھ کو کعبہ شریف میں یہ درخواست رب کعبہ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ آمین یا رب العالمین۔

٢- بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الاشتغال بآلَةِ الزَّرعِ، أَوْ مُجاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِي أُمِرَ بِهِ

باب کھیتی کے سامان میں بہت زیادہ مصروف رہنا یا حد سے زیادہ اس میں لگ جانا' اس کا انجام برا ہے

٢٣٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمصِيُّ قَالَ حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الأَلْهانِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ - وَرَأَى سكَّةً وشَيْئًا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ - سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقولُ: ((لاَ يَدخُلُ هَذَا بَيْتَ قَومٍ إِلاَّ أَدْخَلَهُ الذُّلَّ))

(۲۳۲۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سالم حمصی نے بیان کیا' ان سے محمد بن زیاد الہانی نے بیان کیا' ان سے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' آپ کی نظر پھالی اور کھیتی کے بعض دوسرے آلات پر پڑی۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس قوم کے گھر میں یہ چیز داخل ہو جاتی ہے تو اپنے ساتھ ذلت بھی لاتی ہے۔

تشریح حضرت امام بخاری نے منعقدہ باب میں احادیث آمدہ در مدح زراعت و درزم زراعت میں تطبیق پیش فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کھیتی باڑی اگر حد اعتدال میں کی جائے' کہ اس کی وجہ سے فرائض اسلام کی ادائیگی میں کوئی تساہل نہ ہو تو وہ کھیتی قابل تعریف ہے۔ جس کی فضیلت حدیث وارده میں نقل ہوئی ہے۔ اور اگر کھیتی باڑی میں اس قدر مشغولیت ہو جائے کہ ایک مسلمان اپنے دینی فرائض سے بھی غافل ہو جائے تو پھر وہ کھیتی قابل تعریف نہیں رہتی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

هذا من اخباره صلى الله عليه وسلم بالمغيبات لان المشاهد الان ان اكثر الظلم انما هو على اهل الحرث و قد اشار البخارى بالترجمة الى الجمع بين حديث ابى امامة والحديث الماضى فى فضل الزرع والغرس و ذالک باحد الامرين اما ان يحمل ماورد من الذم على عاقبة ذالک و محله اذا اشتغل به فضيع بسببه ما امر بحفظه و اما ان يحمل على ما اذا لم يضع الا انه جاوزالحد فيه والذى يظهر ان كلام ابى امامة محمول على من يتعاطى ذالک بنفسه اما من له عمال يعملون له و ادخل داره الالة المذكورة لتحفظ لهم فليس مراد

لویمکن الحمل علی عمومه فان الذل شامل لکل من ادخل نفسه ما یستلزم مطالبة اخرله و لا سیما اذا کان المطالب من الولاۃ و عن الداودی هذا لمن یقرب من العدوفانه اذا اشتغل بالحرث لا یشتغل بالفروسیة فیتا سد علیه العدوفحقهم ان یشتغلوا بالفروسیة و علی غیرهم امدادهم بما یحتاجون الیه (فتح الباری)

یعنی یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی ان خبروں میں سے ہے جن کو مشاہدہ نے بالکل صحیح ثابت کر دیا۔ کیونکہ اکثر مظالم کا شکار کاشتکار ہی ہوتے چلے آ رہے ہیں اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب سے حدیث ابی امامہ اور حدیث سابقہ بابت فضیلت زراعت و باغبانی میں تطبیق پر اشارہ فرمایا ہے اور یہ دو امور میں سے ایک ہے۔ اول تو یہ کہ جو مذمت وارد ہے اسے اس کے انجام پر محمول کیا جائے' اگر انجام میں اس میں اس قدر مشغولیت ہو گئی کہ اسلامی فرائض سے بھی غافل ہونے لگا۔ دوسرے یہ بھی کہ فرائض کو تو ضائع نہیں کیا مگر حد اعتدال سے آگے تجاوز کر کے اس میں مشغول ہو گیا تو یہ پیشہ اچھا نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابو امامہ والی حدیث ایسے ہی شخص پر وارد ہو گی جو خود اپنے طور پر اس میں مشغول ہو اور اس میں حد اعتدال سے تجاوز کر جائے۔ اور جس کے نوکر چاکر کام انجام دیتے ہوں اور حفاظت کے لئے آلات زراعت اس کے گھر میں رکھے جائیں تو ذم سے وہ شخص مراد نہ ہو گا۔ حدیث ذم عموم پر بھی محمول کی جا سکتی ہے کہ کاشتکاروں کو بسا اوقات ادائے مالیہ کے لئے حکام کے سامنے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ اور داؤدی نے کہا کہ یہ ذم اس کے لئے ہے جو دشمن سے قریب ہو' کہ وہ کھیتی باڑی میں مشغول رہ کر دشمن سے بے خوف ہو جائے گا اور ایک دن دشمن ان کے اوپر چڑھ بیٹھے گا۔ پس ان کے لئے ضروری ہے کہ سپاہ گری میں مشغول رہیں اور حاجت کی اشیاء سے دوسرے لوگ ان کی مدد کریں۔

زراعت باغبانی ایک بہترین فن ہے۔ بہت سے انبیاء' اولیاء' علماء زراعت پیشہ رہے ہیں۔ زمین میں قدرت نے اجناس اور پھلوں سے جو نعمتیں پوشیدہ رکھی ہیں ان کا نکالنا یہ زراعت پیشہ اور باغبان حضرات ہی کا کام ہے۔ اور جاندار مخلوق کے لئے جو اجناس اور چارے کی ضرورت ہے اس کا مہیا کرنے والا بعونہ تعالیٰ ایک زراعت پیشہ کاشتکار ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف پہلوؤں سے ان فنوں کا ذکر آیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہل جوتنے والے بیل کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس فن کی شرافت میں کوئی شبہ نہیں ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ زراعت پیشہ قومیں زیادہ تر مسکینی اور غربت اور ذلت کا شکار رہتی ہیں۔ پھر ان کے سروں پر مالیانے کا پہاڑ ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ بسا اوقات ان کو ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ احادیث متعلقہ مذمت میں یہی پہلو ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ فن بہت قابل تعریف اور باعث رفع درجات دارین ہے۔ آج کے دور میں اس فن کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ جب کہ آج غذائی مسئلہ بنی نوع انسان کے لئے ایک اہم ترین اقتصادی مسئلہ بن گیا ہے۔ ہر حکومت زیادہ سے زیادہ اس فن پر توجہ دے رہی ہے۔

ذلت سے مراد یہ ہے کہ حکام ان سے پیسہ وصول کرنے میں ان پر طرح طرح کے ظلم توڑیں گے۔ حافظ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے جیسا فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ اکثر ظلم کا شکار کاشتکار لوگ ہی بنتے ہیں۔ بعض نے کہا ذلت سے یہ مراد ہے کہ جب رات دن کھیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو سپاہ گری اور فنون جنگ بھول جائیں گے اور دشمن ان پر غالب ہو جائے گا۔

علامہ نووی احادیث زراعت کے ذیل فرماتے ہیں :۔ فی هذه الاحادیث فضیلة الغرس و فضیلة الزرع و ان اجر فاعلی ذالک مستمر مادام الغراس والزرع و ما تولد منه الی یوم القیامة و قد اختلف العلماء فی اطیب المکاسب و افضلها فقیل التجارة وقیل الصنعة بالید و قیل الزراعة و هوالصحیح و قد بسطت ایضاحه فی اخر باب الاطعمة من شرح المهذب و فی هذه الاحادیث ایضًا ان الثواب والاجر فی الاخرة مختص بالمسلمین و ان الانسان یثاب علی ماسرق من ماله اواتلفته دابة اوطائر و نحو هما (نووی)

یعنی ان احادیث میں درخت لگانے اور کھیتی کرنے کی فضیلت وارد ہے۔ اور یہ کہ کاشتکار اور باغبان کا ثواب ہمیشہ جاری رہتا ہے جب تک بھی اس کی وہ کھیتی یا درخت رہتے ہیں۔ ثواب کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے

کہ بہترین کسب کون سا ہے۔ کہا گیا ہے کہ تجارت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دستکاری بہترین کسب ہے۔ اور کہا گیا کہ بہترین کسب کھیتی باڑی ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور میں نے باب الاطعمہ شرح مہذب میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ آخرت کا اجر و ثواب مسلمانوں ہی کے لئے خاص ہے اور یہ بھی ہے کہ کاشتکار کی کھیتی میں سے کچھ چوری ہو جائے یا جانور پرندے کچھ اس میں نقصان کر دیں تو ان سب کے بدلے کاشتکار کو ثواب ملتا ہے۔

یا اللہ! مجھ کو اور میرے بچوں کو ان احادیث کا مصداق بنائیو۔ جب کہ اپنا آبائی پیشہ کاشتکاری ہی ہے' اور یا اللہ! اپنی برکتوں سے ہمیشہ نوازیو۔ اور ہر قسم کی ذلت' مصیبت' پریشانی' تنگ حالی سے بچائیو' آمین ثم آمین۔

۳- بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ — باب کھیتی کے لئے کتا پالنا

اس باب سے امام بخاری نے کھیتی کی اباحت ثابت کی کیونکہ جب کھیت کے لیے کتا رکھنا جائز ہوا تو کھیتی کرنا بھی درست ہو گا۔ حدیث باب سے کھیت یا شکار کی حفاظت کے لیے کتا پالنے کا جواز نکلا۔ حافظ نے کہا اسی قیاس پر اور کسی ضرورت سے بھی کتے کا رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن بلا ضرورت جائز نہیں۔

۲۳۲۲- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ أَمسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنقُصُ كُلَّ يَومٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيْرَاطٌ، إِلاَّ كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ)). قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَأَبو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِلاَّ كَلْبَ غَنَمٍ أَو حَرْثٍ أَو صَيْدٍ)). وقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ)). [طرفه في : ٢٣٢٤].

(۲۳۲۲) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' جس شخص نے کوئی کتا رکھا' اس نے روزانہ اپنے عمل سے ایک قیراط کی کمی کر لی۔ البتہ کھیتی یا مویشی (کی حفاظت کے لیے) کتے اس سے الگ ہیں۔ ابن سیرین اور ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا بحوالہ نبی کریم ﷺ کہ بکری کے ریوڑ' کھیتی اور شکار کے کتے الگ ہیں۔ ابو حازم نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے کہ شکاری اور مویشی کے کتے (الگ ہیں)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیتی کی حفاظت کے لیے بھی کتا پالا جا سکتا ہے جس طرح سے شکار کے لیے کتا پالنا جائز ہے۔ محض شوقیہ کتا پالنا منع ہے۔ اس لیے کہ اس سے بہت سے خطرات ہوتے ہیں۔ بڑا خطرہ یہ کہ ایسے کتے موقع پاتے ہی برتنوں میں منہ ڈال کر ان کو گندا کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ آنے جانے والوں کو ستاتے بھی ہیں۔ ان کے کاٹنے کا ڈر ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے جس میں یہ موذی جانور رکھا گیا ہو۔ ایسے مسلمان کی نیکیوں میں سے ایک قیراط نیکیاں کم ہوتی رہتی ہیں جو بے منفعت کتے کو پالتا ہو۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ قیل سبب نقصان امتناع الملئكة من دخول بيته او مايلحق المارين من الاذى اولان بعضها شياطين اوعقوبة لمخالفة النهى اولو لو عنهافى الاوانى عند غفلة صاحبها فربما يتنجس الطاهر منها فاذا استعمل فى العبادة لم يقع موقع الطاهر الخ۔

وفی الحدیث الحث علی تکثیر الاعمال الصالحة والتحذیر من العمل بما ینقصها والتنبیه علی اسباب الزیادة فیها والنقص منها لتجتنب اوترتکب و بیان لطف الله تعالٰی بخلقه فی اباحة مالهم به نفع و تبلیغ نبیهم صلی الله علیه وسلم امور معاشهم و معادهم و فیه ترجیح المصلحة الراجحة علی المفسدة لوقوع استثناء ماینتفع به مما حرم اتخاذه (فتح الباری)

یعنی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہونے کا سبب ایک تو یہ کہ رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے' یا یہ کہ اس کتے کی وجہ سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یا اس لئے بھی کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ باوجود نہی کے کتا رکھا گیا' اس سے نیکی کم ہوتی ہے۔ یا اس لئے کہ وہ برتنوں میں منہ ڈالتے رہتے ہیں۔ جہاں گھر والے سے ذرا غفلت ہوئی اور کتے نے فوراً پاک پانی کو ناپاک کرڈالا۔ اب اگر عبادت کے لئے وہ استعمال کیا گیا' تو اس سے پاکی حاصل نہ ہوگی۔ الغرض یہ جملہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے محض شوقیہ کتا پالنے والوں کی نیکیاں روزانہ ایک ایک قیراط کم ہوتی رہتی ہیں۔ مگر تہذیب مغرب کا برا ہو آج کل کی نئی تہذیب میں کتا پالنا بھی ایک فیشن بن گیا ہے۔ امیر گھرانوں میں محض شوقیہ پلنے والے کتوں کی اس قدر خدمت کی جاتی ہے کہ ان کے نہلانے دھلانے کے لئے خاص ملازم ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ استغفراللہ! مسلمانوں کو ایسے فضول بے ہودہ فضول خرچی کے کاموں سے بہرحال پرہیز لازم ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے جن میں سے اعمال صالحہ کی کثرت پر رغبت دلانا بھی ہے اور ایسے اعمال بد سے ڈرانا بھی جن سے نیکی برباد گناہ لازم آئے۔ حدیث ہذا میں ہر دو امور کے لئے تنبیہ ہے کہ نیکیاں بکثرت کی جائیں اور برائیوں سے بکثرت پرہیز کیا جائے۔ اور یہ بھی کہ اللہ کی اپنی مخلوق پر مہربانی ہے کہ جو چیز اس کے لئے نفع بخش ہے وہ مباح قرار دی ہے اور اس حدیث میں تبلیغ نبوی بابت امور معاش و معاد بھی مذکور ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض چیزیں حرام ہوتی ہیں جیسا کہ کتا پالنا' مگر ان کے نفع بخش ہونے کی صورت میں ان کو مصلحت کی بنا پر مستثنیٰ بھی کر دیا جاتا ہے۔

۲۳۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيفَةَ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ - رَجُلٌ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ، وكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ- قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لاَ يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلاَ ضَرْعًا نَقَصَ كُلَّ يَوْمَ مِنْ عَمَلِهِ قِيْرَاطٌ)). قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: إِيْ وَربِّ هَذَا الْمَسْجِدِ)).

(۲۳۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبردی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے' ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا' کہ سفیان بن زہیر نے ازد شنوہ قبیلے کے ایک بزرگ سے سنا' جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جس نے کتا پالا' جو نہ کھیتی کے لئے ہے اور نہ مویشی کے لئے' تو اس کی نیکیوں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا' کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا' ہاں ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم! (میں نے ضرور آپ سے یہ سنا ہے۔

[طرفه في: ۳۳۲۵].

قیراط یہاں عنداللہ ایک مقدار معلوم ہے۔ مراد یہ کہ بے حد نیکیاں کم ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجوہ بہت ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے' دوسرے یہ کہ ایسا کتا گذرنے والوں اور آنے جانے والے مہمانوں پر حملہ کے لئے دوڑتا ہے جس کا

گناہ کتا پالنے والے پر ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ گھر کے برتنوں کو منہ ڈال ڈال کر ناپاک کرتا رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ نجاستیں کھا کھا کر گھر پر آتا ہے اور بدبو اور دیگر امراض اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں۔ اس لئے شریعت اسلامی نے گھر میں بے کار کتا رکھنے کی سختی کے ساتھ ممانعت کی ہے۔ شکاری کتے اور تربیت دیئے ہوئے دیگر محافظ کتے اس سے الگ ہیں۔

٤- بَابُ اسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

٢٣٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقَرَةٍ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ: لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا، خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ. قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ. وَأَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِي، فَقَالَ الذِّئْبُ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ، يَوْمَ لاَ رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ)). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ.

[أطرافه في: ٣٤٧١، ٣٦٦٣، ٣٦٩٠].

باب کھیتی کے لئے بیل سے کام لینا۔

(۲۳۲۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے سعد بن ابراہیم نے' انہوں نے ابوسلمہ سے سنا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اس بیل نے اس کی طرف دیکھا اور اس سوار سے کہا کہ میں اس کے لئے نہیں پیدا ہوا ہوں' میری پیدائش تو کھیت جوتنے کے لئے ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر و عمر بھی ایمان لائے۔ اور ایک دفعہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پکڑ لی تھی تو گڈریے نے اس کا پیچھا کیا۔ بھیڑیا بولا' آج تو تو اسے بچاتا ہے۔ جس دن (مدینہ اجاڑ ہو گا) درندے ہی درندے رہ جائیں گے۔ اس دن میرے سوا کون بکریوں کا چرانے والا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی۔ ابوسلمہ نے کہا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے تحت اس حدیث کو درج فرمایا۔ جس میں ایک اسرائیلی مرد کا اور ایک بیل کا مکالمہ مذکور ہوا ہے۔ وہ اسرائیلی بیل کو سواری کے کام میں استعمال کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیل کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت دی اور وہ کہنے لگا کہ میں کھیتی کے لئے پیدا ہوا ہوں' سواری کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ چونکہ یہ بولنے کا واقعہ خرق عادت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اللہ پاک اس پر قادر ہے کہ وہ بیل جیسے جانور کو انسانی زبان میں گفتگو کی طاقت بخش دے۔ اس لئے اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اظہار ایمان فرمایا۔ بلکہ ساتھ ہی حضرات شیخین کو بھی شامل فرما لیا کہ آپ کو ان پر اعتماد کامل تھا حالانکہ وہ ہر دو وہاں اس وقت موجود بھی نہ تھے۔ وانما قال ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثقة بھما العلمة بصدق ایمانھما و قوة یقینھما و کمال معرفتھما بقدرة اللہ تعالٰی (عینی) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپ کو ان ہر دو پر اعتماد تھا۔ آپ ان کے ایمان اور یقین کی صداقت اور قوت سے واقف تھے۔ اور جانتے تھے کہ ان کو بھی قدرت الٰہی کی معرفت بدرجہ کمال حاصل ہے۔ اس لئے آپ نے اس ایمان میں ان کو بھی شریک فرما لیا۔ رضی اللہ عنہما و ارضاہما۔

حدیث کا دوسرا حصہ بھیڑیے سے متعلق ہے جو ایک بکری کو پکڑ کر لے جا رہا تھا کہ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اللہ نے بھیڑیے کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے چرواہے سے کہا کہ آج تو تم نے اس بکری کو مجھ سے چھڑا لیا۔ مگر اس

دن ان بکریوں کو ہم سے کون چھڑائے گا جس دن مدینہ اجاڑ ہو جائے گا اور بکریوں کا چرواہا ہمارے سوا کوئی نہ ہو گا۔ قال القرطبی کانه یشیر الی حدیث ابی هریرة المرفوع یترکون المدینة علی خیرما کانت لا یغشاها الا العوافی یرید السباع والطیر قرطبی نے کہا کہ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ مدینہ کو خیریت کے ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ واپسی پر دیکھیں گے کہ وہ سارا شہر درندوں' چرندوں اور پرندوں کا مسکن بنا ہوا ہے۔ اس بھیڑیے کی آواز پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ایمان فرماتے ہوئے حضرات صاحبین کو بھی شریک فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب منعقد فرمایا تھا وہ حدیث میں بیل کے مکالمہ والے حصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان جب سے عالم شعور میں آکر زراعت کی طرف متوجہ ہوا تو زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے اس نے زیادہ تر بیل ہی کا استعمال کیا ہے۔ اگرچہ گدھے' گھوڑے' اونٹ' بھینسے بھی بعض بعض ملکوں میں ہلوں میں جوتے جاتے ہیں۔ مگر عموم کے لحاظ سے بیل ہی کو قدرت نے اس خدمت جلیلہ کا اہل بنایا ہے۔ آج اس مشینی دور میں بھی بیل بغیر چارہ نہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

٥- بَابُ إِذَا قَالَ أَكْفِنِي مَؤُونَةَ النَّخلِ أَوْ غَيْرِهِ وتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

باب باغ والا کسی سے کہے کہ تو سب درختوں وغیرہ کی دیکھ بھال کر' تو اور میں پھل میں شریک رہیں گے

تشریح چونکہ مسائل زراعت کا ذکر ہو رہا ہے اسلئے ایک صورت کاشتکاری کی یہ بھی ہے جو باب میں بتلائی گئی کہ کھیت یا باغ والا کسی کو شریک کرے اس شرط پر کہ اس کے کھیت یا باغ میں کل محنت وہ صرف کرے گا اور پیداوار نصفا نصف تقسیم ہو جائے گی۔ یہ صورت شرعاً جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو انصار نے از راہ ہمدردی و اخوت اپنی زمینوں' باغوں کو مہاجرین میں تقسیم کرنا چاہا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ شرکت کار کی تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ مہاجرین ہمارے کھیتوں یا کھجور کے باغوں میں کام کریں اور پیداوار تقسیم ہو جایا کرے۔ اس پر سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور سمعنا و اطعنا سے اظہار رضامندی فرمایا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ابتدائے اسلام ہی سے عام طور پر مسلمانوں کا یہ رجحان طبع رہا ہے کہ وہ خود اپنے بل بوتے پر زندگی گذاریں اور اللہ کے سوا اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔ اور رزق حلال کی تلاش کے لئے ان کو جو بھی دشوار سے دشوار راستہ اختیار کرنا پڑے' وہ اسی کو اختیار کر لیں۔ مسلمانوں کا یہی جذبہ تھا جو بعد کے زمانوں میں بشکل تجارت اشاعت اسلام کے لئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اور اہل اسلام نے تجارت کے لئے دنیا کے کونے کونے کو چھان مارا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جہاں گئے اسلام کی زندہ جیتی جاگتی تصویر بن کر گئے۔ اور دنیا کے لئے پیغام رحمت ثابت ہوئے۔ صد افسوس کہ آج یہ باتیں خواب و خیال بن کر رہ گئی ہیں۔ الاماشاء اللہ' رحم اللہ علینا۔ آمین۔

ان حقائق پر ان مغرب زدہ نوجوانوں کو بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اسلام کو محض ایک خانگی معاملہ کہہ کر سیاست معیشت سے الگ سمجھ بیٹھے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ اسلام نے نوع انسانی کی ہر ہر شعبہ زندگی میں پوری پوری رہنمائی کی ہے' اسلام فطری قوانین کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

٢٣٢٥- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

(٢٣٢٥) ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' ان سے ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' کہ

قَالَ: ((قَالَتِ الأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ. قَالَ: لاَ. فَقَالُوا: تَكْفُوْنَا الْمُؤُوْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ. قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَعَطْنَا)).

[طرفاه في: ۲۷۱۹، ۳۷۸۲].

ہمارے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے انکار کیا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ آپ لوگ درختوں میں محنت کرو، ہم تم میوے میں شریک رہیں گے۔ انہوں نے کہا اچھا ہم نے سنا اور قبول کیا۔

تشریح: معلوم ہوا یہ صورت جائز ہے کہ باغ یا زمین ایک شخص کی ہو اور کام اور محنت دوسرا شخص کرے، دونوں پیداوار میں شریک ہوں۔ اس کو مساقات کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جو انصار کو زمین تقسیم کر دینے سے منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ مسلمانوں کی ترقی بہت ہو گی، بہت سی زمینیں ملیں گی۔ تو انصار کی زمین انہی کے پاس رہنا آپؐ نے مناسب سمجھا۔

٦- بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ

باب میوہ دار درخت اور کھجور کے درخت کاٹنا۔

وَقَالَ أَنَسٌ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِنَخْلٍ فَقُطِعَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے۔

یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جو باب المساجد میں اوپر موصولاً گزر چکی ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی ضرورت سے یا دشمن کا نقصان کرنے کے لئے جب اس کی حاجت ہو تو میوہ دار درخت کاٹنا یا کھیتی یا باغ جلا دینا درست ہے۔

٢٣٢٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

[أطرافه في: ۳۰۲۱، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۸۸۴].

(۲۳۲۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بنی نضیر کے کھجوروں کے باغ جلا دیئے اور کاٹ دیئے۔ ان ہی کے باغات کا نام بویرہ تھا۔ اور حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر اسی کے متعلق ہے۔

بنی لوی (قریش) کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنا دیا جو ہر طرف پھیلتی ہی جا رہی تھی۔

تشریح: بنی لوی قریش کو کہتے ہیں۔ اور سراۃ کا ترجمہ عمائد اور معززین۔ بویرہ ایک مقام کا نام ہے جہاں بنی نضیر یہودیوں کے باغات تھے۔ ہوا یہ تھا کہ قریش ہی کے لوگ اس تباہی کے باعث ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے بنی قریظہ اور بنی نضیر کو بھڑکا کر آنحضرت ﷺ سے عہد شکنی کرائی۔ بعض نے کہا آپ نے یہ درخت اس لئے جلوائے کہ جنگ کے لئے صاف میدان کی ضرورت تھی۔ تاکہ دشمنوں کو چھپ رہنے کا اور کمین گاہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ بحالت جنگ بہت سے امور سامنے آتے ہیں۔ جن میں قیادت کرنے والوں کو بہت سوچنا پڑتا ہے۔ کھیتوں اور درختوں کا کاٹنا اگرچہ خود انسانی اقتصادی نقصان ہے مگر بعض شدید ضرورتوں

کے تحت یہ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آج کے نام نہاد مہذب لوگوں کو دیکھو گے کہ جنگ کے دنوں میں وہ کیا کیا حرکات کر جاتے ہیں۔ بھارت کے غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جو مظالم جہاں ڈھائے وہ تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ جنگ عظیم میں یورپی اقوام نے کیا کیا حرکتیں کیں۔ جن کے تصور سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور آج بھی دنیا میں اکثریت اپنی اقلیتوں پر جو ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہے' وہ دنیا پر روشن ہے۔ بہر حال حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

۷- بَابٌ

باب

اس میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے گویا یہ باب پہلے باب کی ایک فصل ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جب بٹائی ایک میعاد کے لئے جائز ہوئی تو مدت گزرنے کے بعد زمین کا مالک یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا درخت یا کھیتی اکھاڑ لے جاؤ۔ پس درخت کا کاٹنا ثابت ہوا۔ اگلے باب کا یہی مطلب تھا۔

۲۳۲۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحيى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الأَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ: ((كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نُكْرِي الأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الأَرْضِ، قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلَمُ الأَرْضُ وَمِمَّا يُصَابُ الأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذلِكَ، فَنُهِينَا. وأَمّا الذَّهَبُ والوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ)).

(۲۳۲۷) ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' کہا ہم کو یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہیں حنظلہ بن قیس انصاری نے' انہوں نے رافع بن خدیج بڑھڑ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ مدینہ میں ہمارے پاس کھیت اوروں سے زیادہ تھے۔ ہم کھیتوں کو اس شرط کے ساتھ دوسروں کو جوتنے اور بونے کے لئے دیا کرتے تھے کہ کھیت کے ایک مقررہ حصے (کی پیداوار) مالک زمین لے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ خاص اسی حصے کی پیداوار ماری جاتی اور سارا کھیت سلامت رہتا۔ اور بعض دفعہ سارے کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور یہ خاص حصہ بچ جاتا۔ اس لئے ہمیں اس طرح معاملہ کرنے سے روک دیا گیا۔ اور سونا اور چاندی کے بدل ٹھیکہ دینے کا تو اس وقت رواج ہی نہ تھا۔

نقدی کرایہ کا معاملہ اس وقت نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس صورت مذکورہ میں مالک اور کاشتکار ہر دو کے لئے نفع کے ساتھ نقصان کا بھی ہر وقت احتمال تھا۔ اس لئے اس صورت سے اس معاملہ کو منع کر دیا گیا۔

۸- بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ

باب آدھی یا کم و زیادہ پیداوار پر بٹائی کرنا

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: مَا فِي الْمَدِيْنَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلاَّ يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبْعِ. وَزَارَعَ عَلِيٌّ وسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ

(یہ بلا تردد جائز ہے) اور قیس بن مسلم نے بیان کیا اور ان سے ابو جعفر نے بیان کیا کہ مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھرانہ نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پر کاشتکاری نہ کرتا ہو۔ حضرت علی اور سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود' اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ اور حضرت ابوبکر کی اولاد اور حضرت عمر کی اولاد اور حضرت علی کی اولاد اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم اجمعین سب بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور

سِيرِيْنَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ: كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ. وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطْرُ، وَإِنْ جَاؤُوا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ تَكُوْنَ الْأَرْضُ لِأَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا، فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا. وَرَأَى ذَلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ: وَقَالَ مَعْمَرٌ: لَا بَأْسَ أَنْ تَكُوْنَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى.

عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ کھیتی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگر بیج وہ خود (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) مہیا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں' اور اگر تخم ان لوگوں کا ہو جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے حصے کے وہ مالک ہوں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشتکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لیں۔ زہری رحمہ اللہ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔ اور حسن نے کہا کہ کپاس اگر آدھی (لینے کی شرط) پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم' ابن سیرین' عطاء' حکم' زہری اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاگا اگر تہائی' چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معمر نے کہا کہ اگر جانور ایک معین مدت کے لئے اس کی تہائی یا چوتھائی کمائی پر دیا جائے' تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

تشریح باب کے ذیل میں کئی ایک اثر مذکور ہوئے ہیں جن کی تفصیل یہ کہ ابو جعفر مذکور امام محمد باقر رحمہ اللہ کی کنیت ہے جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے والد ہیں۔ حضرت علی اور سعد اور ابن مسعود اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کے اثروں کو ابن ابی شیبہ نے اور قاسم کے اثر کو عبدالرزاق نے اور عروہ کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے امام محمد باقر سے نکالا۔ اس میں یہ ہے ان سے بٹائی کو پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے ابوبکر اور عمر اور علی سب کے خاندان والوں کو یہ کرتے دیکھا ہے۔ اور ابن سیرین کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور عبدالرحمٰن بن اسود کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور نسائی نے وصل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی اور طحاوی نے وصل کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب اس اثر کے لانے سے یہ ہے کہ مزارعت اور مخابرہ دونوں ایک ہیں۔ بعض نے کہا جب تخم زمین کا مالک دے تو وہ مزارعت ہے اور جب کام کرنے والا تخم اپنے پاس سے ڈالے تو وہ مخابرہ ہے۔ بہرحال مزارعت اور مخابرہ امام احمد اور خزیمہ اور ابن منذر اور خطابی کے نزدیک درست ہے اور باقی علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب امام احمد کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ حسن بصری کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے وصل کیا اور ابراہیم کے قول کو ابوبکر اثرم نے اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطا اور قتادہ اور حکم اور زہری کے بھی اقوال کو انہوں ہی نے وصل کیا۔ (خلاصہ از وحیدی)

مطلب یہ ہے کہ مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً فی بیگھہ لگان بصورت روپیہ مقرر کر لیا جائے' یہ صورت بہرحال جائز ہے۔ ایک صورت یہ کہ مالک زمین کا کوئی قطعہ اپنے لئے خاص کرلے کہ اس کی پیداوار خاص میری ہو گی یا مالک غلہ طے کرلے کہ پیداوار کچھ بھی ہو' میں اتنا غلہ لوں گا۔ یہ صورتیں اس لئے ناجائز ہیں کہ معاملہ کرتے وقت دونوں فریق ناواقف ہیں۔ مستقبل میں ہر دو

کے لئے نفع و نقصان کا احتمال ہے۔ اس لئے شریعت نے ایسے دھوکے کے معاملہ سے روک دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر معاملہ کیا جائے یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ اور یہاں اسی کا بیان مقصود ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں :. والحق ان البخاری انما اراد بسیاق هذه الاثار الاشارة الی ان الصحابة لم ینقل عنهم خلاف فی الجواز خصوصًا اهل المدینة فیلزم من یقدم عملهم علی الاخبار المرفوعة ان یقولوا بالجواز علی قاعدتهم (فتح الباری) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان آثار کے یہاں ذکر کرنے سے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرام سے جواز کے خلاف کچھ منقول نہیں ہے خاص طور پر مدینہ والوں سے۔

٢٣٢٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ، فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ. ثَمَانُونَ وَسْقَ تَمْرٍ، وَعِشْرُونَ وَسْقَ شَعِيْرٍ. فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالأَرْضِ أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ؟ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الأَرْضَ)). [راجع: ٢٢٨٥]

(٢٣٢٨) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے' ان سے نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے (خیبر کے یہودیوں سے) وہاں (کی زمین میں) پھل کھیتی اور جو بھی پیداوار ہو اس کے آدھے حصے پر معاملہ کیا تھا۔ آپ اس میں سے اپنی بیویوں کو سو وسق دیتے تھے۔ جس میں اسی وسق کھجور ہوتی اور بیس وسق جو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) جب خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات کو آپ نے اس کا اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں تو) انہیں بھی وہاں کا پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے۔ یا وہی پہلی صورت باقی رکھی جائے۔ چنانچہ بعض نے زمین لینا پسند کیا۔ اور بعض نے (پیداوار سے) وسق لینا پسند کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین ہی لینا پسند کیا تھا۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر والوں سے نصف پیداوار پر معاملہ کیا۔ رسول کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کے لئے فی نفر سو وسق غلہ مقرر فرمایا تھا۔ یہی طریقہ عہد صدیقی میں رہا۔ مگر عہد فاروقی میں یہودیوں سے معاملہ ختم کر دیا گیا۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو غلہ یا زمین ہر دو کا اختیار دے دیا تھا۔ ایک وسق چار من اور بارہ سیر وزن کے برابر ہوتا ہے۔

بذیل حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عامل خیبر بشطر مایخرج منها حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

هذا الحدیث هو عمدة من اجاز المزارعة والمخابرة لتقریر النبی صلی الله علیه وسلم کذالک واستمراره علی عهد ابی بکر الی ان اجلاهم عمر کما سیاتی بعد ابواب استدل به علی جواز المساقات فی النخل والکرم و جمیع الشجر الذی من شانه ان یثمر بجزء معلوم یجعل للعامل من الثمرة و به قال الجمهور (فتح الباری) یعنی یہ حدیث عمدہ دلیل ہے اس کی جو مزارعت اور مخابرہ کو جائز قرار دیتا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طریق کار کو قائم رکھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ آپ نے بعد میں ان یہود کو خیبر سے جلا وطن کر دیا تھا۔ کھیتی کے علاوہ جملہ پھل دار درختوں میں بھی یہ معاملہ جائز قرار دیا گیا کہ کارکنان کے لئے مالک پھلوں کا کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جمہور کا یہی فتویٰ ہے۔

اس میں کھیت اور باغ کے مالک کا بھی فائدہ ہے کہ وہ بغیر محنت کے پیداوار کا ایک حصہ حاصل کر لیتا ہے اور محنت کرنے والے کے لئے بھی سہولت ہے کہ وہ زمینات سے اپنی محنت کے نتیجہ میں پیداوار لے لیتا ہے۔ محنت کش طبقہ کے لئے یہ وہ اعتدال کا راستہ ہے جو اسلام نے پیش کر کے ایسے مسائل کو حل کر دیا ہے۔ توڑ پھوڑ' فتنہ' فساد' تخریب کاری کا وہ راستہ جو آج کل بعض جماعتوں کی طرف سے محنت کش لوگوں کو ابھارنے کے لئے دنیا میں جاری ہے' یہ راستہ شرعاً بالکل غلط اور قطعاً ناجائز ہے۔

٩- بَابُ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب اگر بٹائی میں سالوں کی تعداد مقرر نہ کرے؟

تشریح امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ صراحت نہیں کی کہ وہ جائز ہے یا ناجائز۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ مزارعت میں جب میعاد نہ ہو تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ ابن بطال نے کہا کہ امام مالک رحمہ اللہ اور ثوریؒ اور شافعی رحمہ اللہ اور ابو ثور رحمہ اللہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور دلیل ان کی یہی حدیث ہے۔ ایسی صورت میں زمین کے مالک کو اختیار ہو گا کہ جب چاہے کاشتکار کو نکال دے۔ (وحیدی)

٢٣٢٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((عَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ)).

[راجع: ٢٢٨٥]

(٢٣٢٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ نے' ان سے نافع نے' اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے پھل اور اناج کی آدھی پیداوار پر وہاں کے رہنے والوں سے معاملہ کیا تھا۔

١٠- بَابٌ

باب:۔

٢٣٣٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو: قُلْتُ لِطَاوُسٍ: لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ: فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ. قَالَ: أَيْ عَمْرُو، إِنِّي أُعْطِيْهِم وَأُعِيْنُهُمْ. وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي - يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُوْمًا)).

[طرفاه في: ٢٣٤٢، ٢٦٣٤].

(٢٣٣٠) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہ عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے طاؤس سے عرض کیا' کاش! آپ بٹائی کا معاملہ چھوڑ دیتے' کیوں کہ ان لوگوں (رافع بن خدیج اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس پر طاؤس نے کہا کہ میں تو لوگوں کو زمین دیتا ہوں اور ان کا فائدہ کرتا ہوں۔ اور صحابہ میں جو بڑے عالم تھے انہوں نے مجھے خبر دی ہے۔ آپ کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تھی کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے نہیں روکا۔ بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو (اپنی زمین) مفت دے دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا محصول لے۔

تشریح امام طحاوی نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ انہوں نے کہا' اللہ رافع بن خدیج کو بخشے' میں ان سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ ہوا یہ تھا کہ دو انصاری آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لڑتے آئے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہارا یہ حال ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ رافع نے یہ لفظ سن لیا کہ کھیتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرایہ پر دینے کو منع نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے یہ برا سمجھا کہ اس کے سبب سے لوگوں میں فساد اور جھگڑا پیدا ہو۔ ہاں یہ مفہوم بھی درست ہے کہ اگر کسی کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہوئی ہے تو بہتر ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی کو بطور بخشش دے دے کہ وہ اس زمین سے فائدہ حاصل کر سکے۔ ویسے قانونی حیثیت میں تو بہرحال وہ اس کا مالک ہے۔ اور بٹائی یا کرایہ پر بھی دے سکتا ہے۔

لفظ مخابرہ بٹائی پر کسی کے کھیت کو جوتنے اور بونے کو کہتے ہیں۔ جب کہ بیج بھی کام کرنے والے ہی کا ہو۔ عام اصطلاح میں اسے بٹائی کہا جاتا ہے۔ خبرہ حصہ کو بھی کہتے ہیں' اسی سے مخابرہ نکلا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ خیبر سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں سے یہی معاملہ کیا تھا کہ آدمی پیداوار وہ لے لیں آدمی آپ کو دیں۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ خبار سے نکلا ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ فدفعنا فی خبار من الارض یعنی ہم نرم زمین میں پھینک دیئے گئے۔ نووی نے کہا کہ مخابرہ اور مزارعہ میں یہ فرق ہے کہ مخابرہ میں تخم عامل کا ہوتا ہے نہ کہ مالک زمین کا۔ اور مزارعہ میں تخم مالک زمین کا ہوتا ہے۔

١١- بَابُ الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُودِ

باب یہود کے ساتھ بٹائی کا معاملہ کرنا

اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ مزارعت جیسی مسلمانوں میں آپس میں درست ہے ویسی ہی مسلمان اور کافر میں بھی درست ہے اور چونکہ حدیث میں صرف یہود کا ذکر تھا۔ لہٰذا ترجمہ باب میں ان ہی کو بیان کیا۔ اور جب یہود کے ساتھ مزارعت کرنا جائز ہوا تو ہر ایک غیر مسلم کے ساتھ جائز ہو گا۔ اس قسم کے دنیاوی' تمدنی' معاشرتی' اقتصادی معاملات میں اسلام نے مذہبی تنگ نظری سے کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ ایسے جملہ امور میں صرف مفاد انسانی کو سامنے رکھ کر مسلم اور غیر مسلم ہر دو کا باہمی معاملہ جائز رکھا ہے۔ ہاں عدل ہر جگہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ ﴿ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾ (المائدہ: ٨) کا یہی مفہوم ہے کہ عدل کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ عدل کا مطالبہ مسلم اور غیر مسلم سب سے یکساں ہے۔ آج کے زمانہ میں اہل اسلام زمین کے ہر حصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور بسا اوقات غیر مسلم لوگوں سے ان کے دنیاوی معاملات لین دین وغیرہ کا تعلق رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آج سے چودہ سو سال قبل ایسے حالات کا اندازہ تھا۔ اس لئے دنیاوی امور میں مذہبی تعصب سے کام نہیں لیا گیا۔

٢٣٣١- حَدَّثَنَا بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا)). [راجع: ٢٢٨٥]

(٢٣٣١) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں عبیداللہ نے خبر دی' انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر سونپی تھی کہ اس میں محنت کریں اور جوتیں بوئیں اور اس کی پیداوار کا آدھا حصہ لیں۔

١٢- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب بٹائی میں کون سی شرطیں لگانا مکروہ ہے۔

٢٣٣٢- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ

(٢٣٣٢) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو سفیان بن

أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَقْلاً، وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ فَيَقُولُ: هَذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ)).

[راجع: ٢٢٨٦]

عیینہ نے خبردی' انہیں یحییٰ بن سعید انصاری نے' انہوں نے حنظلہ زرقی سے سنا کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے پاس مدینہ کے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زمین زیادہ تھی۔ ہمارے یہاں طریقہ یہ تھا کہ جب زمین بصورت جنس کرایہ پر دیتے تو یہ شرط لگا دیتے کہ اس حصہ کی پیداوار تو میری رہے گی۔ اور اس حصہ کی تمہاری رہے گی۔ پھر کبھی ایسا ہوتا کہ ایک حصہ کی پیداوار خوب ہوتی اور دوسرے کی نہ ہوتی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس طرح معاملہ کرنے سے منع فرمادیا۔

یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک فاسد شرط ہے کہ یہاں کی پیداوار میں لوں گا وہاں کی تو لے۔ یہ سرا سر نزاع کی صورت ہے۔ اسی لئے ایسی شرطیں لگانا مکروہ قرار دیا گیا۔

١٣- بَابُ إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلاَحٌ لَهُمْ

باب جب کسی کے مال سے ان کی اجازت بغیر ہی کاشت کی اور اس میں ان کا ہی فائدہ رہا ہو۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں وہی تین آدمیوں کی حدیث بیان کی جو اوپر ذکر ہو چکی ہے اور ترجمہ باب تیسرے شخص کے بیان سے نکالا کہ اس نے مزدور کی بے اجازت اس کے مال کو کام میں لگایا اور اس کے لئے فائدہ کمایا' اور اگر ایسا کرنا گناہ ہوتا تو یہ شخص اس کام کو دفع بلا کا وسیلہ کیوں بناتا۔ (وحیدی)

٢٣٣٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا ثَلاَثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالاً عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ فَادْعُوا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ.

قَالَ أَحَدُهُمْ : اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ

(٢٣٣٣) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' ان سے ابو ضمرہ نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تین آدمی کہیں چلے جا رہے تھے کہ بارش نے ان کو آلیا۔ تینوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لے لی' اچانک اوپر سے ایک چٹان غار کے سامنے آ گری' اور انہیں (غار کے اندر) بالکل بند کر دیا۔ اب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم لوگ اب اپنے ایسے کاموں کو یاد کرو۔ جنہیں تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہو۔ اور اسی کام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ ممکن ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو ٹال دے۔ چنانچہ ایک شخص نے دعا شروع کی۔ اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لئے (جانور) چرایا کرتا تھا۔ پھر جب واپس

أَرْعَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ. وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوسِهِمَا وَ أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللهُ فَرَأَوُا السَّمَاءَ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللّٰهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ وَلاَ تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلاَّ بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، فَفَرَجَ. وَقَالَ الثَّالِثُ : اللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ : أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَعِيَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ: اتَّقِ اللهَ. فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرَعَاتِهَا فَخُذْ. فَقَالَ: اتَّقِ اللهَ وَلاَ تَسْتَهْزِئْ بِي. فَقُلْتُ : إِنِّي لاَ أَسْتَهْزِئُ بِكَ. فَخُذْ، فَأَخَذَهُ. فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ.

ہوتا تو دودھ دوہتا۔ سب سے پہلے 'اپنی اولاد سے بھی پہلے' میں والدین ہی کو دودھ پلاتا تھا۔ ایک دن دیر ہوگئی اور رات گئے تک گھر واپس آیا۔ اس وقت میرے ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور (اس کا پیالہ لے کر) میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ لیکن اپنے بچوں کو بھی (والدین سے پہلے) پلانا مجھے پسند نہیں تھا۔ بچے صبح تک میرے قدموں پر پڑے تڑپتے رہے' پس اگر تیرے نزدیک بھی میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے تھا تو (غار سے اس چٹان کو ہٹا کر) ہمارے لئے اتنا راستہ بنا دے کہ آسمان نظر آسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستہ بنا دیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی۔ مرد عورتوں سے جس طرح کی انتہائی محبت کر سکتے ہیں' مجھے اس سے اتنی ہی محبت تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس بلانا چاہا۔ لیکن وہ سو دینار دینے کی صورت میں راضی ہوئی۔ میں نے کوشش کی اور وہ رقم جمع کی۔ پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا' تو اس نے مجھ سے کہا' اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور اس کی مہر کو حق کے بغیر نہ توڑ۔ میں یہ سنتے ہی دور ہو گیا۔ اگر میرا یہ عمل تیرے علم میں بھی تیری رضا ہی کے لئے تھا تو (اس غار سے) پتھر کو ہٹا دے۔ پس غار کا منہ کچھ اور کھلا۔ اب تیسرا بولا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور تین فرق چاول کی مزدوری پر مقرر کیا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا۔ تو مجھ سے کہا کہ اب میری مزدوری مجھے دے دے۔ میں نے پیش کر دی لیکن اس وقت وہ انکار کر بیٹھا۔ پھر میں برابر اس کی اجرت سے کاشت کرتا رہا۔ اور اس کے نتیجہ میں بڑھنے سے بیل اور چرواہے میرے پاس جمع ہو گئے۔ اب وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر! میں نے کہا کہ بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جا اور اسے لے لے۔ اس نے کہا' اللہ سے ڈر! اور مجھ سے مذاق نہ کر' میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں (یہ سب تیرا ہی ہے) اب تم اسے لے جاؤ۔ پس اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔ الٰہی!

فَفَرَجَ اللّٰهُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ : ((فَسَعَيتُ)).
[راجع: ٢٢١٥]

اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری خوشنودی ہی کے لئے کیا تھا تو تو اس غار کو کھول دے۔ اب وہ غار پورا کھل چکا تھا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ابن عقبہ نے نافع سے (اپنی روایت میں فبغیت کے بجائے) فسعیت نقل کیا ہے۔

دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی میں نے محنت کر کے سو اشرفیاں جمع کیں۔ ابن عقبہ کی روایت کو خود امام بخاری نے کتاب الادب میں وصل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث طویل کے ذیل میں حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ اورد فیه حدیث الثلاثة الذین انطبق علیهم الغار و سیاتی القول فی شرحه فی احادیث الانبیاء والمقصودمنه هنا قول احد الثلاثة فعرضت علیه ای علی الآجیر حقه فرغب عنه فلم ازل ازرعه حتی جمعت منها بقرا ورعاتها فان الظاهرانه عین له اجرته فلما ترکها بعد ان تعینت له ثم تصرف فیها المستاجر بعینها صارت من ضمانه قال ابن المنیر مطابقة الترجمة انه قدعین له حقه و مکنه منه فبرئت ذمته بذالک فلما ترکه وضع المستاجر یده علیه وضعا مستانفاثم تصرف فیه بطریق الاصلاح لابطریق التضییع فاغتفر ذالک ولم یعد تعد یا ولذالک توسل به الی الله عزوجل و جعله من افضل اعماله و اقر علی ذالک ووقعت له الاجابة الخ (فتح الباری)

یعنی اس جگہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تین اشخاص والی حدیث کو نقل فرمایا جن کو غار نے چھپا لیا تھا۔ اس کی پوری شرح کتاب احادیث الانبیاء میں آئے گی۔ یہاں مقصود ان تینوں میں سے اس ایک شخص کا قول ہے۔ جس نے کہا تھا کہ میں نے اپنے مزدور کو اس کا پورا حق دینا چاہا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پس اس نے اس کی کاشت شروع کر دی' یہاں تک کہ اس نے اس کی آمد سے بیل اور اس کے لئے ہالی خرید لئے۔ پس ظاہر ہے کہ اس نے اس مزدور کی اجرت مقرر کر رکھی تھی مگر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس مالک نے اپنی ذمہ داری پر اسے کاروبار میں لگا دیا۔ ابن منیر نے کہا کہ مطابقت یوں ہے کہ اس باغ والے نے اس کی اجرت مقرر کر دی اور اس کو دی۔ مگر اس مزدور نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس شخص نے اصلاح اور ترقی کی نیت سے اسے بڑھانا شروع کر دیا۔ اسی نیت خیر کی وجہ سے اس نے اسے اپنا افضل عمل سمجھا اور بطور وسیلہ دربار الٰہی میں پیش کیا اور اللہ نے اس کے اس عمل خیر کو قبول فرمایا۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

اس سے اعمال خیر کو بطور وسیلہ بوقت دعا دربار الٰہی میں پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ یہی وہ وسیلہ ہے جس کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (المائدہ: ٣٥) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (اعمال خیر سے) اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو' اور اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد محنت کوشش بصورت جہاد وغیرہ جاری رکھو تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔ جو لوگ اعمال خیر کو چھوڑ کر بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اسی خیال باطل کے تحت ان کو اٹھتے بیٹھتے پکارتے ہیں وہ لوگ شرک کا ارتکاب کر کے عنداللہ زمرۂ مشرکین میں لکھے جاتے ہیں۔ ابلیس علیہ اللعنۃ کا یہ وہ فریب ہے جس میں نام نہاد اہل اسلام کی کثیر تعداد گرفتار ہے۔ اسی خیال باطل کے تحت بزرگان دین کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات پر تقریبات کی جاتی ہیں۔ قربانیاں دی جاتی ہیں۔ عرس کئے جاتے ہیں۔ ان کے ناموں پر نذریں نیازیں ہوتی ہیں۔ یہ جملہ امور مشرکین قوموں سے سیکھے گئے ہیں اور جو مسلمان ان میں گرفتار ہیں ان کو اپنے دین و ایمان کی خیر منانی چاہئے۔

١٤- بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

باب صحابہ کرام کے اوقاف اور خراجی زمین اور اس کی بٹائی کا بیان۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ (جب وہ

وأرضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِم ومُعَامَلَتِهِمْ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَر: ((تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لاَ يُبَاعُ، وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ. فَتَصَدَّقَ بِهِ)).

اپنا ایک کھجور کا باغ للہ وقف کر رہے تھے) اصل زمین کو وقف کر دے' اس کو کوئی بیچ نہ سکے۔ البتہ اس کا پھل خرچ کیا جاتا رہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

ابن بطال نے کہا اس باب کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آپ کے اوقاف میں اسی طرح مزارعت کرتے رہے جیسے خیبر کے یہودی کیا کرتے تھے۔

تشریح یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الوصایا میں نکالا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک باغ جس کو ثمغ کہتے تھے' صدقہ کر دیا۔ اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا' میں نے کچھ مال کمایا ہے' میں چاہتا ہوں اس کو صدقہ کروں۔ وہ مال بہت عمدہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی اصل صدقہ کر دے نہ وہ بیچ ہو سکے نہ ہبہ' نہ اس میں ترکہ ہو بلکہ اس کا میوہ خیرات ہوا کرے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی طرح اللہ کی راہ یعنی مجاہدین اور مساکین اور غلاموں کے آزاد کرانے اور مہمانوں اور مسافروں اور ناطے والوں کے لئے صدقہ کر دیا۔ اور یہ اجازت دی کہ جو اس کا متولی ہو وہ اس میں سے دستور کے موافق کھائے' اپنے دوستوں کو کھلائے۔ لیکن اس میں سے دولت جمع نہ کرے۔ باب میں اور حدیث باب میں بنجر زمین کی آباد کاری کا ذکر ہے۔ طحاوی نے کہا بنجر وہ زمین جو کسی کی ملک نہ ہو' نہ شہر اور نہ بستی کے متعلق ہو۔ آج کے حالات کے تحت اس تعریف سے کوئی زمین ایسی بنجر نہیں رہتی جو اس باب یا حدیث کے ذیل آ سکے۔ اس لئے کہ آج زمین کا ایک ایک چپہ خواہ وہ بنجر در بنجر ہی کیوں نہ ہو وہ حکومت کی ملکیت میں داخل ہے۔ یا کسی گاؤں بستی سے متعلق ہے تو اس کی ملکیت میں شامل ہے۔

بہر صورت مفہوم حدیث اور باب اپنی جگہ بالکل آج بھی جاری ہے کہ بنجر زمینوں کے آباد کرنے والوں کا حق ہے۔ اور موجودہ حکومت یا اہل قریہ کا فرض ہے کہ وہ زمین اسی آباد کرنے والے کے نام منتقل کر دیں۔ اسی سے زمین کی آباد کاری کے لئے ہمت افزائی مقصود ہے۔ اور یہ ہر زمانہ میں انسانیت کا ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ جس قدر زمین زیادہ آباد ہو گی بنی نوع انسان کو اس سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ لفظ "ارضا مواتا" اس بنجر زمین پر بولا جاتا ہے جس میں کھیتی نہ ہوتی ہو۔ اس کے آباد کرنے کا مطلب یہ کہ اس میں پانی لایا جائے۔ پھر اس میں باغ لگائے جائیں یا کھیتی کی جائے تو اس کا حق ملکیت اس کے آباد کرنے والے کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حکومت یا اہل بستی اگر ایسی زمین کو اس سے چھین کر کسی اور کو دیں گے تو وہ عنداللہ ظالم ٹھہریں گے۔

٢٣٣٤- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَوْ لاَ آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلاَّ قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ)).

(۲۳۳۴) ہم سے صدقہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے خبر دی' انہیں امام مالک نے' انہیں زید بن اسلم نے' ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جتنے شہر بھی فتح کرتا' انہیں فتح کرنے والوں میں ہی تقسیم کرتا جاتا' بالکل اسی طرح جس طرح نبی کریم ﷺ نے خیبر کی زمین تقسیم فرما دی تھی۔

[أطرافه في: ٣١٢٥، ٤٢٣٥، ٤٢٣٦].

تشریح مطلب یہ ہے کہ آئندہ ایسے بہت سے مسلمان لوگ پیدا ہوں گے جو محتاج ہوں گے۔ اگر میں تمام مفتوحہ ممالک کو غازیوں میں تقسیم کرتا چلا جاؤں' تو آئندہ محتاج مسلمان محروم رہ جائیں گے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا جب سواد کا ملک

فتح ہوا۔

۱۵- بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا

وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوفَةِ. وَقَالَ عُمَرُ: مَن أَحيَا أَرضًا مَيِّتةً فَهِيَ له. وَيُروَى عن عُمَر بن عَوفٍ عنِ النبيِّ ﷺ. وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ: وَلَيسَ لِعرقِ ظَالِمٍ فِيهِ حقٌّ. وَيُروَى فِيهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب اس شخص کا بیان جس نے بنجر زمین کو آباد کیا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ویران علاقوں کو آباد کرنے کے لئے یہی حکم دیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی بنجر زمین کو آباد کرے' وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ اور حضرت عمرؓ اور ابن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ البتہ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ بشرطیکہ وہ (غیر آباد زمین) کسی مسلمان کی نہ ہو' اور ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔ اور اس سلسلے میں جابر رضی اللہ عنہ کی بھی نبی کریم ﷺ سے ایک ایسی ہی روایت ہے۔

۲۳۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ)). قَالَ عُرْوَةُ : قَضَى بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي خِلاَفَتِهِ.

(۲۳۳۵) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے' ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس نے کوئی ایسی زمین آباد کی' جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حق دار ہے۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔

تشریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے یہ امر ظاہر ہے کہ ایسی بنجر زمینوں کی آباد کاری' پھر ان کی ملکیت' یہ جملہ امور حکومت وقت کی اجازت سے وابستہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا آج بھی بیشتر ممالک میں یہی قانون نافذ ہے۔ جو غیر آباد زمینوں کی آباد کاری کے لئے بے حد ضروری ہے۔ عروہ کے اثر کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں وصل کیا۔ اور اس کی دوسری روایت میں مذکور ہے جس کو ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں نکالا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زمینوں کو روکنے لگے' تب آپ نے یہ قانون نافذ کیا کہ جو کوئی نا آباد زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی۔ مطلب یہ تھا کہ محض قبضہ کرنے یا روکنے سے ایسی زمین پر حق ملکیت ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس کو آباد نہ کرے۔ حافظ صاحب نے بحوالہ طحاوی نقل فرمایا ہے کہ خرج رجل من اهل البصرة يقال له ابو عبدالله الى عمر فقال ان بارض البصرة ارضا لاتضر باحد من المسلمين وليست بارض خراج فان شئت ان تقطعنيها اتخذها قضبًا و زيتونا فكتب عمر الى ابى موسى ان كانت كذالك فاقطعها اياه (فتح)' یعنی بصرہ کا باشندہ ابو عبداللہ نامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بتلایا کہ بصرہ میں ایک ایسی زمین پڑی ہوئی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کو کوئی ضرر نہیں ہے۔ نہ وہ خراجی ہے۔ اگر آپ اسے مجھے دے دیں تو میں اس میں زیتون وغیرہ کے درخت لگا لوں گا۔ آپ نے عامل بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جا کر اس زمین کو دیکھیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو اسے اس شخص کو دے دیں۔ معلوم ہوا کہ

فالتو زمینوں کو آباد کرنے کے لئے حکومت وقت کی اجازت ضروری ہے۔

١٦- بَابٌ

باب

اس باب میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے۔ گویا پہلے باب ہی کی ایک فصل ہے۔ اور مناسبت باب کی حدیث سے یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ کی زمین میں یہ حکم نہیں دیا کہ جو کوئی اس کو آباد کرے تو وہ اس کی ملک ہے۔ کیونکہ ذوالحلیفہ لوگوں کے اترنے کی جگہ ہے۔ ثابت ہوا کہ غیر آباد زمین اگر پڑاؤ وغیرہ کے کام آتی ہو تو وہ کسی کی ملک نہیں' وہاں ہر شخص اتر سکتا ہے۔ وادی عقیق کے لئے بھی یہی حکم لگایا گیا۔ حدیث ذیل کے یہاں وارد کرنے کا یہی مقصد ہے۔

٢٣٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. فَقَالَ مُوسَى: وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ)). [راجع: ٤٨٣]

(٢٣٣٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے' ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ان کے باپ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (مکہ کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے) جب ذوالحلیفہ میں نالہ کے نشیب میں رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کیا تو آپ سے خواب میں کہا گیا کہ آپ اس وقت ایک مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ سالم (بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے بھی ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا۔ جہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بٹھایا کرتے تھے' تاکہ اس جگہ قیام کر سکیں' جہاں نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ یہ جگہ وادی عقیق کی مسجد سے نالہ کے نشیب میں ہے۔ وادی عقیق اور راستے کے درمیان میں۔

٢٣٣٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اللَّيْلَةَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي وَهُوَ بِالْعَقِيقِ أَنْ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ)).

[راجع: ١٥٣٤]

(٢٣٣٧) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی' ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے' اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا۔ آپ اس وقت وادی عقیق میں قیام کئے ہوئے تھے (اور اس نے یہ پیغام پہنچایا کہ) اس مبارک وادی میں نماز پڑھ اور کہا کہ کہہ دیجئے! عمرہ حج میں شریک ہو گیا۔

تشریح مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ کو مزید واضح کرنا چاہتے ہیں کہ بنجر اور غیر آباد زمین پر جو کسی کی بھی ملکیت نہ ہو' ہل چلانے والا اس کا مالک بن جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے وادی عقیق میں قیام فرمایا جو کسی کی ملکیت نہ تھی۔ اس لئے یہ وادی رسول کریم ﷺ کے قیام کرنے کی جگہ بن گئی' بالکل اسی طرح غیر آباد اور نا ملکیت زمین کا آباد کرنے والا اس کا مالک بن

جاتا ہے۔ آج کل چونکہ زمین کا چپہ چپہ ہر ملک کی حکومت کی ملکیت مانا گیا ہے اس لیے ایسی زمینات کے لیے حکومت کی اجازت ضروری ہے۔

١٧- بَابُ إِذَا قَالَ رَبُّ الأَرْضِ أُقِرُّكَ مَا أَقَرَّكَ اللهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَجَلاً مَعْلُومًا - فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيْهِمَا

باب اگر زمین کا مالک کاشتکار سے یوں کہے میں تجھ کو اس وقت تک رکھوں گا جب تک اللہ تجھ کو رکھے اور کوئی مدت مقرر نہ کرے تو معاملہ ان کی خوشی پر رہے گا (جب چاہیں فسخ کر دیں)

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہ ثابت فرمایا کہ فتح خیبر کے بعد خیبر کی زمین اسلامی ملکیت میں آ گئی تھی۔ آپ نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر فریقین رضامند ہوں تو بٹائی کا معاملہ تعیین مدت کے بغیر بھی جائز ہے۔ مگر یہ فریقین کی رضا مندی پر موقوف ہے۔ خیبر کی زمین کا معاملہ کچھ ایسا تھا کہ اس کا بیشتر حصہ تو جنگ کے بعد فتح ہو گیا تھا۔ جو حسب قاعدہ شرع اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی ملکیت میں آ گیا تھا۔ کچھ حصہ صلح کے بعد فتح ہوا۔ پھر وہ بھی حسب قاعدہ جنگ مسلمانوں کی ملک قرار دیا گیا۔ تیماء اور اریحاء دو مقاموں کے نام ہیں جو سمندر کے کنارے بنی طے کے ملک پر واقع ہیں۔ ملک شام کی راہ یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

٢٣٣٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ..)). وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: ((إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَجْلَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الأَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا للهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُم نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ

(٢٣٣٨) ہم سے احمد بن مقدام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' انہیں نافع نے خبر دی' اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب خیبر پر فتح حاصل کی تھی) (دوسری سند) اور عبدالرزاق نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دیا تھا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فتح پائی تو آپ نے بھی یہودیوں کو وہاں سے نکالنا چاہا تھا۔ جب آپ کو وہاں فتح حاصل ہوئی تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی ہو گئی تھی۔ آپ کا ارادہ یہودیوں کو وہاں سے باہر کرنے کا تھا۔ لیکن یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں یہیں رہنے دیں۔ ہم (خیبر کی اراضی کا) سارا کام خود کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ لے لیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رَسُولُ اللهِ ﷺ: نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا، فَقَرُّوا بِهَا حَتَّى أَجلاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيحَاءَ)). [راجع: ٢٢٨٥]

فرمایا کہ اچھا جب تک ہم چاہیں تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں رہے۔ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

کیونکہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشیں کیا کرتے تھے۔

١٨- بَابُ مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرَةِ

باب نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کھیتی باڑی میں ایک دوسرے کی مدد کس طرح کرتے تھے۔

کھیتی کا کام ہی ایسا ہے کہ اس میں باہمی اشتراک و امداد کی بے حد ضرورت ہے۔ اس بارے میں انصار و مہاجرین کا باہمی اشتراک بہت ہی قابل تحسین ہے۔ انصار نے اپنے کھیت اور باغ مہاجرین کے حوالے کر دیئے۔ اور مہاجرین نے اپنی محنت سے ان کو گل و گلزار بنا دیا۔ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

٢٣٣٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجِ ابْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ: لَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا. قُلْتُ: مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَهُوَ حَقٌّ. قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَا تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟)) قُلْتُ: نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرُّبَيْعِ وَعَلَى الأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ. قَالَ: ((لاَ تَفْعَلُوا، أَزْرِعُوهَا، أَوْ أَزْرِعُوهَا، أَوْ أَمْسِكُوهَا. قَالَ رَافِعٌ: قُلْتُ سَمْعًا وَطَاعَةً)).

[طرفاه في: ٢٣٤٦، ٤٠١٢].

(٢٣٣٩) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں امام اوزاعی نے خبر دی' انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے غلام ابو نجاشی نے۔ انہوں نے رافع بن خدیج بن رافع رضی اللہ عنہ سے سنا' اور انہوں نے اپنے چچا ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ سے' ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع کیا تھا جس میں ہمارا (بظاہر ذاتی) فائدہ تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ حق ہے۔ ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے کھیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم اپنے کھیتوں کو (بونے کے لیے) نہر کے قریب کی زمین کی شرط پر دے دیتے ہیں۔ اسی طرح کھجور اور جو کے چند وسق پر۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یا خود اس میں کھیتی کیا کرو یا دوسروں سے کراؤ' ورنہ اسے یوں خالی ہی چھوڑ دو۔ رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا (آپ کا یہ فرمان) میں نے سنا اور مان لیا۔

تشریح: بعض روایتوں میں لفظ "علی الربع" کی جگہ علی الربیع آیا ہے۔ اربعاء اسی کی جمع ہے۔ ربیع نالی کو کہتے ہیں۔ اور بعض روایتوں میں علی الربع ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔ یعنی چوتھائی پیداوار پر۔ لیکن حافظ نے کہا صحیح "علی الربیع" ہے۔ ا. مطلب یہ ہے کہ وہ زمین کا کرایہ یہ ٹھہراتے کہ نالیوں پر جو پیداوار ہو وہ تو زمین والا لے گا اور باقی پیداوار محنت کرنے والے کی ہو گی

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا' کہ ایسا نہ کرو۔ یا تو خود کھیتی کرو' یا کراؤ یا اسے خالی پڑا رہنے دو' یا کاشت کے لیے اپنے کسی مسلمان بھائی کو بخش دو۔ زمین کا کوئی خاص قطعہ کھیت والا اپنے لئے مخصوص کر لے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس میں کاشتکار کے لیے نقصان کا احتمال ہے۔ بلکہ ایک طرح سے کھیت والے کے لئے بھی۔ کیونکہ ممکن ہے اس خاص ٹکڑے سے دوسرے ٹکڑوں میں پیداوار بہتر ہو۔ پس نصف یا تہائی چوتھائی بٹائی پر اجازت دی گئی اور یہی طریقہ آج تک ہر جگہ مروج ہے۔ بصورت نقد روپیہ وغیرہ محصول لے کر زمین کاشتکار کو دے دینا' یہ طریقہ بھی اسلام نے جائز رکھا۔ آگے آنے والی احادیث میں یہ جملہ تفصیلات مذکور ہو رہی ہیں۔

٢٣٤٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبْعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ)). [طرفه في : ٢٦٣٢].

(٢٣٤٠) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام اوزاعی نے خبر دی اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صحابہ تہائی' چوتھائی یا نصف پر بٹائی کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بوئے ورنہ دوسروں کو بخش دے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

٢٣٤١- وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ)).

(٢٣٤١) اور ربیع بن نافع ابو توبہ نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس کے پاس زمین ہو تو وہ خود بوئے ورنہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو بخش دے' اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

٢٣٤٢- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ : ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ فَقَالَ يُزْرَعُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا)). [راجع: ٢٣٣٠]

(٢٣٤٢) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے اس کا (یعنی رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کا) ذکر طاؤس سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (بٹائی وغیرہ پر) کاشت کرا سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ البتہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اپنے کسی بھائی کو زمین بخشش کے طور پر دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر اس سے کوئی محصول لے۔ (یہ اس صورت میں کہ زمیندار کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہو)

٢٣٤٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ

(٢٣٤٣) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم

حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ)). [طرفه في: ٢٣٤٥].

سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کھیتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' ابوبکر' عمر' عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد خلافت میں کرایہ پر دیتے تھے۔

٢٣٤٤- ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَا عَلَى الأَرْبِعَاءِ وَبِشَيْءٍ مِنَ التِّبْنِ)). [راجع: ٢٢٨٦]

(۲۳۴۴) پھر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا تھا۔ (یہ سن کر) ابن عمر رضی اللہ عنہما رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہم اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدل جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدل دیا کرتے تھے۔

قانون الگ ہے اور ایثار الگ۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے قانون نہیں بلکہ احسان اور ایثار کے طریقہ کو بتلایا ہے اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جواز اور عدم جواز کی صورت بیان فرما رہے ہیں۔ جس کا مقصد یہ کہ مدینہ میں جو یہ طریقہ رائج تھا کہ نہر کے قریب کی پیداوار زمین کا مالک لے لیتا اس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا۔ مطلق بٹائی سے منع نہیں فرمایا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین بطور ہمدردی کاشت کے لئے اپنے کسی بھائی کو دے دے۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرز عمل کی بڑے شاندار لفظوں میں رغبت دلائی ہے۔

٢٣٤٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّ الأَرْضَ تُكْرَى. ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ، قَدْ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الأَرْضِ)). [راجع: ٢٣٤٣]

(۲۳۴۵) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' انہیں سالم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھے معلوم تھا کہ زمین کو بٹائی پر دیا جاتا تھا۔ پھر انہیں ڈر ہوا کہ ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کوئی نئی ہدایت فرمائی ہو جس کا علم انہیں نہ ہوا ہو۔ چنانچہ انہوں نے (احتیاطاً) زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔

پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ بیشتر مہاجرین انصار کی زمینوں پر بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ پس بٹائی پر دینا بلاشبہ جائز ہے۔ یوں احتیاط کا معاملہ الگ ہے۔

١٩- بَابُ كِرَاءِ الأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنتمْ صانِعونَ أن تَستأجِروا الأرضَ البيضاءَ مِنَ السَّنةِ إلى السَّنَةِ.

٢٣٤٦، ٢٣٤٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: ((حَدَّثَنِي عَمَّايَ أَنَّهُمْ كَانُو يُكْرُونَ الأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا يَنبُتُ عَلَى الأَرْبَعَاءِ أَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الأَرْضِ، فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ. فَقُلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ)). وَقَالَ اللَّيْثُ: وَكَانَ الَّذِي نُهِيَ مِنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلاَلِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوهُ، لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

باب نقدی لگان پر سونے چاندی کے بدل زمین دینا

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہتر کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرایہ پر دو۔

(۲۳۴۶'۴۷) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے حنظلہ بن قیس نے بیان کیا' ان سے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے دونوں چچا (ظہیر اور مہیر رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زمین کو بٹائی پر نہر (کے قریب کی پیداوار) کی شرط پر دیا کرتے۔ یا کوئی بھی ایسا خطہ ہو تا جسے مالک زمین (اپنے لیے) چھانٹ لیتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ حنظلہ نے کہا کہ اس پر میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا' اگر درہم و دینار کے بدلے یہ معاملہ کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر دینار و درہم کے بدلے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور لیث نے کہا نبی کریم ﷺ نے جس طرح کی بٹائی سے منع فرمایا تھا' وہ ایسی صورت ہے کہ حلال و حرام کی تمیز رکھنے والا کوئی بھی شخص اسے جائز نہیں قرار دے سکتا۔ کیونکہ اس میں کھلا دھوکہ ہے۔

[راجع: ٢٣٣٩] [طرفه في : ٤٠١٣].

اس سے جمہور کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ جس مزارعت میں دھوکہ نہ ہو مثلاً روپیہ وغیرہ کے بدل ہو یا پیداوار کے نصف یا ربع پر ہو تو وہ جائز ہے۔ منع وہی مزارعت ہے جس میں دھوکہ ہو مثلاً کسی خاص مقام کی پیداوار پر۔

٢٠- بَابٌ

٢٣٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلاَلٌ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلاَلِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ

باب

(۲۳۴۸) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا' (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا' ان سے فلیح نے بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے' ان سے عطاء

عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ - وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ - أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ، فَقَالَ لَهُ : أَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ؟ قَالَ: بَلَى وَلَكِنْ أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ. قَالَ فَبَذَرَ، فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ، فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ. فَيَقُولُ اللهُ : دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، فَإِنَّهُ لاَ يُشْبِعُكَ شَيْءٌ. فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لاَ تَجِدُهُ إِلاَّ قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا، فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ. وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ)). [طرفه في: ٧٥١٩].

بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن بیان فرما رہے تھے --- ایک دیہاتی بھی مجلس میں حاضر تھا --- کہ اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا اپنی موجودہ حالت پر تو راضی نہیں ہے؟ وہ کہے گا' کیوں نہیں! لیکن میرا جی کھیتی کرنے کو چاہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس نے بیج ڈالا۔ پلک جھپکنے میں وہ اگ بھی آیا۔ پک بھی گیا اور کاٹ بھی لیا گیا۔ اور اس کے دانے پہاڑوں کی طرح ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے ابن آدم! اسے رکھ لے' تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر دیہاتی نے کہا کہ قسم خدا کی وہ تو کوئی قریشی یا انصاری ہی ہو گا۔ کیونکہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں۔ ہم تو کھیتی ہی نہیں کرتے۔ اس بات پر رسول کریم ﷺ کو ہنسی آ گئی۔

حقیقت میں آدمی ایسا ہی حریص ہے۔ کتنی بھی دولت اور راحت ہو' وہ اس پر قناعت نہیں کرتا۔ زیادہ طلبی اس کے خمیر میں ہے۔ اسی طرح تلون مزاجی' حالانکہ جنت میں سب کچھ موجود ہو گا پھر بھی کچھ لوگ کھیتی کی خواہش کریں گے' اللہ پاک اپنے فضل سے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دے گا جیسا کہ روایت مذکورہ میں ہے۔ جو اپنے معانی اور مطالب کے لحاظ سے حقائق پر مبنی ہے۔

٢١- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

باب درخت بونے کا بیان

٢٣٤٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنْ كُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ سِلْقٍ لَنَا كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي أَرْبِعَائِنَا فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيْهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ - لاَ أَعْلَمُ إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ : لَيْسَ فِيْهِ شَحْمٌ وَلاَ وَدَكٌ - فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ، وَمَا كُنَّا

(٢٣٤٩) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے' ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ جمعہ کے دن ہمیں بہت خوشی (اس بات کی) ہوتی تھی کہ ہماری ایک بوڑھی عورت تھیں جو اس چقندر کو اکھاڑ لاتیں جسے ہم اپنے باغ کی مینڈوں پر بو دیا کرتے تھے۔ وہ ان کو اپنی ہانڈی میں پکاتیں اور اس میں تھوڑے سے جو بھی ڈال دیتیں۔ ابو حازم نے کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ سہل نے یوں کہا نہ اس میں چربی ہوتی نہ چکنائی۔ پھر جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ اپنا پکوان ہمارے سامنے کر دیتیں۔ اور اس لیے ہمیں جمعہ کے دن کی خوشی ہوتی تھی۔ ہم دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کے بعد

نَتَغَدَّي وَلاَ نَقِيلُ إِلاَّ بَعْدَ الْـجُمُعَةِ)).

کیا کرتے تھے۔

[راجع: ٩٣٨]

صحابہ کرام کا اپنے باغوں کی مینڈوں پر چقندر لگانا مذکور ہے۔ اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا نیز اس بوڑھی اماں کا جذبہ خدمت قابل صد رشک ثابت ہوا۔ جو اصحاب رسول کریم ﷺ کی ضیافت کے لئے اتنا اہتمام کرتی۔ اور ہر جمعہ کو اصحاب رسول ﷺ کو اپنے ہاں مدعو فرماتی تھی۔ چقندر اور جو' ہر دو کا مخلوط دلیہ جو تیار ہوتا اس کی لذت اور لطافت کا کیا کہنا۔ بہرحال حدیث سے بہت سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ یہ بھی کہ جمعہ کے دن مسنون ہے کہ دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کی نماز کے بعد کیا جائے۔ خواتین کا بوقت ضرورت اپنے کھیتوں پر جانا بھی ثابت ہوا۔ مگر پردہ شرعی ضروری ہے۔

٢٣٥٠- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((يَقُولُونَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ، وَاللهُ الْمَوْعِدُ. وَيَقُولُونَ: مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ لاَ يُحَدِّثُونَ مِثْلَ أَحَادِيْثِهِ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يُشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ أَمْرًا مِسْكِيْناً أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَحْضُرُ حِيْنَ يَغِيبُونَ، وَأَعِي حِيْنَ يَنْسَوْنَ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا: لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوبَهُ - حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ - ثُمَّ يَجْمَعُهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوبٌ غَيْرُهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ ﷺ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَوَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا. وَاللهِ لَوْ [لا] آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا

(٢٣٥٠) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے' آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیث بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ مجھے بھی اللہ سے ملنا ہے (میں غلط بیانی کیسے کر سکتا ہوں) یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار آخر اس کی طرح کیوں احادیث بیان نہیں کرتے بات یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے اور میرے بھائی انصار کو ان کی جائیداد (کھیت اور باغات وغیرہ) مشغول رکھا کرتی تھی۔ صرف میں ایک مسکین آدمی تھا۔ پیٹ بھر لینے کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت ہی میں برابر حاضر رہا کرتا۔ جب یہ سب حضرات غیر حاضر رہتے تو میں حاضر ہوتا۔ اس لئے جن احادیث کو یہ یاد نہیں کر سکتے تھے' میں انہیں یاد رکھتا تھا۔ اور ایک دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص بھی اپنے کپڑے کو میری اس تقریر کے ختم ہونے تک پھیلائے رکھے پھر (تقریر ختم ہونے پر) اسے اپنے سینے سے لگا لے تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنی کملی کو پھیلا دیا۔ جس کے سوا میرے بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو میں نے وہ چادر اپنے سینے سے لگالی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث کیا! پھر آج تک میں آپ کے اسی ارشاد کی وجہ سے (آپ کی کسی حدیث [illegible]) بھولا۔ اللہ گواہ ہے کہ اگر

أبدًا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى - إِلَى قَوْلِهِ :- الرَّحِيمُ﴾. [راجع: ١١٨]

قرآن کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تم سے کوئی حدیث کبھی بیان نہ کرتا۔ (آیت) ﴿ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد الرحیم تک۔ (جس میں اس دین کے چھپانے والے پر' جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ دنیا میں بھیجا ہے' سخت لعنت کی گئی ہے)

یہ حدیث کئی جگہ نقل ہوئی ہے' اور مجتہد مطلق حضرات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے' یہاں اس حدیث کے لانے کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ انصار مدینہ عام طور پر کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کھیتوں اور باغوں کو ذریعہ معاش بنانا کوئی امر معیوب نہیں ہے بلکہ باعث اجر و ثواب ہے کہ جتنی مخلوق ان سے فائدہ اٹھائے گی اس کے لئے اجر و ثواب میں زیادتی کا موجب ہو گا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

٤٢- كتاب المساقاة

کتاب مساقات کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مساقات درحقیقت مزارعت کی ایک قسم ہے۔ فرق یہ ہے کہ مزارعت زمین میں ہوتی ہے اور مساقات درختوں میں' یعنی ایک شخص کے درخت ہوں وہ دوسرے سے یوں کہے' تم ان کو پانی دیا کرو' ان کی خدمت کرتے رہو' پیداوار ہم تم بانٹ لیں گے' اسی بارے کے مسائل بیان ہوں گے' مساقات سقی سے مشتق ہے جس کے معنے سیراب کرنا ہے۔ اصطلاح میں یہی کہ باغ یا کھیت کا مالک اپنا باغ یا کھیت اس شرط پر کسی کو دے دے کہ اس کی آبپاشی اور محنت اس کے ذمہ ہو گی اور پیداوار میں دونوں شریک رہیں گے۔

بَابُ فِي الشُّرْبِ ، وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَأَنْتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ

باب کھیتوں اور باغوں کے لیے پانی میں سے اپنا حصہ لینا

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون میں فرمایا "اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا۔ اب بھی تم ایمان نہیں لاتے۔" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "دیکھا تم نے اس پانی کو جس کو تم پیتے ہو' کیا تم نے بادلوں سے اسے اتارا ہے' یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں۔ ہم اگر چاہتے تو اس کو

أُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ﴾.

الأُجَاجُ : الْمُزْنُ السَّحَابُ.

کھاری بنا دیتے۔ پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے" اجاج (قرآن مجید کی آیت میں) کھاری پانی کے معنی میں ہے۔ اور مزن بادل کو کہتے ہیں۔

١- بَابُ فِي الشُّرْبِ

باب پانی کی تقسیم

وَمَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً ، مَقْسُومًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَقْسُوم. وَقَالَ عُثْمَانُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَكُونُ دَلْوُهُ فِيهَا كَدِلاَءِ الْمُسْلِمِيْنَ)) فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

اور جو کہتا ہے پانی کا حصہ خیرات کرنا اور ہبہ کرنا اور اس کی وصیت کرنا جائز ہے وہ پانی بٹا ہوا ہو یا بن بٹا ہوا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کوئی ہے جو بیئر رومہ (مدینہ کا ایک مشہور کنواں) کو خرید لے اور اپنا ڈول اس میں اسی طرح ڈالے جس طرح اور مسلمان ڈالیں۔ (یعنی اسے وقف کردے) آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خریدا۔

تشریح بیئر رومہ مدینہ کا مشہور کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ مسلمان اس سے خرید کر پانی استعمال کیا کرتے تھے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے اسے خریدنے اور عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دینے کی ترغیب دلائی جس پر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ کنواں' نہر' تالاب وغیرہ پانی کے ذخائر کسی بھی فرد کی ملکیت میں آسکتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں ان سب کی خرید و فروخت و ہبہ اور وصیت وغیرہ جائز رکھی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ کنواں بحمد اللہ آج بھی موجود ہے۔ حکومت سعودیہ نے اس پر ایک بہترین فارم قائم کیا ہوا ہے اور مشینوں سے یہاں آبپاشی کی جاتی ہے۔ الحمد للہ کہ ۸۹ھ کے حج و زیارت کے موقع پر یہاں بھی جانے کا موقع ملا۔ جو جامعہ اسلامیہ کی طرف ہے اور حرم مدینہ سے ہر وقت موٹریں ادھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہاں کا ماحول بے حد خوشگوار ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ ماحول دیکھنا نصیب کرے۔ آمین۔

٢٣٥١- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلاَمٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ يَا غُلاَمُ: ((أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الأَشْيَاخَ؟)) قَالَ : مَا كُنْتُ لأُوثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللهِ . فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ)).

[أطرافه في : ٢٣٦٦، ٢٤٥١، ٢٦٠٢، ٥٦٢٠].

(۲۳۵۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو غسان نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ اور پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اس کو پیا۔ آپ کی دائیں طرف ایک نو عمر لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا لڑکے! کیا تو اجازت دے گا کہ میں پہلے یہ پیالہ بڑوں کو دے دوں۔ اس پر اس نے کہا' یا رسول اللہ! میں تو آپ کے جھوٹے میں سے اپنے حصہ کو اپنے سوا کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ نے وہ پیالہ پہلے اسی کو دے دیا۔

تشریح: یہ نو عمر لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور اتفاق سے یہ اس وقت مجلس میں دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ دیگر شیوخ اور بزرگ صحابہ بائیں جانب تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب باقی ماندہ مشروب کو تقسیم فرمانا چاہا تو یہ تقسیم دائیں طرف سے شروع ہونی تھی اور اس کا حق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی کو پہنچتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب والے بزرگوں کا خیال فرما کر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اجازت چاہی لیکن وہ اس لیے تیار نہ ہوئے کہ اس طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچایا ہوا پانی کہاں اور کب نصیب ہونا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس ایثار سے صاف انکار کر دیا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت یوں ہے کہ پانی کی تقسیم ہو سکتی ہے اور اس کے حصے کی ملک جائز ہے۔ ورنہ آپ اس لڑکے سے اجازت کیوں طلب فرماتے۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ تقسیم میں پہلے داہنی طرف والوں کا حصہ ہے' پھر بائیں طرف والوں کا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچا ہوا پانی اس لڑکے پر ہبہ فرما دیا۔ اس سے پانی کا ہبہ کر دینا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حق اور ناحق کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کا بھی لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ حق بہرحال حق ہے۔ اگر وہ کسی چھوٹے آدمی کو پہنچتا ہے تو بڑوں کا فرض ہے کہ بہ رضا و رغبت اسے اس کے حق میں منتقل ہونے دیں۔ اور اپنی بڑائی کا خیال چھوڑ دیں۔ لیکن آج کے دور میں ایسے ایثار کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ ایثار اور قربانی ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ توفیق بخشے۔ آمین۔

٢٣٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: ((حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، شَاةٌ دَاجِنٌ - وَهُوَ فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي فِي دَارِ أَنَسٍ، فَأَعْطَى رَسُولَ اللهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ، حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيْهِ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُوبَكْرٍ وَعَنْ يَمِيْنِهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ عُمَرُ - وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ الأَعْرَابِيَّ - أَعْطِ أَبَابَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ عِنْدَكَ، فَأَعْطَاهُ الأَعْرَابِيَّ الَّذِي عَلَى يَمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ: الأَيْمَنَ فَالأَيْـمَنَ)).

(٢٣٥٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' ان سے زہری نے بیان کیا' اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر میں پلی ہوئی ایک بکری کا دودھ دوہا گیا' جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کے گھر میں پلی تھی۔ پھر اس کے دودھ میں اس کنویں کا پانی ملا کر جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے پیا۔ جب اپنے منہ سے پیالہ آپ نے جدا کیا تو بائیں طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور دائیں طرف ایک دیہاتی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ ڈرے کہ آپ یہ پیالہ دیہاتی کو نہ دے دیں۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیجئے۔ آپ نے پیالہ اسی دیہاتی کو دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا۔ اور فرمایا کہ دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے۔ پھر وہ جو اس کی داہنی طرف ہو۔

[أطرافه في : ٢٥٧١، ٥٦١٢، ٥٦١٩].

تشریح: اس حدیث سے بھی پانی کا تقسیم یا ہبہ کرنا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام میں حق کے مقابلہ پر کسی کے لیے رعایت نہیں ہے۔ کوئی کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔ حق اس سے بھی بڑا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی میں کس کو شک ہو سکتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نظر انداز فرما کر دیہاتی کو وہ پانی دیا اس لیے کہ قانون دیہاتی ہی کے حق میں تھا۔ امام عادل کی یہی شان ہونی چاہئے۔ اور ﴿ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾ (المائدۃ: ٨) کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہاں اس دیہاتی سے اجازت

بھی نہیں لی گئی جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لی گئی تھی۔ اس ڈر سے کہ کہیں دیہاتی بدل نہ ہو جائے۔

٢- بَابُ مَنْ قَالَ : إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى ،لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ))

باب اس کے بارے میں جس نے کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک وہ (اپنا کھیت باغات وغیرہ) سیراب کر لے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ضرورت سے زیادہ جو پانی ہو اس سے کسی کو نہ روکا جائے۔

٢٣٥٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلأُ)).

(٢٣٥٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابوالزناد نے' انہیں اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچے ہوئے پانی سے کسی کو اس لئے نہ روکا جائے کہ اس طرح جو ضرورت سے زیادہ گھاس ہو وہ بھی رکی رہے۔

[طرفاه في ٢٣٥٤، ٦٩٦٢].

تشریح اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا کنواں ایک مقام پر ہو' اس کے ارد گرد گھاس ہو جس میں عام طور پر سب کو چرانے کا حق ہو۔ مگر کنویں والا کسی کے جانوروں کو پانی نہ پینے دے اس غرض سے کہ جب پانی پینے کو نہ ملے گا تو لوگ اپنے جانور بھی وہاں چرانے کو نہ لائیں گے اور گھاس محفوظ رہے گی۔ جمہور کے نزدیک یہ حدیث محمول ہے اس کنویں پر جو ملکی زمین میں ہو یا ویران زمین میں بشرطیکہ ملکیت کی نیت سے کھودا گیا ہو اور جو کنواں خلق اللہ کے آرام کے لیے ویران زمین میں کھودا جائے اس کا پانی ملک نہیں ہوتا۔ لیکن کھودنے والا جب تک وہاں سے کوچ نہ کرے اس پانی کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ اور ضرورت سے یہ مراد ہے کہ اپنے اور بال بچوں اور زراعت اور مویشی کیلئے جو پانی درکار ہو۔ اسکے بعد جو فاضل ہو اسکا روکنا جائز نہیں۔ خطابی نے کہا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے مگر اسکی دلیل کیا ہے پس ظاہر یہی ہے کہ نہی تحریمی ہے اور پانی کو نہ روکنا واجب ہے۔ اب اختلاف ہے کہ فاضل پانی کی قیمت لینا اس کو روکنا ہے یا نہیں' ترجیح اسی کو حاصل ہے کہ فاضل پانی کی قیمت نہ لی جائے۔ کیونکہ یہ بھی ایک طرح اس کا روکنا ہی ہے۔

٢٣٥٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، قَالَ: ((لاَ تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلأِ)). [راجع: ٢٣٥٣]

(٢٣٥٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابن مسیب اور ابو سلمہ نے' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ فالتو پانی سے کسی کو اس غرض سے نہ روکو کہ جو گھاس ضرورت سے زیادہ ہو اسے بھی روک لو۔

٣- بَابُ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

باب جس نے اپنی ملک میں کوئی کنواں کھودا' اس میں کوئی گر کر مر جائے تو اس پر تاوان نہ ہوگا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں اہل کوفہ کے ساتھ متفق ہیں کہ اگر یہ کنواں اپنی ملک میں کھودا ہو تب کنویں والے پر ضمان نہ ہو گا۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ کسی حال میں ضمان نہ ہو گا خواہ اپنی ملک میں ہو یا غیر ملک میں۔ مزید تفصیل کتاب الدیات میں آئے گی۔

٢٣٥٥ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((الْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ)). [راجع: ١٤٩٩]

(۲۳۵۵) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبیداللہ بن موسیٰ نے خبر دی' انہیں اسرائیل نے' انہیں ابو حصین نے' انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کان (میں مرنے والے) کا تاوان نہیں' کنویں (میں گر کر مر جانے والے) کا تاوان نہیں۔ اور کسی کا جانور (اگر کسی آدمی کو مار دے تو اسکا) تاوان نہیں۔ گڑھے ہوئے مال میں سے پانچواں حصہ دینا ہو گا۔

٤ - بَابُ الْخُصُومَةِ فِي الْبِئْرِ، وَالْقَضَاءِ فِيهَا

باب کنویں کے بارے میں جھگڑنا اور اس کا فیصلہ کرنا

٢٣٥٦، ٢٣٥٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِىءٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾)) الآية فَجَاءَ الأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ! كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي، فَقَالَ لِي: شُهُودَكَ، قُلْتُ مَا لِي شُهُودٌ، قَالَ: ((فَيَمِيْنُهُ)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا يَحْلِفُ. فَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَذَا. فَأَنْزَلَ اللهُ ذَلِكَ تَصْدِيْقًا لَهُ)).

[أطرافه في : ٢٤١٦، ٢٥١٥، ٢٦٦٦، ٢٦٦٩، ٢٦٧٣، ٢٦٧٦، ٤٥٤٩،

(۲۳۵۶'۵۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو حمزہ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو شخص کوئی ایسی جھوٹی قسم کھائے جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان کے مال پر ناحق قبضہ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بہت زیادہ غضب ناک ہو گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے (سورہ آل عمران کی یہ آیت نازل فرمائی' کہ "جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی دولت خریدتے ہیں" آخر آیت تک۔ پھر اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ یہ آیت تو میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا ایک کنواں میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں تھا۔ (پھر جھگڑا ہوا تو) آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اپنے گواہ لا۔ میں نے عرض کیا کہ گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر فریق مخالف سے قسم لے لے۔ اس پر میں نے کہا' یا رسول اللہ! یہ تو قسم کھا بیٹھے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارے میں یہ آیت نازل فرما کر اس کی تصدیق کی۔

[أطرافه في : ٢٤١٧، ٢٥١٦، ٢٦٦٧، ٢٦٦٩، ٢٦٧٠، ٢٦٧٦، ٢٦٧٧، ٤٥٥٠، ٦٦٥٩، ٦٦٦٠، ٦٦٧٦، ٦٦٧٧، ٧١٨٣، ٧١٨٤، ٧٤٤٥].

٥- بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَاءِ

باب اس شخص کا گناہ جس نے کسی مسافر کو پانی سے روک دیا

یعنی جو پانی اس کی ضرورت سے زیادہ ہو جیسے حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ضرورت کے موافق جو پانی ہو اس کا مالک زیادہ حق دار ہے بہ نسبت مسافر کے۔

٢٣٥٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((ثَلاَثَةٌ لاَ يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَومَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيْقِ، فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ. وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامَهُ لاَ يُبَايِعُهُ إِلاَّ لِدُنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ. وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ: وَاللهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا، فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾)).

[أطرافه في : ٢٣٦٩، ٢٦٧٢، ٧٢١٢، ٧٤٤٦].

(٢٣٥٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے ابو صالح سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین طرح کے لوگ وہ ہوں گے جن کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر بھی نہیں اٹھائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور اس نے کسی مسافر کو اس کے استعمال سے روک دیا۔ دوسرا وہ شخص جو کسی حاکم سے بیعت صرف دنیا کے لئے کرے کہ اگر وہ حاکم اسے کچھ دے تو وہ راضی رہے ورنہ خفا ہو جائے۔ تیسرے وہ شخص جو اپنا (بیچنے کا) سامان عصر کے بعد لے کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' مجھے اس سامان کی قیمت اتنی اتنی مل رہی تھی۔ اس پر ایک شخص نے اسے سچ سمجھا (اور اس کی بتائی ہوئی قیمت پر اس سامان کو خرید لیا) پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی "جو لوگ اللہ کو درمیان میں دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا تھوڑا سا مال مول لیتے ہیں۔" آخر تک۔

تشریح حدیث میں جن تین ملعون آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اول فالتو پانی سے روکنے والا' خاص طور پر پیاسے مسافر کو محروم رکھنے والا۔ وہ انسانیت کا مجرم ہے' اخلاق کا باغی ہے' ہمدردی کا دشمن ہے۔ اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ایک پیاسے مسافر کو دیکھ کر دل نرم ہونا چاہئے۔ اس کی جان خطرے میں ہے۔ اس کی بقا کے لئے اسے پانی پلانا چاہئے نہ کہ اسے پیاسا لوٹا دیا جائے۔ دوسرا وہ انسان جو اسلامی تنظیم میں محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے گھس بیٹھا ہے اور وہ

خلاف مفاد ذرا سی بات بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہی وہ بدترین انسان ہے جو ملی اتحاد کا دشمن قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور ایسے غدار کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی مدارس و دیگر تنظیموں میں بکثرت ایسے ہی لوگ برسراقتدار ہیں۔ جو محض ذاتی مفاد کے لئے ان سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اگر کسی وقت ان کے وقار پر ذرا بھی چوٹ پڑی تو وہ اسی مدرسہ کے' اسی تنظیم کے انتہائی دشمن بن کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ حدیث میں حاکم اسلام سے بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر ہر اسلامی تنظیم کو اسی پر سمجھا جا سکتا ہے۔ تاریخ اسلامی میں کتنے ہی ایسے غدار ملتے ہیں جنہوں نے اپنے ذاتی نقصان کا خیال کر کے اسلامی حکومت کو سازشوں کی آماجگاہ بنا کر آخر میں اس کو تہہ و بالا کرا دیا۔ تیسرا وہ تاجر ہے جو مال نکالنے کے لئے جھوٹ فریب کا ہر ہتھیار استعمال کرتا ہے اور جھوٹ بول بول کر خوب بڑھا چڑھا کر اپنا مال نکالتا ہے۔

الغرض بغور دیکھا جائے تو یہ تینوں مجرم انتہائی مذمت کے قابل ہیں۔ اور حدیث ہذا میں جو کچھ ان کے متعلق بتلایا گیا ہے وہ اپنی جگہ پر بالکل صدق اور صواب ہے۔

٦- بَابُ سَكْرِ الأَنْهَارِ

٢٣٥٩، ٢٣٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَدَّثَهُ: ((أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ - فَأَبَى عَلَيْهِ. فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ)). فَغَضِبَ الأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: إِنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ. فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ)). فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللهِ إِنِّي لأَحْسِبُ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾.

[أطرافه في : ٢٣٦١، ٢٣٦٢، ٢٧٠٨،

باب نہر کا پانی روکنا

(۲۳۵۹'۶۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' ان سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عروہ نے اور ان سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر بناٹھ سے حرہ کے نالے میں جس کا پانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے' اپنے جھگڑے کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ انصاری بناٹھ زبیر سے کہنے لگا پانی کو آگے جانے دو لیکن زبیر بناٹھ کو اس سے انکار تھا۔ اور یہی جھگڑا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش تھا۔ آنحضرت ﷺ نے زبیر بناٹھ سے فرمایا کہ (پہلے اپنا باغ) سینچ لے پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لئے جلدی جانے دے۔ اس پر انصاری بناٹھ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا' ہاں زبیر آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں نا۔ بس رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا' اے زبیر! تم سیراب کر لو۔ پھر پانی کو اتنی دیر تک روکے رکھو کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے۔ زبیر بناٹھ نے کہا' اللہ کی قسم! میرا تو خیال ہے کہ یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہے "ہرگز نہیں' تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے' جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم نہ تسلیم کر لیں۔" آخر تک۔

[٤٥٨٥].

تشریح: یہ حدیث اور آیت کریمہ اطاعت رسول کریم ﷺ کی فرضیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اور اس امر پر بھی کہ جو لوگ صاف صریح واضح ارشاد نبوی سن کر اس کی تسلیم میں پس و پیش کریں وہ ایمان سے محروم ہیں۔ قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیات میں اس اصول کو بیان کیا گیا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے ﴿ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (الاحزاب: ٣٦) کسی بھی مومن مرد اور عورت کے لئے یہ زیبا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ سن لے تو پھر اس کے لئے اس بارے میں کچھ اور اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلا ہوا گمراہ ہے۔

اب ان لوگوں کو خود فیصلہ کرنا چاہئے جو آیات قرآنی و احادیث نبوی کے خلاف اپنی رائے اور قیاس کو ترجیح دیتے ہیں یا وہ اپنے اماموں، پیروں، مرشدوں کے فتاووں کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ کو مختلف حیلوں بہانوں سے ٹال دیتے ہیں۔ ان کو خود سوچنا چاہئے کہ ایک انصاری مسلمان صحابی نے جب آنحضرت ﷺ کے ایک قطعی فیصلہ کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا تو اللہ پاک نے کس غضبناک لہجہ میں اسے ڈانٹا اور اطاعت نبوی کے لئے حکم فرمایا۔ جب ایک صحابی انصاری کے لئے یہ قانون ہے، تو اور کسی مسلمان کی کیا وقعت ہے کہ وہ کھلے لفظوں میں قرآن و حدیث کی مخالفت کرے۔ اور پھر بھی ایمان کا ٹھیکیدار بنا رہے۔ اس آیت شریفہ میں منکرین حدیث کو بھی ڈانٹا گیا ہے۔ اور ان کو بتلایا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ جو بھی امور دینی میں ارشاد فرمائیں آپ کا وہ ارشاد بھی وحی الٰہی میں داخل ہے جس کا تسلیم کرنا اسی طرح واجب ہے جیسا کہ قرآن مجید کا تسلیم کرنا واجب ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن مجید کے بھی منکر ہیں، قرآن و حدیث میں باہمی طور پر جسم اور روح کا تعلق ہے۔ اس حقیقت کا انکاری اپنی عقل و فہم سے دشمنی کا اظہار کرنے والا ہے۔

٧- بَابُ شُرْبِ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ
باب جس کا کھیت بلندی پر ہو پہلے وہ اپنے کھیتوں کو پانی پلائے۔

جو نہر یا نالہ کسی کی ملک نہ ہو اس سے پانی لینے میں پہلے بلند کھیت والے کا حق ہے۔ وہ اتنا پانی اپنے کھیت میں دے سکتا ہے کہ اب زمین پانی نہ پئے۔ اور کھیت کی منڈیروں تک پانی چڑھ آئے۔ پھر نشیبی کھیت والے کی طرف پانی کو چھوڑ دے۔

٢٣٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: ((خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا زُبَيْرُ اسْقِ ثُمَّ أَرْسِلْ)) فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: إِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ يَبْلُغَ الْمَاءُ الْجَدْرَ ثُمَّ أَمْسِكْ)). فَقَالَ الزُّبَيْرُ فَأَحْسِبُ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي

(٢٣٦١) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زبیر! پہلے تم (اپنا باغ) سیراب کر لو، پھر پانی آگے کے لئے چھوڑ دینا، اس پر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، زبیر! اپنا باغ اتنا سیراب کر لو کہ پانی اس کی منڈیروں تک پہنچ جائے اتنے روک رکھو، زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ آیت "ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ

ذَلِكَ: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾.

اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافات میں حکم نہ تسلیم کرلیں۔" اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔

[راجع: ۲۳۵۹]

معلوم ہوا کہ فیصلہ نبوی کے سامنے بلاچوں وچرا سر تسلیم خم کر دینا ہی ایمان کی دلیل ہے اگر اس بارے میں ذرہ برابر بھی دل میں تنگی محسوس کی تو پھر ایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔ ان مقلدین جامدین کو سوچنا چاہئے جو صحیح حدیث کے مقابلہ پر محض اپنے مسلکی تعصب کی بنا پر خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور فیصلہ نبوی کو رد کر دیتے ہیں' حوض کوثر پر آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ لوگ کیا منہ لے کر جائیں گے۔

٨- بَابُ شِرْبِ الأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ

باب بلند کھیت والا ٹخنوں تک پانی بھر لے

٢٣٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ: ((أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ يَسْقِي بِهِ النَّخْلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ - فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوفِ - ثُمَّ أَرْسِلْهُ إِلَى جَارِكَ)). فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ. فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ -وَاسْتَوْعِي لَهُ حَقَّهُ)). فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللهِ إِنَّ هَذِهِ الآيَةَ أُنْزِلَتْ فِي ذَلِكَ: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَقَدَّرَتِ الأَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ: ((اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ)) وَكَانَ ذَلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

[راجع: ۲۳۵۹]

(۲۳۶۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو مخلد نے خبر دی' کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حرہ کی ندی کے بارے میں جس سے کھجوروں کے باغ سیراب ہوا کرتے تھے' جھگڑا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' زبیر! تم سیراب کرلو۔ پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لئے جلد پانی چھوڑ دینا۔ اس پر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جی ہاں! آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں ناں۔ رسول اللہ ﷺ کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا' اے زبیر! تم سیراب کرو' یہاں تک کہ پانی کھیت کی مینڈوں تک پہنچ جائے۔ اس طرح آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دلوا دیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ قسم اللہ کی یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی "ہرگز نہیں' تیرے رب کی قسم! اس وقت تک یہ ایمان والے نہیں ہوں گے۔ جب تک اپنے جملہ اختلافات میں آپ کو حکم نہ تسلیم کریں۔" ابن شہاب نے کہا کہ انصار اور تمام لوگوں نے اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی بنا پر کہ "سیراب کرو اور پھر اس وقت تک رک جاؤ' جب تک پانی منڈیروں تک نہ پہنچ جائے" ایک اندازہ لگالیا' یعنی پانی ٹخنوں تک بھر جائے۔

گویا قانونی طور پر یہ اصول قرار پایا کہ کھیت میں ٹخنوں تک پانی کا بھر جانا اس کا سیراب ہونا ہے۔

٩- بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

٢٣٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي. فَمَلأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ، ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ)). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ: ((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ)). تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَالرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ.

[راجع: ١٧٣]

باب پانی پلانے کے ثواب کا بیان

(۲۳۶۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں سمی نے' انہیں ابو صالح نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے (اپنے دل میں) کہا' یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور) اپنے چمڑے کے موزے کو (پانی سے) بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا' اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا' ہر جاندار میں ثواب ہے۔ اس روایت کی متابعت حماد بن سلمہ اور ربیع بن مسلم نے محمد بن زیاد سے کی ہے۔

ثابت ہوا کہ کسی بھی جاندار کو پانی پلا کر اس کی پیاس رفع کر دینا ایسا عمل ہے کہ جو مغفرت کا سبب بن سکتا ہے۔ جیسا کہ اس شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا اور اسی عمل کی وجہ سے بخشا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ تو بظاہر عام ہے ہر جانور کو شامل ہے۔ بعض نے کہا مراد اس سے حلال چوپائے جانور ہیں۔ اور کتے اور سور وغیرہ میں ثواب نہیں کیونکہ ان کے مار ڈالنے کا حکم ہے۔ میں (مولانا وحید الزماں) کہتا ہوں حدیث کو مطلق رکھنا بہتر ہے۔ کتے اور سور کو بھی یہ کیا ضروری ہے کہ پیاسا رکھ کر مارا جائے۔ پہلے اس کو پانی پلا دیں پھر مار ڈالیں۔ ابو عبدالملک نے کہا یہ حدیث بنی اسرائیل کے لوگوں سے متعلق ہے۔ ان کو کتوں کے مارنے کا حکم نہ تھا (وحیدی) حدیث میں لفظ فی کل کبد رطبہ عام ہے جس میں ہر جاندار داخل ہے اس لحاظ سے مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ کی تشریح خوب ہے۔

٢٣٦٤- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلاَةَ الْكُسُوفِ فَقَالَ: ((دَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ - حَسِبْتُ أَنَّهُ-

(۲۳۶۴) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا' ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز پڑھی پھر فرمایا (ابھی ابھی) دوزخ مجھ سے اتنی قریب آ گئی تھی کہ میں نے چونک کر کہا۔ اے رب! کیا میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ اتنے میں دوزخ میں میری نظر ایک عورت پر پڑی۔ (اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا)

تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ. قَالَ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا)).
[راجع: ٧٤٥]

مجھے یاد ہے کہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ) اس عورت کو ایک بلی نوچ رہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس پر اس عذاب کی کیا وجہ ہے؟ آپ کے ساتھ والے فرشتوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو اتنی دیر تک باندھے رکھا کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی۔

اس حدیث کو یہاں لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی بھی جاندار کو باوجود قدرت اور آسانی کے اگر کوئی شخص کھانا پانی نہ دے اور وہ جاندار بھوک پیاس کی وجہ سے مرجائے تو اس شخص کے لئے یہ جرم دوزخ میں جانے کا سبب بن سکتا ہے ان هذه المراة لما حبست هذه الهرة الى ان ماتت بالجوع والعطش فاستحقت هذه العذاب فلوكانت سقيتها لم تعذب و من ههنا يعلم فضل سقى الماء و هو مطابق للترجمة (عینی)

٢٣٦٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: - وَاللهُ أَعْلَمُ -: لاَ أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلاَ سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلاَ أَنْتِ أَرْسَلْتِيهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الأَرْضِ)).
[طرفاه في : ٣٣١٨، ٣٤٨٢].

(۲۳۶۵) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ ان سے نافع نے' اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک عورت کو عذاب' ایک بلی کی وجہ سے ہوا جسے اس نے اتنی دیر تک باندھے رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔ اور وہ عورت اسی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تھا۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔۔۔ کہ جب تو نے اس بلی کو باندھے رکھا اس وقت تک نہ تو نے اسے کچھ کھلایا نہ پلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔

اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ بلی کو پانی نہ پلانے سے عذاب ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ پانی پلانا ثواب ہے۔ ابن منیر نے کہا اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ بلی کا قتل کرنا درست نہیں۔

لطیفہ: تفہیم البخاری میں خشاش الارض کا ترجمہ گھانس پھونس کرتے ہوئے بلی کے لئے لکھا ہے کہ نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین سے گھانس پھونس ہی کھا سکے۔ عام طور پر بلی گوشت خور جانور ہے نہ چرندہ کہ وہ گھانس پھونس کھاتی ہو۔ شاید فاضل مترجم کی نظر میں گھانس پھونس کھانے والی بلیاں موجود ہوں ورنہ عموماً بلیاں گوشت خور ہوتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے مترجمین بخاری خشاش الارض کا ترجمہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کرتے ہیں۔ خشاش بفتح الخاء اشهر الثلاثة و هى هوام و قيل ضعاف الطير (مجمع البحار لغات الحديث لفظ (خ) ص ۴۸)

١٠- بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الحَوضِ وَالقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ

باب جن کے نزدیک حوض والا اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے۔

٢٣٦٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ

(۲۳۶۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا' ان سے ابوحازم نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أُتِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ هُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ ، وَالأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَ: ((يَا غُلَامُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ الأَشْيَاخَ؟)) فَقَالَ: مَا كُنْتُ لأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللهِ . فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ)).
[راجع: ٢٣٥١]

اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا اور آپؐ نے اسے نوش فرمایا۔ آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا جو حاضرین میں سب سے کم عمر تھا۔ بڑی عمر والے صحابہ آپ کی بائیں طرف تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' اے لڑکے! کیا تمہاری اجازت ہے کہ میں اس پیالے کا بچا ہوا پانی بوڑھوں کو دوں؟ اس نے جواب دیا' یا رسول اللہ! میں تو آپ کا جھوٹا اپنے حصہ کا کسی کو دینے والا نہیں ہوں۔ آخر آپ نے وہ پیالہ اسی کو دے دیا۔

ترجمہ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ حوض اور مشک کو پیالے پر قیاس کیا۔ ابن منیر نے کہا وجہ مناسبت یہ ہے کہ جب داہنی طرف بیٹھنے والا پیالہ کا زیادہ حق دار ہوا صرف داہنی طرف بیٹھنے کی وجہ سے تو جس نے حوض بنایا' مشک تیار کیا' وہ بطریق اولیٰ پہلے اس کے پانی کا حق دار ہو گا۔

٢٣٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لأَذُودَنَّ عَنْ حَوْضِي كَمَا تُذَادُ الْغَرِيبَةُ مِنَ الإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ)).

(٢٣٦٧) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن زیاد نے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح ہانک دوں گا جیسے اجنبی اونٹ حوض سے ہانک دیئے جاتے ہیں۔

یہیں سے باب کا مطلب نکلتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس حوض والے پر انکار نہیں کیا' اس امر پر کہ وہ جانوروں کو اپنے حوض سے ہانک دیتا ہے۔

٢٣٦٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ - يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الآخَرِ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ: لَوْ تُغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا. وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ:

(٢٣٦٨) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی' کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں ایوب اور کثیر بن کثیر نے' دونوں کی روایتوں میں ایک دوسرے کی بہ نسبت کمی اور زیادتی ہے' اور ان سے سعید بن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) پر اللہ رحم فرمائے کہ اگر انہوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا' یا یوں فرمایا کہ اگر وہ زم زم سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ ایک بہتا چشمہ ہوتا۔ پھر جب قبیلہ جرہم کے لوگ آئے اور (حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے) کہا کہ آپ ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں' تو

نَعَمْ، وَلاَ حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ. قَالُوا : نَعَمْ)).

انہوں نے اسے قبول کرلیا اس شرط پر کہ پانی پر ان کا کوئی حق نہ ہو گا۔ قبیلہ والوں نے یہ شرط مان لی تھی۔

[أطرافه في : ٢٣٦٢، ٢٣٦٣، ٣٣٦٣، ٣٣٦٤، ٣٣٦٥].

تشریح حدیث ہذا میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جب کہ وہ ابتدائی دور میں مکہ شریف میں سکونت پذیر ہوئی تھیں۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حوالہ بخدا کر کے واپس ہو چکے تھے اور وہ پانی کی تلاش میں کوہ صفا اور مروہ کا چکر کاٹ رہی تھیں کہ اچانک ان کو زمزم کا چشمہ نظر آیا۔ اور وہ دوڑ کر اس کے پاس آئیں اور اس کے پانی کے اردگرد منڈیر لگانا شروع کر دیا۔ اسی کیفیت کا یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

مجتہد مطلق اس حدیث کو یہاں یہ مسئلہ بیان فرمانے کے لئے لائے ہیں کہ کنویں یا تالاب کا اصل مالک اگر موجود ہے تو بہرحال اس کی ملکیت کا حق اس کے لئے ثابت ہے۔ ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے اس قول پر کہ پانی پر تمہارا (قبیلہ بنو جرہم کا) کوئی حق نہ ہو گا' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔ خطابی نے کہا اس سے یہ نکلا کہ جنگل میں جو کوئی پانی نکالے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اور دوسرا کوئی اس میں اس کی رضامندی کے بغیر شریک نہیں ہو سکتا۔

ہاجرہ علیہا السلام ایک فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کی کرامات دیکھ کر اس نے اس مبارک خاندان میں شرکت کا فخر حاصل کرنے کی غرض سے ان کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس کا تفصیلی بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

٢٣٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَائِهِ فَيَقُولُ اللهُ: الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ)). قَالَ عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - غَيْرَ مَرَّةٍ - عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ.

[راجع: ٢٣٥٨]

(٢٣٦٩) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی سامان کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے۔ حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عصر کے بعد اسلئے کھائی کہ اسکے ذریعہ ایک مسلمان کے مال کو ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے بچے پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا فضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بنایا بھی نہ تھا۔ علی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو سے کئی مرتبہ بیان کیا کہ انہوں نے ابو صالح سے سنا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کی سند پہنچاتے تھے۔

تشریح: حدیث میں بیان کردہ مضمون نمبر ۳ سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ ضرورت سے زیادہ پانی روکنے پر یہ سزا ملی تو معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت اس کو روکنا جائز تھا۔ اور وہ اس کا حق رکھتا تھا۔ بعض نے کہا یہ جو فرمایا جو تیرا بنایا ہوا نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ پانی اس نے اپنی محنت سے نکالا ہوتا' جیسے کنواں کھودا ہوتا یا مشک میں بھر کر لایا ہوتا تو وہ اس کا حق دار ہوتا۔ (وحیدی)

١١- بَابُ لاَ حِمَى إِلاَّ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ

باب اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی اور چراگاہ محفوظ نہیں کر سکتا

٢٣٧٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ حِمَى إِلاَّ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ)). وَقَالَ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى النَّقِيْعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى السرَفَ وَالرَّبَذَةَ.

[طرفه في : ٣٠١٣].

(۲۳۷۰) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبید اللہ بن عتبہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' چراگاہ اللہ اور اس کا رسول ہی محفوظ کر سکتا ہے۔ (ابن شہاب نے) بیان کیا کہ ہم تک یہ بھی پہنچا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نقیع میں چراگاہ بنوائی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرف اور ربذہ کو چراگاہ بنایا۔

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جنگل میں چراگاہ روکنا' گھاس اور شکار بند کرنا یہ کسی کو نہیں پہنچتا' سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ امام اور خلیفہ بھی رسول کا قائم مقام ہے۔ اس کے سوا اور لوگوں کو چراگاہ روکنا اور محفوظ کرنا درست نہیں۔ شافعیہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ نقیع ایک مقام ہے مدینہ سے بیس میل پر' اور سرف اور ربذہ بھی مقاموں کے نام ہیں۔

١٢- بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَسَقْيِ الدَّوَابِّ مِنَ الأَنْهَارِ

باب نہروں میں سے آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ جو نہریں راستے پر واقع ہوں۔ ان میں آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں۔ وہ کسی کے لئے خاص نہیں ہو سکتیں۔

٢٣٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ

(۲۳۷۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی' انہیں زید بن اسلم نے' انہیں ابو صالح سمان نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' گھوڑا ایک شخص کے لئے باعث ثواب ہے' دوسرے کے لئے بچاؤ ہے۔ اور تیسرے کے لئے وبال ہے۔ جس کے لئے گھوڑا اجر و ثواب ہے' وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ کے لئے اس کو پالے' وہ اسے کسی

فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيْلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ، فَهِيَ لِذَلِكَ أَجْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلاَ ظُهُورِهَا فَهِيَ لِذَلِكَ سِتْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لأَهْلِ الإِسْلاَمِ فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ)). وَسُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ: ((مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلاَّ هَذِهِ الآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾)).

[أطرافه في: ٢٨٦٠، ٣٦٤٦، ٤٩٦٢، ٤٩٦٣، ٧٣٥٦].

ہریالے میدان میں باندھے (راوی نے کہا) یا کسی باغ میں۔ تو جس قدر بھی وہ اس ہریالے میدان یا باغ میں چرے گا۔ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ اگر اتفاق سے اس کی رسی ٹوٹ گئی اور گھوڑا ایک یا دو مرتبہ آگے کے پاؤں اٹھا کر کودا۔ تو اس کے آثار قدم اور لید بھی مالک کی نیکیوں میں لکھے جائیں گے اور اگر وہ گھوڑا کسی ندی سے گذرے اور اس کا پانی پئے۔ خواہ مالک نے اسے پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو بھی یہ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ تو اس نیت سے پالا جانے والا گھوڑا انہیں وجوہ سے باعث ثواب ہے دوسرا شخص وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز رہنے اور ان کے سامنے دست سوال بڑھانے سے بچنے کے لئے گھوڑا پالے' پھر اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی فراموش نہ کرے تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے پردہ ہے۔ تیسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر' دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی میں پالے۔ تو یہ گھوڑا اس کے لئے وبال ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا' تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی حکم وحی سے معلوم نہیں ہوا۔ سوا اس جامع آیت کے "جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا' اس کا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا' اس کا بدلہ پائے گا۔"

باب کا مضمون حدیث کے جملہ و لو انھا مرت بنھر الخ سے نکلتا ہے۔ کیونکہ اگر جانوروں کو نہر سے پانی پی لینا جائز نہ ہوتا تو اس پر ثواب کیوں ملتا۔ اور جب غیر پلانے کے قصد کے ان کے خود بخود پانی پی لینے سے ثواب ملا' تو قصداً پلانا بطریق اولیٰ جائز بلکہ موجب ثواب ہو گا۔

٢٣٧٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ

(٢٣٧٢) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے' ان سے منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے لقطہ (راستے میں کسی کی گم ہوئی چیز جو پا گئی ہو) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی

عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلاَّ فَشَأْنَكَ بِهَا)). قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ : ((هِيَ لَكَ أَوْ لأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ فَضَالَّةُ الإِبِلِ؟ قَالَ : ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)). [راجع: ٩١]

اور اس کے بندھن کی خوب جانچ کر لو۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اس عرصے میں اگر اس کا مالک آ جائے (تو اسے دے دو) ورنہ پھر وہ چیز تمہاری ہے۔ سائل نے پوچھا' اور گمشدہ بکری؟ آپ نے فرمایا' وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیئے کی ہے۔ سائل نے پوچھا' اور گمشدہ اونٹ؟ آپؐ نے فرمایا' تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اسے سیراب رکھنے والی چیز ہے اور اس کا کھر ہے۔ پانی پر بھی وہ جا سکتا ہے اور درخت (کے پتے) بھی کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پا جائے۔

١٣- بَابُ بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ

باب لکڑی اور گھاس بیچنا

اس باب کی مناسبت کتاب الشرب سے یہ ہے کہ لکڑی پانی گھاس وغیرہ یہ سب مشترک چیزیں ہیں۔ جن سے ہر ایک آدمی نفع اٹھا سکتا ہے۔ حدیث میں جو لکڑی اور گھاس بیان کی گئی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ جو غیر ملکی زمین میں واقع ہو۔

٢٣٧٣- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلاً فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَبِيْعَ فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَمْ مُنِعَ)). [راجع: ١٤٧١]

(٢٣٧٣) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اگر کوئی شخص رسی لے کر لکڑیوں کا گٹھا لائے' پھر اسے بیچے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی آبرو محفوظ رکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور (بھیک) اسے دی جائے یا نہ دی جائے۔ اس کی بھی کوئی امید نہ ہو

بڑے ہی ایمان افروز انداز میں مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دلائی گئی ہے خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر ہو۔ بہر حال سوال کرنے سے بہتر ہے خواہ اس کو پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے سر پر لاد کر لانی پڑیں۔ اور ان کی فروخت سے وہ گذران کر سکے۔ بیکاری سے یہ بھی بدرجہا بہتر ہے۔ روایت میں صرف لکڑی کا ذکر ہے۔ حضرت امام نے گھاس کو بھی باب میں شامل فرما لیا ہے۔ گھاس جنگل سے کھود کر لانا اور بازار میں فروخت کرنا' یہ بھی عند اللہ بہت ہی محبوب ہے کہ بندہ کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ آگے حدیث میں گھاس کا بھی ذکر آ رہا ہے۔

٢٣٧٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

(٢٣٧٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابو عبید نے' اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ)).

فرمایا' اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر (بیچنے کے لئے) لئے پھرے تو وہ اس سے اچھا ہے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ پھر خواہ اسے کچھ دے یا نہ دے [راجع: ١٤٧٠]

اس سے بھی لکڑیاں بیچنا ثابت ہوا۔

٢٣٧٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ: ((أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ شَارِفًا أُخْرَى، فَأَنَخْتُهَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لأَبِيعَهُ، وَمَعِيَ صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ عَلَى وَلِيمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ. فَقَالَتْ: أَلاَ يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ، فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا- قُلْتُ لابْنِ شِهَابٍ: وَمِنَ السَّنَامِ. قَالَ: قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللهِ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ. فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ، فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ

(٢٣٧٥) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم کو ہشام نے خبر دی' انہیں ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی' انہیں زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے' ان سے ان کے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی کے موقع پر مجھے ایک جوان اونٹنی غنیمت میں ملی تھی۔ اور ایک دوسری اونٹنی مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمائی تھی۔ ایک دن ایک انصاری صحابی کے دروازے پر میں ان دونوں کو اس خیال سے باندھے ہوئے تھا۔ کہ ان کی پیٹھ پر اذخر (عرب کی ایک خوشبو دار گھاس جسے سنار وغیرہ استعمال کرتے تھے) رکھ کر بیچنے لے جاؤں۔ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی میرے ساتھ تھا۔ اس طرح (خیال یہ تھا کہ) اس کی آمدنی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا (جن سے میں نکاح کرنے والا تھا ان) کا ولیمہ کروں گا۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسی (انصاری کے) گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے جب یہ مصرعہ پڑھا "ہاں: اے حمزہ! اٹھو فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف" (بڑھ) حمزہ رضی اللہ عنہ جوش میں تلوار لے کر اٹھے اور دونوں اونٹنیوں کے کوہان چیر دیئے۔ ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کی کلیجی نکال لی (ابن جریج نے بیان کیا کہ) میں نے ابن شہاب سے پوچھا' کیا کوہان کا گوشت بھی کاٹ لیا تھا۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ ان دونوں کے کوہان کاٹ لئے اور انہیں لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ تشریف لائے۔

إِلاَّ عَبِيْدٌ لآبَائِي! فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُقَهْقِرُ حَتّٰى خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الْخَمْرِ)). [راجع: ٢٠٨٩]

زید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضور ﷺ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور آپؐ نے خفگی ظاہر فرمائی' تو حضرت حمزہ نے نظر اٹھا کر کہا "تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔" حضور ﷺ الٹے پاؤں لوٹ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا قصہ ہے۔

تشریح حدیث ہذا میں بیان کردہ واقعات اس وقت سے متعلق ہیں جب کہ اسلام میں شراب گانا سننا حرام نہ ہوا تھا۔ بدر کے اموال غنیمت میں سے ایک جوان اونٹنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور مال غنیمت ملی تھی۔ اور ایک اور اونٹنی آنحضرت ﷺ نے ان کو بطور صلہ رحمی اپنے خاص حصہ میں سے مرحمت فرما دی تھی۔ چنانچہ ان کا ارادہ ہوا کہ کیوں نہ ان اونٹنیوں سے کام لیا جائے۔ اور ان پر جنگل سے اذخر گھاس جمع کر کے لاد کر لائی جائے اور اسے بازار میں فروخت کیا جائے۔ تاکہ ضروریات شادی کے لئے جو ہونے ہی والی تھی کچھ سرمایہ جمع ہو جائے۔ اس کاروبار میں ایک دوسرے انصاری بھائی اور ایک بنی قینقاع کے سنار بھی شریک ہونے والے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ہی عزائم کے ساتھ اپنی ہر دو سواریوں کو لے کر اس انصاری مسلمان کے گھر پہنچے۔ اور اس کے دروازے پر جا کر ہر دو اونٹنیوں کو باندھ دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس انصاری کے اسی گھر میں اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب نوشی اور گانا سننے میں محو تھے۔ گانے والی نے جب ان اونٹنیوں کو دیکھا اور ان کی فربہی اور جوانی پر نظر ڈالی اور ان کا گوشت بہت ہی لذیذ تصور کیا' تو اس نے اس عالم مستی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو گاتے گاتے یہ مصرع بھی بنا کر سنا دیا جو روایت میں مذکور ہے۔ (پورا شعر یوں ہے)

الا یاحمز للشرف النواء و هن معقلات بالغناء

حمزہ! اٹھو یہ عمر والی موٹی اونٹنیاں جو مکان کے صحن میں بندھی ہوئی ہیں' ان کو کاٹو اور ان کا گوشت بھون کر کھاؤ اور ہم کو کھلاؤ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر مستی سوار تھی' شعر سنتے ہی فوراً تلوار لے کر کھڑے ہوئے اور عالم بے ہوشی میں ان ہر دو اونٹنیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے کلیجے نکال کر' کوہان کاٹ کر گوشت کا بہترین حصہ کباب کے لئے لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جگر خراش منظر دیکھا تو اپنے محترم چچا کا احترام سامنے رکھتے ہوئے وہاں ایک لفظ زبان پر نہ لائے بلکہ سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ چنانچہ آپ نے سارا واقعہ آنحضرت ﷺ کو سنایا اور اپنی اس پریشانی کو تفصیل سے بیان کیا۔ جسے سن کر آنحضرت ﷺ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور آپ کو ہمراہ لے کر فوراً ہی موقع پر معائنہ فرمانے کے لئے چل کھڑے ہوئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ ابھی تک شراب اور کباب کے نشہ میں چور تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر اظہار خفگی فرمایا مگر حمزہ کے ہوش و حواس شراب و کباب میں گم تھے۔ وہ صحیح غور نہ کر سکے بلکہ الٹا اس پر خود ہی اظہار خفگی فرمایا۔ اور وہ الفاظ کہے جو روایت میں مذکور ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں' حضرت حمزہ اس وقت نشہ میں تھے۔ اس لئے ایسا کہنے سے وہ گنہگار نہیں ہوئے دوسرے ان کا مطلب یہ تھا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو طالب دونوں ان کے لڑکے تھے اور لڑکا گویا اپنے باپ کا غلام ہی ہوتا ہے۔ یہ حالات دیکھ کر آنحضرت ﷺ خاموشی سے واپس لوٹ آئے۔ اس وقت یہی مناسب تھا۔ شاید حمزہ کچھ اور کہہ بیٹھتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نشہ اترنے کے بعد آپؐ نے ان سے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلوائی۔ باب کا مطلب اس فقرے سے نکلتا ہے کہ ان پر اذخر لاد کر لاؤں' اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے (وحیدی)

١٤- بَابُ الْقَطَائِعِ

باب قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا بیان

اصل کتاب میں قطائع کا لفظ ہے۔ وہ مقطعہ اور جاگیر دونوں کو شامل ہے۔ شافعیہ نے کہا' آباد زمین کو جاگیر میں دینا درست نہیں۔ ویران زمین میں سے امام جس کو لائق سمجھے جاگیر دے سکتا ہے۔ مگر جاگیر دار یا مقطعہ دار اس کا مالک نہیں ہو جاتا' محب طبری نے اسی کا یقین کیا ہے۔ لیکن قاضی عیاض نے کہا کہ اگر امام اس کو مالک بنا دے تو وہ مالک ہو جاتا ہے (وحیدی)

٢٣٧٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْطَعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ ، فَقَالَتِ الأَنْصَارُ: حَتَّى تُقْطِعَ لإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا. قَالَ: ((سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي)).

(٢٣٧٦) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس بڑاٹھ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ملٹی ایم نے بحرین میں کچھ قطعات اراضی بطور جاگیر (انصار کو) دینے کا ارادہ کیا تو انصار نے عرض کیا کہ ہم جب لیں گے کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطعات عنایت فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میرے بعد (دوسرے لوگوں کو) تم پر ترجیح دی جایا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ ہم سے (آخرت میں آکر) ملاقات کرو۔

[أطرافه في : ٢٣٧٧، ٣١٦٣، ٣٧٩٤].

آنحضرت ملٹی ایم نے انصار کو بحرین میں کچھ جاگیریں دینے کا ارادہ فرمایا' اسی سے قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا جواز ثابت ہوا۔ حکومت کے پاس اگر کچھ زمین فالتو ہو تو وہ پبلک میں کسی کو بھی اس کی ملی خدمات کے صلہ میں دے سکتی ہے۔ یہی مقصد باب ہے۔ مستقبل کے لئے آپ نے انصار کو ہدایت فرمائی کہ وہ فتنوں کے دور میں جب عام حق تلفی دیکھیں خاص طور پر اپنے بارے میں ناساز گار حالات ان کے سامنے آئیں تو ان کو چاہئے کہ صبر و شکر سے کام لیں۔ ان کے رفع درجات کے لئے یہ بڑا بھاری ذریعہ ہو گا۔

١٥- بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ

باب قطعات اراضی بطور جاگیر دیکر ان کی سند لکھ دینا۔

٢٣٧٧- وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي)). [راجع: ٢٣٧٦]

(٢٣٧٧) اور لیث نے یحییٰ بن سعید سے بیان کیا اور انہوں نے انس بڑاٹھ سے کہ نبی کریم ملٹی ایم نے انصار کو بلا کر بحرین میں انہیں قطعات اراضی بطور جاگیر دینے چاہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو ہمارے بھائی قریش (مہاجرین) کو بھی اسی طرح کے قطعات کی سند لکھ دیجئے۔ لیکن نبی کریم ملٹی ایم کے پاس اتنی زمین ہی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے ان سے فرمایا "میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر مقدم کیا جائے گا۔ تو اس وقت تم مجھ سے ملنے تک صبر کئے رہنا۔"

حکومت اگر کسی کو بطور انعام جاگیر عطا کرے تو اس کی سند لکھ دینا ضروری ہے تاکہ وہ آئندہ ان کے کام آئے اور کوئی ان کا حق

نہ مار سکے۔ ہندوستان میں شاہان اسلام نے ایسی کتنی سندیں تانبے کے پتروں پر کندہ کر کے بت سے مندروں کے پجاریوں کو دی ہیں جن میں ان کے لئے زمینوں کا ذکر ہے پھر بھی تعصب کا برا ہو کہ آج ان کی شاندار تاریخ کو مسخ کر کے مسلمانوں کے خلاف فضا تیار کی جا رہی ہے۔ اللہم انصر الاسلام والمسلمین آمین

١٦- بَابُ حَلْبِ الإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ

باب اونٹنی کو پانی کے پاس دوہنا

٢٣٧٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلاَلِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مِنْ حَقِّ الإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ)). [راجع: ١٤٠٢]

(٢٣٧٨) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن فلیح نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے' ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اونٹ کا حق یہ ہے کہ ان کا دودھ پانی کے پاس دوہا جائے۔

١٧- بَابِ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ نَخْلٍ

باب باغ میں سے گذرنے کا حق یا کھجور کے درختوں میں پانی پلانے کا حصہ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلاً بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، وَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتَّى يَرْفَعَ، وَكَذَلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ)).

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اگر کسی شخص نے پیوندی کرنے کے بعد کھجور کا کوئی درخت بیچا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہوتا ہے۔ اور اس باغ میں سے گذرنے اور سیراب کرنے کا حق بھی اسے حاصل رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا پھل توڑ لیا جائے۔ صاحب عریہ کو بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے۔

تشریح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایسے ہی ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر بائع نے اس غلام کو کسی مال کا مالک بنا دیا تھا تو وہ مال خریدار کا ہو گیا' مگر یہ کہ بائع شرط کر لے۔

باب کی مناسبت اس طرح سے ہے کہ جب عریہ کا دینا جائز ہوا تو خواہ مخواہ عریہ والا باغ میں جائے گا اپنے پھلوں کی حفاظت کرنے کو۔ یہ جو فرمایا کہ اندازہ کر کے اس کے برابر خشک کھجور کے بدل بیچ ڈالنے کی اجازت دی اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دو تین درخت کھجور کے بطور عریہ کے لے۔ وہ ایک اندازہ کرنے والے کو بلائے وہ اندازہ کر دے کہ درخت پر جو تازی کھجور ہے وہ سوکھنے کے بعد اتنی رہے گی اور یہ عریہ والا اتنی سوکھی کھجور کسی شخص سے لے کر درخت کا میوہ اس کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یہ درست ہے حالانکہ یوں کھجور کو کھجور کے بدل اندازہ کر کے بیچنا درست نہیں کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے مگر عریہ والے اکثر محتاج بھوکے لوگ ہوتے ہیں تو ان کو کھانے کے لئے ضرورت پڑتی ہے' اس لئے ان کے لئے یہ بیع آپ نے جائز فرما دی۔

٢٣٧٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

(٢٣٧٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے سالم بن عبداللہ نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: ((مَنِ ابْتَاعَ نَخْلاً بعدَ أن تُؤبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ)). وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

[راجع: ۲۲۰۳]

سے سنا' آپؐ نے فرمایا تھا کہ پیوند کاری کے بعد اگر کسی شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچا تو (اس سال کی فصل کا) پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگادے (کہ پھل بھی خریدار ہی کا ہوگا) تو یہ صورت الگ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کوئی مال والا غلام بیچا تو وہ مال بیچنے والے کا ہوتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگادے تو یہ صورت الگ ہے۔ یہ حدیث امام مالک سے' انہوں نے نافع سے' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اس میں صرف غلام کا ذکر ہے۔

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا)).

[راجع: ۲۱۷۳]

(۲۳۸۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید نے' انؓ سے نافع نے' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ نبی کریم ﷺ نے عریہ کے سلسلہ میں اس کی رخصت دی تھی کہ اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے بیچا جاسکتا ہے۔

۲۳۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهُ، وَأَنْ لاَ تُبَاعَ إِلاَّ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلاَّ الْعَرَايَا)).

[راجع: ۱٤۸۷]

(۲۳۸۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے' ان سے عطاء نے' انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ' محاقلہ' اور مزابنہ سے منع فرمایا تھا۔ اسی طرح پھل کو پختہ ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا تھا' اور یہ کہ میوہ یا غلہ جو درخت پر لگا ہو' دینار و درہم ہی کے بدلے بیچا جائے۔ البتہ عرایا کی اجازت دی ہے۔

الفاظ مخابرہ' محاقلہ اور مزابنہ کے معانی پیچھے تفصیل سے لکھے جاچکے ہیں۔

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ، فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ الثَّمَرِ

(۲۳۸۲) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے خبر دی' انہیں داؤد بن حصین نے' انہیں ابو احمد کے غلام ابو سفیان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عریہ کی اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے پانچ وسق سے کم' یا (یہ کہا کہ) پانچ وسق کے اندر اجازت

فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَو فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، شَكَّ دَاوُدُ فِي ذٰلِكَ)).

[راجع: ۲۱۹]

دی ہے اس میں شک داؤد بن حصین کو ہوا۔ (بیع عریہ کا بیان پیچھے مفصل ہو چکا ہے)

۲۳۸۳، ۲۳۸٤- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ ((أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، إِلاَّ أَصْحَابَ الْعَرَايَا فَإِنَّهُ أَذِنَ لَهُمْ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي بُشَيْرٌ . . مِثْلَهُ.

[راجع: ۲۱۹۱]

(۲۳۸۳'۸۴) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ابو اسامہ نے خبر دی' کہا کہ مجھے ولید بن کثیر نے خبر دی' کہا کہ مجھے بنی حارثہ کے غلام بشیر بن یسار نے خبر دی' ان سے رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ یعنی درخت پر لگے ہوئے کھجور کو خشک کی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا' عریہ کرنے والوں کے علاوہ کہ انہیں آپ نے اجازت دے دی تھی۔ ابو عبداللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے بشیر نے اسی طرح یہ حدیث بیان کی تھی۔ (یہ تعلیق ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کو نہیں پایا۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو یہ تعلیق موصولاً نہیں ملی)

تشریحات مفیدہ از خطیب الاسلام فاضل علام حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی ناظم جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال ادام اللہ فیوضہم

کتاب المزارعۃ اور کتاب المساقاۃ کے خاتمہ پر اپنے ناظرین کرام کی معلومات میں مزید اضافہ کے لئے ہم ایک فاضلانہ تبصرہ درج کر رہے ہیں جو فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرؤف رحمانی زید مجدہم کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے۔ فاضل علامہ نے اپنے اس مقالہ میں مسائل مزارعت کو مزید احسن طریق پر ذہن نشین کرانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ جس کے لئے مولانا موصوف نہ صرف میرے بلکہ جملہ قارئین کرام بخاری شریف کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ پاک اس عظیم خدمت ترجمہ و تشریحات صحیح بخاری شریف میں اس علمی تعاون و اشتراک پر محترم مولانا موصوف کو برکات دارین سے نوازے اور آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔

مولانا خود بھی ایک کامیاب زمیندار ہیں۔ اس لیے آپ کی بیان کردہ تفصیلات کس قدر جامع ہوں گی' شائقین مطالعہ سے خود ان کا اندازہ کر سکیں گے۔ محترم مولانا کی تشریحات مفیدہ کا متن درج ذیل ہے۔ (مترجم)

زمین کی آباد کاری کا اہتمام: (ا) ملک کی تمام خام پیداوار اور اشیائے خوردنی کا دارومدار زمین کی کاشت پر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی زمین کے آباد و گلزار رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا من اشترى قرية يعمر ها كان حقا على الله عونه یعنی جو شخص کسی گاؤں کو خرید کر اس کو آباد کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح سے مدد کرے گا۔ (منتخب کنز العمال جلد دوم ص ۱۲۸)

اسی طرح کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے فمن احيا ارضا ميتا فهي له و ليس بمحتجر حق بعد ثلث یعنی جس شخص نے کسی بنجر و افتادہ زمین کی کاشت کر لی تو وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اور بلا کاشت کئے ہوئے

روک رکھنے والے کا تین سال کے بعد حق ساقط ہو جاتا ہے۔ (کتاب الخراج، ص: ۷۲)

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قیامت قائم ہو جانے کی خبر مل جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی شاخ اور پودا ہو۔ تو اسے ضائع نہ کرے۔ بلکہ اسے زمین میں گاڑ اور بٹھا کر دم لے۔ (الادب المفرد ص ۶۹)

ایک روایت اس طرح وارد ہے کہ اگر تم سن لو کہ دجال کانا نکل چکا ہے اور قیامت کے دوسرے سب آثار و علامات نمایاں ہو چکے ہیں۔ اور تم کوئی نرم و نازک پودا زمین میں بٹھانا اور لگانا چاہتے ہو تو ضرور لگا دو۔ اور اس کی دیکھ بھال اور نشوونما کے انتظامات میں سستی نہ کرو۔ کیونکہ وہ بہرحال زندگی کے گذران کے لئے ایک ضروری کوشش ہے۔ (الادب المفرد ص ۶۹)

انتباہ: ان روایات میں غور کرنے سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمین کی پیداوار حاصل کرنے کے لئے اور پھل دار درختوں اور غلہ والے پودوں کو لگانے کے لئے کس قدر عملی اہتمام مقصود ہے کہ مرتے مرتے اور قیامت ہوتے ہوئے بھی انسان زراعتی کاروبار اور زمینی پیداوار کے معاملہ میں ذرا بھی بے فکری اور سستی و لاپرواہی نہ برتے۔

کیا زراعت کا پیشہ ذلیل ہے؟ ان حالات کی موجودگی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زراعت کا پیشہ ذلیل ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہل اور کھیتی کے بعض آلات دیکھ کر فرمایا کہ لا یدخل ھذا بیت قوم الا ادخلہ اللہ الذل یعنی جس گھر میں یہ داخل ہو گا اس میں ذلت داخل ہو کر رہے گی۔

لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ کی روشنی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی کا پیشہ اس قدر ہمہ وقتی مشغولیت کا طالب ہے کہ جو اس میں منہمک ہو گا وہ اسلامی زندگی کے سب سے اہم کام جہاد کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس سے بے پروا رہے گا اور ظاہر ہے کہ ترک جہاد، شوکت و قوت کے اعتزال کے مترادف ہے۔ بہرحال اگر کھیتی کی مذمت ہے تو اس کی ہمہ گیر مصروفیت کے سبب کہ وہ اپنے ساتھ بے حد مشغول رکھ کر دوسرے تمام اہم مقاصد سے غافل و بے نیاز کر دیتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی فلسفہ کے ماتحت لکھتے ہیں ﴿ فاذا ترکوا الجھاد واتبعوا اذناب البقر احاط بھم الذل و غلبت علیھم اھل سائر الادیان (حجۃ اللہ البالغہ، جلد: ثانی / ص: ۱۷۳) ﴾ یعنی کاشتکار بیلوں کی دم میں لگ کر جہاد وغیرہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان پر ذلت محیط ہو جاتی ہے۔ اور جہاد سے کاشتکاروں اور زمینداروں کی غفلت ان کی رہی سہی شوکت و قوت کو ختم کر دیتی ہے۔ اور ان پر تمام ادیان اور مذاہب اپنا تسلط جما لیتے ہیں۔ لیکن اگر جہاد یا دین کے دوسرے اہم مقاصد سے صرف نظر نہ ہو تو آبادی زمین اور کاشتکاری خود اہم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی لوگوں کو مختلف زمینوں کو بطور جاگیر عطا فرمایا کہ اسے آباد و گلزار رکھیں اور خلق خدا اور خود اس سے مستفید ہوں۔

زمین کا آباد رہنا اور عوامی ہونا اصل مقصد ہے:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب زراعت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی تو کچھ لوگوں نے ایسی جاگیروں کے بعض افتادہ حصص کو آباد کر لیا تو اصل مالکان زمین نالش کے لئے دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے اب تک غیر آباد چھوڑے رکھا۔ اب ان لوگوں نے جب اسے آباد کر لیا تو تم ان کو ہٹانا چاہتے ہو۔ مجھے اگر اس امر کا احترام پیش نظر نہ ہوتا کہ تم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیریں عنایت کی تھیں تو تم لوگوں کو کچھ نہ دلاتا۔ لیکن اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی آباد کاری اور پرتی توڑائی کا معاوضہ اگر تم دے دو گے تو زمین تمہارے حوالہ ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو زمین کے بغیر آباد حالت کی قیمت دے کر وہ لوگ اس

کے مالک بن جائیں گے۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ ہیں و ان شئتم ردوا علیکم ثمن ادیم الارض ثم هی لهم (کتاب الاموال' ص: ۳۸۹)

اس کے بعد عام حکم دیا کہ جس نے کسی زمین کو تین برس تک غیر آباد رکھا تو جو شخص بھی اس کے بعد اسے آباد کرے گا' اس کی ملکیت تسلیم کرلی جائے گی۔ (کتاب الخراج' ص ۷۲)

اس حکم کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بکثرت بیکار و مقبوضہ محض زمینیں آباد ہو گئیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لمبی زمین جاگیر کے طور پر عطا فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے آباد کیے ہوئے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ غیر آباد زمین اس سے واپس لے لی۔ (کتاب الخراج' ص: ۷۸)

(۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو (قطیعہ) ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور چند اشخاص کو گواہ بنا کر حکم نامہ ان کے حوالہ کر دیا۔ گواہوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جب دستخط لینے کی غرض سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتے ہیں' تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔ اهذا کله لک دون الناس "کیا یہ پوری جائیداد تنہا تم کو مل جائے گی اور دوسرے لوگ محروم رہ جائیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔" والله لا ادری ا انت الخلیفة ام عمر" میں نہیں جانتا کہ اس وقت آپ امیرالمؤمنین ہیں یا عمر؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿عمر و لکن الطاعة لی﴾ " ہاں ان شاء اللہ العزیز آئندہ عمر فاروق ہی امیرالمؤمنین ہوں گے۔ البتہ اطاعت میری ہو گی۔ الغرض سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی بنا پر وہ جاگیر نہ پا سکے۔ (منتخب کنزالعمال جلد چہارم / ص: ۳۹۰۔ و کتاب الاموال' ص: ۲۷۶)

(۴) اس طرح حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک جاگیر عطا فرمائی۔ جب دستخط کرانے کی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت فاروق نے دستخط کرنے سے انکار ہی پر بس نہ کیا بلکہ تحریر شدہ سطروں کو مٹا دیا۔ عیینہ رضی اللہ عنہ دوبارہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ دوسرا حکم نامہ ارقام فرما دیا جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے برملا فرمایا۔ والله لا اجدد شیئا رده عمر قسم خدا کی وہ کام دوبارہ نہیں کروں گا جس کو عمر رضی اللہ عنہ نے رد کیا ہو۔ (منتخب کنزالعمال' جلد: چہارم / ص: ۲۹۱)

اسی سلسلہ میں ابن الجوزی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی تیزی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ یہ جاگیر و اراضی جو آپ ان کو دے رہے ہیں' یہ آپ کی ذاتی زمین ہے یا سب مسلمانوں کی ملکیت ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ سب کی چیز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' تو پھر آپ نے کسی خاص شخص کے لئے اتنی بڑی جاگیر کو مخصوص کیوں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان حضرات سے جو میرے پاس بیٹھے ہیں' مشورہ لے کر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ سب کے نمائندہ نہیں ہو سکتے۔ (سیرت عمرابن الخطاب' ص: ۴۰ و اصابہ لابن حجر رحمہ اللہ جلد: ثالث / ص: ۵۶)

بہر حال ان کے اس شدید انکار کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں تلاش کی جا سکتی ہے۔ اهذا کله لک دون الناس کیا دیگر افراد کو محروم کر کے یہ سب کچھ تمہیں کو مل جائے گا۔ (منتخب کنزالعمال' جلد: چہارم / ص: ۱۷۰ و کتاب الاموال ص: ۲۷۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مفاد عامہ کی چیز کسی شخص واحد کے لئے قانوناً مخصوص نہیں کی جا سکتی' کوئی جاگیر یا جائیداد شخص واحد کو صرف اسی قدر ملے گی جتنا وہ سرسبز و شاداب اور آباد رکھ سکے۔ در حقیقت رسول پاک ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کا منشاء یہ تھا کہ قطعات لوگوں کو دے کر زمینوں کو زیر کاشت لایا جائے تاکہ خلق خدا کے لئے زیادہ سے زیادہ غلہ مہیا ہو سکے۔ مگر یہ بات ہر وقت ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ زمین صرف امراء کے ہاتھوں میں پڑ کر عیش کوشی اور عشرت پسندی کا سبب نہ بن سکے۔ یا بیکار نہ پڑی رہے۔ اس لئے احتیاط ضروری تھی کہ زمین صرف ان لوگوں کو دی جائے جو اہل تھے اور صرف اسی قدر دی جائے جتنی وہ بار آور کر سکتے ہوں۔ بہر حال پبلک کے فائدہ کے لئے بیکار اور زائد کاشت زمین حکومت اسلامی اپنے نظم میں لے لیتی ہے تاکہ اس کو مستحقین میں تقسیم کیا جا سکے

انگریزی دور حکومت میں رواج تھا کہ لوگ زمینوں پر سیر خود کاشت لکھا کر اور فرضی ناموں سے اندراج کرا کے زمینوں پر قابض رہتے تھے۔ اور اس سے دوسرے لوگوں کا نفع اٹھانا شخص واحد کی نامزدگی کی وجہ سے ناممکن تھا۔ ملک میں زرعی زمینوں پر قبضۃ المحض ہونے اور ساری زمینوں کے زیر کاشت نہ آسکنے کے باعث قحط اور پیداوار کی کمی برابر چلی آتی رہی۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جتنی کاشت تم خود کر سکو اتنی ہی اراضی پر قابض رہو۔ یا جتنی آبادی مزدوروں اور ہلواہوں کے ذریعہ زیر کاشت لا سکتے ہو بس اسی پر تصرف رکھو باقی حکومت کے حوالہ کر دو۔ اسلامی حکومت کو حق ہے کہ مالک اور زمیندار کو یہ نوٹس دے دے کہ ان عجزت عن عمارتھا عمرنا ھا وزرعنا ھا اگر اس زمین کے آباد کرنے کی صلاحیت تجھ میں نہیں ہے تو ہم اس زمین کو آباد کریں گے۔" حکومت کے نوٹس کے ان الفاظ کو نقل کر کے علامہ ابوبکر جصاص نے لکھا ہے۔ کذالک یفعل الامام عند نا باراضی العاجز عن عمارتھا ﴾ اپنی زمین کی آبادی سے جو معذور ہوں' ان کی زمینوں کے متعلق امام کو یہی کرنا چاہیے۔ (احکام القرآن' جلد: ۳/ ص: ۵۳۲)

اور اس قسم کے گشتی فرامین حکومت کی طرف سے جاری بھی ہوا کرتے تھے۔ مثلاً عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے الفاظ اسی سلسلہ میں کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں کہ اپنے گورنروں کو لکھا کرتے تھے۔ لا تدعوا الارض خرابا (محلی ابن حزم' جلد: ۸/ ص: ۲۲۹) زمین کو ہرگز غیر آباد نہ چھوڑنا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے اپنے عمال کو بار بار تاکید کے ساتھ لکھا کرتے تھے کہ نصف محاصل پر کسان کو زمینوں کا بندوبست کرو۔ اگر تیار نہ ہوں تو فاعطوھا بالثلث فان لم یزرع فاعطو ھا حتی یبلغ العشر تہائی پر بندوبست کر دو۔ اگر پھر بھی آباد نہ ہو تو دسویں حصہ کی شرط پر دے دو اور آخر میں یہ بھی اجازت دے دی جاتی فان لم یزرعھا احد فامنحھا یعنی پھر بھی کوئی کسی زمین کو آباد نہ کرے تو لوگوں کو یونہی مفت آباد کرنے کو دے دو۔ اور اگر زمین کو مفت لینے پر بھی کوئی آمادہ نہ ہو' تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا حکم یہ تھا۔ فان لم یزرع فانفق علیھا من بیت مال المسلمین یعنی حکومت کے خزانہ سے خرچ کر کے غیر آباد زمینوں کو آباد کرو۔ بہر حال زمین کی آباد کاری کیلئے کوئی ممکن صورت ایسی باقی نہیں رہی جو چھوڑ دی گئی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے سود خوار سرمایہ داروں کو معاوضہ دے کر زرعی زمینوں کو حاصل کر کے مقامی کاشتکاروں کے ساتھ بندوبست کر دیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ ان جاوا با لبقر والحدید من عندھم فلھم الثلثان ولعمر الثلث و ان جاء عمر بالبذر من عندہ فلہ الشطر (فتح الباری جلد: ۵/ ص: ۹) اگر بیل اور لوہا (ہل بیل) کسانوں کی طرف سے مہیا کیا جائے تو ان کو پیداوار کا دو تہائی ملے گا۔ اور عمر (حکومت) کو تہائی اور بیج کا بندوبست اگر عمر (کی حکومت) کرے تو کسانوں کو نصف حصہ ملے گا۔ اس واقعہ سے آبادی زمین اور انصاف و رعایت تجی رعایا کا حال خوب واضح ہوا۔

(۵) ایک زمین قبیلہ مزینہ کے کچھ افراد کو ملی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اس جاگیر کو یونہی چھوڑ رکھا تھا۔ تو دوسرے لوگوں نے اس کو آباد کر لیا۔ مزینہ کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسکی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص تین برس تک زمین یونہی چھوڑ رکھے گا اور دوسرا کوئی شخص اسے آباد کرے تو یہ دوسرا ہی اس زمین کا حق دار ہو جائے گا۔ (الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۱۸۲)

(۶) حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ فخذ منھا ماقدرت علی عمارتھا یعنی جو زمین تم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے اس میں سے جس قدر تم آباد رکھ سکتے ہو اسے اپنے پاس رکھو۔ لیکن جب وہ پوری اراضی کو آباد نہ کر سکے تو باقی ماندہ زمین کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اراضی اس مقصد کے پیش نظر دی تھی کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تو نہ تھا کہ تم خواہ مخواہ قابض ہی رہو۔ (تعلیق کتاب الاموال ص ۲۹۰ بحوالہ ابو داؤد و مستدرک حاکم و خلاصۃ الوفاء ص ۷ ۳۳)

(نوٹ) اس بلال رضی اللہ عنہ سے بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول مراد نہیں ہیں بلکہ بلال بن ابی رباح ہیں۔ (استیعاب)

(۷) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص نے زمین کو غیر آباد

سمجھ کر اس کو آباد کر لیا۔ زمین والے کو اس کی اطلاع ملی تو نالش لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے جو کچھ زمین کے سلسلہ محنت مزدوری صرف کی ہے اس کا معاوضہ تم ادا کر دو۔ گویا اس نے یہ کام تمہارے لئے کیا ہے۔ اس نے کہا اس کے مصارف ادا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ تو آپ نے مدعی علیہ سے فرمایا۔ ادفع الیہ ثمن ارضہ یعنی تم اس کی قیمت ادا کر کے اس کے مالک بن جاؤ اور اب کھیت کو سرسبز و شاداب رکھو۔ (کتاب الاموال ص ۲۸۹)

یہ فیصلے بتلاتے ہیں کہ ان حضرات کا منشاء یہ تھا کہ زمین کبھی غیر آباد اور بیکار نہ رہنے پائے اور ہر شخص کے پاس اتنی ہی رہے جتنی خود کاشت کر سکے یا کرا سکے۔ ان واقعات کی روشنی میں اب گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے وہ بڑے بڑے ٹکڑے جو ایسے زمینداروں کے قبضے میں ہوں جن کی کاشت نہ وہ خود کرتے ہیں' نہ مزدوروں کے ذریعہ ہی کراتے ہیں۔ بلکہ فرضی سیر و فرضی خود کاشت کے فرضی اندراجات کے ذریعہ ان جاگیروں پر قابض رہنا چاہتے ہوں۔ ایسے زمینداروں کے اس ظالمانہ قبضہ کے لئے شریعت اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ زمینداروں' جاگیرداروں کے نظام میں پہلے عموماً جاگیردار اور تعلقہ دار ایسی ایسی زمینوں پر قابض رہتے تھے اور پٹواری کے کھاتوں میں سیر خود کاشت کا فرضی اندراج کراتے تھے' حالانکہ در حقیقت ان کی کاشت نہ ہوتی تھی۔

زمین کی آباد کاری کے لیے بلاسودی قرضہ کا انتظام: آج کے دور میں حکومت کاشتکاروں کے سدھار کے لئے بیج وغیرہ کی سوسائٹی کھول کر سودی قرضہ پر کھیتی کے آلات' زراعت اور بیج وغیرہ تقسیم کرتی ہے۔ لیکن خلافت راشدہ میں یہ بات نہ تھی۔ بلکہ وہ غیر مسلم رعایا کو بھی کھیتی کی ضروریات و فراہمی آلات کے لئے بلا سودی رقم دیتی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عراق' کوفہ و بصرہ کے حکام کے نام فرمان بھیجا تھا کہ بیت المال کی رقم سے ان غیر مسلم رعایا کی امداد کرو جو ہمیں جزیہ دیتے ہیں۔ اور کسی تنگی و پریشانی کے سبب اپنی زمینوں کو آباد نہیں کر سکتے تو ان کی ضروریات کے مطابق ان کو قرض دو۔ تاکہ وہ زمین آباد کرنے کا سامان کر لیں' بیل خرید لیں' اور تخم ریزی کا انتظام کر لیں۔ اور یہ بھی بتا دو کہ ہم اس قرض کو اس سال نہیں لیں گے بلکہ دو سال بعد لیں گے۔ تاکہ وہ اچھی طرح اپنا کام سنبھال لیں (کتاب الاموال ص ۲۵۱' سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۶۷)

زمین کی آباد کاری اور پیداوار کے اضافہ کے لیے پانی کا اہتمام: غلہ کی پیداوار پانی کی فراہمی اور مناسب آب پاشی پر موقوف ہے۔ جب زمین کو چشموں اور نہروں کے ذریعہ پانی کی فراوانی حاصل ہوتی ہے۔ تو غلہ سرسبز و شاداب ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاشتکار کی اس اہم ضرورت کا ہمیشہ لحاظ رکھا۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی ماتحتی میں اسلامی فوجوں نے سواد عراق کو فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان بھیجا کہ جائیداد منقولہ گھوڑے ہتھیار وغیرہ اور نقد کو لشکر میں تقسیم کرو' اور جائیداد غیر منقولہ کو مقامی باشندوں ہی کے قبضے میں رہنے دو' تاکہ اس کی مال گذاری اور خراج سے اسلامی ضروریات اور سرحدی افواج کے مصارف اور آئندہ عسکری تنظیموں کے ضروری اخراجات فراہم ہوتے رہیں۔ اس موقع پر آپ نے زمینوں کی شادابی کے خیال سے فرمایا۔ الارض والانہار لعمالھا زمین اور اس کے متعلقہ نہروں کو موجودہ کاشتکاروں ہی کے قبضہ میں رہنے دو۔ (کتاب الاموال ص ۵۹' سیرت عمر لابن الجوزی ص ۸۰ مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۱۷)

غلہ کی پیداوار اور آبپاشی کی اہمیت کے سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا۔ محمد بن مسلمہ' ابن ضحاک کو اپنی زمین میں سے نہر لے جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کو اجازت دے دینی چاہیے' کیونکہ تمہاری زمین سے ہو کر ان کی زمین میں جائے گی' تو اول و آخر اس سے تم بھی فائدہ اٹھا سکو گے۔ محمد بن مسلمہ نے اپنے فریق مدعی سے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' واللہ لیمرن بہ و

لو علی بطنک قسم خدا کی وہ نہر بنائی جائے گی چاہے تمہارے پیٹ پر سے ہو کر کیوں نہ گذرے۔ حتیٰ کہ نہر جاری کرنے کا حکم دے دیا اور انہوں نے نہر نکال لی۔ (مؤطا امام محمد ص ۳۸۲)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک دور میں زمین کی آبپاشی اور پیداوار کے اضافہ ہی کے لئے پانی وغیرہ کے بہم رسانی کا ہر ممکن طور سے انتظام و اہتمام ہوتا رہا۔

بلا مرضی کاشت: زمین کی آباد کاری کے سلسلہ میں بلا اجازت کاشت' بٹائی' دخل کاری وغیرہ سے متعلق چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

اب سب سے پہلے سنئے کہ زمین والے کی بلا مرضی کاشت کی حقیقت شریعت میں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے۔ "من زرع ارضا بغیر اذن اهلها لیس له من الزرع شئی یعنی جس نے کسی کی زمین کو بلا اجازت جوت لیا' تو اس کو اس کھیتی سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین والے کی حیثیت عرفی کا احترام شریعت میں مد نظر ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس کے غیر افتادہ اور آباد زمین پر یونہی قبضہ کرے گا تو اس کا تصرف قطعاً باطل ہے۔ لیکن بنجر و غیر آباد پرتی زمین جو مسلسل تین سال تک اگر مالک زمین اپنی تصرف و کاشت میں نہ لا سکے' اس کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔

دخل کاری: اسی طرح دخل کاری کا موجودہ سسٹم بھی قطعاً باطل ہے۔ اسلام کبھی کاشتکار کو یہ اجازت نہ دے گا کہ وہ اصل مالک زمین کی زمین پر پٹواری وغیرہ کی فرضی کاروائیوں کی بنا پر قبضہ جما لے۔ کاشتکار کی محنت و شرکت زمین کی پیداوار اور زمین کے منافع میں ہے نہ کہ اصل زمین کی ملکیت میں۔ اگر عدالت سے اس کے حق میں فیصلہ بھی ہو جائے' اور فرضی دلائل و شواہد اور پٹواریوں کے اندراجات و کاغذات کے بنا پر کوئی حاکم فیصلہ بھی کر دے تو وہ شرعاً باطل ہے۔ احادیث میں اس سلسلہ میں سخت وعید وارد ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ و انما تختصمون الی و لعل بعضکم یکون الحن بحجته من بعض فاقضی له علی نحو ما اسمع فمن قضیت له بحق اخیه فلا یاخذه فانما اقطع له قطعة من النار (مشکوٰۃ جلد ثانی باب الاقضیة

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حاکم کے ایسے کاغذات پٹواری وغیرہ کے فراہم کردہ شواہد کی بنا پر اگر کسی شخص کے لئے ایسی زمین کی ملکیت کا بنام دخل کاری فیصلہ ہو بھی جائے جو در حقیقت اس کی مملوکہ و زر خرید نہ تھی۔ تو اس حاکم کا فیصلہ ہرگز اس زمین کو دخل کار کے لئے حلال نہیں قرار دے سکتا۔ پٹواری سے ساز باز کر کے ایسی زمینوں پر قبضہ لکھانا یا اپنی ملکیت دکھلانا جو در حقیقت زمیندار کی زر خرید ہے' اولاً حرام ہے اور ان اکاذیب و شہادات کاذبہ کی بنیاد پر اسے حلال سمجھنا حرام در حرام ہے۔

بٹائی: آنحضرت ﷺ نے خیبر کو فتح کر کے وہاں کی زمین کو خیبر کے کسانوں کے سپرد فرمایا۔ بٹائی کے سلسلہ میں طے ہوا کہ نصف کاشتکار لیں گے اور نصف آنحضرت ﷺ لیں گے۔ جب کھجور پک کر تیار ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کھجوروں کا تخمینہ کرنے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فراخدلی کے ساتھ ایسا تخمینہ نکالا کہ اس منصفانہ تقسیم پر یہودی کاشتکار پکار اٹھے۔ بهذا قامت السموات والارض کہ آسمان و زمین اب تک اسی قسم کے عدل و انصاف کی بنا پر قائم ہیں۔ انہوں نے پوری پیداوار کو چالیس ہزار وسق ٹھہرایا۔ اور پورے باغ کا دو مساوی حصہ بنا دیا اور ان کو اختیار دے دیا کہ اس میں سے جس حصہ کو چاہیں لے لیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھل توڑنے کے بعد ایک نصف کی پیداوار دوسرے نصف پر ذرہ برابر بھی زیادہ نہ نکلی۔ (کتاب الاموال ص ۴۸۲)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی بٹائی کو جائز لکھا ہے' فرماتے ہیں والمزارعة جائزة فی اصح قول العلماء وھی عمل

المسلمین علی عهدنبیهم و عهد خلفاء الراشیدین و علیها عمل آل ابی بکر و آل عمرو آل عثمان و ال علی ؓ وغیرهم و هی قول اکابر الصحابة و هی مذهب فقهاء الحدیث و احمد بن حنبل و ابن راهویه والبخاری و ابن خزیمة و غیرهم و کان النبی صلی الله علیه وسلم قد عامل اهل خیبر بشطر ما یخرج منها من ثمر و زرع حتی مات (الحسبة فی الاسلام' ص: ۲۰)

اس کا حاصل یہ ہے کہ بٹائی کھیتی جائز ہے عہد نبوی و عہد خلفائے راشدین و صحابہ کرام ؓ میں اس طرح کا تعامل موجود ہے۔ زمین سے شریعت کو پیداوار حاصل کرنا مقصود ہے۔ زمین کبھی معطل و بیکار ہاتھوں میں پڑی نہ رہے۔ اس لئے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے اپنی زمین فروخت کرنے لگے تو اپنے دوسرے پڑوسی کاشتکار سے سب سے پہلے پوچھے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس زمین یا کھجور کے باغات ہوں اور ان کو وہ فروخت کرنا چاہتا ہو تو اس کو سب سے پہلے اپنے شریک پر پیش کرے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۳۰۷)

اسی طرح اگر شرکت میں کھیتی ہو اور کوئی شخص اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنے شریک کو پیش کرے اس لئے کہ وہ اول حق دار ہے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۳۸۱)

یہاں یہ مقصد ہے کہ دوسرا آدمی آلات حرث و انتظامات اور وسائل فراہم کرے گا۔ ممکن ہے جلد مہیا نہ ہو اور اس کے پڑوسی کے پاس جب کہ تمام آلات و اسباب فراہم ہیں تو زمین کے بار آور وزیر کاشت ہو جانے کے لئے یہاں زیادہ اطمینان بخش صورت موجود ہے۔ اس لئے پہلے یہ زمین اس پڑوسی کو پیش کرنا لازم ہے۔

کاشتکاری کے لئے ترغیب: (۱۱) زمینی پیداوار کے سلسلہ میں حضرت عمر ؓ نے مختلف انداز میں توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ یمن سے آئے ہوئے تھے' حضرت عمر ؓ نے ان سے پوچھا' تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا کہ ہم لوگ متوکل علی اللہ ہیں۔ فرمایا' تم لوگ ہرگز متوکل علی اللہ نہیں ہو سکتے۔ انما المتوکل رجل القبی فی الارض و توکل علی الله متوکل وہ شخص ہے جو زمین میں ہل چلا کے اسے ملائم کر کے اس میں بیج ڈالے' پھر اس کے نشو و نما و برگ و بار کے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دے۔ (منتخب کنز العمال' جلد : ۲/ ص: ۲۱۶)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ عمل کریں اور نتیجہ عمل کو خدا کے سپرد کر دیں وہی لوگ دراصل متوکل ہیں۔ کاشتکار کی تمثیل ترغیب پر دلالت کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ہے کہ حقیقی توکل کی مثال کاشتکار کی زندگی و سپردگی میں ملاحظہ کی جاتی ہے۔ بیج کی پرورش ہوا' پانی میں آسمان کی طرف نظر' آفتاب و ماہتاب سے مناسب تمازت و ٹھنڈک کی ملی جلی کیفیتوں کا جس قدر احتیاج کسان (کاشتکار) کو ہے اور جس طرح قلبہ رانی کے بعد کسان اپنے تمام معاملات از اول تا آخر خدا کے سپرد کرتا ہے۔ یہ بات کسی شعبہ میں اس حد تک نہیں ہے۔

علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کھیتی باڑی' تجارت و زراعت وغیرہ سے الگ ہونا اور متعلقہ امور معاش کا اہتمام چھوڑ دینا حرام ہے۔ اور اس کا توکل نام رکھنا غلط ہے۔ (احیاء العلوم جلد رابع ص ۲۶۵)

(۱۲) زمین کی آبادی و کاشتکاری کا حکم حضرت عمر ؓ نے بھی دیا ہے۔ ابو ظبیان نامی ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ تم کو کس قدر وظیفہ بیت المال سے ملتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ڈھائی ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا کہ یا ابا ظبیان اتخذ من الحرث یعنی اے ابو ظبیان! کھیتی کا سلسلہ قائم رکھو۔ وظیفہ پر بھروسہ کر کے کاشتکاری سے غفلت نہ کرو۔ (الادب المفرد ص ۸۴)

(۱۳) ایک بار حضرت عمر ؓ نے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ تحقیقات کر کے کاشتکار و زراعت پیشہ افراد کو سب سے پہلے رہا کرو۔ حکم کے الفاظ یہ ہیں۔ خلوا کل اکار وزراع (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۳۱۳)

یہ عام قیدیوں سے صرف کاشتکار کی فوری رہائی کا بندوبست اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ ملک کے عوامی فلاح کا دار و مدار غلہ و اجناس کی عام پیداوار پر ہے۔ ہمارے یہاں نیپال میں تمام مقدمات کی کھیتی کے زمانہ میں لمبی تاریخیں دے کر ملتوی کر دی جاتی ہیں تا کہ کاشتکار اپنے مکان پر واپس جا کر فراغت سے کھیتی سنبھال سکیں ؎

لے اڑی طرز فغاں بلبل نالاں ہم سے　　گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

(۱۴) ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید بن مسلمہ کو دیکھا کہ زمین کو آباد کر رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اصبت استغن عن الناس یکن اصون لدینک و اکرم لک علیھم یعنی یہ تم بہت اچھا کر رہے ہو۔ اسی طرح وجہ معاش کا انتظام ہو جانے سے دوسروں سے تم کو استغناء حاصل ہو جائے گا اور تمہارے دین کی حفاظت ہو گی اور اس طرح لوگوں میں تمہاری عزت بھی ہو گی۔ یہ فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

فلن ازال علی الزوراء اعمرھا　　ان الکریم علی الاخوان ذومال

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۶۴)

(۱۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب وظائف پر بھروسہ ہونے لگا' تو آپ نے بھی حکم دیا و من کان له منکم ضرع فلیلحق بضرعه و من له ذرع فلیلحق بزرعه فانا لا نعطی مال الله الا لمن غزافی سبیله (الامامۃ والسیاسۃ جلد اول ص ۳۳) یعنی جس کے پاس دودھ والے جانور ہوں وہ اپنے ریوڑ کی پرورش سے اپنے معاش کا انتظام کرے۔ اور جس کے پاس کھیت ہو وہ کھیتی میں لگ کر اپنی ضرورتوں کا انتظام کر لے۔ وظیفہ پر بھروسہ کرنے کے سبب سے سارا نظام معطل ہو جائے گا۔ اس لئے اب یہ مال صرف مجاہد و غازی سپاہیوں کے لئے مخصوص رہے گا۔ چنانچہ حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سنح نامی مقام میں اپنی زمین داری کا کاروبار کرتے تھے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی کاشت کراتے تھے۔ (بخاری کتاب المزارعہ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی مختلف جاگیروں کو بٹائی پر دے رکھا تھا۔ (کتاب الخراج ص ۷۳)

حجر کا معنی لغت میں روکنا' منع کرنا اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو وہ شخص بے وقوف ہو' اپنا مال تباہ کرتا ہو۔ یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے۔ مثلاً

مدیون مفلس پر حجر کرنا' قرض خواہوں کے حقوق بچانے کے لئے یا راہن پر یا مرتہن پر یا مریض پر اور وارث کا حق بچانے کے لئے۔ تفلیس لغت میں کسی آدمی کا محتاجگی کے ساتھ مشہور ہو جانا۔ یہ لفظ فلوس سے ماخوذ ہے اور یہ پیسہ کے معنے میں ہے۔ شرعاً جسے حاکم وقت دیوالیہ قرار دے کر اس کو بقایا املاک میں تصرف سے روک دے تا کہ جو بھی ممکن ہو اس کے قرض خواہوں وغیرہ کو دے کر ان کے معاملات ختم کرائے جائیں۔

١- باب مَنِ اشْتَرى بالدَّيْنِ وليسَ عندَه ثَمنُهُ، أو لَيسَ بِحَضْرتِهِ

باب جو شخص کوئی چیز قرض خریدے اور اس کے پاس قیمت نہ ہو یا اس وقت موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

٢٣٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (كَيْفَ تَرَى بَعِيْرَكَ؟ أَتَبِيْعُنِيْهِ؟)) قُلْتُ نَعَمْ، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ. فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ)). [راجع: ٤٤٣]

(٢٣٨٥) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو جریر نے خبر دی' انہیں مغیرہ نے' انہیں شعبی نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا۔ آپ نے فرمایا' اپنے اونٹ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم اسے بیچو گے؟ میں نے کہا کہ ہاں' چنانچہ اونٹ میں نے آپ کو بیچ دیا۔ اور جب آپ مدینہ پہنچے۔ تو صبح اونٹ کو لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس کی قیمت ادا کر دی۔

ثابت ہوا کہ معاملہ ادھار کرنا بھی درست ہے مگر شرط یہ کہ وعدہ پر رقم ادا کر دی جائے۔

٢٣٨٦- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: ((تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ)). [راجع: ٢٠٨٦]

(٢٣٨٦) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا' ان سے عبدالواحد نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ ابراہیم کی خدمت میں ہم نے بیع سلم میں رہن کا ذکر کیا' تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اسود نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک یہودی سے غلہ ایک خاص مدت (کے قرض پر) خریدا' اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔

معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت کوئی اپنی چیز رہن بھی رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن آج کل الٹا معاملہ ہے کہ رہن کی چیز از قسم زیور وغیرہ پر بھی مہاجن لوگ سود لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ زیور جلدی واپس نہ لیا جائے تو ایک نہ ایک دن سارا سود کی نذر ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے جس طرح سود لینا حرام ہے ویسے ہی سود دینا بھی حرام ہے۔ لہٰذا ایسا گروی معاملہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

٢- بَابُ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا، أَوْ إِتْلاَفَهَا

باب جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو ہضم کرنے کی نیت سے لے

٢٣٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلاَفَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ)).

(۲۳۸۷) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا' ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' ان سے ثور بن زید نے' ان سے ابو غیث نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو کوئی لوگوں کا مال قرض کے طور پر ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جو کوئی نہ دینے کے لیے لے' تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔

حدیث نبوی اپنے مطلب میں واضح ہے۔ جس کی نیت ادا کرنے کی ہوتی ہے اللہ پاک بھی ضرور اس کے لئے کچھ نہ کچھ اسباب وسائل بنا دیتا ہے۔ جن سے وہ قرض ادا کرا دیتا ہے اور جن کی نیت ادا کرنے کی ہی نہ ہو' اس کی اللہ بھی مدد نہیں کرتا۔ اس صورت میں قرض لینا گویا لوگوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنا ہے پھر ایسے لوگوں کی ساکھ بھی ختم ہو جاتی ہے اور سب لوگ اس کی بے ایمانی سے واقف ہو کر اس سے لین دین ترک کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرض لیتے وقت ادا کرنے کی نیت اور فکر ضروری ہے۔

٣- بَابُ أَدَاءِ الدُّيُونِ ، وَقَالَ اللهُ تَعَالَى:

باب قرضوں کا ادا کرنا

﴿ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ، إِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ، إِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء میں) فرمایا

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی ہی نصیحت کرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ بہت سننے والا' بہت دیکھنے والا ہے۔"

٢٣٨٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أَبْصَرَ - يَعْنِي أُحُدًا - قَالَ : ((مَا أُحِبُّ أَنَّهُ تَحَوَّلَ لِي ذَهَبًا يَمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِيْنَارٌ فَوقَ ثَلاَثٍ إِلاَّ دِيْنَارًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ)). ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الأَكْثَرِيْنَ هُمُ الأَقَلُّونَ، إِلاَّ مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا))- وَأَشَارَ أَبُو شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ - ((وَقَلِيْلٌ

(۲۳۸۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو شہاب نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے زید بن وہب نے اور ان سے ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے جب دیکھا' آپ کی مراد احد پہاڑ (کو دیکھنے) سے تھی۔ تو فرمایا کہ میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو اس میں سے میرے پاس ایک دینار کے برابر بھی تین دن سے زیادہ باقی رہے۔ سوا اس دینار کے جو میں کسی کا قرض ادا کرنے کے لئے رکھ لوں۔ پھر فرمایا' (دنیا میں) دیکھو جو زیادہ (مال) والے ہیں وہی محتاج ہیں۔ سوا ان کے جو اپنے مال و دولت کو یوں اور یوں خرچ کریں۔ ابو شہاب راوی نے اپنے سامنے اور دائیں طرف اور بائیں طرف اشارہ کیا۔ لیکن

مَا هُمْ)). وَقَالَ : ((مَكَانَكَ))، وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَسَمِعْتُ صَوتًا، فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ. ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ : مَكَانَكَ حَتَّى آتِيَكَ. فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ، الَّذِي سَمِعْتُ - أَو قَالَ : الصَّوتُ الَّذِيْ سَمِعْتُ - قَالَ: ((وَهَلْ سَمِعتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((أَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لاَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ : نَعَمْ)). [راجع: ١٢٣٧]

ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہیں ٹھہرے رہو۔ اور آپ تھوڑی دور آگے کی طرف بڑھے۔ میں نے کچھ آواز سنی۔ (جیسے آپ کسی سے باتیں کر رہے ہوں) میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ لیکن پھر آپ کا فرمان یاد آیا کہ "یہیں اس وقت تک ٹھہرے رہنا جب تک میں نہ آ جاؤں۔" اس کے بعد جب آپ تشریف لائے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ابھی میں نے کچھ سنا تھا' یا (راوی نے یہ کہا کہ) میں نے کوئی آواز سنی تھی۔ آپ نے فرمایا' تم نے بھی سنا! میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ تمہاری امت کا جو شخص بھی اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو' تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے پوچھا کہ اگرچہ وہ اس اس طرح (کے گناہ) کرتا رہا ہو۔ تو آپ نے کہا کہ ہاں۔

٢٣٨٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنُ عُتْبَةَ قَالَ: قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِي أَنْ يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلاَثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ، إِلاَّ شَيْءٌ أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ)) رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ)) [طرفاه في : ٦٤٤٥، ٧٢٢٨].

(٢٣٨٩) ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا' ان سے یونس نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گذر جائیں اور اس (سونے) کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے۔ سوا اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لئے رکھ چھوڑوں۔ اس کی روایت صالح اور عقیل نے زہری سے کی ہے۔

تشریح باب کا مطلب اس فقرے سے نکلتا ہے۔ مگر وہ دینار تو رہے جس کو میں نے قرضہ ادا کرنے کے لئے رکھ لیا ہو۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض ادا کرنے کی فکر ہر شخص کو کرنا چاہئے۔ اور اس کا ادا کرنا خیرات کرنے پر مقدم ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ خیرات کرنے کے لئے کوئی شخص بلا ضرورت قرض لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ ادا کرنے کی نیت ہو تو جائز ہے' بلکہ ثواب ہے۔ عبداللہ بن جعفر بے ضرورت قرض لیا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا' انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا' اللہ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنا قرض ادا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ رہے اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص نیک کاموں میں خرچ کرنے کی وجہ سے قرض دار ہو جائے تو پروردگار اس کا قرض غیب سے ادا کرا دیتا ہے۔ مگر ایسی کیمیا صفت شخصیتیں آج کل نایاب ہیں۔ بہ حالات موجودہ قرض کسی حال میں بھی اچھا نہیں ہے۔ یوں مجبوری میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مگر

خیر خیرات کرنے کے لئے قرض نکالنا تو آج کل کسی طرح بھی زیبا نہیں۔ کیونکہ ادائیگی کا معاملہ بہت ہی پریشان کن بن جاتا ہے۔ پھر ایسا مقروض آدمی دین اور دنیا ہر لحاظ سے گر جاتا ہے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو قرض سے بچائے۔ اور مسلمان قرضداروں کا غیب سے قرض ادا کرائے۔ آمین۔

٤- بَابُ اسْتِقْرَاضِ الإِبِلِ

٢٣٩٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً تَقَاضَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَغْلَظَ لَهُ ، فَهَمَّ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: ((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً))، وَاشْتَرُوا لَهُ بَعِيْرًا فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ. وَقَالُوا: لاَ نَجِدُ إِلاَّ أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ: ((اشْتَرُوهُ فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)).[راجع: ٢٣٠٥]

باب اونٹ قرض لینا

(٢٣٩٠) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہیں سلمہ بن کہیل نے خبردی' کہا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا' وہ ہمارے گھر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت ست کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے کہنے دو۔ صاحب حق کے لئے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کردے دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ کو قرض دیا تھا) اچھی عمر ہی کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہی خرید کے اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں اچھا وہی ہے' جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)

٥- بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِي

٢٣٩١- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَاتَ رَجُلٌ، فَقِيْلَ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ قَالَ: كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوسِرِ وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ. فَغُفِرَ لَهُ)). قَالَ أَبُو مَسْعُوْدٍ: سَمِعْتُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٠٧٧]

باب تقاضے میں نرمی کرنا

(٢٣٩١) ہم سے مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عبدالملک نے' ان سے ربعی بن حراش نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا' آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا (قبر میں) اس سے سوال ہوا۔ تمہارے پاس کوئی نیکی ہے؟ اس نے کہا کہ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ (اور جب کسی پر میرا قرض ہوتا) تو میں مالداروں کو مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ دستوں کے قرض کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اسی پر اس کی بخشش ہو گئی۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بھی نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔

اس سے تقاضے میں نرمی کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا ﴿ وَإِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ (البقرۃ: ٢٨٠) یعنی اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو ڈھیل دینا بہتر ہے اور اگر اس پر صدقہ ہی کر دو تو یہ اور بھی

بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ عمل عنداللہ بہت ہی پسندیدہ ہے۔

٦- بَابُ هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهِ؟

باب کیا بدلہ میں قرض والے اونٹ سے زیادہ عمر والا اونٹ دیا جا سکتا ہے؟

مراد یہ ہے کہ قرض میں معاملہ کی رو سے کم عمر والا اونٹ دینا ہے۔ مگر وہ نہ ملا اور بڑی عمر والا مل گیا تو اسی کو دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ دینے والے کو اس میں نقصان بھی ہے۔

٢٣٩٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ بَعِيْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَعْطُوهُ)). فَقَالُوا: نَجِدُ إِلاَّ سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً)). [راجع: ٢٣٠٥]

(۲۳۹۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ قطان نے' ان سے سفیان ثوری نے' کہ مجھ سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے اپنا قرض کا اونٹ مانگنے آیا۔ تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اسے اس کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا ہی اونٹ مل رہا ہے۔ اس پر اس شخص (قرض خواہ) نے کہا مجھے تم نے میرا پورا حق دیا۔ تمہیں اللہ تمہارا حق پورا پورا دے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے وہی اونٹ دے دو۔ کیونکہ بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ بہتر طریقہ پر اپنا قرض ادا کرتا ہو۔

٧- بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

باب قرض اچھی طرح سے ادا کرنا

٢٣٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سِنٌّ مِنَ الإِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ ﷺ: ((أَعْطُوهُ)). فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلاَّ سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ)). فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي وَفَى اللهُ بِكَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ٢٣٠٥]

(۲۳۹۳) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ نبی کریم ﷺ پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص آپؐ سے تقاضا کرنے آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے اونٹ دے دو۔ صحابہ نے تلاش کیا لیکن ایسا ہی اونٹ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہی دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے میرا حق پوری طرح دیا اللہ آپ کو بھی اس کا بدلہ پورا پورا دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں بھی سب سے بہتر ہو۔

معلوم ہوا کہ قرض خواہ کو اس کے حق سے زیادہ دے دینا بڑا کار ثواب ہے۔

٢٣٩٤- حَدَّثَنَا خَلاَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

(۲۳۹۴) ہم سے خلاد نے بیان کیا' ان سے مسعر نے بیان کیا' ان سے محارب بن دثار نے بیان کیا' اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے

اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ - قَالَ مِسْعَرٌ: أُرَاهُ قَالَ ضُحًى - فَقَالَ: ((صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي)). [راجع: ٤٤٣]

بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔ مسعر نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے چاشت کے وقت کا ذکر کیا۔ (کہ اس وقت خدمت نبوی میں حاضر ہوا) پھر آپؐ نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لو۔ میرا آپ پر قرض تھا' آپ نے اسے ادا کیا' بلکہ زیادہ بھی دے دیا۔

ایسے لوگ بہت ہی قابل تعریف ہیں جو خوش خوش قرض ادا کر کے سبکدوشی حاصل کر لیں۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑے پیارے بندے ہیں۔ اچھی ادائیگی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ واجب حق سے کچھ زیادہ ہی دے دیں۔

٨- بَابُ إِذَا قَضَى دُوْنَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ

باب اگر مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے

جب کہ قرض خواہ اسی پر راضی بھی ہو) یا قرض خواہ اسے معاف کر دے تو جائز ہے۔

٢٣٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي فَأَبَوا، فَلَمْ يُعْطِهِمِ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطِي وَقَالَ: سَنَغْدُو عَلَيْكَ، فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا)). [راجع: ٢١٢٧]

(٢٣٩٥) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے بیان کیا' ان سے کعب بن مالک نے بیان کیا اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان کے والد (عبداللہ رضی اللہ عنہ) احد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان پر قرض چلا آ رہا تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے حق کے مطالبے میں سختی اختیار کی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں۔ اور میرے والد کو معاف کر دیں۔ لیکن قرض خواہوں نے اس سے انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں میرے باغ کا میوہ نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ ہم صبح کو تمہارے باغ میں آئیں گے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپ ہمارے باغ میں تشریف لائے۔ آپ درختوں میں پھرتے رہے اور اس کے میوے میں برکت کی دعا فرماتے رہے۔ پھر میں نے کھجور توڑی اور ان کا تمام قرض ادا کرنے کے بعد بھی کھجور باقی بچ گئی۔

مضمون باب اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے شہید صحابی رضی اللہ عنہ کے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کر دینے کے لئے فرمایا۔ جب وہ لوگ تیار نہ ہوئے' تو رسول کریم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں دعائے برکت فرمائی۔ جس کی وجہ سے سارا قرض پورا ادا ہونے کے بعد بھی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

٩- بَابُ إِذَا قَاصَّ، أَوْ جَازَفَهُ فِي

باب اگر قرض ادا کرتے وقت کھجور کے بدل اتنی ہی کھجور یا

الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

اور کوئی میوہ یا اناج کے بدل برابر ناپ تول کر یا اندازہ کر کے دے تو درست ہے

٢٣٩٦ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : ((أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلاَثِيْنَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ، فَأَبَى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِيْ لَهُ فَأَبَى، فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّخْلَ فَمَشَى فِيهَا، ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ:((جُدَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ الَّذِي لَهُ))، فَجَدَّهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَوْفَاهُ ثَلاَثِيْنَ وَسْقًا، وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَجَاءَ جَابِرٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ: ((أَخْبِرْ ذَلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ))، فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشَى فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا)). [راجع: ٢١٢٧]

(٢٣٩٦) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے انس نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جب ان کے والد شہید ہوئے تو ایک یہودی کا تیس وسق قرض اپنے اوپر چھوڑ گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مہلت مانگی' لیکن وہ نہیں مانا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ اس یہودی (ابو شحم) سے (مہلت دینے کی) سفارش کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور یہودی سے یہ فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھل (جو بھی ہوں) اس قرض کے بدلے میں لے لے' جو ان کے والد کے اوپر اس کا ہے' اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ اب رسول کریم ﷺ باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ باغ کا پھل توڑ کے اس کا قرض ادا کرو۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو انہوں نے باغ کی کھجوریں توڑیں اور یہودی کا تیس وسق ادا کر دیا۔ سترہ وسق اس میں سے بچ بھی رہا۔ جابر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ کو بھی یہ اطلاع دیں۔ آپ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو انہوں نے آپؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کی خبر ابن خطاب کو بھی کر دو۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب رسول اللہ ﷺ باغ میں چل رہے تھے کہ اس میں ضرور برکت ہوگی۔

تشریح یہ آپؐ کا معجزہ تھا۔ عرب لوگوں کو کھجور کا جو درختوں پر ہو ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ توڑ کر تولیں ناپیں تو اندازہ بالکل صحیح نکلتا ہے۔ سیر دو سیر کی کمی بیشی ہو تو یہ اور بات ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ڈیوڑھے سے زیادہ کا فرق نکلے۔ اگر کھجور پہلے ہی سے زیادہ ہوتی تو یہودی خوشی سے باغ کا سب میوہ اپنے قرض کے بدل قبول کر لیتا۔ مگر وہ تیس وسق سے بھی کم معلوم ہوتا تھا۔ آپ کے وہاں پھرنے اور دعا کرنے کی برکت سے وہ ۴۷ وسق ہو گیا۔ یہ امر عقل کے خلاف نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ سے اس قسم کے معجزات مکرر سہ کرر ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

١٠- بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ

٢٣٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح. وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلاَةِ وَيَقُولُ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ)). فَقَالَ قَائِلٌ : مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ يَا رَسُولَ اللهِ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ قَالَ : ((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ)). [راجع: ٨٣٢]

باب قرض سے اللہ کی پناہ مانگنا

(۲۳۹۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے خبردی' وہ زہری سے روایت کرتے ہیں (دوسری سند) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا' ان سے سلیمان نے' ان سے محمد بن ابی عتیق نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عروہ نے بیان کیا' اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تو یہ بھی کہتے "اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" کسی نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ قرض سے اتنی پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور وعدہ کرکے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

١١- بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

٢٣٩٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلاًّ فَإِلَيْنَا)). [راجع: ٢٢٩٨]

٢٣٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلاَلِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلاَّ وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ. اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالاً

باب قرض دار کی نماز جنازہ کا بیان

(۲۳۹۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عدی بن ثابت نے' ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (اپنے انتقال کے وقت) مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔ اور جو قرض چھوڑے تو وہ ہمارے ذمہ ہے۔

(۲۳۹۹) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا' ان سے فلیح نے بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے' ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ "نبی مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔" اس لئے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہئے کہ ورثا اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں' اور جو شخص قرض

فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَو ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي، فَأَنَا مَوْلاهُ)).

چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آجائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔

[راجع: ٢٢٩٨]

تشریح یعنی اس کے بال بچوں کو پرورش کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی بیت المال میں سے یہ خرچہ دیا جائے گا۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ شفقت اور عنایت کیا ہو گی۔ جو حضرت رسول کریم ﷺ کو اپنی امت سے تھی۔ باپ بھی بیٹے پر اتنا مہربان نہیں ہوتا جتنے آنحضرت ﷺ کی مسلمانوں پر مہربانی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان بھی سب آپ پر جان و دل سے فدا تھے۔ مسلمانوں کی حکومت کیا تھی' ایک جمہوریت تھی۔ ملک کے انتظام اور آمدنی میں مسلمان سب برابر کے شریک تھے۔ اور بیت المال یعنی خزانہ ملک سارے مسلمانوں کا حصہ تھا۔ یہ نہیں کہ وہ بادشاہ کا ذاتی سمجھا جائے کہ جس طرح چاہے' اپنی خواہشوں میں اس کو اڑائے اور مسلمان فاقے مرتے رہیں۔ جیسے ہمارے زمانے میں عموماً مسلمان رئیسوں اور نوابوں کا حال ہے۔ اللہ ان کو ہدایت کرے۔

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ - (الاحزاب : ٦) یعنی جتنا ہر مومن خود اپنی جان پر آپ مہربان ہوتا ہے اس سے زیادہ آنحضرت ﷺ اس پر مہربان ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی گناہ اور کفر کر کے اپنے تئیں ہلاکت ابدی میں ڈالنا چاہتا ہے اور آنحضرت ﷺ اس کو بچانا چاہتے ہیں اور فلاح ابدی کی طرف لے جانا۔ اس لئے آپ ہر مومن پر خود اس کے نفس سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو نادار غریب مسلمان بحالت قرض انتقال کر جائیں' بیت المال سے ان کے قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔

بیت المال سے وہ خزانہ مراد ہے جو اسلامی خلافت کی تحویل میں ہوتا ہے۔ جس میں اموال غنائم' اموال زکوٰۃ اور دیگر قسم کی اسلامی آمدنیاں جمع ہوتی ہیں۔ اس بیت المال کا ایک مصرف نادار غریب مساکین کے قرضوں کی ادائیگی بھی ہے۔

١٢- بَاب] مَطلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ

باب ادائیگی میں مالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

٢٤٠٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ)). [راجع: ٢٢٨٧]

(٢٤٠٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' ان سے معمر نے' ان سے ہمام بن منبہ' وہب بن منبہ کے بھائی نے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مالدار کی طرف سے (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

١٣- بَابُ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَال

باب جس شخص کا حق نکلتا ہو وہ تقاضا کر سکتا ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ)). قَالَ سُفْيَانُ عِرضُهُ: يَقُولُ مَطَلْتَنِي. وَعُقُوبَتُهُ : الْحَبْسُ.

اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ (قرض کے ادا کرنے پر) قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرنا' اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔ سفیان نے کہا کہ عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کہے "تم صرف ٹال مٹول کر رہے ہو۔" اور اس کی سزا قید کرنا ہے۔

٢٤٠١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

(٢٤٠١) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے سلمہ نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: ((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً)). [راجع: ٢٣٠٥]

رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص قرض مانگنے اور سخت تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی گوشمالی کرنی چاہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو' حق دار ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔

اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حقوق العباد کے معاملہ میں اسلام نے کس قدر ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے۔ مذکورہ قرض خواہ وقت مقررہ سے پہلے ہی تقاضا کرنے آ گیا تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے نہ صرف اس کی سخت کلامی کو برداشت کیا بلکہ اس کی سخت کلامی کو روا رکھا۔

١٤- بَابُ إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيعَةِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

باب اگر بیع یا قرض یا امانت کا مال بجنسہٖ دیوالیہ شخص کے پاس مل جائے تو جس کا وہ مال ہے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ اس کا حق دار ہو گا

وَقَالَ الْحَسَنُ : إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلاَ بَيْعُهُ وَلاَ شِرَاؤُهُ. وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب کوئی دیوالیہ ہو جائے اور اس کا (دیوالیہ ہونا حاکم کی عدالت میں) واضح ہو جائے تو نہ اس کا اپنے کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہو گا اور نہ اس کی خرید و فروخت صحیح مانی جائے گی۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ جو شخص اپنا حق دیوالیہ ہونے سے پہلے لے لے تو وہ اسی کا ہو جاتا ہے اور جو کوئی اپنا ہی سامان اسکے ہاں پہچان لے تو وہی اس کا مستحق ہوتا ہے۔

مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا امانت رکھا یا اس کے ہاتھ ادھار بیچا' یا قرض دیا' اب عمرو نادار ہو گیا' گھوڑا جوں کا توں عمرو کے پاس ملا۔ تو زید اس کو لے لے گا دوسرے قرض خواہوں کا اس میں حصہ نہ ہو گا)

٢٤٠٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ عُمَرَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَابَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - أَوْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ - : ((مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ

(۲۴۰۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' ان سے زہیر نے بیان کیا' انہوں نے ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی' انہیں عمر بن عبدالعزیز نے خبر دی' انہیں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے خبر دی' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا یہ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا' جو شخص ہو بہو اپنا مال کسی شخص کے پاس پا لے جب کہ وہ شخص دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو۔ تو صاحب مال ہی اس کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہے۔

قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ)).

تشریح اگر وہ چیز بدل گئی' مثلاً سونا خریدا تھا' اس کا زیور بناڈالا تو اب سب قرض خواہوں کا حق اس میں برابر ہو گا۔ حنفیہ نے اس حدیث کے خلاف اپنا مذہب قرار دیا ہے اور قیاس پر عمل کیا ہے۔ حالانکہ وہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ قیاس کو حدیث کے مخالف ترک کر دینا چاہیے۔

حدیث اپنے مضمون میں واضح ہے کہ جب کسی شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن قیمت نہیں ادا کی تھی کہ وہ دیوالیہ ہو گیا۔ پس اگر وہ اصل سامان اس کے پاس موجود ہے تو اس کا مستحق بیچنے والا ہی ہو گا اور دوسرے قرض خواہوں کا اس میں کوئی حق نہ ہو گا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے جو حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

١٥- بَابُ مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيْمَ إِلَى الْغَدِ أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلاً

وَقَالَ جَابِرٌ: (اشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ فِي دَيْنِ أَبِي، فَسَأَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي فَأَبَوا ، فَلَمْ يُعْطِهِمُ الْحَائِطَ وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ وَقَالَ: ((سَأَغْدُو عَلَيْكُمْ)) غَدًا))، فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ فَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَقَضَيْتُهُمْ)).

باب اگر کوئی مالدار ہو کر کل پرسوں تک قرض ادا کرنے کا وعدہ کرے تو یہ ٹال مٹول کرنا نہیں سمجھا جائے گا

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد کے قرض کے سلسلے میں جب قرض خواہوں نے اپنا حق مانگنے میں شدت اختیار کی' تو نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے یہ صورت رکھی کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کرلیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا' اس لئے نبی کریم ﷺ نے باغ نہیں دیا اور نہ پھل تڑوائے بلکہ فرمایا کہ میں تمہارے پاس کل آؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح ہی آپؐ ہمارے یہاں تشریف لائے اور پھلوں میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور میں نے (اسی باغ سے) ان سب کا قرض ادا کر دیا۔

١٦- بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفلِسِ أَو الْمُعدِمِ فقَسمَهُ بينَ الغُرَماءِ، و أعطاهُ حتَّى يُنفِقَ على نَفسِهِ

باب دیوالیہ یا محتاج کا مال بیچ کر قرض خواہوں کو بانٹ دینا یا خود اس کو ہی دے دینا کہ اپنی ذات پر خرچ کرے

٢٤٠٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ قَالَ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((أَعْتَقَ رَجُلٌ غُلاَمًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِيْهِ مِنِّي؟)) فَاشْتَرَاهُ نُعَيمُ بْنُ

(٢٤٠٣) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے حسین معلم نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا' اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنی موت کے ساتھ آزاد کرنے کے لئے کہا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ نعیم بن عبداللہ نے اسے خرید لیا اور آنحضرت ﷺ نے اس کی قیمت

عَبْدِ اللهِ، فَأَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ)).

(آٹھ سو درہم) وصول کر کے اس کے مالک کو دے دی۔

[راجع: ۲۱٤۱]

اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ شخص مذکور مفلس تھا' صرف وہی غلام اس کا سرمایہ تھا اور اس کے لئے اس نے اپنے مرنے کے بعد آزادی کا اعلان کر دیا تھا جس سے دیگر مستحقین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ للذا آنحضرت ﷺ نے اسے اس کی حیات ہی میں فروخت کرا دیا۔

۱۷- بَابُ إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ: لاَ بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ. وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ.

باب ایک معین مدت کے وعدہ پر قرض دینا یا بیع کرنا

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کسی مدت معین تک کے لئے قرض میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس کے درہموں سے زیادہ کھرے درہم اسے ملیں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس کی شرط نہ لگائی ہو۔ عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا کہ قرض میں' قرض لینے والا اپنی مقررہ مدت کا پابند ہو گا۔

۲٤۰٤- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُسْلِفَهُ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. الْحَدِيْثَ.

[راجع: ۱٤۹۸]

(۲۴۰۴) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے کسی اسرائیلی شخص کا تذکرہ فرمایا جس نے دوسرے اسرائیلی شخص سے قرض مانگا تھا۔ اور اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے اسے قرض دے دیا تھا۔ (جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے)

۱۸- بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ

باب قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنا

۲٤۰٥- حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ عَامِرٍ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أُصِيْبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ عِيَالاً وَدَيْنًا، فَطَلَبْتُ إِلَى أَصْحَابِ الدَّيْنِ أَنْ يَضَعُوا بَعْضًا مِنْ دَيْنِهِ فَأَبَوا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوا.

(۲۴۰۵) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا' ان سے مغیرہ نے' ان سے عامر نے' اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (میرے والد) عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے بال بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں قرض خواہوں کے پاس گیا کہ اپنا کچھ قرض معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا' پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپؐ سے ان کے پاس سفارش کروائی۔

فَقَالَ: ((صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلَى حِدَتِهِ: عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ، وَاللِّينَ عَلَى حِدَةٍ، وَالْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتَّى آتِيَكَ)). فَفَعَلْتُ. ثُمَّ جَاءَ ﷺ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، وَكَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى، وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ)). [راجع: ٢١٢٧]

انہوں نے اس کے باوجود بھی انکار کیا۔ آخر آپؐ نے فرمایا کہ (اپنے باغ کی) تمام کھجور کی قسمیں الگ الگ کر لو۔ عذق بن زید الگ' لین الگ اور عجوہ الگ (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں) اس کے بعد قرض خواہوں کو بلاؤ اور میں بھی آؤں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپؐ ان کے ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اور ہر قرض خواہ کے لئے ماپ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سب کا قرض پورا ہو گیا اور کھجور اسی طرح باقی بچ رہی جیسے پہلے تھی۔ گویا کسی نے اسے چھوا تک نہیں ہے۔

٢٤٠٦- ((وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى نَاضِحٍ لَنَا، فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ خَلْفِهِ. قَالَ: بِعْنِيهِ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ - فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ ﷺ: ((فَمَا تَزَوَّجْتَ، بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟)) قُلْتُ: ثَيِّبًا، أُصِيبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ. ثُمَّ قَالَ: ((ائْتِ أَهْلَكَ)). فَقَدِمْتُ فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلاَمَنِي، فَأَخْبَرْتُهُ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ، وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَوَكْزِهِ إِيَّاهُ. فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ)).

[راجع: ٤٤٣]

(٢٤٠٦) اور ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جہاد میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر گیا۔ اونٹ تھک گیا۔ اس لئے میں لوگوں سے پیچھے رہ گیا۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے اسے پیچھے سے مارا اور فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔ مدینہ تک اس پر سواری کی تمہیں اجازت ہے۔ پھر جب ہم مدینہ سے قریب ہوئے تو میں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت چاہی' عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ابھی نئی شادی کی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا' کنواری سے کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا کہ بیوہ سے' میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے کئی چھوٹی بچیاں چھوڑ گئے ہیں۔ اس لیے میں نے بیوہ سے کی تاکہ انہیں تعلیم دے اور ادب سکھاتی رہے۔ پھر آپ نے فرمایا' اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ چنانچہ میں گھر گیا۔ میں نے جب اپنے ماموں سے اونٹ بیچنے کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے ملامت کی۔ اس لیے میں نے ان سے اونٹ کے تھک جانے اور نبی اکرم ﷺ کے واقعہ کا بھی ذکر کیا۔ اور آپ کے اونٹ کو مارنے کا بھی۔ جب نبی کریم ﷺ مدینے پہنچے تو میں بھی صبح کے وقت اونٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی دے دی اور وہ اونٹ بھی مجھ کو واپس بخش دیا اور قوم کے ساتھ میرا (مال غنیمت کا) حصہ بھی مجھ کو بخش دیا۔

تشریح ماموں نے اس وجہ سے ملامت کی ہو گی کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ اونٹ بیچنا کیا ضرور تھا۔ یوں ہی آپ کو دے دیا ہوتا۔ بعض نے کہا اس بات پر کہ ایک ہی اونٹ ہمارے پاس تھا۔ اس سے گھر کا کام کاج نکلتا تھا' وہ بھی تو نے بیچ ڈالا۔ اب

تکلیف ہوگی۔ بعض نے کہا ماموں سے جد بن قیس مراد ہے وہ منافق تھا۔

١٩- بَابُ مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ

باب مال کو تباہ کرنا یعنی بے جا اسراف منع ہے

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ وَ﴿لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ﴾، وَقَالَ فِي قَوْلِهِ: ﴿أَصَلَوَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ﴾، وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ وَالْحجرِ فِي ذَلِكَ، وَمَا يُنْهَى عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۂ یونس میں کہ) اور اللہ فسادیوں کا منصوبہ چلنے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ ہود میں) فرمایا ہے۔ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی طبیعت کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء میں) ارشاد فرمایا اپنا روپیہ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دو اور بے وقوفی کی حالت میں حجر کرنا۔

تشریح: بے وقوفوں سے مراد نادان ہیں جو مال کو سنبھال نہ سکیں بلکہ اس کو تباہ اور برباد کر دیں۔ جیسے عورت' بچے' کم عقل جوان بوڑھے وغیرہ۔ حجر کا معنے لغت میں روکنا' منع کرنا۔ اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اس کے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو وہ شخص بے وقوف ہو' اپنا مال تباہ کرتا ہو یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے۔ مثلاً مدیون مفلس پر حجر کرنا' قرض خواہوں کے حقوق بچانے کے لئے۔ یا راہن پر یا مریض پر مرتہن اور وارث کا حق بچانے کے لئے۔ اس روکنے کو شرعی اصطلاح میں حجر کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حلال طور پر کمایا ہوا مال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا ضائع کرنا یا ایسے نادانوں کو اسے سونپنا جو اس کی حفاظت نہ کر سکیں باوجود یہ کہ وہ اس کے حق دار ہیں۔ پھر بھی ان کو ان کے گزارے سے زیادہ دینا اس مال کو گویا ضائع کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہ ہوگا۔

٢٤٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنِّي أُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ، فَقَالَ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ)). فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُولُهُ)). [راجع: ٢١١٧]

(٢٤٠٧) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ خرید و فروخت میں مجھے دھوکا دے دیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب خرید و فروخت کیا کرے' تو کہہ دیا کر کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔ چنانچہ پھر وہ شخص اسی طرح کہا کرتا تھا۔

ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور مجھ کو تین دن تک اختیار ہے۔ یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مال کو تباہ کرنا برا جانا۔ اس لیے اس کو یہ حکم دیا کہ بیع کے وقت یوں کہا کرو' دھوکا فریب کا کام نہیں ہے۔

٢٤٠٨- حَدَّثَنِي عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ

(٢٤٠٨) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' ان سے جریر نے

عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ لَنبيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ. وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ)). [راجع: ٨٤٤]

بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے شعبی نے' ان سے مغیرہ بن شعبہ کے غلام وراد نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں (اور باپ) کی نافرمانی' لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (واجب حقوق کی) ادائیگی نہ کرنا اور (دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر) دبا لینا حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول بکواس کرنے' اور کثرت سے سوالات کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

لفظ معاو ہات کا ترجمہ بعض نے یوں کیا ہے اپنے اوپر پر جو حق واجب ہے جیسے زکوٰۃ' بال بچوں' ناتے والوں کی پرورش' وہ نہ دینا۔ اور جس کا لینا حرام ہے یعنی پرایا مال وہ لے لینا' قیل و قال کا مطلب خواہ مخواہ اپنا علم جتانے کے لیے لوگوں سے سوالات کرنا۔ یا بے ضرورت حالات پوچھنا' کیونکہ یہ لوگوں کو برا معلوم ہوتا ہے۔ بعض بات وہ بیان کرنا نہیں چاہتے۔ اسکے پوچھنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔

تشریح: ترجمہ باب لفظ اضاعۃ المال سے نکلتا ہے یعنی مال ضائع کرنا مکروہ ہے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا مال برباد کرنا یہ ہے کہ کھانے، پینے لباس وغیرہ میں بے ضرورت تکلف کرنا۔ باسن پر سونے چاندی کا ملمع کرانا۔ دیوار چھت وغیرہ سونے چاندی سے رنگنا۔ سعید بن جبیر نے کہا مال برباد کرنا یہ ہے کہ حرام کاموں میں خرچ کرے اور صحیح یہی ہے کہ خلاف شرع جو خرچ ہو' خواہ دینی یا دنیاوی کام میں وہ برباد کرنے میں داخل ہے۔ بہر حال جو کام شرعاً منع ہیں جیسے پتنگ بازی' مرغ بازی' آتش بازی' ناچ رنگ ان میں تو ایک پیسہ بھی خرچ کرنا حرام ہے۔ اور جو کام ثواب کے ہیں مثلاً محتاجوں' مسافروں' غریبوں' بیماروں کی خدمت' قومی کام جیسے مدرسے' پل' سرائے' مسجد' محتاج خانے' شفا خانے بنانا' ان میں جتنا خرچ کرے وہ ثواب ہی ثواب ہے۔ اس کو برباد کرنا نہیں کہہ سکتے۔ رہ گیا اپنے نفس کی لذت میں خرچ کرنا تو اپنی حیثیت اور حالت کے موافق اس میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی عزت یا آبرو بچانے کے لئے یا کسی آفت کو روکنے کے لیے۔ اس کے سوا بے ضرورت نفسانی خواہشوں میں مال خرچ کرنا مثلاً بے فائدہ بہت سے کپڑے بنا لینا' یا بہت سے گھوڑے رکھنا' یا بہت سا سامان خریدنا یہ بھی اسراف میں داخل ہے۔

٢٠- بَابُ العَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ، وَلا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

باب غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اس کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی تصرف نہ کرے

٢٤٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالإِمَامُ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ

(٢٤٠٩) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' ان سے زہری نے بیان کیا' انہیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا' تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ ہر انسان اپنے

رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا. وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). قَالَ فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). [راجع: ٨٩٣]

گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سب میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

تشریح یہ حدیث ایک بہت بڑے تمدنی اصل الاصول پر مشتمل ہے۔ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کی کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں نہ ہوں۔ ان ذمہ داریوں کو محسوس کر کے صحیح طور پر ادا کرنا عین شرعی مطالبہ ہے۔ ایک حاکم بادشاہ اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے' گھر میں مرد جملہ اہل خانہ پر حاکم ہے۔ عورت گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔ ایک غلام اپنے آقا کے مال میں ذمہ دار ہے۔ ایک مرد اپنے والد کے مال کا ذمہ دار ہے الغرض اسی سلسلہ میں تقریباً دنیا کا ہر انسان بندھا ہوا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ حاکم کا فرض ہے اپنی حکومت کے ہر کہ رومہ پر نظر شفقت رکھے۔ ایک مرد کا فرض ہے کہ اپنے جملہ اہل خانہ پر توجہ رکھے۔ ایک عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کے گھر کی ہر طرح سے پوری پوری حفاظت کرے۔ اس کی دولت اور اولاد اور عزت میں کوئی خیانت نہ کرے۔ ایک غلام' نوکر' مزدور کا فرض ہے کہ اپنے فرائض متعلقہ کی ادائیگی میں اللہ کا خوف کر کے کوتاہی نہ کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

١- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الأَشْخَاصِ،

باب قرضدار کو پکڑ کر لے جانا اور مسلمان اور یہودی میں

وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِ

جھگڑا ہونے کا بیان

٢٤١٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلاً قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ خِلاَفَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: ((كِلاَكُمَا مُحْسِنٌ)). قَالَ شُعْبَةُ أَظُنُّهُ قَالَ: ((لاَ تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا)).

[أطرافه في : ٣٤٠٨، ٣٤١٤، ٣٤٧٦، ٤٨١٣، ٥٠٦٣، ٦٥١٧، ٦٥١٨، ٧٤٢٨، ٧٤٧٧].

(۲۴۱۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ عبدالملک بن میسرہ نے مجھے خبر دی' کہا کہ میں نے نزال بن سمرہ سے سنا' اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا' کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کی ایک آیت اس طرح پڑھتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے اس کے خلاف سنا تھا۔ اس لئے میں ان کا ہاتھ تھامے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے (میرا اعتراض سن کر) فرمایا کہ تم دونوں درست پڑھتے ہو۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اختلاف نہ کیا کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس شخص کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ جب قرآن غلط پڑھنے پر پکڑ کر لے جانا درست ٹھہرا تو اپنے حق کے بدل بھی پکڑ کر لے جانا درست ہو گا۔ جیسے پہلا امر ایک مقدمہ ہے ویسا ہی دوسرا بھی۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ ایسی چھوٹی باتوں میں لڑنا جھگڑنا' جنگ و جدل کرنا برا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لازم تھا کہ اس سے دوسری طرح پڑھنے کی وجہ پوچھتے۔ جب وہ کہتا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے تو آپ سے دریافت کرتے۔

اس حدیث سے ان متعصب مقلدوں کو نصیحت لینا چاہیے' جو آمین اور رفع یدین اور اسی طرح کی باتوں پر لوگوں سے فساد اور جھگڑا کرتے ہیں۔ اگر دین کے کسی کام میں شبہ ہو تو کرنے والے سے نرمی اور اخلاق کے ساتھ اس کی دلیل پوچھے۔ جب وہ حدیث یا قرآن سے کوئی دلیل بتلا دے بس سکوت کرے۔ اب اس سے معترض نہ ہو۔ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ جس حدیث پر چاہے عمل کرے۔ بشرطیکہ وہ حدیث بالاتفاق منسوخ نہ ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ اختلاف یہ نہیں ہے کہ ایک رفع یدین کرے' دوسرا نہ کرے۔ ایک پکار کر آمین کہے ایک آہستہ۔ بلکہ اختلاف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ناحق جھگڑے' اس کو ستائے کیونکہ آپ نے ان دونوں کی قرائتوں کو اچھا فرمایا۔ اور لڑنے جھگڑنے کو برا کہا۔ و قال المظهری الاختلاف فی القرآن غیر جائز لان کل لفظ منه اذا جاز قرائته علی وجهین او اکثر فلو انکر احد واحد امن ذینک الوجهین اوالوجوه فقد انکر القرآن و لا یجوز فی القرآن القول بالرای لان القرآن سنة متبعه بل علیهما ان یسالا عن ذالک ممن هو اعلم منهما (قسطلانی) یعنی مظہری نے کہا کہ قرآن مجید میں اختلاف کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس کا ہر لفظ جب اس کی قرأت دونوں طریقوں پر جائز ہو تو ان میں سے ایک قرأت کا انکار کرنا یا دونوں کا انکار یہ سارے قرآن کا انکار ہو گا۔ اور قرآن شریف کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید مسلسل طور پر نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ پس ان اختلاف کرنے والوں کو لازم تھا کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے سے تحقیق کر لیتے۔

الغرض اختلاف جو موجب اشقاق و افتراق و فساد ہو وہ اختلاف سخت مذموم ہے اور طبعی اختلاف مذموم نہیں ہے۔

حدیث باب سے یہ بھی نکلا کہ دعویٰ اور مقدمات میں ایک مسلمان کسی بھی غیر مسلم پر اور کوئی بھی غیر مسلم کسی بھی مسلمان پر اسلامی عدالت میں دعویٰ کر سکتا ہے۔ انصاف چاہنے کے لئے مدعی اور مدعا علیہ کا ہم مذہب ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

٢٤١١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((اسْتَبَّ رَجُلاَنِ: رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ ، قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ الْيَهُودِي: وَالَّذِيْ اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِيْنَ ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِ، فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقَ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَنْبَ الْعَرْشِ، فَلاَ أَدْرِي أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمَّنْ اسْتَثْنَى اللهُ)).

(۲۴۱۱) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابوسلمہ اور عبدالرحمٰن اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی' ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ مسلمان نے کہا' اس ذات کی قسم! جس نے محمد (ﷺ) کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اور یہودی نے کہا' اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے طمانچہ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان کے ساتھ اپنے واقعہ کو بیان کیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس مسلمان کو بلایا اور ان سے واقعہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے آپ کو اس کی تفصیل بتادی۔ آپ نے اس کے بعد فرمایا۔ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔ بے ہوشی سے ہوش میں آنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کو عرش الٰہی کا کنارہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہونے والوں میں ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آجائے گا' یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں میں رکھا ہے جو بے ہوشی سے مستثنیٰ ہیں۔

ایک روایت میں یوں ہے اس یہودی نے کہا یا رسول اللہ! میں ذمی ہوں اور آپ کی امان میں ہوں۔ اس پر بھی اس مسلمان نے مجھ کو تھپڑ مارا۔ آپ غصے ہوئے اور مسلمان سے پوچھا تو نے اس کو کیوں تھپڑ مارا۔ اس پر اس مسلمان نے یہ واقعہ بیان کیا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ کسی نبی کی شان میں ایک رائی برابر بھی تنقیص کا کوئی پہلو اختیار کیا جائے۔

٢٤١٢- حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ

(۲۴۱۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ یحییٰ بن عمارہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تشریف فرما تھے کہ ایک

ﷺ جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِكَ. فَقَالَ: ((مَنْ؟)) قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ. قَالَ: ((ادْعُوهُ)). فَقَالَ: ((أَضَرَبْتَهُ؟)) قَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوقِ يَحْلِفُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ، قُلْتُ: أَيْ خَبِيثُ، عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تُخَيِّرُوا بَيْنَ الأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلاَ أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ، أَمْ حُوسِبَ بِصَعْقَةِ الأُولَى)).

[أطرافه في : ٣٣٩٨، ٤٦٣٨، ٦٩١٦، ٦٩١٧، ٧٤٢٧].

یہودی آیا اور کہا اے ابوالقاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا' کس نے؟ اس نے کہا کہ ایک انصاری نے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ وہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اسے مارا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے بازار میں یہ قسم کھاتے سنا۔ اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر بزرگی دی۔ میں نے کہا' او خبیث! کیا محمد ﷺ پر بھی! مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' دیکھو انبیاء میں باہم ایک دوسرے پر اس طرح بزرگی نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت میں بے ہوش ہو جائیں گے۔ اپنی قبر سے سب سے پہلے نکلنے والا میں ہی ہوں گا۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے یا انہیں پہلی بے ہوشی جو طور پر ہو چکی ہے وہی کافی ہو گی۔

تشریح اس حدیث کے ذیل میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ ومطابقة الحديث للترجمة فی قوله علیه الصلوٰة والسلام ادعوه فان المراد به اشخاصه بين يديه صلى الله عليه وسلم یعنی باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو یہاں بلاؤ۔ گویا آنحضرت ﷺ کے سامنے اس کی حاضری ہی اس کے حق میں سزا تھی۔ اس حدیث کو اور بھی کئی مقامات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرما کر اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی فضیلت جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت چاند کو آسمان کے سارے ستاروں پر حاصل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود آپ نے پسند نہیں فرمایا کہ لوگ آپ کی فضیلت بیان کرنے کے سلسلے میں کسی دوسرے نبی کی تنقیص شروع کر دیں۔ آپ نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا اعتراف فرمایا۔ بلکہ ذکر بھی فرما دیا کہ قیامت کے دن میرے ہوش میں آنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ نہ معلوم آپ ان میں سے ہیں جن کا اللہ نے استثناء فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ﴿ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ (الزمر: ٦٨) یعنی قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے گا بے ہوش نہ ہوں گے۔ یا پہلے طور پر جو بے ہوشی ان کو لاحق ہو چکی ہے وہ یہاں کام دے دے گی یا آپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو اللہ پاک نے محاسبہ سے بری قرار دے دیا ہو گا۔ بہر حال آپ نے اس جزوی فضیلت کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کا اعتراف فرمایا۔ اگرچہ یہ سب کچھ محض بطور اظہار انکساری ہی ہے۔ اللہ

پاک نے اپنے حبیب ﷺ کو خاتم النبیین کا درجہ بخشا ہے جملہ انبیاء علیہم السلام پر آپ کی افضلیت کے لئے یہ عزت کم نہیں ہے۔

٢٤١٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : ((أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ. قِيلَ: مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكِ، أَفُلاَنٌ أَفُلاَنٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ)).

[أطرافه في : ٢٧٤٦، ٥٢٩٥، ٦٨٧٦، ٦٧٧٧، ٦٨٨٤، ٦٨٨٥].

(٢٤١٣) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تھا (اس میں کچھ جان باقی تھی) اس سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے' فلاں نے؟ جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) یہودی پکڑا گیا اور اس نے بھی جرم کا اقرار کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

تشریح: علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مقتولہ لڑکی انصار سے تھی۔ و عند الطحاوی عدا یهودی فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم علی جاریة فاخذ اوضاحا کانت علیها و رضح راسها والاوضاح نوع من الحلی یعمل من الفضة و لمسلم فرضح راسها بین حجرین و للترمذی خرجت جاریة علیها اوضاح فاخذها یهودی فرضح راسها واخذ ما علیها من الحلی قال فادرکت و بهارمق فاتی بها النبی صلی الله علیه وسلم قیل الحدیث یعنی زمانہ رسالت میں ایک یہودی ڈاکو نے ایک لڑکی پر حملہ کیا' جو چاندی کے کڑے پہنے ہوئے تھی۔ یہودی نے اس بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا اور کڑے اس کے بدن سے اتار لیے چنانچہ وہ بچی اس حال میں کہ اس میں کچھ جان باقی تھی' آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائی گئی اور اس نے اس یہودی کا یہ ڈاکہ ظاہر کر دیا۔ اس کی سزا میں یہودی کا بھی سر دو پتھروں کے درمیان کچل کر اس کو ہلاک کیا گیا۔

احتج به المالکیة والشافعیة والحنابلة والجمهور علی ان من قتل بشئی یقتل بمثله (قسطلانی) یعنی مالکیہ اور شافعیہ اور حنابلہ اور جمہور نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ جو شخص جس کسی چیز سے کسی کو قتل کرے گا اسی کے مثل سے اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا تقاضا بھی یہی ہے۔ مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ مماثلت کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہاں جو مذکور ہے اسے محض سیاسی اور تعزیری حیثیت دیتے ہیں۔ قانونی حیثیت میں اسے تسلیم نہیں کرتے مگر آپ کا یہ خیال حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ حضرت امام رحمہ اللہ نے خود فرما دیا ہے اذا صح الحدیث فهو مذهبی جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

٢- بَابُ مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيهِ وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الإِمَامُ

باب ایک شخص نادان یا کم عقل ہو گو حاکم اس پر پابندی نہ لگائے مگر اس کا کیا ہوا معاملہ رد کیا جائے گا

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ، ثُمَّ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا صدقہ رد کر دیا پھر اس کو ایسی حالت میں صدقہ کرنے سے منع فرما دیا' اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر کسی کا کسی دوسرے پر قرض

نَهَاهُ. وَقَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ وَلَهُ عَبْدٌ وَلاَ شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ. وَبَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ ونحوهِ فدَفَعَ ثمَنَهُ إليهِ وأمرَهُ بالإصلاحِ والقيامِ بشأنهِ فإن أفسدَ بعْدُ منَعَهُ، لأنَّ النبيَّ ﷺ نَهى عن إضاعةِ المالِ، وقالَ اللذي يُخدَعُ في البيعِ: إذا بَايَعتَ فقُل : لا خِلابةَ، ولم يأخُذِ النبيُّ ﷺ مالَهُ.

ہو اور مقروض کے پاس صرف ایک ہی غلام ہو۔ اس کے سوا اس کے پاس کچھ بھی جائیداد نہ ہو تو اگر مقروض اپنے اس غلام کو آزاد کردے تو اس کی آزادی جائز نہ ہوگی۔ اور اگر کسی نے کسی کم عقل کی کوئی چیز بیچ کر اس کی قیمت اسے دے دی اور اس سے اپنی اصلاح کرنے اور اپنا خیال رکھنے کے لئے کہا۔ لیکن اس نے اس کے باوجود مال برباد کر دیا تو اسے اس کے خرچ کرنے سے حاکم روک دے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے اس شخص سے جو خریدتے وقت دھوکا کھا جایا کرتا تھا' فرمایا تھا کہ جب تو کچھ خرید و فروخت کرے تو کہا کر کہ کوئی دھوکے کا کام نہیں ہے۔ رسول پاک ﷺ نے اس کا مال اپنے قبضے میں نہ لیا۔

تشریح حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث کو عبد بن حمید نے نکالا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک شخص ایک مرغی کے انڈے کے برابر سونے کا ایک ڈلا لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں آیا اور کہنے لگا کہ آپ بطور صدقہ اسے میری طرف سے قبول فرمائیے۔ واللہ! میرے پاس اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر یہی کہا۔ آخر آپ نے وہ ڈلا اس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا تم میں کوئی نادار ہوتا ہے اور اپنا مال جس کے سوا اس کے پاس کچھ اور نہیں ہوتا خیرات کرتا ہے۔ پھر خالی ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے۔ یہ خیرات کسی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ خیرات اس وقت کرنی چاہیے جب آدمی کے پاس خیرات کرنے کے بعد بھی مال باقی رہ جائے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے نکالا ہے۔

یہ حدیث اسلام کے ایک جامع اصل الاصول کو ظاہر کر رہی ہے کہ انسان کا دنیا میں محتاج اور تنگ دست بن کر رہنا عنداللہ کسی حال میں بھی محبوب نہیں ہے۔ اور خیرات و صدقات کا یہ نظریہ بھی صحیح نہیں کہ ایک آدمی اپنے سارے اثاثہ حیات کو خیرات کر کے پھر خود خالی ہاتھ بن کر بیٹھ جائے اور پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہے۔ آیت قرآنی ﴿ ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط ﴾ الایہ اس پر واضح دلیل ہے۔ ہاں بلا شک اگر کوئی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا ایمان و یقین اور توکل کا مالک ہو تو اس کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ مگر یہ قطعاً ناممکن ہے کہ امت میں کوئی قیامت تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مثیل پیدا ہو سکے۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے الفاظ مبارکہ ہمیشہ آب زر سے لکھے جائیں گے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیا خیرات لے کر آئے اور کیا گھر میں چھوڑ کر آئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ترکت الله و رسوله میں گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں اور باقی سب کچھ لا کر حاضر کر دیا ہے۔ زبان حال سے گویا آپ نے فرمایا تھا ﴿ إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الانعام : ۱۶۲) رضي الله عنه و ارضاه

امت کے ان بدترین لوگوں پر ہزار نفرین جو ایسے فخر اسلام عاشق رسول کریم ﷺ کی شان میں تبرا بازی کرتے اور بے حیائی کی حد ہو گئی کہ اس تبرا بازی کو کار ثواب جانتے ہیں۔ سچ ہے۔ ﴿ فاضلهم الشيطان بما كانوا يفسقون ﴾

اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ واشار البخاري بما ذكر من احاديث الباب الى التفصيل بين من ظهرت منه الاضاعة فيرد تصرفه فيما اذاكان في الشئى الكثير اوالمستغرق و عليه تحمل قصة المدبر و بين ما اذا كان في الشئى اليسير اوجعل له شرطا يامن به

من افساد مالہ فلایرد (فتح الباری) یعنی باب میں مندرجہ احادیث سے مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب مال کثیر ہو یا کوئی اور چیز جو خاص اہمیت رکھتی ہو اور صاحب مال کی طرف سے اس کے ضائع کر دینے کا خطرہ ہو تو اس کا تصرف حکومت کی طرف سے اس میں رد کر دیا جائے گا۔ مدبر کا واقعہ اسی پر محمول ہے اور اگر تھوڑی چیز ہو یا کوئی ایسی شرط لگا دی گئی ہو جس سے اس مال کے ضائع ہونے کا ڈر نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا تصرف قائم رہے گا اور وہ رد نہ کیا جا سکے گا۔ اصل مقصد مال کی حفاظت اور قرض خواہ وغیرہ اہل حقوق کو ان کے حقوق کا ملنا ہے۔ یہ جس صورت ممکن ہو۔ یہ سلطان اسلام کی صوابدید سے متعلق چیز ہے۔

٢٤١٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لاَ خِلاَبَةَ))، فَكَانَ يَقُولُهُ)).

(٢٤١٤) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' آپ نے کہا کہ ایک صحابی کوئی چیز خریدتے وقت دھوکا کھا جایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تو خریدا کرے تو کہہ دیا کر کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔ پس وہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

[راجع: ٢١١٧]

آنحضرت ﷺ نے کم تجربہ ہونے کے باوجود اس شخص پر کوئی پابندی نہیں لگائی' حالانکہ سامان خریدنا ان سے نہیں آتا تھا۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

٢٤١٥- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَجُلاً أَعْتَقَ عَبْدًا لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بن النَّحامِ)).

(٢٤١٥) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کیا۔ لیکن اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہ تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اسے اس کا غلام واپس کرا دیا۔ اور اسے نعیم بن نحام نے خرید لیا۔

[راجع: ٢١٤١]

دوسری روایات میں ہے کہ یہ شخص مقروض تھا اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف یہی غلام تھا اور اسے بھی اس نے مدبر کر دیا تھا۔ آپؐ نے جب تفصیلات کو معلوم کر لیا تو اس کی آزادی کو رد کر کے اس غلام کو نیلام کرا دیا اور اس حاصل شدہ رقم سے اس کا قرض ادا کرا دیا۔ واللہ اعلم۔

٤- بَابُ كَلاَمِ الْخُصُومِ بَعْضِهِم فِي بَعْضٍ

باب مدعی یا مدعی علیہ ایک دوسرے کی نسبت جو کہیں

(یہ غیبت میں داخل نہیں ہے) بشرطیکہ ایسا کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالیں جس میں حد یا تعزیر واجب ہو۔ ورنہ سزا دی جائے گی۔

باب کے ذیل حافظ مرحوم فرماتے ہیں۔ ای فیما لایوجب حدا و لاتعزیرا فلا یکون ذالک من الغیبة المحرمة ذکر فیه اربع احادیث

یعنی مدعی اور مدعیٰ علیہ آپس میں ایسا کلام کریں جس پر حد واجب نہ ہوتی ہو اور نہ تعزیر۔ پس ایسا کلام غیبت محرمہ میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس باب کے ذیل حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی اور دوسری حدیث ابن مسعود اور اشعث رضی اللہ عنہما کی ہے۔ والغرض منه قوله قلت یا رسول الله اذا یحلف و یذهب بما لی فانه نسبه الی الحلف الکاذب و لم یواخذ بذالک لانه اخبر بما یعلمه منه فی حال التظلم منه یعنی غرض حدیث اشعث رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدعیٰ علیہ کے بارے میں یہ بیان دیا کہ وہ جھوٹی قسم کھا کر میرا مال لے اڑے گا۔ آپ نے مدعی کے اس بیان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ تیسری حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جس میں فارتفعت اصواتهما کے الفاظ ہیں۔ اور بعض طرق میں فتلاحیا کا لفظ بھی آیا ہے کہ وہ دونوں باہمی طور پر جھگڑنے لگے۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوتا ہے۔ چوتھی حدیث ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت ہشام رضی اللہ عنہ پر انکار فرمایا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ دوران مقدمہ میں عین عدالت میں مدعی اور مدعی علیہ آپس میں بعض دفعہ کچھ سخت کلامی کر گذرتے ہیں اور بعض اوقات عدالت ان پر کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ ہاں اگر حد کے باہر کوئی شخص عدالت کا احترام بالائے طاق رکھ کر سخت کلامی کرے گا تو یقیناً وہ قابل سزا ہو گا۔

٢٤١٦، ٢٤١٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)). قَالَ فَقَالَ الأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِي، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟)) قُلْتُ: لاَ. قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: ((احْلِفْ)). قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي. فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ إِلَى آخِرِ الآيَةِ)).

[راجع: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

(۲۴۱۶، ۲۴۱۷) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کوئی جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھائی تاکہ کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر حاصل کر لے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہو گا کہ اللہ پاک اس پر نہایت ہی غضبناک ہو گا۔ راوی نے بیان کیا اس پر اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ سے ہی متعلق ایک مسئلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ اس نے انکار کیا تو میں نے مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ پھر تو قسم کھا۔ اشعث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پھر تو یہ جھوٹی قسم کھا لے گا اور میرا مال اڑا لے جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی پونجی خریدتے ہیں، آخر آیت تک۔

مدعی یعنی اشعث رضی اللہ عنہ نے عدالت عالیہ نبویہ میں یہودی کی خامی کو صاف لفظوں میں ظاہر کر دیا۔ باب کا یہی مقصد ہے کہ مقدمہ سے متعلق مدعی اور مدعیٰ علیہ عدالت میں اپنے اپنے دلائل واضح کر دیں' اس کا نام غیبت نہیں ہے۔

٢٤١٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : ((أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: ((يَا كَعْبُ)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: ((ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا)) - فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ - قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)).

[راجع: ٤٧٥]

(٢٤١٨) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ اور دونوں کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھر میں سن لی۔ آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر پکارا اے کعب! انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دے اور آپ نے آدھا قرض کم کر دینے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کم کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھ اب قرض ادا کر دے۔

جھگڑا طے کرانے کا ایک بہترین راستہ آپؐ نے اختیار فرمایا۔ اور بے حد خوش قسمت ہیں وہ دونوں فریق جنہوں نے دل و جان سے آپ کا یہ فیصلہ منظور کر لیا۔ مقروض اگر تنگ دست ہے تو ایسی رعایت دینا ضروری ہو جاتا ہے اور صاحب مال کو بہر صورت صبر اور شکر کے ساتھ جو ملے وہ لے لینا ضروری ہو جاتا ہے۔

٢٤١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَقْرَأَنِيهَا، وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ

(٢٤١٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے' انہیں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان ایک دفعہ اس قرأت سے پڑھتے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قرأت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً ہی ان پر کچھ کر بیٹھوں' لیکن میں نے انہیں مہلت دی کہ وہ (نماز سے) فارغ ہو لیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور

لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَيَّ غَيْرَ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا. فَقَالَ لِي: ((أَرْسِلْهُ)). ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((اقْرَأْ)) فَقَرَأَ. قَالَ: ((هَكَذَا أُنْزِلَتْ)). ثُمَّ قَالَ لِي : ((اقْرَأْ)). فَقَرَأْتُ. فَقَالَ: ((هَكَذَا أُنْزِلَتْ، إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ)).

[أطرافه في: ٤٩٩٢، ٥٠٤١، ٦٩٣٦، ٧٥٥٠].

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں نے انہیں اس قرأت کے خلاف پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انہیں چھوڑ دے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا اب تم قرأت سناؤ۔ انہوں نے وہی اپنی قرأت سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ سے آپ نے فرمایا کہ اب تم بھی پڑھو۔ میں نے بھی پڑھ کے سنایا۔ آپ نے اس پر بھی فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے، تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو۔

تشریح: یعنی عرب کے ساتوں قبیلوں کے محاورے اور طرز پر اور کہیں کہیں اختلاف حرکات یا اختلاف حروف سے کوئی ضرر نہیں بشرطیکہ معانی اور مطالب میں فرق نہ آئے۔ جیسے سات قرأتوں کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید مشہور سات قرأتوں میں سے ہر قرأت کے موافق پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن شاذ قرأت کے ساتھ پڑھنا اکثر علماء نے درست نہیں رکھا۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأۃ حافظوا علی الصلوات والصلٰوۃ الوسطی وصلٰوۃ العصر یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت فما استمتعتم منهن الی اجل مسمی

٥- باب إِخْرَاجِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُومِ مِنَ الْبُيُوتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ نَاحَتْ

باب جب حال معلوم ہو جائے تو مجرموں اور جھگڑے والوں کو گھر سے نکال دینا

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن ام فروہ رضی اللہ عنہا نے جب وفات صدیق اکبر پر نوحہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں (ان کے گھر سے) نکال دیا۔

تاکہ اس حرکت سے روح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو۔ اور تجہیز و تکفین کے کام میں خلل نہ آئے۔ پھر فاروق اعظم کا جلال نوحہ جیسے ناجائز کام کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ ام فروہ والی روایت کو ابن سعد نے طبقات میں نکالا ہے۔

٢٤٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا

(٢٤٢٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ نماز کی جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر خود ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلا

يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ)). دوں۔

[راجع: ٦٤٤]

اس سے بھی ثابت ہوا کہ خطا کاروں پر کس حد تک تعزیر کا حکم ہے۔ خصوصاً نماز باجماعت میں تساہل برتنا اتنی بڑی غلطی ہے جس کے ارتکاب کرنے والوں پر آپؐ نے اپنے انتہائی غیظ و غضب کا اظہار فرمایا۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

تشریح حدیث میں لفظ فاحرق علیھم سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب گھر جلائے جائیں گے تو وہ نکل بھاگیں گے۔ پس گھر سے نکالنا جائز ہوا۔ ہمارے شیخ امام ابن قیم نے اس حدیث سے اور کئی حدیثوں سے دلیل لی ہے کہ شریعت میں تعزیر بالمال درست ہے یعنی حاکم اسلام کسی جرم کی سزا میں مجرم کو مالی تاوان کر سکتا ہے۔

پچھلے باب میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کے باہمی ناروا کلام کے بارے میں کچھ نرمی تھی۔ مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب منعقد فرما کر اشارہ کیا کہ اگر حد سے باہر کوئی حرکت ہو تو ان پر سخت گرفت بھی ہو سکتی ہے۔ ان کو عدالت سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔ حضرت امام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے استدلال فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر خود ان کی بہن ام فروہ رضی اللہ عنہا کو جب نوحہ کرتے دیکھا تو ان کو گھر سے نکلوا دیا۔ بلکہ بعض دوسری نوحہ کرنے والی عورتوں کو درے مار مار کر گھر سے باہر نکالا۔

فثبتت مشروعية الاقتصار على اخراج اهل المعصية من باب الولى و محل اخراج الخصوم اذا وقع منهم من المراء و اللدد مايقتضى ذالک۔ (فتح الباری)

٦- باب دَعوَى الوَصيِّ للميّتِ — باب میت کا وصی اس کی طرف سے دعویٰ کر سکتا ہے

(اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای عن المیت فی الاستلحاق وغیرہ من الحقوق ذکر فیہ حدیث عائشة فی قصة سعد و ابن زمعة قال ابن المنیر ملخصہ دعوی الوصی عن الموصی علیہ لانزاع فیہ و کان المصنف اراد بیان مستند الاجماع وسیاتی مباحث الحدیث المذکور فی کتاب الفرائض (فتح) یعنی مرنے والا جس کو وصیت کر جائے وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے دعویٰ کر سکتا ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گویا حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اشارہ فرمایا ہے کہ اس پر جمیع علمائے امت کا اجماع ہے۔

٢٤٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ أَنْ أَنْظُرَ ابْنَ أَمَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنِي. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ شَبَهًا بَيِّنًا، فَقَالَ ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ،

(٢٤٢١) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ زمعہ کی ایک باندی کے لڑکے کے بارے میں عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنا جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرے بھائی نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ جب میں (مکہ) آؤں اور زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھوں تو اسے اپنی پرورش میں لے لوں۔ کیونکہ وہ انہیں کا لڑکا ہے۔ اور عبد بن زمعہ نے کہا' کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے۔ میرے والد ہی کے "فراش" میں اس کی پیدائش ہوئی ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے اندر (عتبہ کی)

الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ. وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ)).
[راجع: ٢٠٥٣]

واضح مشابہت دیکھی۔ لیکن فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہاری ہی پرورش میں رہے گا۔ کیونکہ لڑکا "فراش" کے تابع ہوتا ہے۔ اور سودہ رضی اللہ عنہا تو اس لڑکے سے پردہ کیا کر۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے کافر بھائی کی طرف سے وصی تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کی طرف سے دعویٰ کیا۔ جس میں کچھ اصلیت تھی۔ مگر قانون کی رو سے وہ دعویٰ صحیح نہ تھا۔ کیونکہ اسلامی قانون یہ ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر اس لیے آپ نے ان کا دعویٰ خارج کر دیا۔ مگر اتقوا الشبهات " کے تحت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم فرما دیا۔ بعض دفعہ حاکم کے سامنے کچھ ایسے حقائق آ جاتے ہیں کہ ان کو جملہ دلائل سے بالا ہو کر اپنی صوابدید پر فیصلہ کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

٧- باب التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخشى مَعَرَّتُهُ

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِكْرِمَةَ عَلَى تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

باب اگر شرارت کا ڈر ہو تو ملزم کا باندھنا درست ہے

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن و حدیث اور دین کے فرائض سیکھنے کے لئے قید کیا۔

٢٤٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ : ((مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟)) قَالَ : عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ - فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. قَالَ : ((أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ)).
[راجع: ٤٦٢]

(٢٤٢٢) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے چند سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور جو اہل یمامہ کا سردار تھا' پکڑ لائے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لائے اور آپ نے پوچھا' ثمامہ! تو کس خیال میں ہے؟ انہوں نے کہا' اے محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) میں اچھا ہوں۔ پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

تشریح کئی دفعہ کی گفتگو میں ثمامہ اخلاق نبوی سے حد درجہ متاثر ہو چکا تھا۔ اس نے آپ سے ہر بار کہا تھا کہ آپ اگر میرے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو میں اس کی ناقدری نہیں کروں گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ نے اسے بخوشی اعزاز و اکرام کے ساتھ آزاد فرما دیا۔ وہ فوراً ہی ایک کنویں پر گیا اور غسل کر کے آیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ پس ترجمۃ الباب ثابت ہوا کہ بعض حالات میں کسی انسان کا کچھ وقت کے لئے مقید کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نتیجہ کے لحاظ سے مفید ثابت ہوتا ہے۔

عہد نبوی انسانی تمدن کا ابتدائی دور تھا۔ کوئی جیل خانہ الگ نہ تھا۔ لہٰذا مسجد ہی سے یہ کام بھی لیا گیا۔ اور اس لئے بھی کہ ثمامہ کو مسلمانوں کے دیکھنے کا بہت ہی قریب سے موقع دیا جائے اور وہ اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کے اوصاف حسنہ کا بغور معائنہ کر سکے۔

خصوصاً اخلاق محمدی نے اسے بہت ہی زیادہ متاثر کیا۔ سچ ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

ترجمۃ الباب الفاظ فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد سے نکلتا ہے۔ شریح قاضی جب کسی پر کچھ حکم کرتے اور اس کے بھاگ جانے کا ڈر ہوتا تو مسجد میں اس کو حراست میں رکھنے کا حکم دیتے۔ جب مجلس برخاست کرتے' اگر وہ اپنے ذمے کا حق ادا کر دیتا تو اس کو چھوڑ دیتے ورنہ قید خانے میں بھجوا دیتے۔

دوسری روایت میں یوں ہے آپ ہر صبح کو ثمامہ کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کا مزاج اور حالات دریافت فرماتے۔ وہ کہتا کہ اگر آپ مجھ کو قتل کرا دیں گے تو میرا بدلہ لینے والے لوگ بہت ہیں۔ اور اگر آپ مجھ کو چھوڑ دیں گے تو میں آپ کا بہت بہت احسان مند رہوں گا۔ اور اگر آپ میری آزادی کے عوض روپیہ چاہتے ہیں تو جس قدر آپ فرمائیں گے آپ کو روپیہ دوں گا۔ کئی روز تک معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔ آخر ایک روز رحمتہ للعالمین ﷺ نے ثمامہ کو بلا شرط آزاد کرا دیا۔ جب وہ چلنے لگا تو صحابہ کو خیال ہوا کہ شاید یہ فرار اختیار کر رہا ہے۔ مگر ثمامہ ایک درخت کے نیچے گیا جہاں پانی موجود تھا۔ وہاں اس نے غسل کیا۔ اور پاک صاف ہو کر دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ حضور اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ فوراً ہی اس نے کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھا اور صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔

٨- بَابُ الرَّبْطِ والحَبسِ في الحرَم

باب حرم میں کسی کو باندھنا اور قید کرنا

وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِلسِّجْنِ بِمَكَّةَ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَلَى أَنَّ عُمَرُ إِنْ رَضِيَ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ، وَإِنْ لَمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُمِائَةٍ. وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ.

اور نافع بن عبدالحارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک مکان جیل خانہ بنانے کے لیے اس شرط پر خریدا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ اس خریداری کو منظور کریں گے تو بیع پوری ہو گی۔ ورنہ صفوان کو جواب آنے تک چار سو دینار تک کرایہ دیا جائے گا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں لوگوں کو قید کیا۔

مکۃ المکرمہ سارا ہی حرم میں داخل ہے۔ لہٰذا حرم میں جیل خانہ بنانا اور مجرموں کا قید کرنا ثابت ہوا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابن سعد وغیرہ نے نکالا ہے کہ ابن زبیر نے حسن بن محمد بن حنفیہ کو دارالندوہ میں سجن عارم میں قید کیا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگ گئے۔

٢٤٢٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ)). [راجع: ٤٦٢]

(۲۴۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ جو بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے۔ اور مسجد کے ایک ستون سے اس کو باندھ دیا۔

مدینہ بھی حرم ہے تو حرم میں قید کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ یہ باب لا کر امام بخاری نے رد کیا جو ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے روایت کیا کہ وہ مکہ میں کسی کو قید کرنا برا جانتے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٩- بَابُ الْمُلاَزَمَةِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب قرض دار کے ساتھ رہنے کا بیان

اس طرح کہ قرض خواہ ارادہ کرے کہ جب تک مقروض میرا روپیہ ادا نہ کرے میں اس کے ساتھ چمٹا ہی رہوں گا اور اس کا پیچھا کبھی نہ چھوڑوں گا۔

٢٤٢٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنِ رَبِيْعَةَ - وَقَالَ غَيْرُهُ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الأَنْصَارِيِّ: ((عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدِ الأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ)) - وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ: النِّصفَ - فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

(٢٤٢٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا اور یحییٰ بن بکیر کے علاوہ نے بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے' ان سے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے' اور ان سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر ان کا قرض تھا' ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا۔ پھر دونوں کی گفتگو تیز ہونے لگی اور آواز بلند ہو گئی۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا ادھر سے گزر ہوا' اور آپ نے فرمایا' اے کعب! اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے گویا یہ فرمایا کہ آدھے قرض کی کمی کر دے۔ چنانچہ انہوں نے آدھا لے لیا اور آدھا قرض معاف کر دیا۔

[راجع: ٤٥٧]

لفظ حدیث فلزمہ سے ترجمہ باب نکلا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے قرض وصول کرنے کے لئے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چمٹے اور کہا کہ جب تک میرا قرض ادا نہ کر دے گا میں تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گا' اور جب آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا اور اس طرح چمٹنے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے چمٹنے کا جواز نکلا۔ آنحضرت ﷺ نے آدھا قرض معاف کرنے کی سفارش فرمائی' اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مقروض اگر تنگ دست ہے تو قرض خواہ کو چاہیے کہ کچھ معاف کر دے' نیک کام کے لئے سفارش کرنا بھی ثابت ہوا۔

١٠- بَابُ التَّقَاضِي

باب تقاضا کرنے کا بیان

٢٤٢٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: ((كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ

(٢٤٢٥) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہب بن جریر بن حازم نے بیان کیا' انہیں شعبہ نے خبر دی' انہیں اعمش نے' انہیں ابوالضحیٰ نے' انہیں مسروق نے' اور ان سے خباب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہے کا کام کرتا تھا۔ اور عاص بن وائل (کافر) پر میرے کچھ روپے قرض تھے۔ میں اس کے پاس

دَرَاهِمُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لاَ أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: لاَ أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ ا للهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ. قَالَ: فَدَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَأُوتِي مَالاً وَوَلَدًا ثُمَّ أَقْضِيكَ. فَنَزَلَتْ: ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ: لَأُوتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا﴾ الآيَة)). [راجع: ٢٠٩١]

تقاضا کرنے گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جب تک تو محمد (ﷺ) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض ادا نہیں کروں گا۔ میں نے کہا' ہرگز نہیں' اللہ کی قسم! میں حضرت محمد ﷺ کا انکار کبھی نہیں کر سکتا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مارے اور پھر تم کو اٹھائے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر مجھ سے بھی تقاضا نہ کر۔ میں جب مر کے دوبارہ زندہ ہوں گا اور مجھے (دوسری زندگی میں) مال اور اولاد دی جائے گی تو تمہارا قرض بھی ادا کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی۔" آخر آیت تک۔

تشریح حضرت خباب رضی اللہ عنہ' عاص بن وائل غیر مسلم کے ہاں اپنی مزدوری وصول کرنے کا تقاضا کرنے گئے۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ عاص نے جو جواب دیا وہ انتہائی نامعقول جواب تھا۔ جس پر قرآن مجید میں نوٹس لیا گیا۔ اس حدیث سے مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ایک مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ اس لئے متعدد مقامات پر یہ حدیث نقل کی گئی ہے جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ و قوت اجتہاد کی بین دلیل ہے۔ ہزار افسوس ان اہل جبہ و دستار پر جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ امت کی شان میں تنقیص کرتے اور آپ کی فہم و درایت سے منکر ہو کر خود اپنی نافہمی کا ثبوت دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان ابواب کے خاتمہ پر فرماتے ہیں۔ اشتمل كتاب الاستقراض و مامعه من الحجر والتفليس و ما اتصل به من الاشخاص والملازمة على خمسين حديثا المعلق منها ستة المكرر منها فيه و فيما مضى ثمانية و ثلاثون حديثا والبقية خالصة وافقه مسلم على جميعها سوى حديث ابى هريرة (من اخذ اموال الناس يريد اتلافها) و حديث (اما احب ان لى احدا ذهبا) و حديث (لى الواجد) و حديث ابن مسعود فى القراة و فيه من الاثار عن الصحابة و من بعدهم اثنا عشر اثرا والله اعلم (فتح البارى) یعنی یہ کتاب الاستقراض و الملازمہ پچاس احادیث پر مشتمل ہے جن میں احادیث معلقہ صرف چھ ہیں۔ مکرر احادیث اڑتیس ہیں۔ اور باقی خالص ہیں۔ امام مسلم نے بجز چند احادیث کے جو یہاں مذکور ہیں سب میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے موافقت کی ہے۔ اور ان ابواب میں صحابہ و تابعین کے بارہ آثار مذکور ہوئے ہیں۔

سند میں مذکورہ بزرگ حضرت مسروق ابن الاجدع ہیں۔ جو ہمدانی اور کوفی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صحابہ کے صدر اول جیسے ابوبکر' عمر' عثمان' علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ پایا۔ سرکردہ علماء اور فقہاء میں سے تھے۔ مرہ بن شرحبیل نے فرمایا کہ کسی ہمدانی عورت نے مسروق جیسا نیک سپوت نہیں جنا۔

شعبی نے فرمایا' اگر کسی گھرانے کے لوگ جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو وہ یہ ہیں اسود' علقمہ اور مسروق۔

محمد بن منتشر نے فرمایا کہ خالد بن عبداللہ بصرہ کے عامل (گورنر) تھے۔ انہوں نے بطور ہدیہ تیس ہزار روپوں کی رقم حضرت مسروق کی خدمت میں پیش کی۔ یہ ان کے فقر کا زمانہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ بچپن میں ان کو چرا لیا گیا تھا۔ پھر مل گئے تو ان کا نام مسروق ہو گیا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ ۶۲ھ میں بمقام کوفہ وفات پائی۔ رحمه الله رحمة واسعة.

شہر کوفہ کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی۔ اس وقت آپ نے وہاں فرمایا تھا۔ تکوفوا فی ھذا الموضع یہاں پر جمع ہو جاؤ۔ اسی روز اس شہر کا نام کوفہ پڑ گیا۔ بعض نے اس کا پرانا نام کوفان بتایا ہے۔ یہ شہر عراق میں واقع ہے۔ عرصہ تک علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔

١- بُابُ إِذَا أَخبَرَ أَخبره رَبُّ اللُّقَطِةِ بِالعَلامةِ دَفعَ إِليه

باب اور جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتادے تو اسے اس کے حوالہ کردے۔

تشریح لفظ لقطة کا مصدر لقط ہے جس کے معنی چن لینا' زمین پر سے اٹھا لینا' سینا' رفو کرنا' انتخاب کرنا' چونچ سے اٹھانا ہے۔ اسی سے لفظ ملاقطة اور التقاط ہیں۔ جن کے معانی برابر ہونا ہیں۔ اور تلقط اور التقاط کے معنے ادھر ادھر سے جمع کرنا چننا ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جن کی تشریحات اپنے اپنے مقامات پر ہوں گی۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ (فی اللقطة) بضم اللام و فتح القاف و یجوز اسکانها والمشهور عندالمحدثین فتحها قال الازهری وهو الذی سمع من العرب و اجمع علیه اهل اللغة والحدیث و یقال لقاطة بضم اللام و لقط بفتحها بلا هاء و هی فی اللغة الشئی الملقوط و شرعا ما وجد من حق ضائع محترم غیر محرز و لا ممتنع بقوته و لایعرف الواجد مستحقه و فی الالتقاط معنی الامانة والولایة من حیث ان الملتقط امین فیما التقطه والشرع ولاه حفظه کالولی فی مال الطفل و فیه معنی الاکتساب من حیث ان له التملک بعد التعریف (قسطلانی)

مختصر یہ کہ لفظ لقطہ لام کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے مگر محدثین اور لغت والوں کے ہاں فتحہ کے ساتھ ہی مشہور ہے عرب کی زبانوں سے ایسا ہی سنا گیا ہے۔ لغت میں لقطہ کسی گری پڑی چیز کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں ایسی چیز جو پڑی ہوئی پائی جائے اور وہ کسی بھی آدمی کے حق ضائع سے متعلق ہو اور پانے والا اس کے مالک کو نہ پائے۔ اور لفظ التقاط میں امانت اور ولایت کے معانی بھی مشتمل ہیں۔ اس لئے کہ ملتقط امین ہے جو اس نے پایا ہے اور شرعاً وہ اس مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے جیسے بچے کے مال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور اس میں اکتساب کے معانی بھی ہیں کہ پہنچوانے کے بعد اگر اس کا مالک نہ ملے تو اس چیز میں اس کو حق ملکیت ثابت ہو جاتا ہے۔

٢٤٢٦- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،

(۲۴۲۶) ہم سے آدم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا'

ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ: لَقِيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((أَخَذْتُ صُرَّةً فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَوْلاً))، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلاً فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَوْلاً))، فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلاَثًا فَقَالَ: ((احْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلاَّ فَاسْتَمْتِعْ بِهَا))، فَاسْتَمْتَعْتُ. فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ فَقَالَ: لاَ أَدْرِيْ ثَلاَثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلاً وَاحِدًا)). [طرفه في : ٢٤٣٧].

(دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا' ان سے غندر نے' ان سے شعبہ نے' ان سے سلمہ نے کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے سو دینار کی ایک تھیلی (کہیں راستے میں پڑی ہوئی) پائی۔ میں اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا تو آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا۔ لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اسے پہچان سکتا۔ اس لیے میں پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ میں نے پھر (سال بھر) اعلان کیا۔ لیکن ان کا مالک مجھے نہیں ملا۔ تیسری مرتبہ حاضر ہوا' تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس تھیلی کی بناوٹ' دینار کی تعداد اور تھیلی کے بندھن کو ذہن میں محفوظ رکھ۔ اگر اس کا مالک آ جائے (تو علامت پوچھ کے) اسے واپس کر دینا' ورنہ اپنے خرچ میں اسے استعمال کر لے چنانچہ میں اسے اپنے اخراجات میں لایا۔ (شعبہ نے بیان کیا کہ) پھر میں نے سلمہ سے اس کے بعد مکہ میں ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں رسول کریم ﷺ نے (حدیث میں) تین سال تک (اعلان کرنے کے لئے فرمایا تھا) یا صرف ایک سال کے لئے۔

تشریح روایت کے آخری الفاظ تین سال یا ایک سال کے متعلق حضرت علامہ قسطلانی فرماتے ہیں ولم يقل احد بان اللقطة تعرف ثلاثة احوال والشك يوجب سقوط المشكوك فيه و هو الثلاثة فوجب العمل بالجزم و هو رواية العام الواحد الخ (قسطلانی) یعنی کسی نے نہیں کہا کہ لقطہ کو تین سال تک پہنچوایا جائے۔ اور شک سے مشکوک فیہ خود ہی ساقط ہو جاتا ہے جو یہاں تین سال ہے۔ پس پختہ چیز پر عمل واجب ہوا اور وہ ایک ہی سال کے لئے ہے۔ بعض اور روایتوں میں بھی تین سال کا ذکر آیا ہے مگر وہ مزید احتیاط اور تورع پر مبنی ہے۔

اگر پانے والا غریب اور محتاج ہے تو مقررہ مدت تک اعلان کے بعد مالک کو نہ پانے کی صورت میں اسے وہ اپنی ضروریات پر خرچ کر سکتا ہے اور اگر کسی محتاج کو بطور صدقہ دے دے تو اور بھی بہتر ہو گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مالک مل جائے تو بہر صورت اسے وہ چیز واپس لوٹانی پڑے گی' خواہ ایک مدت تک اعلان کرتے رہنے کے بعد اسے اپنی ضروریات میں خرچ ہی کیوں نہ کر چکا ہو۔ امانت و دیانت سے متعلق اسلام کی یہ وہ پاک ہدایات ہیں' جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی ارض حرم میں ایسی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں کہ ایک چیز لقط ہے مگر دیکھنے والے ہاتھ تک نہیں لگاتے بلکہ وہ چیز اپنی جگہ پڑی رہتی ہے۔ خود ۱۳۸۹ھ کے حج میں میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھے۔ کیونکہ اٹھانے والا سوچ رہا تھا کہ کہاں پہنچواتا پھرے گا۔ بہتر ہے کہ اس کو ہاتھ ہی نہ

لگائے۔ اللہ پاک آج کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ وہ حقائق اسلام کو سمجھ کر اسلام جیسی نعمت سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے راستے کو اپنائیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں۔ یہ کاتب وحی تھے۔ اور ان چھ خوش نصیب اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے عہد رسالت ہی میں پورا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا' اور ان فقہائے اسلام میں سے ہیں جو آپ کے عہد مبارک میں فتویٰ دینے کے مجاز تھے۔ صحابہ میں قرآن شریف کے اچھے قاری مشہور تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیدالانصار کا خطاب بخشا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدالمسلمین کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپکی وفات مدینہ طیبہ ہی میں ۱۹ھ میں واقع ہوئی۔ آپ سے کثیر مخلوق نے روایات نقل کی ہیں۔

٢- بَابُ ضَالَّةِ الإِبِلِ

٢٤٢٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حدَّثَنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ احْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلاَّ فَاسْتَنْفِقْهَا))، قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((لَكَ أَوْ لأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ: ضَالَّةُ الإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ)).[راجع: ٩١]

باب بھولے بھٹکے اونٹ کا بیان

(۲۴۲۷) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے' ان سے ربیعہ نے' ان سے منبعث کے غلام یزید نے' اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا۔ اور راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کے اٹھانے کے بارے میں آپؐ سے سوال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ۔ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی نشانیاں ٹھیک ٹھیک بتا دے (تو اسے اس کا مال واپس کر دے) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ صحابی نے پوچھا' یا رسول اللہ! ایسی بکری کا کیا کیا جائے جس کے مالک کا پتہ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یا تو تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی (مالک) کو مل جائے گی یا پھر بھیڑیے کا لقمہ بنے گی۔ صحابی نے پھر پوچھا اور اس اونٹ کا کیا کیا جائے جو راستہ بھول گیا ہو؟ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا' تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اسکے ساتھ خود اس کے کھر ہیں۔ (جن سے وہ چلے گا) اس کا مشکیزہ ہے' پانی پر وہ خود پہنچ جائے گا اور درخت کے پتے وہ خود کھا لے گا۔

تشریح عرب میں اونٹوں کو ریگستان کا جہاز کہا جاتا تھا۔ راستوں کے جاننے میں وہ خود بہت ماہر ہوا کرتے تھے گم ہونے کی صورت میں عام طور پر کسی نہ کسی دن خود گھر پہنچ جاتے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ یعنی اونٹ کو پکڑنے کی حاجت نہیں۔ اس کو بھیڑیے وغیرہ کا ڈر نہیں' نہ چارے پانی کے لئے اس کو چرواہے کی ضرورت ہے۔ وہ آپ پانی پر جا کر پانی پی لیتا ہے۔ بلکہ آٹھ آٹھ روز کا پانی اپنے پیٹ میں بیک وقت جمع کر لیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حکم جنگل کے لئے ہے۔ اگر بستی میں اونٹ ملے تو

اسے پکڑ لینا چاہیے تاکہ مسلمان کا مال ضائع نہ ہو۔ ایسا نہ ہو وہ کسی چور ڈاکو کے ہاتھ لگ جائے۔ اونٹ کے حکم میں وہ جانور بھی ہیں جو اپنی حفاظت آپ کر سکتے ہیں۔ جیسے گھوڑا بیل وغیرہ۔

مترجم کہتا ہے کہ آج کے حالات میں جنگل اور بستی کہیں بھی امن نہیں ہے۔ ہر جگہ چور ڈاکوؤں کا خطرہ ہے' لہٰذا جہاں بھی کسی بھائی کا گم شدہ اونٹ' گھوڑا نظر آئے بہتر ہے کہ حفاظت کے خیال سے اسے پکڑ لیا جائے اور جب اس کا مالک آئے تو اس کے حوالہ کیا جائے۔ آج عرب اور عجم ہر جگہ چوروں' ڈاکوؤں' لٹیروں کی کثرت ہے۔ ایک اونٹ ان کے لئے بڑی قیمت رکھتا ہے۔ جب کہ معمولی اونٹ کی قیمت آج چار پانچ سو سے کم نہیں ہے۔

عہد رسالت میں عرب کا ماحول جو تھا وہ اور تھا۔ اس ماحول کے پیش نظر آپ نے یہ حکم صادر فرمایا۔ آج کا ماحول دوسرا ہے۔ پس بہتر ہے کہ کسی گم شدہ اونٹ' گھوڑے وغیرہ کو بھی پکڑ کر بحفاظت رکھا جائے یہاں تک کہ اس کا مالک آئے اور اسے لے جائے۔

الحمد للہ ۱۳۹۰ھ کو کعبہ شریف میں اس پارے کا متن بعد فجر یہاں تک لفظ بہ لفظ غور و تدبر کے ساتھ ان دعاؤں سے پڑھا گیا کہ اللہ پاک اس اہم ذخیرۂ حدیث نبوی کو سمجھنے کیلئے توفیق بخشے۔ اور ہر مشکل مقام کے حل کیلئے اپنی رحمت سے رہ نمائی فرمائے۔ اور اس خدمت کو قبول فرما کر قبول عام عطا کرے اور سارے قدر دان حضرات کو شفاعت رسول پاک ﷺ سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

٣- بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ

٢٤٢٨- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً يَقُولُ يَزِيْدُ: إِنْ لَمْ تُعْتَرَفْ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا، وَكَانَ وَدِيْعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيَى: فَهَذَا الَّذِيْ لاَ أَدْرِيْ أَفِي حَدِيْثِ رَسُولِ اللهِ ﷺ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ. ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)) قَالَ يَزِيْدُ: وَهِيَ تُعَرَّفُ أَيْضًا. ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الإِبِلِ؟ فَقَالَ: ((دَعْهَا، فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا)). [راجع: ٩١]

باب گمشدہ بکری کے بارے میں

(۲۴۲۸) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے سلیمان تیمی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے' ان سے منبعث کے غلام یزید نے' انہوں نے زید بن خالد سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا گیا۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا' اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ' پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ یزید بیان کرتے تھے کہ اگر اسے پہچاننے والا (اس عرصہ میں) نہ ملے تو پانے والے کو اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا چاہئے۔ اور یہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہو گا۔ اس آخری ٹکڑے (کہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہو گا) کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے یا خود انہوں نے اپنی طرف سے یہ بات کہی ہے۔ پھر پوچھا' راستہ بھولی ہوئی بکری کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ یا تمہاری ہو گی (جب کہ اصل مالک نہ ملے) یا تمہارے بھائی (مالک کے پاس پہنچ جائے گی' یا پھر اسے بھیڑیا اٹھا لے جائے گا۔ یزید نے بیان کیا کہ اس کا بھی اعلان کیا جائے گا' پھر صحابی نے پوچھا' راستہ بھولے ہوئے اونٹ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے

فرمایا کہ اسے آزاد رہنے دو' اسکے ساتھ اسکے کھر بھی ہیں اور اس کا مشکیزہ بھی۔ خود پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا۔ اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ جائے گا۔

یحییٰ کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فقرہ کہ اس کے پاس امانت کے طور پر گا۔ حدیث میں داخل ہے۔ اس کو امام مسلم اور اسماعیلی نے نکالا۔ امانت سے مطلب یہ ہے کہ جب اس کا مالک آجائے گا تو پانے والے کو یہ مال ادا کرنا لازم ہوگا۔ بکری اگر مل جائے تو اس کے بارے میں بھی اس کے مالک کا تلاش کرنا ضروری ہے۔ جب تک مالک نہ ملے پانے والا اپنے پاس رکھے۔ اور اس کا دودھ پئے کیونکہ اس پر وہ کھلانے پر خرچ بھی کرے گا۔

٤- بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بعدَ سنةٍ فيهِ لِمَن وجَدَهَا

باب پکڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال تک نہ ملے تو وہ پانے والے کی ہو جائے گی

تشریح جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو تصرف کرنا جائز ہوگا' لیکن جب مالک آجائے تو وہ چیز یا اس کا بدل دینا لازم ہوگا۔ حنفیہ کہتے ہیں اگر پانے والا محتاج ہے' تو اس میں تصرف کر سکتا ہے۔ اگر مالدار ہے تو اس کو خیرات کر دے۔ پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ اس خیرات کو جائز رکھے خواہ اس سے تاوان لے۔

جہاں تک غور و فکر کا تعلق ہے اسلام نے گرے پڑے اموال کی بڑی حفاظت کی ہے اور ان کے اٹھانے والوں کو اسی حالت میں اٹھانے کی اجازت دی ہے کہ وہ خود ہضم کر جانے کی نیت سے ہرگز ہرگز ان کو نہ اٹھائیں۔ بلکہ ان کے اصل مالکوں تک پہنچانے کی نیت سے ان کو اٹھا سکتے ہیں۔ اگر مالک فوری طور پر نہ مل سکے تو موقع بہ موقع سال بھر اس مال کا اعلان کرتے رہیں۔ آج کل اعلان کے ذرائع بہت وسیع ہو چکے ہیں' اخبارات اور ریڈیو کے ذرائع سے اعلانات ہر کس و ناکس تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح متواتر اعلانات پر سال گذر جائے اور کوئی اس کا مالک نہ مل سکے تو پانے والا اپنے مصرف میں اسے لے سکتا ہے۔ مگر یہ شرط اب بھی ضروری ہے کہ اگر کسی دن بھی اس کا اصل مالک آگیا تو وہ مال اسے معہ تاوان ادا کرنا ہوگا۔ اگر اصل مال وہ ختم کر چکا ہے تو اس کی جنس بالمثل ادا کرنی ہوگی۔ یا پھر جو بھی بازاری قیمت ہو ادا کرنی ضروری ہوگی۔ ان تفصیلات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لقطہ کے متعلق اسلام کا قانونی نظریہ کس قدر ٹھوس اور کتنا نفع بخش ہے۔ کاش اسلام کے معاندین ان قوانین اسلامی کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے دلوں کو عناد سے پاک کر کے قلب سلیم کے ساتھ صداقت کو تسلیم کر سکیں۔

٢٤٢٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلاَّ

(٢٤٢٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے' انہیں منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں یاد رکھ کر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ اگر مالک مل جائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضرورت میں خرچ کر۔ انہوں نے

فَشَأْنَكَ بِهَا)). قَالَ: ((فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟)) قَالَ: ((هِيَ لَكَ أَوْ لأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ: ((فَضَالَّةُ الإِبِلِ؟)) قَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)).

[راجع: ۹۱]

پوچھا اور اگر راستہ بھولی ہوئی بکری ملے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی ہو گی' ورنہ پھر بھیڑیا اسے اٹھالے جائے گا۔ صحابی نے پوچھا' اور اونٹ جو راستہ بھول جائے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اسکے ساتھ خود اس کا مشکیزہ ہے' اسکے کھر ہیں۔ پانی پر وہ خود ہی پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھا لے گا۔ اور اس طرح کسی نہ کسی دن اس کا مالک اسے خود پائے گا۔

تشریح فان جاء صاحبها یعنی اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دے۔ جیسے امام احمد اور ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں اس کی صراحت ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی گنتی اور تھیلی اور سربندھن کو ٹھیک ٹھیک بتلا دے تو اس کو دے دے۔ معلوم ہوا کہ صحیح طور پر اسے پہچان لینے والے کو وہ مال دے دینا چاہیے۔ گواہ شاہد کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اس روایت میں دو سال تک بتلانے کا ذکر ہے اور آگے والی احادیث میں صرف ایک سال تک کا بیان ہوا ہے۔ اور تمام علماء نے اب اسی کو اختیار کیا ہے اور دو سال والی روایت کے حکم کو ورع اور احتیاط پر محمول کیا۔ یوں محتاط حضرات اگر ساری عمر بھی اسے اپنے استعمال میں نہ لائیں اور آخر میں چل کر بطور صدقہ خیرات دے کر اسے ختم کر دیں تو اسے نور علی نور ہی کہنا مناسب ہو گا۔

۵- بَابُ إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ

باب اگر کوئی سمندر میں لکڑی یا ڈنڈا پایا اور کوئی ایسی ہی چیز پائے تو کیا حکم ہے؟

۲۴۳۰- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ - وَسَاقَ الْحَدِيْثَ - فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا [illegible] فَأَخَذَهَا لأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا [illegible] وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ)). [راجع: ۱۴۹۸]

(۲۴۳۰) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مرد کا ذکر کیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو اس سے پہلے گذر چکی ہے) کہ (قرض دینے والا) باہر یہ دیکھنے کے لئے نکلا کہ ممکن ہے کوئی جہاز اس کا روپیہ لے کر آیا ہو۔ (دریا کے کنارے جب وہ پہنچا) تو اسے ایک لکڑی ملی جسے اس نے اپنے گھر کے ایندھن کے لئے اٹھالیا۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں روپیہ اور خط پایا۔

تشریح ثابت ہوا کہ دریا میں سے ایسی چیزوں کو اٹھایا جا سکتا ہے۔ بعد میں جو کیفیت سامنے آئے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اسرائیلی مرد کی حسن نیت کا ثمرہ تھا کہ پائی ہوئی لکڑی کو چیرا تو اسے اس کے اندر اپنی امانت کی رقم مل گئی۔ اسے ہر دو نیک دل اسرائیلیوں کی کرامت ہی کہنا چاہیے' ورنہ عام حالات میں یہ معاملہ بے حد نازک ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کچھ بندگان خدا ادائگی امانت اور عہد کی پاسداری کا کس حد تک خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ بہت ہی کم ہیں۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ و موضع الترجمة قوله فاخذ ها و هو مبنی علی ان شرع من قبلنا شرع لنا مالم یات فی شرعنا مایخالفه لاسیما اذا ورد بصورة الثناء علی فاعله یعنی یہاں مقام ترجمۃ الباب راوی کے یہ الفاظ ہیں۔ فاخذها یعنی اس کو اس نے لے لیا۔ اس

سے مقصد باب ثابت ہوا۔ کیونکہ ہمارے پہلے والوں کی شریعت بھی ہمارے لئے شریعت ہے۔ جب تک وہ ہماری شریعت کے خلاف نہ ہو۔ خاص طور پر جب کہ اس کے فاعل پر ہماری شریعت میں تعریف کی گئی ہو۔ آنحضرت ﷺ نے ان ہر دو اسرائیلیوں کی تعریف فرمائی۔ ان کا عمل اس وجہ سے ہمارے لئے قابل اقتداء بن گیا۔

٦- بَابُ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ

باب کوئی شخص راستے میں کھجور پائے؟

٢٤٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ قَالَ: ((لَوْ لاَ أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لأَكَلْتُهَا)).

[راجع: ٢٠٥٥]

(۲۴۳۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے منصور بن معتمر نے' ان سے طلحہ نے اور ان سے انس بن اللہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی راستے میں ایک کھجور پر نظر پڑی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں خود اسے کھالیتا۔

٢٤٣٢- وَقَالَ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ. ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي فَأَرْفَعُهَا لآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا)).

(۲۴۳۲) اور یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' کہا مجھ سے منصور نے بیان کیا' اور زائدہ بن قدامہ نے بھی منصور سے بیان کیا' اور ان سے طلحہ نے' کہا کہ ہم سے انس بن اللہ نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبردی' انہیں معمر نے' انہیں ہمام بن منبہ نے اور انہیں ابو ہریرہ بن اللہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میں اپنے گھر جاتا ہوں' وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے۔ میں اسے کھانے کے لئے اٹھالیتا ہوں۔ لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔ تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔

آپ کو شاید یہ خیال آتا ہو گا کہ شاید صدقہ کی کھجور جس کو آپ تقسیم کیا کرتے تھے' باہر سے کپڑے میں لگ کر چلی آئی ہو گی۔ ان حدیثوں سے یہ نکلا کہ کھانے پینے کی کم قیمت چیز اگر راستے میں یا گھر میں ملے تو اس کا کھالینا درست ہے۔ اور آپ نے جو اس سے پرہیز کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ صدقہ آپ پر اور سب بنی ہاشم پر حرام تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی حقیر چھوٹی چیزوں کے لئے مالک کا ڈھونڈھنا اور اس کا اعلان کرانا ضروری نہیں ہے۔

٧- بَابُ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ؟

باب اہل مکہ کے لقطہ کا کیا حکم ہے؟

مکہ کے لقطہ میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا مکہ کا لقطہ ہی اٹھانا منع ہے۔ بعض نے کہا اٹھانا تو جائز ہے لیکن ایک سال کے بعد بھی پانے والے کی ملک نہیں بنتا' اور جمہور مالکیہ اور بعض شافعیہ کا قول یہ ہے کہ مکہ کا لقطہ بھی اور ملکوں کے لقطہ کی طرح ہے۔ حافظ

نے کہا' شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مکہ کا لقطہ بھی اٹھانا جائز ہے اور یہ باب لا کر انہوں نے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جس میں یہ ہے کہ حاجیوں کی پڑی ہوئی چیز اٹھانا منع ہے۔ (وحیدی)

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلاَّ مَنْ عَرَّفَهَا)). وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ تَلْتَقِطُهَا إِلاَّ مُعَرِّفٍ)).

اور طاؤس نے کہا' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مکہ کے لقطہ کو صرف وہی شخص اٹھائے جو اعلان کر لے' اور خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے' اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مکہ کے لقطہ کو اٹھانا صرف اسی کے لئے درست ہے جو اس کا اعلان بھی کرے۔

٢٤٣٣- وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يُعْضَدُ عِضَاهُهَا، وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلاَ تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلاَّ لِمُنْشِدٍ، وَلاَ يُخْتَلَى خَلاَهَا. فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُولَ اللهِ إِلاَّ الإِذْخِرَ. فَقَالَ : إِلاَّ الإِذْخِرَ)).

[راجع: ١٣٤٩]

(۲۴۳۳) اور احمد بن سعد نے کہا' ان سے روح نے بیان کیا' ان سے زکریا نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مکہ کے درخت نہ کاٹے جائیں' وہاں کے شکار نہ چھیڑے جائیں' اور وہاں کے لقطہ کو صرف وہی اٹھائے جو اعلان کرے' اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اذخر کی اجازت دے دیجئے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اذخر کی اجازت دے دی۔

مقصد باب یہ ہے کہ لقطہ کے متعلق مکہ شریف اور دوسرے مقامات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

٢٤٣٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مَكَّةَ، قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، فَإِنَّهَا لاَ تَحِلُّ لأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي

(۲۴۳۴) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' ان سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو ہریرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو مکہ فتح کرا دیا' تو آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ سے روک دیا تھا' لیکن اپنے رسول اور مسلمانوں کو اسے فتح کرا دیا۔ دیکھو! یہ مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا تھا (یعنی وہاں لڑنا) اور میرے لیے صرف دن کے تھوڑے سے حصے میں درست ہوا۔ اب میرے بعد کسی کے لئے درست نہیں ہو گا۔ پس

سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنَّهَا لاَ تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، فَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلاَ يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلاَ تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلاَّ لِمُنْشِدٍ. وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ : إِمَّا أَنْ يُفْدَى، وَإِمَّا أَنْ يُقِيْدَ)). فَقَالَ الْعَبَّاسُ : إِلاَّ الإِذْخِرَ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِلاَّ الإِذْخِرَ)). فَقَامَ أَبُو شَاهٍ- رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ - فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ)). قُلْتُ لِلأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ)).

اس کے شکار نہ چھیڑے جائیں اور نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں۔ یہاں کی گری ہوئی چیز صرف اسی کے لئے حلال ہو گی جو اس کا اعلان کرے۔ جس کا کوئی آدمی قتل کیا گیا ہو اسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا (قاتل سے) فدیہ (مال) لے لے' یا جان کے بدلے جان لے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ! اذخر کاٹنے کی اجازت ہو۔ کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اذخر کاٹنے کی اجازت ہے۔ پھر ابو شاہ یمن کے ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا' یا رسول اللہ! میرے لیے یہ خطبہ لکھوا دیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ ابو شاہ کے لئے یہ خطبہ لکھ دو۔ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے کہ "میرے لئے اسے لکھوا دیجئے" تو انہوں نے کہا کہ وہی خطبہ مراد ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مکہ میں) سنا تھا۔

[راجع: ۱۱۲]

روایت میں ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ ہے جو خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے ہاتھیوں کا لشکر لے آیا تھا۔ جس کا سورۂ الم ترکیف الخ میں ذکر ہے۔ اس حدیث سے عہد نبوی میں کتابت حدیث کا بھی ثبوت ملا جو منکرین حدیث کی ہفوات باطلہ کی تردید کے لیے کافی وافی ہے۔

٨ - بَابُ لاَ تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنٍ

باب کسی جانور کا دودھ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے

٢٤٣٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيْهِمْ أَطْعُمَاتِهِمْ، فَلاَ يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِهِ)).

(۲۴۳۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کوئی شخص کسی دوسرے کے دودھ کے جانور کو مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ ایک غیر شخص اس کے گودام میں پہنچ کر اس کا ذخیرہ کھولے اور وہاں سے اس کا غلہ چرا لائے؟ لوگوں کے مویشی کے تھن بھی ان کے لیے کھانا یعنی (دودھ کے) گودام ہیں۔ اس لئے انہیں بھی مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔

اضطراری حالت میں اگر جنگل میں کوئی ریوڑ مل جائے اور مضطر اپنی جان سے پریشان ہو اور بھوک اور پیاس سے قریب المرگ ہو تو وہ اس حالت میں مالک کی اجازت بغیر بھی اس ریوڑ میں سے کسی جانور کا دودھ نکال کر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یہ مضمون دوسری جگہ

بیان ہوا ہے۔

٩- بَابُ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقْطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لأَنَّها وَدِيْعَةٌ عِنْدَهُ

باب پڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال بعد آئے تو اسے اس کا مال واپس کر دے کیونکہ پانے والے کے پاس وہ امانت ہے

٢٤٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيْدَ مولَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ: ((عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ أَعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ)). فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الإِبِلِ؟ قَالَ : فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَتَّى احْمَرَّتْ وَجَنَتَاهُ - أَوْ احْمَرَّ وَجْهُهُ - ثُمَّ قَالَ : ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)). [راجع: ٩١]

(٢٤٣٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے ربیعہ بن عبدالرحمٰن نے' ان سے منبعث کے غلام یزید نے' اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ اس کا مالک اگر اس کے بعد آئے تو اسے واپس کر دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو' کیونکہ وہ یا تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی ہو گی یا پھر بھیڑیئے کی ہو گی۔ صحابہ نے پوچھا' یا رسول اللہ! راستہ بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ آپ اس پر غصہ ہو گئے اور چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا (یا راوی نے وجنتاہ کے بجائے) احمر وجهه کہا۔ پھر آپ نے فرمایا' تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھر اور اس کا مشکیزہ ہے۔ اسی طرح اسے اس کا اصل مالک مل جائے گا۔

١٠- بَابُ هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ ولا يدعُها تضِيْعُ حَتَّى لاَ يَأْخُذَهَا مَنْ لاَ يَسْتَحِقُّ؟

باب پڑی ہوئی چیز کا اٹھالینا بہتر ہے ایسا نہ ہو وہ خراب ہو جائے یا کوئی غیر مستحق اس کو لے بھاگے۔

مال کی حفاظت کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ کوئی نا اہل اٹھا لے جائے گا' اور وہ اسے ہضم کر بیٹھے گا۔ مضمون حدیث سے باب کا مطلب ظاہر ہے کہ تھیلی کے اٹھا لینے والے شخص پر آنحضرت ﷺ نے اظہار خفگی نہیں فرمایا بلکہ یہ ہدایت ہوئی کہ اس کا سال بھر اعلان کرتے رہو۔ اگر وہ چیز کوئی زیادہ قیمتی نہیں ہے تو اس کے متعلق احمد و ابو داؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال رخص لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى العصاء والسوط والحبل واشباهه يلتقطه الرجل ينتفع به رواه احمد و ابوداود یعنی آنحضرت ﷺ

نے ہم کو لکڑی ڈنڈے اور رسی اور اس قسم کی معمولی چیزوں کے بارے میں رخصت عطا فرمائی جن کو انسان پڑا ہوا پائے۔ ان سے نفع اٹھائے۔ اس پر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فیه دلیل علی جواز الانتفاع بما یوجد فی الطرقات من المحقرات ولا یحتاج الی التعریف و قیل انه یجب التعریف بها ثلاثة ایام لما اخرجه احمد و الطبرانی والبیهقی والجوزجانی (نیل الاوطار) یعنی اس میں دلیل ہے کہ حقیر چیزیں جو راستے میں پڑی ہوئی ملیں ان سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ ان کے لئے اعلان کی ضرورت نہیں' اور یہ بھی کہا گیا کہ تین دن تک اعلان کرنا واجب ہے۔ احمد اور طبرانی اور بیہقی اور جوزجانی میں ایسا منقول ہے۔

٢٤٣٧- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ : سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفْلَةَ قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوحَانَ فِي غَزَاةٍ، فَوَجَدْتُ سَوطًا، فَقَالَ لِي: أَلْقِهِ، قُلْتُ: لاَ، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلاَّ اسْتَمْتَعْتُ بِهِ. فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا، فَمَرَرْتُ بِالْمَدِيْنَةِ، فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَولاً))، فَعَرَّفْتُهَا حَولاً. ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَولاً)). فَعَرَّفْتُهَا حَولاً. ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَولاً)) فَعَرَّفْتُهَا حَولاً. ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: ((اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلاَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا)). حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بِهَذَا، قَالَ: ((فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ فَقَالَ: لاَ أَدْرِي أَثَلاَثَةُ أَحْوَالٍ أَوْ حَولاً وَاحِدًا)).

[راجع: ٢٤٢٦]

(۲۴۳۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک جہاد میں شریک تھا۔ میں نے ایک کوڑا پایا (اور اس کو اٹھا لیا) دونوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ اسے پھینک دے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے مجھے اس کا مالک مل جائے (تو اس کو دے دوں گا) ورنہ خود اس سے نفع اٹھاؤں گا۔ جہاد سے واپس ہونے کے بعد ہم نے حج کیا۔ جب میں مدینے گیا تو میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا' انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مجھ کو ایک تھیلی مل گئی تھی' جس میں سو دینار تھے۔ میں اسے لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ' میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا' اور پھر حاضر ہوا۔ (کہ مالک ابھی تک نہیں ملا) آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اور اعلان کر' میں نے ایک سال تک اس کا پھر اعلان کیا' اور حاضر خدمت ہوا۔ اس مرتبہ بھی آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا پھر اعلان کر' میں نے پھر ایک سال تک اعلان کیا اور جب چوتھی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رقم کے عدد' تھیلی کا بندھن' اور اس کی ساخت کو خیال میں رکھ' اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے دے دے ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی شعبہ سے اور انہیں سلمہ نے یہی حدیث' شعبہ نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد میں مکہ میں سلمہ سے ملا' تو انہوں نے کہا کہ مجھے خیال نہیں (اس حدیث

میں سوید نے) تین سال تک بتلانے کا ذکر کیا تھا' یا ایک سال کا۔

معلوم ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ کسی پڑی ہوئی چیز کو اٹھالینا ہی ضروری ہے تاکہ وہ کسی غلط آدمی کے حوالہ نہ پڑ جائے۔ اٹھالینے کے بعد حدیث مذکورہ کی روشنی میں عمل درآمد ضروری ہے۔

١١- بَابُ مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

باب لقطہ کو بتلانا لیکن حاکم کے سپرد نہ کرنا

اس باب سے امام اوزاعی کے قول کا رد منظور ہے۔ انہوں نے کہا اگر لقطہ بیش قیمت ہو تو بیت المال میں داخل کردے۔

٢٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيْعَةَ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، قال: عرِّفْها سَنَةً، فإن جاء أحدٌ يخبرُكَ بعِفاصِها ووِكائها وإلاّ فاستنفِقْ بها. وسأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الإبلِ فَتَمعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، دَعْهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ: هِيَ لَكَ، أَو لأَخِيْكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ)). [راجع: ٩١]

(٢٤٣٨) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ربیعہ سے' ان سے منبعث کے غلام یزید نے' اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا' تو آپؐ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ' اگر کوئی ایسا شخص آجائے جو اس کی بناوٹ اور بندھن کے بارے میں صحیح صحیح بتائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضروریات میں اسے خرچ کر۔ انہوں نے جب ایسے اونٹ کے متعلق بھی پوچھا' جو راستہ بھول گیا ہو۔ تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ اور اس کے کھر موجود ہیں۔ وہ خود پانی تک پہنچ سکتا ہے اور درخت کے پتے کھا سکتا ہے اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے راستہ بھولی ہوئی بکری کے بارے میں بھی پوچھا' تو آپ نے فرمایا کہ یا وہ تمہاری ہو گی' یا تمہارے بھائی (اصل مالک) کو مل جائے گی' ورنہ اسے بھیڑیا اٹھالے جائے گا۔

١٢- بَابٌ

باب

تشریح اس باب میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے۔ گویا پہلے باب ہی سے متعلق ہے' اس حدیث کی مناسبت باب اللقطہ سے یہ ہے کہ جنگل میں اس دودھ کا پینے والا کوئی نہ تھا' تو وہ بھی پڑی ہوئی چیز کے مثل ہوا۔ اور چرواہا گو موجود تھا' مگر یہ دودھ اس کی ضرورت سے زائد تھا۔

بعض نے کہا مناسبت یہ ہے کہ اگر لقطہ میں کوئی کم قیمت کھانے پینے کی چیز ملے تو اس کا کھا پی لینا درست ہے جیسے اوپر کھجور کی حدیث گذری' اور یہ دودھ بھی۔ جب اس کا مالک وہاں موجود نہ تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا اور استعمال کیا۔ اسے کھجور پر قیاس کیا گیا ہے۔ گو چرواہا موجود تھا۔ مگر وہ دودھ کا مالک نہ تھا اس وجہ سے گویا اس کا وجود اور عدم برابر ہوا۔ اور وہ دودھ مثل

لقطہ کے ٹھہرا' واللہ اعلم۔ (وحیدی)

ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ ابو سعید سے مرفوعاً مروی ہے۔ اذا اتیت علی راع فناده ثلاث مرات فان اجابک والا فاشرب من غیر ان تفسد و اذا اتیت علی حائط بستان فناده ثلاث مرات فان اجابک و الا فکل من غیر ان تفسد یعنی جب تم کسی ریوڑ پر آؤ تو اس کے چرواہے کو تین دفعہ پکارو' وہ کچھ بھی جواب نہ دے تو اس کا دودھ پی سکتے ہو۔ مگر نقصان پہنچانے کا خیال نہ ہو۔ اسی طرح باغ کا حکم ہے۔ طحاوی نے کہا کہ ان احادیث کا تعلق اس عہد سے ہے جب کہ مسافروں کی ضیافت کا حکم بطور وجوب تھا۔ جب وجوب منسوخ ہوا تو ان احادیث کے احکام بھی منسوخ ہو گئے۔

٢٤٣٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ح. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((انْطَلَقْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوقُ غَنَمَهُ فَقُلْتُ : لِمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ : لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ - فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ - فَقُلْتُ : هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لِي؟ قَالَ نَعَمْ، فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ هَكَذَا - ضَرَبَ إِحْدَى كَفَّيْهِ بِالأُخْرَى - فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ، وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِدَاوَةً، عَلَى فَمِهَا خِرْقَةٌ، فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيْتُ)).

[أطرافه في: ٣٦١٥، ٣٦٥٢، ٣٩٠٨،

(٢٤٣٩) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو نضر نے خبر دی' کہا کہ ہم کو اسرائیل نے خبر دی ابو اسحاق سے کہ مجھے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خبر دی (دوسری سند) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا ابو اسحاق سے' اور انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہ (ہجرت کر کے مدینہ جاتے وقت) میں نے تلاش کیا تو مجھے ایک چرواہا ملا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا کہ قریش کے ایک شخص کا۔ اس نے قریشی کا نام بھی بتایا' جسے میں جانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا' کیا تمہارے ریوڑ کی بکریوں میں کچھ دودھ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! میں نے اس سے کہا' کیا تم میرے لیے دودھ دوہ لو گے؟ اس نے کہا' ہاں ضرور! چنانچہ میں نے اس سے دوہنے کے لیے کہا۔ وہ اپنے ریوڑ سے ایک بکری پکڑ لایا۔ پھر میں نے اس سے بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کرنے کے لیے کہا۔ پھر میں نے اس سے اپنا ہاتھ صاف کرنے کے لیے کہا۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مار کر صاف کر لیا۔ اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے میں نے ایک برتن ساتھ لیا تھا۔ جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ میں نے پانی دودھ پر بہایا۔ جس سے اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر دودھ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دودھ حاضر ہے' یا رسول اللہ! پی لیجئے۔ آپ نے اسے پیا' یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔

[۳۹۱۷، ۵٦۰۷].

تشریح اس باب کے لانے سے غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی باغ پر سے گذرے یا جانوروں کے گلے پر سے تو باغ کا پھل یا جانور کا دودھ کھا پی سکتا ہے گو مالک سے اجازت نہ لے' مگر جمہور علماء اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بے ضرورت ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور ضرورت کے وقت اگر کر گذرے تو مالک کو تاوان دے۔ امام احمد نے کہا اگر باغ پر حصار نہ ہو تو تر میوہ کھا سکتا ہے گو ضرورت نہ ہو۔ ایک روایت یہ ہے جب اس کی ضرورت اور احتیاج ہو۔ لیکن دونوں حالتوں میں اس پر تاوان نہ ہو گا۔ اور دلیل ان کی امام بیہقی کی حدیث ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً جب تم میں سے کوئی کسی باغ پر سے گزرے تو کھالے۔ لیکن جمع کر کے نہ لے جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کل کے حالات میں بغیر اجازت کسی بھی باغ کا پھل کھانا خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح کسی جانور کا دودھ نکال کر از خود پی لینا اور مالک سے اجازت نہ لینا' یہ بھی اس دور میں ٹھیک نہیں ہے۔ کسی شخص کی اضطراری حالت ہو' وہ پیاس اور بھوک سے قریب المرگ ہو اور اس حالت میں وہ کسی باغ پر سے گذرے یا کسی ریوڑ پر سے' تو اس کے لئے ایسی مجبوری میں اجازت دی گئی ہے۔ یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ بعد میں مالک اگر تاوان طلب کرے تو اسے دینا چاہیے۔

٤٦-كتاب المظالم والغصب

کتاب لوگوں پر ظلم کرنے اور مال غصب کرنے کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشریح لفظ مظالم ظلم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں لوگوں پر ناحق زیادتی کرنا' اور یہ بھی کہ ناحق کسی کا مال مار لینا اور غصب کے معنی کسی کا مال ناحق طور پر ہضم کر جانے کے ہیں۔

حضرت مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسلوب کے مطابق مظالم اور غصب کی برائی میں آیات قرآنی کو نقل فرمایا' جن کا مضمون ظاہر ہے کہ ظالموں کا انجام دنیا اور آخرت میں بہت برا ہونے والا ہے۔ آیت شریفہ کا حصہ ﴿ و ان کان مکرهم لتزول منه الجبال ﴾ (اور اللہ کے پاس ان ظالم کافروں کا مکر لکھا ہوا ہے' اس کے سامنے کچھ نہیں چلے گی) گو ان کے مکر سے دنیا میں پہاڑ سرک جائیں۔ بعض نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "مکر سے کہیں پہاڑ بھی سرک سکتے ہیں۔" یعنی اللہ کی شریعت پہاڑ کی طرح جمی ہوئی اور

مضبوط ہے۔ ان کے مکر و فریب سے وہ اکھڑ نہیں سکتی۔ اس آیت کو لا کر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا کہ پرایا مال چھین لینا اور ڈکار جانا ظلم اور غصب ہے جو عنداللہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے۔

باب وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ، إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ، مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُؤُوسِهِمْ﴾: الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ. [سورة إبراهيم: ١٤، ٤٢، ٤٣].

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مُهْطِعِينَ﴾ مُدِيمِي النَّظَرِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: مُسْرِعِينَ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ. ﴿وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ﴾: يَعْنِي جُوفًا: لَا عُقُولَ لَهُمْ.

﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ. وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ. وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ، وَعِنْدَ اللهِ مَكْرُهُمْ، وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ. فَلَا تَحْسَبَنَّ اللهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ، إِنَّ اللهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾. [إبراهيم: ٤٦].

باب

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم میں فرمایا "اور ظالموں کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھنا۔ اور اللہ تعالیٰ تو انہیں صرف ایک ایسے دن کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور وہ سر اوپر کو اٹھائے بھاگے جا رہے ہوں گے۔ مقنع اور مقمح دونوں کے معنے ایک ہی ہیں۔ مجاہد نے فرمایا کہ مھطعین کے معنے برابر نظر ڈالنے والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مھطعین کے معنی جلدی بھاگنے والے' ان کی نگاہ ان کے خود کی طرف نہ لوٹے گی۔ اور دلوں کے چھکے چھوٹ جائیں گے کہ عقل بالکل نہیں رہے گی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اے محمد! (ﷺ) لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آ اترے گا' جو لوگ ظلم کر چکے ہیں وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! (عذاب کو) کچھ دنوں کے لیے ہم سے اور مؤخر کر دے' تو اب کی بار ہم تیرا حکم سن لیں گے اور تیرے انبیاء کی تابعداری کریں گے۔ جواب ملے گا کیا تم نے پہلے یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ تم پر کبھی ادبار نہیں آئے گا؟ اور تم ان قوموں کی بستیوں میں رہ چکے ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اور تم پر یہ بھی ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی ہیں۔ انہوں نے برے مکر اختیار کیے اور اللہ کے یہاں ان کے یہ بدترین مکر لکھ لئے گئے۔ اگرچہ ان کے مکر ایسے تھے کہ ان سے پہاڑ بھی ہل جاتے (مگر وہ سب بیکار ثابت ہوئے) پس اللہ کے متعلق ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ وہ اپنے انبیاء سے کئے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ بلاشبہ اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔"

تشریح ظالموں کے بارے میں ان آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں ہے۔ انسانی تاریخ میں کتنے ہی ظالم بادشاہوں' امیروں' حاکموں کے نام آتے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں مخلوق خدا پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ اپنی خواہشات کے لئے انہوں نے زیر دستوں کو بری طرح ستایا۔ آخر میں اللہ نے ان کو ایسا پکڑا کہ وہ مع اپنے جاہ و حشم کے دنیا سے حرف غلط کی طرح

مٹ گئے اور ان کی کہانیاں باقی رہ گئیں۔ دنیا میں اللہ سے بغاوت کرنے کے بعد سب سے بڑا گناہ ظلم کرنا ہے یہ وہ گناہ ہے۔ جس کے لیے خدا کے یہاں کبھی بھی معافی نہیں' جب تک خود مظلوم ہی نہ معاف کر دے۔

مظالم کی چکی آج بھی برابر چل رہی ہے۔ آج مظالم ڈھانے والے اکثریت کے گھمنڈ میں اقلیتوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ نسلی غرور' مذہبی تعصب' جغرافیائی نفرت' ان بیماریوں نے آج کے کتنے ہی فراعنہ اور نمارده کو ظلم پر کمربستہ کر رکھا ہے۔ الٰہی قانون ان کو بھی پکار کر کہہ رہا ہے کہ ظالمو! وقت آ رہا ہے کہ تم سے ظالموں کا بدلہ لیا جائے گا' تم دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے' آنے والی نسلیں تمہارے ظلم کی تفصیلات سن سن کر تمہارے ناموں پر تھو تھو کر کے تمہارے اوپر لعنت بھیجیں گی۔ آیت شریفہ ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ (ابراھیم: ۴۷) کا یہی مطلب ہے۔

باب القصاص المظالم

باب ظلموں کا بدلہ کس کس طور لیا جائے گا

اس طرح کہ مظلوم کو ظالم کی نیکیاں مل جائیں گی' اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں اس پر ڈالی جائیں گی یا مظلوم کو حکم دیا جائے گا کہ ظالم کو اتنی ہی سزا دے لے جو اس نے مظلوم کو دنیا میں دی تھی۔ اور جس بندے کو اللہ بچانا چاہے گا اس کے مظلوم کو اس سے راضی کر دے گا۔

٢٤٤٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا نُقُّوا وَهُذِّبُوا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ، فَوَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهِ، لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا)). وَقَالَ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ. [طرفه في : ٦٥٣٥].

(۲۴۴۰) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو معاذ بن ہشام نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے' ان سے ابوالمتوکل ناجی نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب مومنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی تو انہیں ایک پل پر جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہو گا روک لیا جائے گا۔ اور وہیں ان کے مظالم کا بدلہ دے دیا جائے گا' جو وہ دنیا میں باہم کرتے تھے۔ پھر جب پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے' ان میں سے ہر شخص اپنے جنت کے گھر کو اپنے دنیا کے گھر سے بھی زیادہ بہتر طور پر پہچانے گا۔ یونس بن محمد نے بیان کیا' کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے اور ان سے ابوالمتوکل نے بیان کیا۔

اس سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ قتادہ کا سماع ابوالمتوکل سے معلوم ہو جائے۔
(یا اللہ! اپنے رسول پاک ﷺ کے ان پاکیزہ ارشادات کی قدر کرنے والوں کو فردوس بریں عطا فرمائیو۔ آمین۔

٢ - بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾

باب اللہ تعالیٰ کا سورۂ ہود میں یہ فرمانا کہ "سن لو! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے"

٢٤٤١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ : أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: ((بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا آخِذٌ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ : كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ أَيْ رَبِّ. حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ. وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيَقُولُ الأَشْهَادُ: هَؤُلاَءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ، أَلاَ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ)).

[أطرافه في: ٤٦٨٥، ٦٠٧٠، ٧٥١٤].

(۲۴۴۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' کہا کہ مجھے قتادہ نے خبردی' ان سے صفوان بن محرز مازنی نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جا رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا رسول کریم ﷺ سے آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی) سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلا لے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں' اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں۔ چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔ لیکن کافر اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائکہ' انبیاء اور تمام جن و انس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔

اس حدیث کو کتاب الغصب میں امام بخاری رحمہ اللہ اس لئے لائے کہ آیت میں جو یہ وارد ہے کہ ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے تو ظالموں سے کافر مراد ہیں۔ اور مسلمان اگر ظلم کرے تو وہ اس آیت میں داخل نہیں ہے۔ اس سے ظلم کا بدلہ گو ضرور لیا جائے گا' پر وہ ملعون نہیں ہو سکتا۔

٣- بَابُ لاَ يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلاَ يُسْلِمُهُ

باب کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ کسی ظالم کو اس پر ظلم کرنے دے

٢٤٤٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ

(۲۴۴۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' انہیں سالم نے خبردی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا' کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے' پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری

يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَومِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَومَ الْقِيَامَةِ)).

[طرفه في: ٦٩٥١].

کرے' اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے' اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔

٤- بَابُ أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَو مَظْلُومًا

باب ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا وہ ظالم ہو یا مظلوم

اس کی تفسیر خود آگے کی حدیث میں آتی ہے۔ اگر مسلمان بھائی کسی پر ظلم کر رہا ہو تو اس کی مدد یوں کرے' کہ اس کو سمجھا کر باز رکھے کیونکہ ظلم کا انجام برا ہے ایسا نہ ہو وہ مسلمان ظلم کی وجہ سے کسی بڑی آفت میں پڑ جائے۔

٢٤٤٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ وَحُمَيْدٌ الطَّوِيْلِ أَنَّهُ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَو مَظْلُومًا)).

(۲۴۴۳) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا' انہیں عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید طویل نے خبر دی' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

[طرفاه في : ٢٤٤٤، ٦٩٥٢].

٢٤٤٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَأْخُذُ فَوقَ يَدَيْهِ)). [راجع: ٢٤٤٣]

(۲۴۴۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معتمر نے بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں' لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپؐ نے فرمایا' کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ (یہی اس کی مدد ہے)

٥- بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُومِ

باب مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے

گو وہ کافر ذمی ہو۔ ایک حدیث میں ہے جس کو طحاوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود بنالتہ سے نکالا ہے کہ اللہ نے ایک بندے کے لیے حکم دیا' اس کو قبر میں سو کوڑے لگائے جائیں۔ وہ دعا اور عاجزی کرنے لگا' آخر ایک کوڑا رہ گیا' لیکن ایک ہی کوڑے سے اس کی ساری قبر آگ سے بھرپور ہو گئی۔ جب وہ حالت جاتی رہی تو اس نے پوچھا' مجھ کو یہ سزا کیوں ملی؟ فرشتوں نے کہا تو نے ایک نماز بے طہارت پڑھ لی تھی اور ایک مظلوم کو دیکھ کر اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (وحیدی)

معلوم ہوا کہ مظلوم کی ہر ممکن امداد کرنا ہر بھائی کا ایک اہم انسانی فریضہ ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے عن سهل بن حنيف عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من اذل عنده مومن فلم ینصره و هو یقدر علی ان ینصره اذله الله عزوجل علی رئوس الخلائق یوم القیمه رواه احمد یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذلیل کیا جا رہا ہو اور وہ باوجود قدرت کے اس کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسے ساری مخلوق کے سامنے ذلیل کرے گا۔

امام شوکانی فرماتے ہیں وذهب جمهور الصحابة والتابعين الى وجوب نصر الحق و قتال الباغين (نیل) یعنی صحابہ و تابعین اور عام علمائے اسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ حق کی مدد کے لئے کھڑا ہونا اور باغیوں سے لڑنا واجب ہے۔

٢٤٤٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَشْعَثِ بِن سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ. فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ، وَرَدَّ السَّلاَمِ، وَنَصْرَ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةَ الدَّاعِي، وَإِبْرَارَ الْمُقْسِمِ)). [راجع: ١٢٣٩]

(۲۴۴۵) ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اشعث بن سلیم نے بیان کیا' کہ میں نے معاویہ بن سوید سے سنا' انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے بیان کیا تھا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے سات چیزوں کا حکم فرمایا تھا اور سات ہی چیزوں سے منع بھی فرمایا تھا (جن چیزوں کا حکم فرمایا تھا ان میں) انہوں نے مریض کی عیادت' جنازے کے پیچھے چلنے' چھینکنے والے کا جواب دینے' سلام کا جواب دینے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت کرنے والے (کی دعوت) قبول کرنے' اور قسم پوری کرنے کا ذکر کیا۔

سات مذکورہ کاموں کی اہمیت پر روشنی ڈالنا سورج کو چراغ دکھلانا ہے۔ اس میں مظلوم کی مدد کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا۔

٢٤٤٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)). وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. [راجع: ٤٨١]

(۲۴۴۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' ان سے برید نے' ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا' کہ ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ایک عمارت کے حکم میں ہے کہ ایک کو دوسرے سے قوت پہنچتی ہے اور آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کیا۔

کاش! ہر مسلمان اس حدیث نبوی کو یاد رکھتا اور ہر مومن بھائی کے ساتھ بھائیوں جیسی محبت رکھتا تو مسلمانوں کو یہ دن نہ دیکھنے ہوتے جو آج کل دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اب بھی اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی ہدایت پر عمل کر کے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کریں۔

٦- بَابُ الانْتِصَارِ من الظَّالِمِ، لِقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ :

باب ظالم سے بدلہ لینا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ لاَ يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلاَّ مَنْ ظُلِمَ، وَكَانَ اللهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا. وَالَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾. قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: كَانُوا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يُسْتَذَلُّوا، فَإِذَا قَدَرُوا عَفَوْا.

"اللہ تعالیٰ بری بات کے اعلان کو پسند نہیں کرتا۔ سوا اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو' اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔" (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ) "اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ اس کا بدلہ لے لیتے ہیں۔" ابراہیم نے کہا کہ سلف ذلیل ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب انہیں (ظالم پر) قابو حاصل ہو جاتا تو اسے معاف کر دیا کرتے تھے۔

یعنی ظالم کے مقابلہ پر بڑھیوں کی طرح عاجز ذلیل نہیں ہو جاتے بلکہ اتنا ہی انصاف سے بدلہ لیتے ہیں جتنا ان پر ظلم ہوا۔ ورنہ خود ظالم بن جائیں گے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ظالم سے بقدر ظلم کے بدلہ لینا درست ہے۔ لیکن معاف کر دینا افضل ہے جیسا کہ سلف کا طور طریقہ مذکور ہوا ہے اور آگے حدیث میں آتا ہے۔

٧- بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُومِ. لِقَوْلِهِ تَعَالَى

باب ظالم کو معاف کر دینا

﴿إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوْهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا﴾ [النساء: ١٤٩]. ﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا، فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ. وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيْلٍ، إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ. وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الأُمُوْرِ. وَتَرَى الظَّالِمِيْنَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ إِلَى مَرَدٍّ مِنْ سَبِيْلٍ﴾. [الشورى : ٤٠-٤٤].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اگر تم کھلم کھلا طور پر کوئی نیکی کرو یا پوشیدہ طور پر یا کسی کے برے معاملہ پر معافی سے کام لو' تو خداوند تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بہت بڑی قدرت والا ہے۔ (سورۂ شوریٰ میں فرمایا) اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جو معاف کر دے اور درستگی معاملہ کو باقی رکھے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جس نے اپنے پر ظلم کئے جانے کے بعد اس کا (جائز) بدلہ لیا تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ گناہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق فساد کرتے ہیں' یہی ہیں وہ لوگ جن کو دردناک عذاب ہو گا۔ لیکن جس شخص نے (ظلم پر) صبر کیا اور (ظالم کو) معاف کیا تو یہ نہایت ہی بہادری کا کام ہے۔ اور اے پیغمبر! تو ظالموں کو دیکھے گا جب وہ عذاب دیکھ لیں گے تو کہیں گے اب کوئی دنیا میں پھر جانے کی بھی صورت ہے؟

٨- بَابُ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب ظلم' قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے

یعنی ظالم کو قیامت کے دن نور نہ ملے گا۔ اندھیرے پر اندھیرا' ان اندھیروں میں وہ دھکے کھاتا مصیبت اٹھاتا پھرے گا۔

٢٤٤٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ

(٢٤٤٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز ماجشون نے بیان کیا' انہیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی' اور انہیں

بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔

٩- بَابُ الاتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ

باب مظلوم کی بددعا سے بچنا اور ڈرتے رہنا

٢٤٤٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ((اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ)).

[راجع: ١٣٩٥]

(۲۴۴۸) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا' کہا ہم سے زکریا بن اسحاق مکی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن عبداللہ صیفی نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے' اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب (عامل بنا کر) یمن بھیجا' تو آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

تشریح یعنی وہ فوراً پروردگار تک پہنچ جاتی ہے اور ظالم کی خرابی ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظالم کو اسی وقت سزا ہوتی ہے بلکہ اللہ پاک جس طرح چاہتا ہے ویسے حکم دیتا ہے۔ کبھی فوراً سزا دیتا ہے کبھی ایک میعاد کے بعد تاکہ ظالم اور ظلم کرے اور خوب پھول جائے اس وقت دفعتاً وہ پکڑ لیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرعون کے ظلم سے تنگ آ کر بددعا کی' چالیس برس کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوا۔ بہرحال ظالم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم نے ظلم کیا اور کچھ سزا نہ ملی' خدا کے ہاں انصاف کے لئے دیر تو ممکن ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔

١٠- بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَةً؟

باب اگر کسی شخص نے دوسرے پر کوئی ظلم کیا ہو اور اس سے معاف کرائے تو کیا اس ظلم کو بھی بیان کرنا ضروری ہے

کہ میں نے فلاں قصور کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ قصور کا بیان کرنا ضروری ہے اور بعض نے کہا ضروری نہیں مجملاً اس سے معاف کرا لینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حدیث مطلق ہے۔

٢٤٤٩- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ

(۲۴۴۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا' اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی' اس دن کے

فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَومَ قَبْلَ أَنْ لاَ يَكُونَ دِيْنَارٌ وَلاَ دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَةِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ : إِنَّمَا سُمِّي الْمُقْبُرِيَّ لأَنَّهُ كَانَ نَزَلَ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: وَسَعِيْدٌ الْمُقْبُرِيُّ هُوَ مَولَى بَنِي لَيْثٍ، وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ، وَاسْمُ أَبِي سَعِيْدٍ كَيْسَانُ. [طرفه في : ٦٥٣٤].

آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم' بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ ابو عبداللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا سعید مقبری کا نام مقبری اس لیے ہوا کہ قبرستان کے قریب انہوں نے قیام کیا تھا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ سعید مقبری ہی بنی لیث کے غلام ہیں۔ پورا نام سعید بن ابی سعید ہے۔ اور (ان کے والد) ابو سعید کا نام کیسان ہے۔

مظلمہ ہر اس ظلم کو کہتے ہیں جسے مظلوم از راہ صبر برداشت کر لے۔ کوئی جانی ظلم ہو یا مالی سب پر لفظ مظلمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ کوئی شخص کسی سے اس کا مال زبردستی چھین لے تو یہ بھی ایک مظلمہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ ظالموں کو اپنے مظالم کا فکر دنیا ہی میں کر لینا چاہیے کہ وہ مظلوم سے معاف کرا لیں' ان کا حق ادا کر دیں ورنہ موت کے بعد ان سے پورا پورا بدلہ دلایا جائے گا)

١١- بَابُ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلاَ رُجُوعَ فِيْهِ

باب جب کسی ظلم کو معاف کر دیا تو واپسی کا مطالبہ بھی باقی نہیں رہا

٢٤٥٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ قَالَتْ : الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ أَنْ يُفَارِقَهَا، فَتَقُولُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي ذَلِكَ)). [أطرافه في : ٢٦٩٤، ٤٦٠١، ٥٢٠٦].

(٢٤٥٠) ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' کہا ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی' انہیں ان کے باپ نے' اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قرآن مجید کی آیت) "اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے نفرت یا اس کے منہ پھیرنے کا خوف رکھتی ہو۔" کے بارے میں فرمایا' کہ کسی شخص کی بیوی ہے' لیکن شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں بلکہ اسے جدا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں اپنا حق تم سے معاف کرتی ہوں۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یعنی اگر شوہر میرے پاس نہیں آتا تو نہ آ' لیکن مجھ کو طلاق نہ دے' اپنی زوجیت میں رہنے دے تو یہ درست ہے۔ خاوند پر سے اس کی صحبت کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت اس باب میں ہے کہ عورت اپنے مرد سے جدا ہونا برا سمجھے۔ اور خاوند بیوی دونوں یہ ٹھہرا لیں کہ تیسرے یا چوتھے دن مرد اپنی عورت کے پاس آیا کرے تو یہ درست ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

نے بھی اپنی باری آنحضرت ﷺ کو معاف کر دی تھی' آپ ان کی باری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا کرتے تھے۔ (وحیدی)

١٢- بَابُ إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ أَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ

باب اگر کوئی شخص دوسرے کو اجازت دے یا اس کو معاف کر دے مگر یہ بیان نہ کرے کہ کتنے کی اجازت اور معافی دی ہے۔

٢٤٥١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ - وَعَنْ يَمِينِهِ غُلاَمٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الأَشْيَاخُ - فَقَالَ لِلْغُلاَمِ: ((أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلاَءِ؟)) فَقَالَ الْغُلاَمُ: لاَ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، لاَ أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا. قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَدِهِ)).

[راجع: ٢٣٥١]

(٢٤٥١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابو حازم بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ یا پانی پینے کو پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اسے پیا۔ آپؐ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ لڑکے سے آپؐ نے فرمایا' کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ ان لوگوں کو یہ (پیالہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا' نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ' آپ کی طرف سے ملنے والے حصے کا ایثار میں کسی پر نہیں کر سکتا۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر رسول کریم ﷺ نے وہ پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔

کیونکہ اس کا حق مقدم تھا وہ داہنی طرف بیٹھا تھا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت کے لیے بعض نے کہا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے وہ پیالہ بوڑھے لوگوں کو دینے کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اجازت مانگی' اگر وہ اجازت دے دیتے تو یہ اجازت ایسی ہی ہوتی جس کی مقدار بیان نہیں ہوئی۔ یعنی یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کتنے دودھ کی اجازت ہے۔ پس باب کا مطلب نکل آیا۔ (وحیدی)

١٣- بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الأَرْضِ

باب اس شخص کا گناہ جس نے کسی کی زمین ظلم سے چھین لی

٢٤٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ ظَلَمَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ

(٢٤٥٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا' ان سے طلحہ بن عبداللہ نے بیان کیا' انہیں عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل نے خبر دی' اور ان سے سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپؐ نے فرمایا جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی' اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق

مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ))۔ [طرفه في : ٣١٩٨]. پہنایا جائے گا۔

تشریح زمین کے سات طبقے ہیں۔ جس نے بالشت بھر زمین بھی چھینی تو ساتوں طبقوں تک گویا اس کو چھینا۔ اس لیے قیامت کے دن ان سب کا طوق اس کے گلے میں ہو گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب مٹی اٹھا کر لانے کا اس کو حکم دیا جائے گا۔ بعض نے کہا' طوق پہنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساتوں طبقے تک اس میں دھنسا دیا جائے گا۔ حدیث سے بعض نے یہ بھی نکالا کہ زمینیں سات ہیں جیسے آسمان سات ہیں۔ (وحیدی)

٢٤٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُومَةٌ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الأَرْضَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ))۔ [طرفه في : ٣١٩٥].

(۲۴۵۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' ان سے حسین نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ ان کے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان (زمین کا) جھگڑا تھا۔ اس کا ذکر انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا' تو انہوں نے بتلایا' ابو سلمہ! زمین سے پرہیز کر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' اگر کسی شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق (قیامت کے دن) اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

چونکہ زمینوں کے سات طبق ہیں۔ اس لیے وہ ظلم سے حاصل کی ہوئی زمین سات طبقوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ زمین کے سات طبق کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ان کا انکار کرنے والا قرآن و حدیث کا منکر ہے۔ تفصیلات کا علم اللہ کو ہے۔ ﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴾ (المدثر :۳۱) امام شوکانی فرماتے ہیں۔ وفیه ان الارضین السبع اطباق کالسموات و هو ظاهر قوله تعالٰی و من الارض مثلهن خلافا لمن قال ان المراد بقوله سبع ارضین سبعة اقالیم (نیل) یعنی اس سے ثابت ہوا کہ آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبق ہیں جیسا کہ آیت قرآنی و من الارض مثلهن میں مذکور ہے یعنی زمینیں بھی ان آسمانوں ہی کے مانند ہیں۔ اس میں ان کی بھی تردید ہے جو سات زمینوں سے ہفت اقلیم مراد لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

٢٤٥٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِيْنَ))۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِي كِتَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، أَمْلاَهُ عَلَيْهِمْ

(۲۴۵۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا' کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا سالم سے اور ان سے ان کے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' جس شخص نے ناحق کسی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا' تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ ابو عبداللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ یہ حدیث عبداللہ بن مبارک کی اس کتاب میں نہیں ہے جو خراسان میں تھی۔ بلکہ اس میں تھی جسے انہوں نے بصرہ میں اپنے

بِالْبَصْرَةِ. [طرفه في : ٣١٩٦].

شاگردوں کو املا کرایا تھا۔

١٤- بَابُ إِذَا أَذِنَ إِنْسَانٌ لآخَرَ شَيْئًا جَازَ

باب جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی چیز کی اجازت دے دے تو وہ اسے استعمال کر سکتا ہے۔

٢٤٥٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ : كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَصَابَنَا سَنَةٌ، فَكَانَ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ : ((إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الإِقْرَانِ، إِلاَّ أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ)).

[أطرافه في : ٢٤٨٩، ٢٤٩٠، ٥٤٤٦].

(۲۴۵۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہم بعض اہل عراق کے ساتھ مدینہ میں مقیم تھے۔ وہاں ہمیں قحط میں مبتلا ہونا پڑا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کھانے کے لیے ہمارے پاس کھجور بھجوایا کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ہماری طرف سے گزرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے وقت) دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اجازت لے لے۔

تشریح ظاہریہ کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے۔ دوسرے علماء کے نزدیک تنزیہی ہے۔ اور وجہ ممانعت کی ظاہر ہے کہ دوسرے کا حق تلف کرنا ہے اور اس سے حرص اور طمع معلوم ہوتی ہے۔ نووی نے کہا اگر کھجور مشترک ہو تو دوسرے شریکوں کی بن اجازت ایسا کرنا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے اس شخص کا مذہب قوی ہوتا ہے جس نے مجہول کا ہبہ جائز رکھا ہے۔

٢٤٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: ((أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ كَانَ لَهُ غُلاَمٌ لَحَّامٌ، فَقَالَ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ: اصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةٍ لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ - وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ الْجُوعَ! فَدَعَاهُ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يُدْعَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا قَدِ اتَّبَعَنَا أَتَأْذَنُ لَهُ؟)) قَالَ : نَعَمْ)). [راجع: ٢٠٨١]

(۲۴۵۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے ابووائل نے اور ان سے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ انصار میں ایک صحابی جنہیں ابو شعیب رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا' کا ایک قصائی غلام تھا۔ ابو شعیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر دے۔ کیونکہ میں نبی کریم ﷺ کو چار دیگر اصحاب کے ساتھ دعوت دوں گا۔ انہوں نے آپؐ کے چہرۂ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے تھے۔ چنانچہ آپؐ کو انہوں نے بلایا۔ ایک اور شخص آپ کے ساتھ بن بلائے چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے صاحب خانہ سے فرمایا یہ آدمی بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ کیا اس کے لیے تمہاری اجازت ہے؟ انہوں کہا' جی ہاں اجازت ہے۔

یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کا مطلب بھی اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ بن بلائے دعوت میں جانا اور کھانا کھانا درست نہیں۔ مگر جب صاحب خانہ اجازت دے تو درست ہو گیا۔ اس حدیث سے حضور نبی کریم ﷺ کی رأفت اور

رحمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ ﷺ کو کسی کا بھوکا رہنا گوارا نہ تھا۔ ایک باخدا بزرگ انسان کی یہی شان ہونی چاہیے۔ ﷺ

١٥- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾ [البقرة: ٢٠٤]

باب اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں یہ فرمانا "اور وہ بڑا سخت جھگڑالو ہے۔"

٢٤٥٧- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الأَلَدُّ الْخَصِمُ)).

(۲۴۵۷) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے' ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسند وہ آدمی ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

[طرفاه في: ٤٥٢٣، ٧١٨٨].

بعض بدبختوں کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ ذرا ذرا سی باتوں میں آپس میں جھگڑا فساد کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ عنداللہ بہت ہی برے ہیں۔ پوری آیت کا ترجمہ یوں ہے' لوگوں میں کوئی ایسا ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں تجھ کو بھلی لگتی ہے اور اپنے دل کی حالت پر اللہ کو گواہ کرتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ کہتے ہیں یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں اتری۔ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور اسلام کا دعویٰ کر کے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا۔ جبکہ دل میں نفاق رکھتا تھا (وحیدی)

١٦- باب إِثْمِ مَنْ خاصَمَ في باطل وهوَ يَعلَمُه

باب اس شخص کا گناہ' جو جان بوجھ کر جھوٹ کے لیے جھگڑا کرے۔

٢٤٥٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّهُ يَأْتِيْنِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسَبُ أَنَّهُ صَدَقَ فَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ فَلْيَتْرُكْهَا)).

(۲۴۵۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے صالح بن کیسان نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ مجھے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے خبردی' انہیں زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبردی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے دروازے کے سامنے جھگڑے کی آواز سنی اور جھگڑا کرنے والوں کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس لیے جب میرے یہاں کوئی جھگڑا لے کر آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ (فریقین میں سے) ایک فریق کی بحث دوسرے فریق سے عمدہ ہو' میں سمجھتا ہوں کہ وہ سچا ہے۔ اور اس طرح میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ لیکن اگر میں اس کو (اس کے ظاہری بیان پر بھروسہ کر کے) کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو دوزخ کا ایک ٹکڑا اس کو دلا رہا ہوں' وہ لے لے یا چھوڑ دے۔

[أطرافه في : ۲٦۸۰، ٦۹٦۷، ۷۱٦۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵].

تشریح یعنی جب تک خدا کی طرف سے مجھ پر وحی نہ آئے میں بھی تمہاری طرح غیب کی باتوں سے ناواقف رہتا ہوں۔ کیونکہ میں بھی آدمی ہوں اور آدمیت کے لوازم سے پاک نہیں ہوں۔ اس حدیث سے ان بے وقوفوں کا رد ہوا جو آنحضرت ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یا آنحضرت ﷺ کو بشر نہیں سمجھتے بلکہ الوہیت کی صفات سے متصف جانتے ہیں۔ قاتلهم الله انی یوفکون (وحیدی)

حدیث کا آخری ٹکڑا تہدید کے لیے ہے۔ اس حدیث سے صاف یہ نکلتا ہے کہ قاضی کے فیصلے سے وہ چیز حلال نہیں ہوتی اور قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہے نہ باطناً۔ یعنی اگر مدعی ناحق پر ہوا اور عدالت اس کو کچھ دلا دے تو اللہ اور اس کے درمیان اس کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ جمہور علماء اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خلاف کیا ہے۔

لفظ غیب کے لغوی معانی کا تقاضا ہے کہ وہ بغیر کسی کے بتلائے از خود معلوم ہو جانے کا نام ہے اور یہ صرف اللہ پاک ہی کی ایک صفت خاصہ ہے کہ وہ ماضی و حال و مستقبل کی جملہ غیبی خبریں از خود جانتا ہے۔ اس کے سوا مخلوق میں سے کسی بھی انسان یا فرشتے کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا سرا سر نادانی ہے خاص طور پر نبیوں رسولوں کی شان عام انسانوں سے بہت بلند و بالا ہوتی ہے۔ وہ براہ راست اللہ پاک سے شرف خطاب حاصل کرتے ہیں' وحی اور الہام کے ذریعہ سے بہت سی اگلی پچھلی باتیں ان پر واضح ہو جاتی ہیں مگر ان کو غیب سے تعبیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کو عقل و فہم کا کوئی ذرہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ اور جو محض اندھی عقیدت کے پرستار بن کر اسلام فہمی سے قطعاً کورے ہو چکے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہر دو پہلو روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتے ہیں۔ کتنی ہی دفعہ ایسا ہوا کہ ضرورت کے تحت ایک پوشیدہ امر وحی الٰہی سے آپ پر روشن ہو گیا اور کتنی ہی دفعہ یہ بھی ہوا کہ ضرورت تھی بلکہ سخت ضرورت تھی مگر وحی الٰہی اور الہام نہ آنے کے باعث آپؐ ان کے متعلق کچھ نہ جان سکے اور بہت سے نقصانات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ اسلیے قرآن مجید میں آپکی زبان مبارک سے اور صاف اعلان کرایا گیا۔ لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء اگر میں غیب جانتا تو بہت سی خیر ہی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو کبھی بھی کوئی برائی نہ چھو سکتی۔" اگر آپکو جنگ احد کا یہ انجام بد معلوم ہوتا تو کبھی بھی اس گھاٹی پر ایسے لوگوں کو مقرر نہ کرتے جن کے وہاں سے ہٹ جانے کی وجہ سے کافروں کو پلٹ کر وار کرنے کا موقع ملا۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ جو مولوی عالم اس بارے میں مسلمانوں کو لڑاتے اور سر پھٹول کراتے رہتے ہیں وہ یقیناً امت کے غدار ہیں۔ اسلام کے نادان دوست ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کے سخت ترین گستاخ ہیں۔ عنداللہ وہ مغضوب اور ضالین ہیں۔ بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر۔ اللہ ان کے شر سے امت کے سادہ لوح مسلمانوں کو جلد از جلد نجات بخشے اور معاملہ فہمی کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۷- بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

باب اس شخص کا بیان کہ جب اس نے جھگڑا کیا تو بد زبانی پر اتر آیا

۲٤٥۹- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ

(۲۴۵۹) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا' کہا ہم کو محمد نے خبر دی شعبہ سے' انہیں سلیمان نے' انہیں عبداللہ بن مرہ نے' انہیں مسروق نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و

اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعٍ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)).

[راجع: ٣٤]

سلم نے فرمایا' چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی وہ ہوں گی' وہ منافق ہو گا۔ یا ان چار میں سے اگر کوئی ایک خصلت بھی اس میں ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے' جب معاہدہ کرے تو بے وفائی کرے' اور جب جھگڑے تو بد زبانی پر اتر آئے۔

جھگڑا بازی کرنا ہی برا ہے۔ پھر اس میں گالی گلوچ کا استعمال اتنا برا ہے کہ اسے نفاق (بے ایمانی) کی ایک علامت بتلایا گیا ہے۔ کسی اچھے مسلمان کا کام نہیں کہ وہ جھگڑے کے وقت بے لگام بن جائے اور جو بھی منہ پر آئے بکنے سے ذرا نہ شرمائے۔

١٨- بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُومِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ

باب مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنے مال کے موافق اس میں سے لے سکتا ہے

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ : يُقَاصُّهُ، وَقَرَأَ: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُم فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ [النحل : ١٢٦].

اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اپنا حق برابر لے سکتا ہے۔ پھر انہوں نے (سورۂ نحل کی) یہ آیت پڑھی "اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تمہیں ستایا گیا ہو۔"

٢٤٦٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا؟ فَقَالَ : ((لاَ حَرَجَ عَلَيْكِ إِنْ تُطْعِمِيْهِمْ بِالْمَعْرُوفِ)).[راجع: ٢٢١١]

(٢٤٦٠) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہند رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا' یا رسول اللہ! ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ان کے شوہر ہیں وہ) بخیل ہیں۔ تو کیا اس میں کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال میں سے لے کر اپنے بال بچوں کو کھلایا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم دستور کے مطابق ان کے مال سے لے کر کھلاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث پر فتویٰ دیا ہے کہ ظالم کا جو مال بھی مل جائے مظلوم اپنے مال کی مقدار میں اسے لے سکتا ہے' متاخرین احناف کا بھی فتویٰ یہی ہے۔ (تفہیم البخاری' پ:۹/ ص: ۱۲۴)۔

٢٤٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي يَزِيْدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : ((قُلْنَا

(٢٤٦١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یزید نے بیان کیا' ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا'

لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُونَنَا؛ فَمَا تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَنَا: ((إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ)). [طرفه في : ٦١٣٧].

آپ ہمیں مختلف ملک والوں کے پاس بھیجتے ہیں اور (بعض دفعہ) ہمیں ایسے لوگوں میں اترنا پڑتا ہے کہ وہ ہماری ضیافت تک نہیں کرتے' آپ کی ایسے مواقع پر کیا ہدایت ہے؟ آپؐ نے ہم سے فرمایا' اگر تمہارا قیام کسی قبیلے میں ہو اور تم سے ایسا برتاؤ کیا جائے جو کسی مہمان کے لیے مناسب ہے' تو تم اسے قبول کر لو' لیکن اگر وہ نہ کریں تو تم خود مہمانی کا حق ان سے وصول کر لو۔

مہمانی کا حق میزبان کی مرضی کے خلاف وصول کرنے کے لیے جو اس حدیث میں ہدایت ہے اس کے متعلق محدثین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ حکم مخمصہ کی حالت کا ہے۔ بادیہ اور گاؤں کے دور دراز علاقوں میں اگر کوئی مسافر خصوصاً عرب کے ماحول میں پہنچتا تو اس کے لیے کھانے پینے کا ذریعہ اہل بادیہ کی میزبانی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا موقع ہو اور قبیلہ والے ضیافت سے انکار کر دیں' ادھر مجاہد مسافروں کے پاس کوئی سامان نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے ان سے اپنا کھانا پینا ان کی مرضی کے خلاف بھی وصول کر سکتے ہیں۔ اس طرح کی رخصتیں اسلام میں مخمصہ کے اوقات میں ہیں۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ضیافت اہل عرب میں ایک عام عرف و عادت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے اس عرف کی روشنی میں مجاہدین کو آپ نے ہدایت دی تھی۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب کے بہت سے قبائل سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر ان کے قبیلہ سے گذرے اور ایک دو دن کے لئے ان کے یہاں قیام کرے تو وہ لشکر کی ضیافت کریں۔ یہ معاہدہ حضور اکرم ﷺ کے ان مکاتیب میں موجود ہے جو آپ نے قبائل عرب کے سرداروں کے نام بھیجے تھے اور جن کی تخریج زیلعی نے بھی کی ہے۔ بہر حال مختلف توجیہات اس کی کی گئی ہیں۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے عرف و عادت والے جواب کو پسند کیا ہے۔ یعنی عرب کے یہاں خود یہ بات جانی پہچانی تھی کہ گزرنے والے مسافروں کی ضیافت اہل قبیلہ کو ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو عرب کے چٹیل اور بے آب و گیاہ میدانوں میں سفر عرب جیسی غریب قوم کے لئے تقریباً ناممکن ہو جاتا اور اسی کے مطابق حضور اکرم ﷺ کا بھی حکم تھا۔ گویا یہ ایک انتظامی ضرورت بھی تھی۔ اور جب دو ایک مسافر اس کے بغیر دور دراز کے سفر نہیں کر سکتے تھے تو فوجی دستے کس طرح اس کے بغیر سفر کر سکتے۔ (تفہیم البخاری)

حدیث باب سے نکلتا ہے کہ مہمانی کرنا واجب ہے۔ اگر کچھ لوگ مہمانی نہ کریں تو ان سے جبراً مہمانی کا خرچ وصول کیا جائے۔ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ یہ وجوب دیہات والوں پر ہے نہ بستی والوں پر اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ مہمانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور باب کی حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو مضطر ہوں۔ جن کے پاس راہ خرچ بالکل نہ ہو' ایسے لوگوں کی ضیافت واجب ہے۔

بعض نے کہا یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب لوگ محتاج تھے اور مسافروں کی خاطر داری واجب تھی' بعد اس کے منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جائزہ ضیافت کا ایک دن رات ہے' اور جائزہ تفضل کے طور پر ہوتا ہے نہ وجوب کے طور پر۔ بعض نے کہا یہ حکم خاص ہے ان لوگوں کے واسطے جن کو حاکم اسلام بھیجے۔ ایسے لوگوں کا کھانا اور ٹھکانا ان لوگوں پر واجب ہے جن کی طرف وہ بھیجے ہیں۔ اور ہمارے زمانے میں بھی اس کا قاعدہ ہے حاکم کی طرف سے جو چپڑاسی بھیجے جاتے ہیں ان کی دستک (بیگار) گاؤں والوں کو دینی پڑتی ہے۔ (وحیدی)

١٩- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

باب چوپالوں کے بارے میں

اور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بنو ساعدہ کی چوپال میں بیٹھے تھے۔

٢٤٦٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ حِينَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ ﷺ: ((إِنَّ الْأَنْصَارَ اجْتَمَعُوا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا، فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ)).

[أطرافه في : ٣٤٤٥، ٣٩٢٨، ٤٠٢١، ٦٨٢٩، ٦٨٣٠، ٧٣٢٣].

(٢٤٦٢) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ کو یونس نے خبردی کہ ابن شہاب نے کہا' مجھ کو خبردی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے' انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی تو انصار بنو ساعدہ کے سقیفہ (چوپال) میں جمع ہوئے۔ میں نے ابوبکر بناٹھ سے کہا کہ آپ ہمیں بھی وہیں لے چلئے۔ چنانچہ ہم انصار کے یہاں سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچے۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ بستیوں میں عوام و خواص کی بیٹھک کے لیے چوپال کا عام رواج ہے۔ چنانچہ مدینۃ المنورہ میں بھی قبیلہ بنو ساعدہ میں انصار کی چوپال تھی۔ جہاں بیٹھ کر عوامی امور انجام دیئے جاتے تھے' حضرت صدیق اکبر بناٹھ کی امارت و خلافت کی بیعت کا مسئلہ بھی اسی جگہ حل ہوا۔

سقیفہ کا ترجمہ مولانا وحیدالزماں نے منڈوا سے کیا ہے۔ جو شادی وغیرہ تقریبات میں عارضی طور پر سایہ کے لیے کپڑوں یا پھونس کے چھپروں سے بنایا جاتا ہے۔ مناسب ترجمہ چوپال ہے جو مستقل عوامی آرام گاہ ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات پر امت کے سامنے سب سے اہم ترین مسئلہ آپ کی جانشینی کا تھا' انصار اور مہاجرین ہر دو خلافت کے امیدوار تھے۔ آخر انصار نے کہا کہ ایک امیر انصار میں سے ہو ایک مہاجرین میں سے۔ وہ اسی خیال کے تحت سقیفہ بنو ساعدہ میں پنچایت کر رہے تھے۔ حضرت عمر بناٹھ نے حالات کو بھانپ لیا اور اس بنیادی افتراق کو ختم کرنے کے لئے آپ صدیق اکبر بناٹھ کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر بناٹھ نے حدیث نبوی الائمة من قريش پیش کی جس پر انصار نے سر تسلیم خم کر دیا۔ فوراً حضرت عمر بناٹھ نے حضرت صدیق اکبر بناٹھ کی خلافت کا اعلان کر دیا' اور بلا اختلاف جملہ انصار و مہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ سیدنا حضرت علی بناٹھ نے بھی بیعت کر لی اور امت کا شیرازہ منتشر ہونے سے بچ گیا۔ یہ سارا واقعہ سقیفہ بنو ساعدہ میں ہوا تھا۔

٢٠- بَابُ لاَ يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ

باب کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے

٢٤٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ)). ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُم عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ؟ وَاللهِ لأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ.

(۲۴۶۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے اعرج نے' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے نہ روکے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے' یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس سے منہ پھیرنے والا پاتا ہوں۔ قسم اللہ! میں تو اس حدیث کا تمہارے سامنے برابر اعلان کرتا ہی رہوں گا۔

[طرفاه في: ٥٦٢٧، ٥٦٢٨].

تشریح یا ایک کڑی لگانے سے' کیونکہ حدیث میں دونوں طرح بصیغہ جمع اور بصیغہ مفرد منقول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حکم استحباباً ہے ورنہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمسایہ کی دیوار پر اس کی اجازت کے بغیر کڑیاں رکھے۔ مالکیہ اور حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد اور اسحاق اور اہل حدیث کے نزدیک یہ حکم وجوباً ہے اگر ہمسایہ اس کی دیوار پر کڑیاں لگانا چاہے تو دیوار کے مالک کو اس کا روکنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں اور دیوار مضبوط ہوتی ہے۔ گو دیوار میں سوراخ کرنا پڑے۔ امام بیہقی نے کہا' شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم یہی ہے اور حدیث کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکتا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (وحیدی)

آخر حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک خفگی آمیز قول منقول ہے جس کا لفظی ترجمہ یوں ہے کہ قسم اللہ کی میں اس حدیث کو تمہارے مونڈھوں کے درمیان پھینکوں گا۔ یعنی زور زور سے تم کو سناؤں گا۔ اور خوب تم کو شرمندہ کروں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حدیث کے خلاف کسی پیر یا امام یا مجتہد کے قول پر جمے ہوئے ہوں ان کو چھیڑنا اور حدیث نبوی علانیہ ان کو بار بار سنانا درست ہے' شاید اللہ ان کو ہدایت دے۔

٢١- بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ

باب راستے میں شراب کا بہادینا درست ہے

٢٤٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ أَبُو يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، مُنَادِيًا يُنَادِي: ((أَلاَ إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ)). فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا،

(۲۴۶۴) ہم سے ابو یحییٰ محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا' کہا ہم کو عفان بن مسلم نے خبر دی' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' کہا ہم سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ ان دنوں کھجور ہی کی شراب پیا کرتے تھے (پھر جونہی شراب کی حرمت پر آیت قرآنی اتری) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی سے ندا کرائی کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا (یہ سنتے ہی) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ باہر لے جا کر اس شراب کو بہادے۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر ساری شراب بہادی۔

فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا، فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ. فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوا﴾ الآيَةَ)).

[أطرافه في : ٤٦١٧، ٤٦٢٠، ٥٥٨٠، ٥٥٨٢، ٥٥٨٣، ٥٥٨٤، ٥٦٠٠، ٥٦٢٢، ٧٢٥٣].

شراب مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی' تو بعض لوگوں نے کہا' یوں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس حالت میں قتل کر دیئے گئے ہیں کہ شراب ان کے پیٹ میں موجود تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے' ان پر ان چیزوں کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جو پہلے کھا چکے ہیں۔ (آخر آیت تک)

باب کا مطلب حدیث کے لفظ فجرت فی سکک المدینة سے نکل رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ راستے کی زمین سب لوگوں میں مشترک ہے مگر وہاں شراب وغیرہ بہا دینا درست ہے بشرطیکہ چلنے والوں کو اس سے تکلیف نہ ہو۔ علماء نے کہا ہے کہ راستے میں اتنا بہت پانی بہانا کہ چلنے والوں کو تکلیف ہو منع ہے تو نجاست وغیرہ ڈالنا بطریق اولیٰ منع ہو گا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے شراب کو راستے میں بہا دینے کا حکم اس لیے دیا ہو گا کہ عام لوگوں کو شراب کی حرمت معلوم ہو جائے۔ (وحیدی)

٢٢- بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوسِ فِيهَا، وَالْجُلُوسِ عَلَى الصُّعُدَاتِ

باب گھروں کے صحن کا بیان اور ان میں بیٹھنا اور راستوں میں بیٹھنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَابْتَنَى أَبُوبَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ يُصَلِّي فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی' جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مشرکوں کی عورتوں اور بچوں کی وہاں بھیڑ لگ جاتی اور سب بہت متعجب ہوتے۔ ان دنوں نبی کریم ﷺ کا قیام مکہ میں تھا۔

٢٤٦٥- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ)). فَقَالُوا: مَا لَنَا بُدٌّ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. قَالَ : ((فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَى الْمَجَالِسِ فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهَا)). قَالُوا : وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ؟ قَالَ : ((غَضُّ

(٢٤٦٥) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو عمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو وہاں بیٹھنے پر مجبور ہیں۔ وہی ہمارے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے کہ جہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر وہاں بیٹھنے کی مجبوری ہی ہے تو راستے کا حق بھی ادا کرو۔ صحابہ نے پوچھا اور راستے کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' نگاہ نیچی رکھنا' کسی کو ایذاء دینے سے بچنا' سلام کا جواب دینا'

الْبَصَرِ، وَكَفُّ الأَذَى، وَرَدُّ السَّلاَمِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ)).

[طرفه في : ٦٢٢٩].

اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم کرنا' اور بری باتوں سے روکنا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بحر طویل میں آداب الطریق کو یوں نظم فرمایا ہے۔

جمعت آداب من رام الجلوس علی الطریق من قول خیر الخلق انسانا

افش السلام و احسن فی الکلام و شمت عاطسا وسلاما رد احسانا

فی الحمل عاون و مظلوما اعن و اغث لهفان و اهد سبیلا و اهد حیرانا

بالعرف مر وانه من انکر و کف اذی و غض طرفا و اکثر ذکر مولانا

یعنی احادیث نبوی سے میں نے اس شخص کے لیے آداب الطریق جمع کیا ہے جو راستوں میں بیٹھنے کا قصد کرے۔ سلام کا جواب دو' اچھا کلام کرو' چھینکنے والے کو اس کے الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ سے دعا دو۔ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرو' بوجھ والوں کو بوجھ اٹھانے میں مدد کرو' مظلوم کی اعانت کرو' پریشان حال کی فریاد سنو' مسلمانوں' بھولے بھٹکے لوگوں کی رہ نمائی کرو' نیک کاموں کا حکم کرو' بری باتوں سے روکو اور کسی کو ایذا دینے سے رک جاؤ' اور آنکھیں نیچی کئے رہو اور ہمارے رب تبارک و تعالیٰ کی بکثرت یاد کرتے رہا کرو جو ان حقوق کو ادا کرے اس کے لئے راستوں پر بیٹھنا جائز ہے۔

٢٣- بَابُ الآبَارِ الَّتِي عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

باب راستوں میں کنواں بنانا جب کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ ہو

٢٤٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا رَجُلٌ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلأَ خُفَّهُ مَاءً فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ)). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لأَجْرًا؟ فَقَالَ : ((فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ)). [راجع: ١٧٣]

(٢٤٦٦) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے' ان سے ابوبکر کے غلام سمی نے' ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایک شخص راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے پیاس لگی۔ پھر اسے راستے میں ایک کنواں ملا اور وہ اس کے اندر اتر گیا اور پانی پیا۔ جب باہر آیا تو اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی سختی سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس وقت یہ کتا بھی پیاس کی اتنی ہی شدت میں مبتلا ہے جس میں میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اس نے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ عمل مقبول ہوا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔ صحابہ نے پوچھا' یا رسول اللہ کیا جانوروں کے سلسلے میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں' ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے۔

تشریح: مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا کہ راستے میں کنواں کھود سکتے ہیں تاکہ آنے جانے والے اس میں سے پانی پئیں اور آرام اٹھائیں بشرطیکہ ضرر کا خوف نہ ہو' ورنہ کھودنے والا ضامن ہو گا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہر جاندار کو خواہ وہ انسان ہو یا حیوان' کافر ہو یا مسلمان سب کو پانی پلانا بہت بڑا کار ثواب ہے۔ حتیٰ کہ کتا بھی حق رکھتا ہے کہ وہ پیاسا ہو تو اسے بھی پانی پلایا جائے۔

٢٤- بَابُ إِمَاطَةِ الأَذَى

باب راستے میں سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ)).

اور ہمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کیا کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

عام گزر گاہوں کی حفاظت اور ان کی تعمیر و صفائی اس قدر ضروری ہے کہ وہاں سے ایک تنکے کو دور کر دینا بھی ایک بڑا کار ثواب قرار دیا گیا اور کسی پتھر' کانٹے' کوڑے کو دور کر دینا ایمان کی علامت بتلایا گیا۔ انسانی مفاد عامہ کے لیے ایسا ہونا بے حد ضروری تھا۔ یہ اسلام کی اہم خوبی ہے کہ اس نے ہر مناسب جگہ پر خدمت خلق کو مد نظر رکھا ہے۔

٢٥- بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعُلِّيَّةِ الْمَشْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمَشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وَغَيْرِهَا

باب اونچے اور پست بالاخانوں میں چھت وغیرہ پر رہنا جائز ہے نیز جھروکے اور روشندان بنانا

٢٤٦٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ إِنِّي أَرَى؟ مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلاَلَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)). [راجع: ١٨٧٨]

(۲۴۶۷) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا' ان سے عروہ نے بیان کیا' ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے۔ پھر فرمایا' کیا تم لوگ بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ (عنقریب) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے جیسے بارش برستی ہے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے اسی سے ترجمہ باب نکلا بشرطیکہ محلے والوں کی بے پردگی نہ ہو۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مدینہ میں بڑے بڑے فتنے اور فسادات ہونے والے ہیں۔ جو بعد کے آنے والے زمانوں میں خصوصاً عہد یزید میں رونما ہوئے کہ مدینہ خراب اور برباد ہوا۔ مدینہ کے بہت لوگ مارے گئے۔ کئی دنوں تک حرم نبوی میں نماز بند رہی۔ پھر اللہ کا فضل ہوا کہ وہ دور ختم ہوا۔ خاص طور پر آج کل عہد سعودی میں مدینہ منورہ امن و امان کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ ہر ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں۔ مدینہ تجارت اور روزگاروں کی منڈی بنتا جا رہا ہے۔ اللہ پاک اس حکومت کو قائم دائم رکھے۔ آمین۔ اور مدینہ منورہ کو مزید در مزید ترقی اور رونق عطا کرے۔ راقم الحروف نے اپنی عمر عزیز کے آخری حصہ محرم ۱۳۹۰ھ میں مدینہ شریف کو جس ترقی اور رونق پر پایا ہے وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اللہ پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شہر ایک دفعہ اور دکھلائے آمین۔

٢٤٦٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللهُ لَهُمَا: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾، فَحَجَجْتُ مَعَهُ، فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالإِدَاوَةِ، فَتَبَرَّزَ، حَتَّى جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ. فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ﴾ فَقَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ. ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَارٌ لِي مِنَ الأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ - وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ - وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ هُوَ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الأَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ. وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الأَنْصَارِ فَإِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِن أَدَبِ نِسَاءِ الأَنْصَارِ، فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِي، فَرَاجَعَتْنِي، فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي. فَقَالَتْ:

(٢٤٦٨) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ اس بات کا آرزو مند رہتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کی ان دو بیویوں کے نام پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورہ تحریم میں) فرمایا ہے "اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کہ تمہارے دل بگڑ گئے ہیں۔" پھر میں ان کے ساتھ حج کو گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ راستے سے قضائے حاجت کے لیے ہٹے تو میں بھی ان کے ساتھ (پانی کا ایک) چھاگل لے کر گیا۔ پھر وہ قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ اور جب واپس آئے تو میں نے ان کے دونوں ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالا۔ اور انہوں نے وضو کیا' پھر میں نے پوچھا' یا امیرالمؤمنین! نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں وہ دو خواتین کون سی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ "تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو۔" انہوں نے فرمایا' ابن عباس! تم پر حیرت ہے۔ وہ تو عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہو کر پورا واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ نے بتلایا کہ بنو امیہ بن زید کے قبیلے میں جو مدینہ سے ملا ہوا تھا' میں اپنے ایک انصاری پڑوسی کے ساتھ رہتا تھا۔ ہم دونوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے اور ایک دن میں۔ جب میں حاضری دیتا تو اس دن کی تمام خبریں وغیرہ لاتا (اور ان کو سناتا) اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔ ہم قریش کے لوگ (مکہ میں) اپنی عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم (ہجرت کر کے) انصار کے یہاں آئے تو انہیں دیکھا کہ ان کی عورتیں خود ان پر غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان کا طریقہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک دن اپنی بیوی کو ڈانٹا' تو انہوں نے بھی اس کا جواب دیا۔ ان کا یہ جواب مجھے ناگوار معلوم ہوا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں اگر جواب دیتی ہوں تو تمہیں ناگواری کیوں ہوتی ہے۔ قسم

وَلَمْ تُنكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ؟ فَوَ اللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ. فَأَفْزَعَنِي. فَقُلْتُ: خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ. ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ أَيْ حَفْصَةُ: أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: خَابَتْ وَخَسِرَتْ. أَفَتَأْمِنُ أَنْ يَغْضَبَ اللهُ لِغَضَبِ رَسُولِهِ ﷺ فَتَهْلِكِينَ؟ لاَ تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلاَ تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ، وَلاَ تَهْجُرِيهِ، وَاسْأَلِينِي مَا بَدَا لَكِ. لاَ يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ (يُرِيدُ عَائِشَةَ). وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَرَجَعَ عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ: أَنَائِمٌ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، وَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قُلْتُ: مَا هُوَ، أَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ: لاَ، بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ، طَلَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نِسَاءَهُ. قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ. كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ هَذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي، فَصَلَّيْتُ صَلاَةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيهَا. فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَإِذْ هِيَ تَبْكِي. قُلْتُ مَا يُبْكِيكِ، أَوَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ؟ أَطَلَّقَكُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لاَ أَدْرِي

اللہ کی نبی کریم ﷺ کی ازواج تک آپ کو جواب دے دیتی ہیں اور بعض بیویاں تو آپ سے پورے دن اور پوری رات خفا رہتی ہیں۔ اس بات سے میں بہت گھبرایا اور میں نے کہا کہ ان میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہو گا وہ تو بڑے نقصان اور خسارے میں ہے۔ اس کے بعد میں نے کپڑے پہنے اور حفصہ رضی اللہ عنہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المؤمنین) کے پاس پہنچا اور کہا' اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی نبی کریم ﷺ سے پورے دن رات تک غصہ رہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں بول اٹھا کہ پھر تو وہ تباہی اور نقصان میں رہیں۔ کیا تمہیں اس سے امن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی خفگی کی وجہ سے (تم پر) غصہ ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ چیزوں کا مطالبہ ہرگز نہ کیا کرو' نہ کسی معاملہ میں آپؐ کی کسی بات کا جواب دو اور نہ آپ پر خفگی کا اظہار ہونے دو' البتہ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو' وہ مجھ سے مانگ لیا کرو' کسی خود فریبی میں مبتلا نہ رہنا' تمہاری یہ پڑوسن تم سے زیادہ جمیل اور نظیف ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری بھی ہیں۔ آپ کی مراد عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' ان دنوں یہ چرچا ہو رہا تھا کہ غسان کے فوجی ہم سے لڑنے کے لیے گھوڑوں کے نعل باندھ رہے ہیں۔ میرے پڑوسی ایک دن اپنی باری پر مدینہ گئے ہوئے تھے۔ پھر عشاء کے وقت واپس لوٹے۔ آ کر میرا دروازہ انہوں نے بڑی زور سے کھٹکھٹایا' اور کہا' کیا آپ سو گئے ہیں؟ میں بہت گھبرایا ہوا باہر آیا' انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا غسان کا لشکر آ گیا؟ انہوں نے کہا بلکہ اس سے بھی بڑا اور سنگین حادثہ' وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' حفصہ تو تباہ و برباد ہو گئی۔ مجھے تو پہلے ہی کھٹکا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے (عمر رضی اللہ عنہ نے کہا) پھر میں نے کپڑے پہنے۔ صبح کی نماز رسول کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی (نماز پڑھتے ہی) آنحضرت ﷺ اپنے بالا خانہ میں تشریف لے گئے اور وہیں تنہائی اختیار کر لی۔ میں حفصہ کے

هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ. فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ، فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلاً. ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي هُوَ فِيهَا، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ. فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ. فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ. ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ – فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ : اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ – فَذَكَرَ مِثْلَهُ – فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي قَالَ: أَذِنَ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيْرٍ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ،، مُتَّكِيءٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: ((لَا)). ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ . .

فَذَكَرَهُ. فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ. ثُمَّ قُلْتُ : لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، يُرِيْدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ أُخْرَى فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ ثُمَّ

یہاں گیا' دیکھا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا' رو کیوں رہی ہو؟ کیا پہلے ہی میں نے تمہیں نہیں کہہ دیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ آپ بالا خانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ پھر میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں کچھ لوگ موجود تھے اور بعض رو بھی رہے تھے۔ تھوڑی دیر تو میں ان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ لیکن مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا' اور میں بالا خانے کے پاس پہنچا' جس میں آپؐ تشریف رکھتے تھے۔ میں نے آپؐ کے ایک سیاہ غلام سے کہا' (کہ حضرت ﷺ سے کہو) کہ عمر اجازت چاہتا ہے۔ وہ غلام اندر گیا اور آپ سے گفتگو کر کے واپس آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی بات پہنچا دی تھی' لیکن آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ چنانچہ میں واپس آ کر انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس موجود تھے۔ پھر مجھ پر رنج غالب آیا اور میں دوبارہ آیا۔ لیکن اس دفعہ بھی وہی ہوا۔ پھر آ کر انہیں لوگوں میں بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ لیکن اس مرتبہ پھر مجھ سے نہیں رہا گیا۔ اور میں نے غلام سے آ کر کہا' کہ عمر کے لئے اجازت چاہو۔ لیکن بات جوں کی توں رہی۔ جب میں واپس ہو رہا تھا کہ غلام نے مجھ کو پکارا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' جس پر کوئی بستر بھی نہیں تھا۔ اس لیے چٹائی کے ابھرے ہوئے حصوں کا نشان آپ کے پہلو میں پڑ گیا تھا۔ آپ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ میں نے آپؐ کو سلام کیا اور کھڑے ہی کھڑے عرض کی' کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے نگاہ میری طرف کر کے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے آپ کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کہنے لگا--- اب بھی میں کھڑا ہی تھا--- یا رسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے۔ لیکن جب ہم ایک ایسی قوم میں آ گئے جن کی عورتیں ان پر غالب تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللهِ مَارَأَيْتُ فِيهِ شَيْأً يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلاثَةٍ، فَقُلْتُ: ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لاَ يَعْبُدُونَ اللهَ. وَكَانَ مُتَّكِئاً فَقَالَ: ((أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا)). فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَغْفِرْلِي. فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ: مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا، مِنْ شِدَّةِ مَوجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللهُ. فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ : إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لاَ تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّا أَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ))، وَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرُونَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيرِ، فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ فَقَالَ: ((إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، وَلاَعَلَيْكِ أَنْ لاَ تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ)). قَالَتْ: قَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ قَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لأَزْوَاجِكَ - إِلَى قَوْلِهِ - عَظِيمًا﴾ قُلْتُ: أَفِي هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ، فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ. ثُمَّ

تفصیل ذکر کی۔ اس بات پر رسول کریم ﷺ مسکرا دیئے۔ پھر میں نے کہا میں حفصہ کے یہاں بھی گیا تھا اور اس سے کہہ آیا تھا کہ کہیں کسی خود فریبی میں نہ مبتلا رہنا۔ یہ تمہاری پڑوسن تم سے زیادہ خوبصورت اور پاک ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب بھی ہیں۔ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ اس بات پر آپ دوبارہ مسکرا دیئے۔ جب میں نے آپ کو مسکراتے دیکھا' تو (آپ کے پاس) بیٹھ گیا اور آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بخدا! سوا تین کھالوں کے اور کوئی چیز وہاں نظر نہ آئی۔ میں نے کہا' یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا کردے۔ فارس اور روم کے لوگ تو پوری فراخی کے ساتھ رہتے ہیں' دنیا انہیں خوب ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آنحضرت ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا' اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں ابھی کچھ شبہ ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھی سمجھتا ہے) یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اچھے اعمال (جو وہ معاملات کی حد تک کرتے ہیں ان کی جزا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہے۔ (یہ سن کر) میں بول اٹھا یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے (اپنی ازواج سے) اس بات پر علیحدگی اختیار کرلی تھی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے پوشیدہ بات کہہ دی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس انتہائی خفگی کی وجہ سے جو آپ کو ہوئی تھی' فرمایا تھا کہ میں اب ان کے پاس ایک مہینے تک نہیں جاؤں گا اور یہی موقعہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ کیا تھا۔ پھر جب انتیس دن گذر گئے تو آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں کے یہاں سے آپ نے ابتداء کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے تو عہد کیا تھا کہ ہمارے یہاں ایک مہینے تک نہیں تشریف لائیں گے۔ اور آج ابھی انتیسویں کی صبح ہے۔ میں تو دن گن رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' یہ مہینہ انتیس دن کا ہے اور وہ مہینہ انتیس ہی دن کا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر وہ آیت نازل ہوئی جس میں (ازواج

خَيَّرَ نِسَاءَهُ. فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ)).

[راجع: ٨٩]

النبی کو) اختیار دیا گیا تھا۔ اس کی بھی ابتداء آپ نے مجھ ہی سے کی اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں' اور یہ ضروری نہیں کہ جواب فوراً دو' بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کرلو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ میرے ماں باپ کبھی آپ سے جدائی کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو۔" اللہ تعالیٰ کے قول عظیمًا تک۔ میں نے عرض کیا' کیا اب اس معاملے میں بھی میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے جاؤں گی! اس میں تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

تشریح معلوم ہوا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ دلانا اور ناراض کرنا اللہ کو غضب دلانا اور ناراض کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات شریف پڑھنے اور سنانے لگے' آپ کا مبارک چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ دوسرے صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت کی کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ اس وقت انہوں نے تورات پڑھنا موقوف کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری تابعداری کرنی ہوتی۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو نصیحت لینی چاہیے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر حدیث شریف سن کر دوسرے مولوی یا امام یا درویش کی بات پر عمل کرتے ہیں اور حدیث شریف پر عمل نہیں کرتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایسی باتوں سے کتنا صدمہ ہوتا ہوگا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوئے تو کہاں ٹھکانا رہا۔ اللہ جل جلالہ بھی ناراض ہوا۔ ایسی حالت میں نہ کوئی مولوی کام آئے گا نہ پیر نہ درویش نہ امام۔

اللہ! تو اس بات کا گواہ ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر سے ایسی محبت ہے کہ باپ دادا' پیر مرشد' بزرگ امام مجتہد ساری دنیا کا قول اور فعل حدیث کے خلاف ہم لغو سمجھتے ہیں اور تیری اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ہم کو کافی وافی ہے۔ اگر یہ سب تیری اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں بالفرض ہم سے ناراض ہو جائیں تو ہم کو ان کی ناراضی کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ یا اللہ! ہماری جان بدن سے نکلتے ہی ہم کو ہمارے پیغمبر کے پاس پہنچا دے۔ ہم عالم برزخ میں آپ ہی کی کفش برداری کرتے رہیں اور آپ ہی کی حدیث سنتے رہیں۔ (وحیدی)

حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم کی ایمان افروز تقریر ان محترم حضرات کو بغور مطالعہ کرنی چاہیے جو آیات قرآنی و احادیث صحیحہ کے سامنے اپنے اماموں' مرشدوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ بہت سے تو صاف لفظوں میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کو آیات و احادیث سے غرض نہیں۔ ہمارے لیے ہمارے امام کا فتویٰ کافی وافی ہے۔

ایسے نادان مقلدین نے حضرات ائمہ کرام و مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواح طیبہ کو سخت ایذا پہنچائی ہے۔ ان بزرگوں کی ہرگز یہ ہدایت نہ تھی کہ ان کو مقام رسالت کا مدمقابل بنا دیا جائے۔ وہ بزرگان معصوم نہ تھے۔ امام تھے' مجتہد تھے' قابل صد

احترام تھے مگر وہ رسول نہ تھے نہ نبی تھے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مد مقابل نہ تھے۔ غالی مقلدین نے ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے قیامت کے دن یقیناً ان کو اس کی جواب دہی کرنی ہو گی۔ یہی وہ حرکت ہے جسے شرک فی الرسالت ہی کا نام دیا جانا چاہیے۔ یہی وہ مرض ہے جو یہود و نصاریٰ کی تباہی کا موجب بنا اور قرآن مجید کو ان کے لیے صاف کہنا پڑا۔ ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ: ۳۱) یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا رب قرار دے لیا تھا۔ ان کے اوامر و نواہی کو وہ وحی آسمانی کا درجہ دے چکے تھے۔ اسی لئے وہ عنداللہ مغضوب اور ضالین قرار پائے۔

صد افسوس! کہ امت مسلمہ ان سے بھی دو قدم آگے ہے اور علماء و مشائخ کو یقیناً ایسے لوگوں نے اللہ اور رسول کا درجہ دے رکھا ہے۔ کتنے پیر و مشائخ ہیں جو قبروں کی مجاوری کرتے کرتے خدا بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے معتقدین ان کے قدموں میں سر رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت و اطاعت کو اپنے لیے دونوں جہاں میں کافی وافی جانتے ہیں۔ ان کی شان میں ایک بھی تنقیدی لفظ گوارا نہیں کر سکتے' یقیناً ایسے غالی مسلمان آیت بالا کے مصداق ہیں۔ حالی مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ رباعی کہی ہے۔

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ ایمان بگڑے نہ اسلام جائے

روایت میں جو واقعہ مذکور ہے مختصر لفظوں میں اس کی تفصیل یہ ہے۔

تمام ازواج کی باری مقرر تھی اور اسی کے مطابق آنحضرت ﷺ ان کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ایک دن عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور انہیں کے گھر آپ کا اس دن قیام بھی تھا۔ لیکن اتفاق سے کسی وجہ سے آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو وہاں دیکھ لیا اور آ کر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ باری تمہاری ہے اور آنحضرت ﷺ ماریہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عہد کر لیا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے علیحدہ رہیں گے اور اس عرصے میں ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ اس پر صحابہ میں بہت تشویش پھیلی اور ازواج مطہرات اور ان کے عزیز و اقارب تک ہی بات نہیں رہی بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس فیصلے پر بہت پریشان ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اس عہد کی تعبیر احادیث میں "ایلاء" کے لفظ سے آتی ہے اور یہ بہت مشہور واقعہ ہے۔ اس سے پہلے بھی بخاری میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

ایلاء کے اسباب احادیث میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تو وہی جو اس حدیث میں ذکر ہے' بعض روایتوں میں اس کا سبب ازواج مطہرات کا وہ مطالبہ بیان ہوا ہے کہ اخراجات انہیں ضرورت سے کم ملتے تھے' تنگی رہتی تھی۔ اس لیے تمام ازواج مطہرات نے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ انہیں اخراجات زیادہ ملنے چاہئیں۔ بعض روایتوں میں شہد کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصل میں یہ تمام واقعات پے در پے پیش آئے اور ان سب سے متاثر ہو کر آنحضرت ﷺ نے ایلاء کیا تھا' تاکہ ازواج کو تنبیہ ہو جائے۔ ازواج مطہرات سب کچھ ہونے کے باوجود پھر بھی انسان تھیں۔ اس لیے کبھی سوکن کی رقابت میں' کبھی کسی دوسرے انسانی جذبہ سے متاثر ہو کر اس طرح کے اقدامات کر جایا کرتی تھیں۔ جن سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس باب میں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا کہ اس میں بالا خانے کا ذکر ہے جس میں آپ نے تنہائی اختیار کی تھی۔

٢٤٦٩- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلاَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((آلَى رَسُوْلُ اللهِ

(۲۴۶۹) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' کہا ہم سے مروان بن معاویہ فزاری نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس

ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ، فَجَلَسَ فِي عُلِّيَّةٍ لَهُ؛ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: لاَ، وَلَكِنِّي آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا. فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ)).

[راجع: ۳۷۸]

ایک مہینہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور (ایلاء کے واقعہ سے پہلے ۵ھ میں) آپؐ کے قدم مبارک میں موچ آگئی تھی۔ اور آپ اپنے بالا خانہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ (ایلاء کے موقع پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ ایک مہینے کے لیے ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی ہے۔ چنانچہ آپ انتیس دن تک بیویوں کے پاس نہیں گئے (اور انتیس تاریخ کو ہی چاند ہو گیا تھا) اس لیے آپ بالا خانے سے اترے اور بیویوں کے پاس گئے۔

٢٦- بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيْرَهُ عَلَى الْبَلاَطِ، أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

باب مسجد کے دروازے پر جو پتھر بچھے ہوتے ہیں وہاں یا دروازے پر اونٹ باندھ دینا

٢٤٧٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلاَطِ فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ: فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيْفُ بِالْجَمَلِ قَالَ: ((الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ)). [راجع: ٤٤٣]

(۲۴۷۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو عقیل نے بیان کیا' ان سے ابوالمتوکل ناجی نے بیان کیا کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لیے میں بھی مسجد کے اندر چلا گیا۔ البتہ اونٹ بلاط کے ایک کنارے باندھ دیا۔ آپؐ سے میں نے عرض کیا کہ حضور! آپؐ کا اونٹ حاضر ہے۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور اونٹ کے چاروں طرف ٹہلنے لگے۔ پھر فرمایا کہ قیمت بھی لے اور اونٹ بھی لے جا۔

مسجد نبوی سے بازار تک پتھروں کا فرش تھا۔ اسی کو بلاط کہتے تھے۔ اسی جگہ اونٹ باندھنا مذکور ہے اور دروازے کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث کے دوسرے طریق میں مسجد کے دروازے کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

٢٧- بَابُ الْوُقُوفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

باب کسی قوم کی کوڑی کے پاس ٹھہرنا اور وہاں پیشاب کرنا

٢٤٧١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ: أَوْ قَالَ: لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ

(۲۴۷۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' ان سے منصور نے' ان سے ابووائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' یا یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے' اور آپ نے وہاں کھڑے ہو

ﷺ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا)).

کر پیشاب کیا۔

[راجع: ٢٢٤]

مقصد یہ ہے کہ کوڑی جہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے ایک عوامی جگہ ہے جہاں پیشاب وغیرہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسی چیزوں پر جھگڑا بازی درست نہیں بشرطیکہ وہ عوامی ہوں' کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ چھینٹوں سے کامل طور پر بچا جا سکے۔ اگر ایسا خطرہ ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ آج کل پتلون باز لوگ کرتے رہتے ہیں۔

٢٨- بَابُ مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيْقِ فَرَمَي بِهِ

باب اس کا ثواب جس نے شاخ یا کوئی اور تکلیف دینے والی چیز راستے سے ہٹائی

٢٤٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَذَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ)). [راجع: ٦٥٢]

(٢٤٧٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں سمی نے' انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اس نے وہاں کانٹے دار ڈالی دیکھی۔ اس نے اسے اٹھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی۔

کیونکہ اس نے خلق خدا کی تکلیف گوارا نہ کی اور ان کے آرام و راحت کے لیے اس ڈالی کو اٹھا کر پھینک دیا' ایسا نہ ہو کسی کے پاؤں میں چبھ جائے۔ انسانی ہمدردی اسی کا نام ہے جو اسلام کی جملہ تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

٢٩- بَابُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيتَاءِ،

وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُونُ بَيْنَ الطَّرِيقِ، ثُمَّ يُرِيدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ، فَتُرِكَ مِنْهَا لِلطَّرُقِ سَبْعَةُ أَذْرُعٍ

باب اگر عام راستہ میں اختلاف ہو اور وہاں رہنے والے کچھ عمارت بنانا چاہیں تو سات ہاتھ زمین راستہ کے لیے چھوڑ دیں۔

٢٤٧٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيْقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ)).

(٢٤٧٣) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' ان سے زبیر بن خریت نے اور ان سے عکرمہ نے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا جب کہ راستے (کی زمین) کے بارے میں جھگڑا ہو تو سات ہاتھ راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔

تشریح ایک متمدن ملک کے شہری قوانین میں ہر قسم کے انتظامات کا لحاظ بے حد ضروری ہے۔ شارع عام کے لیے جگہ مقرر کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ طریق میتاء جس کا ذکر باب میں ہے اس کا معنی چوڑا یا عام راستہ۔ بعض نے کہا میتاء سے یہ مراد ہے کہ نا آباد زمین اگر آباد ہو اور وہاں راستہ قائم کرنے کی ضرورت پڑے اور رہنے والے لوگ وہاں جھگڑا کریں تو کم سے کم سات ہاتھ

زمین راستہ کے لیے چھوڑ دی جائے جو آدمیوں اور سواریوں کے نکلنے کے لیے کافی ہے۔ قسطلانی نے کہا' جو دکاندار راستے پر بیٹھا کرتے ہیں' ان کے لیے ضروری ہے کہ اگر راستہ سات ہاتھ سے زیادہ ہو تو وہ فالتو حصہ میں بیٹھ سکتے ہیں ورنہ سات ہاتھ کے اندر اندر ان کو بیٹھنے سے منع کیا جائے تاکہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

یہ وہ انتظامی قانون ہے جو آج سے چودہ سو برس قبل اسلام نے وضع فرمایا۔ جو بعد میں بیشتر ملکوں کا شہری ضابطہ قرار پایا۔ یہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ خدائی فہم تھا جو اللہ نے آپؐ کو عطا فرمایا تھا۔ آپؐ کے عہد مبارک میں گاڑیوں' موٹروں' چھکڑوں' بگھیوں کا رواج نہ تھا۔ اونٹ اور آدمیوں کے آنے جانے کے لیے تین ہاتھ راستہ بھی کفایت کرتا ہے۔ مگر عام ضروریات اور مستقبل کی تمدنی شہری ترقیوں کے پیش نظر ضروری تھا کہ کم از کم سات ہاتھ زمین گذر گاہ عام کے لیے چھوڑی جائے۔ کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جانے اور آنے والی سواریوں کی مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔ تو دونوں کے برابر برابر نکل جانے کے لیے کم از کم سات ہاتھ زمین راستہ کے لیے مقرر ہونی ضروری ہے۔ کیونکہ اتنے راستے میں ہر دو طرف کی سواریاں با آسانی نکل سکتی ہیں۔

٣٠- بَابُ النُّهْبِي بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ

وَقَالَ عُبَادَةُ بَايَعْنَا النَّبِيَّ ﷺ أَنْ لاَ نَنْتَهِبَ.

باب مالک کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی مال اٹھالینا

اور عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا' کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی بیعت کی تھی کہ لوٹ مار نہیں کیا کریں گے۔

٢٤٧٤- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ الأَنْصَارِيَّ - وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّهبى وَالْـمثلهِ)).[راجع: ٥٥١٦]

[طرفه في : ٥٥١٦].

(٢٤٧٤) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' جو عدی بن ثابت کے نانا تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

تشریح لوٹ مار کرنا' ڈاکہ ڈالنا' چوری کرنا اسلام میں سختی کے ساتھ ان کی مذمت کی گئی ہے اور اس کے لیے سخت ترین سزا تجویز کی گئی کہ چوری کرنے والے کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں' ڈاکوؤں' رہزنوں کو اور بھی سنگین سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ تاکہ نوع انسانی امن و امان کی زندگی بسر کر سکے۔ انہی قوانین کی برکت ہے کہ آج بھی حکومت سعودیہ عربیہ کا امن ساری دنیا کی حکومت کے لیے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے جب کہ جملہ مہذب لوگوں میں ڈاکہ زنی مختلف صورتوں میں دن بدن ترقی پذیر ہے۔ چوری کرنا بطور ایک پیشہ کے رائج ہو رہا ہے۔ عوام کی زندگی حد درجہ خوفناکی میں گزر رہی ہے۔ فوج پولیس سب ایسے مجرموں کے آگے لاچار ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ہاں قانونی لچک حد درجہ ان کی ہمت افزائی کرتی ہے۔

مثلہ جنگ میں مقتول کے ہاتھ پیر' کان ناک کاٹ کر الگ الگ کر دینا۔ اسلام نے اس حرکت سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

٢٤٧٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: قَالَ حَدَّثَنِي قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

(٢٤٧٥) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' زانی مومن رہتے

رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيْهَا أَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)).

وَعَنْ سَعِيْدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. مِثْلَهُ، إِلاَّ النُّهْبَةَ.

[أطرافه في : ٥٥٧٨، ٦٧٧٢، ٦٨١٠].

ہوئے زنا نہیں کر سکتا۔ شراب خوار مومن رہتے ہوئے شراب نہیں پی سکتا۔ چور مومن رہتے ہوئے چوری نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص مومن رہتے ہوئے لوٹ اور غارت گری نہیں کر سکتا کہ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھی ہوئی ہوں اور وہ لوٹ رہا ہو' سعید اور ابو سلمہ کی بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اسی طرح روایت ہے۔ البتہ ان کی روایت میں لوٹ کا تذکرہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارت گری کرنے والا' چوری کرنے والا' لوٹ مار کرنے والا اگر یہ مدعیان اسلام ہیں تو سرا سر اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ ایسے افعال کا مرتکب ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے' یہی حال زنا کاری' شراب خوری کا ہے۔ ایسے لوگ دعویٰ اسلام و ایمان میں جھوٹے مکار فریبی ہیں۔ مسلمان صاحب ایمان سے اگر کبھی کوئی غلط کام ہو بھی جائے تو حد درجہ پشیمان ہو کر پھر ہمیشہ کے لیے تائب ہو جاتا ہے اور اپنے گناہ کے لیے استغفار میں منہمک رہتا ہے۔

٣١- بَابُ كَسْرِ الصَّلِيْبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيْرِ

باب صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا مارنا

خلافت اسلامی سے جب غیر قومیں بر سرپیکار ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں ہوں اور اللہ پاک مسلمانوں کو غلبہ نصیب کرے تو حربی قوموں کے ساتھ ایسے برتاؤ جائز ہیں۔ اگر وہ عیسائی ہیں تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا۔ امن پسند غیر مسلموں اور ذمیوں کی جان مال اور ان کے مذہب کو اسلام نے پوری پوری آزادی عطا فرمائی ہے۔

٢٤٧٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)). [راجع: ٢٢٢٢]

(٢٤٧٦) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا ہم سے زہری نے بیان کیا' کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک ابن مریم کا نزول ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تم میں نہ ہو لے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے' سوروں کو قتل کر دیں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے (اس دور میں) مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

تشریح: یہ نہایت صحیح اور متصل حدیث ہے اور اس کے راوی سب ثقہ اور امام ہیں۔ اس میں صاف لفظوں میں یہ مذکور ہے کہ

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

صلیب اور تثلیث نصرانیوں کی مذہبی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے دنیا میں آکر دین محمدی پر عمل کریں گے اور غیر اسلامی نشانات کو ختم کر ڈالیں گے۔ اس باب کو منعقد کرنے اور اس حدیث کے یہاں لانے سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی صلیب کو توڑ ڈالے یا سور کو مار ڈالے تو اس پر ضمان نہ ہو گا۔ قسطلانی نے کہا کہ یہ جب ہے کہ وہ حربیوں کا مال ہو' اگر ذمی کا مال ہو جس نے اپنی شرائط سے انحراف نہ کیا ہو اور عہد پر قائم ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ذمیوں کے مذہبی حقوق اسلام نے قائم رکھے ہیں اور ان کی مال و جان اور مذہب کی حفاظت کے لیے پوری گارنٹی دی ہے۔

٣٢- بَابُ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ، أَوْ تُخَرَّقَ الزِّقَاقُ؟

فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيبًا أَو طُنْبُورًا أَوْ مَا لاَ يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ. وَأُتِيَ شُرَيحٌ فِي طُنبورٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَيْءٍ.

باب کیا کوئی ایسا مٹکا توڑا جا سکتا ہے یا ایسی مشک پھاڑی جا سکتی ہے جس میں شراب موجود ہو؟

اگر کسی شخص نے بت' صلیب یا ستار یا کوئی بھی اس طرح کی چیز جس کی لکڑی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو توڑ دی؟ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں ایک ستار کا مقدمہ لایا گیا' جسے توڑ دیا تھا' تو انہوں نے اس کا بدلہ نہیں دلوایا۔

٢٤٧٧- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نِيْرَانًا تُوقَدُ يَومَ خَيْبَرَ قَالَ: ((عَلاَمَ تُوقَدُ هَذِهِ النِّيْرَانُ؟)) قَالُوا عَلَى الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ. قَالَ: ((اكْسِرُوهَا وَأَهْرِيْقُوهَا)). قَالُوا: أَلاَ نُهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ: ((اغْسِلُوا)).

[أطرافه في : ٤١٩٦، ٥٤٩٧، ٦١٤٨، ٦٣٣١، ٦٨٩١].

(٢٤٧٧) ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر دیکھا کہ آگ جلائی جا رہی ہے' آپ نے پوچھا یہ آگ کس لیے جلائی جا رہی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ گدھے (کا گوشت پکانے) کے لیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برتن (جس میں گدھے کا گوشت ہو) توڑ دو اور گوشت پھینک دو۔ اس پر صحابہ بولے ایسا کیوں نہ کر لیں کہ گوشت تو پھینک دیں اور برتن دھولیں۔ آپ نے فرمایا کہ برتن دھولو۔

تشریح پہلے آپ نے سختی کے لیے ہانڈیوں کے توڑ ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر شاید آپ پر وحی آئی اور آپ نے ان کا دھو ڈالنا بھی کافی سمجھا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ حرام چیزوں کے ظروف کو توڑ ڈالنا درست ہے مگر وہ ظروف اگر ذمی غیر مسلموں کے ہیں تو یہ ان کے لیے نہیں ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فان کان الاوعیۃ بحیث یراق مافیھا فاذا غسلت طھرت وانتفع بھا لم یجز اتلافھا والا جاز (نیل) یعنی اگر وہ برتن ایسا ہے کہ اس میں سے شراب گرا کر اسے دھویا جا سکتا ہے اور اس کا پاک ہونا ممکن ہے تو اسے پاک کر کے اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر ایسا نہیں تو جائز نہیں پھر اسے تلف ہی کرنا ہو گا۔

٢٤٧٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَولَ الْكَعْبَةِ ثَلاَثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَجَعلَ يَقُولُ: ((﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾)) الآية.

(۲۴۷۸) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا' ان سے مجاہد نے بیان کیا' ان سے ابو معمر نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم (فتح مکہ کے دن جب) مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ ان بتوں پر مارنے لگے اور فرمانے لگے کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔"

[طرفاه في: ٤٢٨٧، ٤٧٢٠].

تشریح: یہ بت کفار قریش نے مختلف نبیوں اور نیک لوگوں کی طرف منسوب کر کے بنائے تھے' حتیٰ کہ کچھ بت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرف بھی منسوب تھے۔ فتح مکہ کے دن اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ شریف کو ان سے پاک کیا اور آج کے دن سے کعبہ شریف ہمیشہ کے لئے بتوں سے پاک ہو گیا۔ الحمد للہ آج چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے' اسلام بہت سے نشیب و فراز سے گذرا ہے مگر بفضلہ تعالیٰ تطہیر کعبہ اپنی جگہ پر قائم دائم ہے۔

٢٤٧٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّهَا كَانَتْ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيهِ تَمَاثِيلُ. فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا)).

(۲۴۷۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے' ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے' ان سے ان کے والد قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے اپنے حجرے کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے (جب دیکھا تو) اسے اتار کر پھاڑ ڈالا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) پھر میں نے اس پردے سے دو گدے بنا ڈالے۔ وہ دونوں گدے گھر میں رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

[أطرافه في: ٥٩٥٤، ٥٩٥٥، ٦١٠٩].

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے گھروں میں جاندار تصاویر کے ایسے پردے غلاف وغیرہ نہ رکھیں بلکہ ان کو ختم کر ڈالیں۔ یہ شرعاً و قانوناً بالکل ناجائز ہیں۔

٣٣- بَابُ مَنْ قَاتَلَ دُونَ مَالِهِ

باب جو شخص اپنا مال بچانے کے لیے لڑے

٢٤٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ - هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الأَسْوَدِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ

(۲۴۸۰) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ)).

نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپؐ نے فرمایا' کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا' وہ شہید ہے۔

کیونکہ وہ مظلوم ہے' نسائی کی روایت میں یوں ہے اس کے لئے جنت ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور جو اپنی جان بچانے میں مارا جائے اور جو اپنے گھر والوں کو بچانے میں مارا جائے یہ سب شہید ہیں۔ آج کل اطراف عالم میں جو صدہا مسلمان ناحق قتل کیے جا رہے ہیں۔ وہ سب اس حدیث کی رو سے شہیدوں میں داخل ہیں۔ کیونکہ وہ محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیے جا رہے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

٣٤- بَابُ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ

باب جس کسی شخص نے کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی ہو تو کیا حکم ہے؟

٢٤٨١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ وَقَالَ: ((كُلُوا)). وَحَبَسَ الرَّسُولَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوا، فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ٥٢٢٥].

(٢٤٨١) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ امہات مومنین میں سے ایک نے وہیں آپؐ کے لئے خادم کے ہاتھ ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھجوائی۔ انہوں نے ایک ہاتھ اس پیالے پر مارا' اور پیالہ (گر کر) ٹوٹ گیا۔ آپ نے پیالے کو جوڑا اور جو کھانے کی چیز تھی اسے اس میں دوبارہ رکھ کر صحابہ سے فرمایا کہ کھاؤ۔ آپ ﷺ نے پیالہ لانے والے (خادم) کو روک لیا اور پیالہ بھی نہیں بھیجا۔ بلکہ جب (کھانے سے) سب فارغ ہو گئے تو دوسرا اچھا پیالہ بھجوا دیا اور جو ٹوٹ گیا تھا اسے نہیں بھجوایا۔ ابن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' ان سے حمید نے بیان کیا' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ اور دار قطنی اور ابن ماجہ کی روایت میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اور ابن حزم کی روایت میں زینب رضی اللہ عنہا کا۔ احتمال ہے کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا ہو۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو اس لونڈی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حدیث اور باب کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کا کوئی پیالہ کوئی توڑ دے تو اس کو اس کی جگہ دوسرا صحیح پیالہ واپس کرنا چاہیے۔

٣٥- بَابُ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

باب اگر کسی نے کسی کی دیوار گرا دی تو اسے ویسی ہی بنوانی ہو گی

اس مسئلہ میں مالکیہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ دیوار کی قیمت دینی چاہیے۔ مگر امام بخاریؒ نے جس روایت سے دلیل لی وہ اس پر مبنی ہے کہ اگلی شریعتیں ہمارے لیے حجت ہیں جب ہماری شریعت میں ان کے خلاف کوئی حکم نہ ہو اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

٢٤٨٢- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَأَبَى أَنْ يُجِيْبَهَا فَقَالَ: أُجِيْبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوْهَ الْمُومِسَاتِ. وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا. فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ، فَأَبَى. فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ. فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ، فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ: مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ: الرَّاعِي. قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِن ذَهَبٍ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ طِيْنٍ)). [راجع: ١٢٠٦]

(۲۴۸۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے جن کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بد دعا کر گئیں' اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جریج کے عبادت خانے کے پاس اپنے مویشی چرایا کرتی تھی اور فاحشہ تھی) کہا کہ جریج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی۔ لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا' اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ (خدا کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا! (قوم خوش ہو گئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لئے سونے کا عبادت خانہ بنوا دیں۔ جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔

تشریح حدیث جریج حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے مختلف مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں آپ یہ ثابت فرمانے کے لیے یہ حدیث لائے کہ جب کوئی شخص یا اشخاص کسی کی دیوار ناحق گرا دیں تو ان کو وہ دیوار پہلی ہی دیوار کے مثل بنانی لازم ہو گی۔

جریج کا واقعہ مشہور ہے۔ ان کے دین میں ماں کی بات کا جواب دینا بحالت نماز بھی ضروری تھا' مگر حضرت جریج نماز میں مشغول رہے' حتیٰ کہ ان کی والدہ نے خفا ہو کر ان کے حق میں بد دعا کر دی' آخر ان کی پاک دامنی ثابت کرنے کے لیے اللہ پاک نے اسی ولد الزنا بچے کو گویائی دی۔ حالانکہ اس کے بولنے کی عمر نہ تھی۔ مگر اللہ نے حضرت جریج کی دعا قبول کی اور اس بچے کو بولنے کی طاقت بخشی۔ قسطلانی نے کہا کہ اللہ نے چھ بچوں کو کم سنی میں بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ ان میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دینے

والا بچہ اور فرعون کی بیٹی کی مغلانی کا لڑکا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صاحب جریج اور صاحب اخدود اور بنی اسرائیل کی ایک عورت کا بیٹا جس کو وہ دودھ پلا رہی تھی۔ اچانک ایک شخص جاہ و حشم کے ساتھ گذرا اور عورت نے بچے کے لئے دعا کی کہ اللہ میرے بچے کو بھی ایسی ہی قسمت والا بنائیو۔ اس شیر خوار بچے نے فوراً کہا' الٰہی! مجھے ایسا نہ بناؤ۔ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی کم سنی میں باتیں کی ہیں۔ تو کل سات بچے ہوں گے۔

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ حضرت جریج نے اپنا گھر مٹی ہی کی پہلی حالت کے لائق بنوانے کا حکم دیا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ ماں کی دعا اپنی اولاد کے لیے ضرور قبول ہوتی ہے۔ ماں کا حق باپ سے تین حصے زیادہ ہے۔ جو لڑکے لڑکی ماں کو راضی رکھتے ہیں وہ دنیا میں بھی خوب پھلتے پھولتے ہیں اور آخرت میں بھی نجات پاتے ہیں اور ماں کو ناراض کرنے والے ہمیشہ دکھ اٹھاتے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ سے اس کا بہت کچھ ثبوت موجود ہے۔ جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ماں کے بعد باپ کا درجہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں عبادت الٰہی کے لئے حکم صادر فرمانے کے بعد ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ (البقرۃ: ۸۳) کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہاں تک کہ ﴿ فلا تقل لهما اف و لا تنهر هما و قل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۴) یعنی ماں باپ زندہ موجود ہوں تو ان کے سامنے اف بھی نہ کرو اور نہ انہیں ڈانٹو ڈپٹو بلکہ ان سے نرم نرم میٹھی باتیں جو رحم و کرم سے بھرپور ہوں کیا کرو اور ان کے لیے رحم و کرم والے بازو بچھا دیا کرو وہ بازو جو ان کے احترام کے لیے عاجزی انکساری کے لیے ہوئے ہوں اور ان کے حق میں یوں دعائیں کیا کرو کہ پروردگار! ان پر اسی طرح رحم فرمائیو جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھ کو اپنے رحم و کرم سے پروان چڑھایا۔

ماں باپ کی خدمت' اطاعت' فرمانبرداری کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن کا نقل کرنا طوالت ہے۔ خلاصہ یہی ہے کہ اولاد کا فرض ہے کہ والدین کی نیک دعائیں ہمیشہ حاصل کرے۔

حضرت جریج کے واقعہ میں اور بھی بہت سی عبرتیں ہیں۔ سمجھنے کے لیے نور بصیرت درکار ہے' اللہ والے دنیا کے جھمیلوں سے دور رہ کر شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہنے والے بھی ہوتے ہیں اور وہ دنیا کے جھمیلوں میں رہ کر بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتے۔ نیز جب بھی کوئی حادثہ سامنے آئے صبر و استقلال کے ساتھ اسے برداشت کرتے اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ ہماری شریعت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز کی نیت باندھے ہوئے ہو اور حضرت رسول کریم ﷺ اسے پکاریں تو وہ نماز توڑ کر خدمت میں حاضری دے۔ آج کل اولاد کے لیے یہی حکم ہے۔ نیز بیوی کے لیے بھی کہ وہ خاوند کی اطاعت کو نفل نمازوں پر مقدم جانے۔ وباللہ التوفیق۔

٤٧-كتاب الشركة

کتاب شراکت کے مسائل کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوضِ

وَكَيفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ؟ مَجَازَفَةً أَو قَبْضَةً قَبْضَةً، لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ يَأْكُلَ هَذَا بَعْضًا وَهَذَا بَعْضًا. وَكَذَلِكَ مَجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَالقِرَانِ فِي التَّمْرِ.

٢٤٨٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَهُمْ ثَلاَثُمِائَةٍ وَأَنَا فِيهِمْ، فَخَرَجْنَا. حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُوعُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذَلِكَ كُلُّهُ، فَكَانَ مِزْوَدَي تَمْرٍ، فَكَانَ يَقُوتُنَاهُ كُلَّ يَومٍ قَلِيْلاً قَلِيْلاً حَتَّى فَنِيَ، فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلاَّ تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ، - فَقُلْتُ: وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا

باب کھانے اور سفر خرچ اور اسباب میں شرکت کا بیان

اور جو چیزیں ناپی یا تولی جاتی ہیں تخمینے سے بانٹنا یا مٹھی بھر بھر کر تقسیم کرلینا' کیونکہ مسلمانوں نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کیا کہ مشترک زاد سفر (کی مختلف چیزوں میں سے) کوئی شریک ایک چیز کھا لے اور دوسرا دوسری چیز' اسی طرح سونے چاندی کے بدل بن تولے ڈھیر لگا کر بانٹنے میں' اسی طرح دو دو کھجور اٹھا کر کھانے میں۔

(۲۴۸۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (رجب ۸ ھ میں) ساحل بحر کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ اور اس کا امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ فوجیوں کی تعداد تین سو تھی اور میں بھی ان میں شریک تھا۔ ہم نکلے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تمام فوجی اپنے توشے (جو کچھ بھی باقی رہ گئے ہوں) ایک جگہ جمع کر دیں۔ سب کچھ جمع کرنے کے بعد کھجوروں کے کل دو تھیلے ہو سکے اور روزانہ ہمیں اسی میں سے تھوڑی تھوڑی کھجور کھانے کے لئے ملنے لگی۔ جب اس کا بھی اکثر حصہ ختم ہو گیا تو ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی رہی۔ میں (وہب بن کیسان) نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بھلا ایک کھجور سے کیا ہوتا ہو گا؟ انہوں نے بتلایا کہ اس کی قدر ہمیں اس

فَفَقَدَهَا حِينَ فَنِيَتْ - قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ، فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً. ثُمَّ أَمَرَ أَبُوعُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلاَعِهِ فَنُصِبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا، فَلَمْ تُصِبْهُمَا)).

[أطرافه في : ٢٩٨٣، ٤٣٦٠، ٤٣٦١، ٤٣٦٢، ٥٤٩٣، ٥٤٩٤].

وقت معلوم ہوئی جب وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آخر ہم سمندر تک پہنچ گئے۔ اتفاق سے سمندر میں ہمیں ایک ایسی مچھلی مل گئی جو (اپنے جسم میں) پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ سارا لشکر اس مچھلی کو اٹھارہ تک کھاتا رہا۔ پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی دونوں پسلیوں کو کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اونٹوں کو ان کے تلے سے چلنے کا حکم دیا۔ اور وہ ان پسلیوں کے نیچے سے ہو کر گذرے۔ لیکن اونٹ نے ان کو چھوا تک نہیں۔

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ساری فوج کا توشہ ایک جگہ جمع کرا لیا۔ پھر اندازے سے تھوڑا تھوڑا سب کو دیا جانے لگا۔ سو سفر خرچ کی شرکت اور اندازے سے اس کی تقسیم ثابت ہوئی۔

٢٤٨٤- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ)). فَبُسِطَ لِذَلِكَ نِطَعٌ وَجَعَلُوهُ عَلَى النِّطَعِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ)). [طرفه في: ٢٩٨٢].

(۲۴۸۴) ہم سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے یزید بن ابی عبیدہ نے اور ان سے سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (غزوۂ ہوازن میں) لوگوں کے توشے ختم ہو گئے اور فقر و محتاجی آ گئی' تو لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے (تاکہ انہیں کے گوشت سے پیٹ بھر سکیں) آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ان سے ہو گئی تو انہیں بھی ان لوگوں نے اطلاع دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونٹوں کو کاٹ ڈالو گے تو پھر تم کیسے زندہ رہو گے۔ چنانچہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا' یا رسول اللہ! اگر انہوں نے اونٹ بھی ذبح کر لیے تو پھر یہ لوگ کیسے زندہ رہیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا' تمام لوگوں میں اعلان کر دو کہ ان کے پاس جو کچھ توشے بچ رہے ہیں وہ لے کر یہاں آ جائیں۔ اس کے لئے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا گیا۔ اور لوگوں نے توشے اسی دستر خوان پر لا کر رکھ دیئے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ اٹھے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ اب آپؐ نے پھر سب لوگوں کو اپنے اپنے برتنوں کے ساتھ بلایا۔ اور سب نے دونوں ہاتھوں سے توشے اپنے برتنوں میں بھر لیے۔ جب سب لوگ

بھر چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔"

تشریح اس حدیث میں ایک اہم ترین معجزۂ نبوی کا ذکر ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی اپنے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر کی۔ یا تو وہ توشہ اتنا کم تھا کہ لوگ اپنی سواریاں کاٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ یا وہ اس قدر بڑھ گیا کہ فراغت سے ہر ایک نے اپنی خواہش کے موافق بھر لیا۔ اس قسم کے معجزات آنحضرت ﷺ سے کئی بار صادر ہوئے ہیں۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپؐ نے سب کے توشے اکٹھا کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر ہر ایک نے یوں ہی اندازے سے لے لیا' آپ نے تول ماپ کر اس کو تقسیم نہیں کیا۔

حدیث اور باب کی مطابقت کے سلسلہ میں شارحین بخاری لکھتے ہیں۔ ومطابقه للترجمة توخذ من قوله فياتون بفضل ازوادهم و من قوله فدعا و برک علیه فان فیه جمع ازوادهم و هو فی معنی النهد و دعاء النبی صلی الله علیه وسلم فیها بالبرکة۔ (عینی) یعنی حدیث اور باب میں مطابقت لفظ فیاتون الخ سے ہے کہ ایسے مواقع پر ان سب نے اپنے اپنے فالتو توشے لا کر جمع کر دیئے اور اس قول سے کہ آنحضرت ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ یہاں ان کے توشے جمع کرنا مذکور ہے اور وہ نہد کے معنے میں ہے یعنی اپنے اپنے حصے برابر برابر لا کر جمع کر دینا۔ اور اس میں آنحضرت ﷺ کا برکت کے لیے دعا فرمانا۔ لفظ نہد یا نہد آگے بڑھنا' نمودار ہونا' مقابل ہونا' ظاہر ہونا' بڑا کرنا کے معنی میں ہے۔ اسی سے لفظ تناهد ہے۔ جس کے معنی سفر کے سب رفیقوں کا ایک معین روپیہ یا راشن توشہ جمع کرنا کہ اس سے سفر کی خوردنی ضروریات کو مساوی طور پر پورا کیا جائے یہاں ایسا ہی واقعہ مذکور ہے۔

٢٤٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ فَنَنْحَرُ جَزُورًا فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ)).

(۲۴۸۵) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان' انہوں نے کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابوالنجاشی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اونٹ ذبح کرتے' انہیں دس حصوں میں تقسیم کرتے اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہم اس کا پکا ہوا گوشت بھی کھا لیتے۔

تشریح اس حدیث سے نکلتا ہے کہ آپ ﷺ عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھا کرتے تھے ورنہ دو مثل سایہ پر جو کوئی عصر کی نماز پڑھے گا تو اتنے وقت میں اس کے لیے یہ کام پورا کرنا مشکل ہے۔ اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ اونٹ کا گوشت یونہی اندازے سے تقسیم کیا جاتا تھا۔ (وحیدی)

٢٤٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ

(۲۴۸۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن اسامہ نے بیان کیا' ان سے برید نے' ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' قبیلہ اشعر کے لوگوں کا جب جہاد کے موقع پر توشہ کم ہو جاتا یا مدینہ (کے قیام) میں ان کے بال بچوں کے لیے کھانے کی کمی ہو جاتی تو جو کچھ بھی ان کے پاس توشہ ہوتا ہے وہ ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں۔ پھر آپس میں ایک

بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ)).

برتن سے برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

یعنی وہ خاص میرے طریق اور میری سنت پر ہیں۔ اور میں ان کے طریق پر ہوں۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ سفر یا حضر میں توشوں کا ملا لینا اور برابر برابر بانٹ لینا مستحب ہے۔ باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے۔ و مطابقته للترجمة توخذ من قوله جمعوا ماكان عندهم فی ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم (عمدة القارى)

٢- بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

باب جو مال دو ساجھیوں کے ساجھے کا ہو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر مجرا کر لیں

٢٤٨٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: ((أَنَّ أَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: وَمَا كَانَ مِن خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَان بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ)).

[راجع: ١٤٤٨]

(۲۴۸۷) ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا' ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرض زکوٰۃ کا بیان تحریر کیا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جب کسی مال میں دو آدمی ساجھی ہوں تو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر مجرا کر لیں۔

جب زکوٰۃ کا مال دو یا تین ساجھیوں میں مشترک ہو۔ یعنی سب کا ساجھا ہو اور زکوٰۃ کا تحصیلدار ایک ساجھی سے کل زکوٰۃ وصول کر لے تو وہ دوسرے ساجھیوں کے حصے کے موافق ان سے مجرا لے اور زکوٰۃ کے اوپر دوسرے خرچوں کا بھی قیاس ہو سکے گا۔ پس اس طرح سے اس حدیث کو شرکت سے تعلق ہوا۔

٣- بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ

باب بکریوں کا بانٹنا

٢٤٨٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عُبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ، فَأَصَابُوا إِبِلاً وَغَنمًا قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ، فَعَجَلُوا وَذَبَحُوا وَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقُدُورِ

(۲۴۸۸) ہم سے علی بن حکم انصاری نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے سعید بن مسروق نے' ان سے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ان کے دادا (رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام ذوالحلیفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگوں کو بھوک لگی۔ ادھر (غنیمت میں) اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ لشکر کے پیچھے کے لوگوں میں تھے۔ لوگوں نے جلدی کی اور (تقسیم سے پہلے ہی) ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں۔ لیکن بعد میں نبی کریم ﷺ نے

فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَأَهْوَى رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا. فَقَالَ جَدِّي: إِنَّا نَرْجُوا - أَوْ نَخَافُ - الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَتْ مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ)).

[أطرافه في: ٢٥٠٧، ٣٠٧٥، ٥٤٩٨، ٥٥٠٣، ٥٥٠٦، ٥٥٠٩، ٥٥٤٣، ٥٥٤٤].

حکم دیا اور وہ ہانڈیاں اوندھادی گئیں۔ پھر آپ نے ان کو تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ ایک اونٹ اس میں سے بھاگ گیا تو لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اس نے سب کو تھکا دیا۔ قوم کے پاس گھوڑے کم تھے۔ ایک صحابی تیر لے کر اونٹ کی طرف جھپٹے۔ اللہ نے اس کو ٹھہرا دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح سرکشی ہوتی ہے۔ اس لیے ان جانوروں میں سے بھی اگر کوئی تمہیں عاجز کردے تو اس کے ساتھ تم ایسا ہی معاملہ کیا کرو۔ پھر میرے دادا نے عرض کیا کہ کل دشمن کے حملہ کا خوف ہے' ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں (تلواروں سے ذبح کریں تو ان کے خراب ہونے کا ڈر ہے جب کہ جنگ سامنے ہے) کیا ہم بانس کے کھپچی سے ذبح کرسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' جو چیز بھی خون بہادے اور ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا ہو۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ سوائے دانت اور ناخن کے۔ اس کی وجہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

تشریح وہ ناخن ہی سے جانور کاٹتے ہیں' تو ایسا کرنے میں ان کی مشابہت ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ناخن خواہ بدن میں لگا ہوا ہوا ہو یا جدا کیا ہوا ہو' پاک ہو یا نجس کسی حال میں اس سے ذبح جائز نہیں۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر کیا۔ ہانڈیوں کو اس لیے اوندھا کر دیا گیا کہ ان میں جو گوشت پکایا جا رہا تھا وہ ناجائز تھا۔ جسے کھانا مسلمانوں کے لیے حلال نہ تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ان کا گوشت ضائع کرا دیا۔ دیوبندی حنفی ترجمہ بخاری میں یہاں لکھا گیا ہے کہ "ہانڈیوں کے الٹ دینے کا مطلب یہ کہ (یعنی تقسیم کرنے کیلئے ان سے گوشت نکال لیا گیا۔) (دیکھو تفہیم البخاری دیوبندی ص ۱۴۲ پ ۹)

یہ مفہوم کتنا غلط ہے۔ اس کا اندازہ حاشیہ صحیح بخاری شریف مطبوعہ کراچی جلد اول ص ۳۳۸ کی عبارت ذیل سے لگایا جا سکتا ہے۔ محشی صاحب جو غالباً حنفی ہی ہیں فرماتے ہیں۔ فاکفئت ای اقلبت و رمیت واریق ما فیھا و ھو من الاکفاء قیل انما امر بالاکفاء لانھم ذبحوا الغنم قبل ان یقسم فلم یطب لہ بذالک یعنی ان ہانڈیوں کو الٹا کر دیا گیا' گرا دیا گیا اور جو ان میں تھا وہ سب بہا دیا گیا۔ حدیث کا لفظ اکفئت مصدر اکفاء سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کے گرانے کا حکم اس لیے صادر فرمایا کہ انہوں نے بکریوں کو مال غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے ہی ذبح کر ڈالا تھا۔ آپ ﷺ کو ان کا یہ فعل پسند نہیں آیا۔ اس تشریح سے صاف ظاہر ہے کہ دیوبندی حنفی مذکورہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٤- بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ

باب دو دو کھجوریں ملا کر کھانا کسی شریک کو جائز نہیں جب

الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

تک دوسرے ساتھ والوں سے اجازت نہ لے

٢٤٨٩- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْرِنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيْعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ)). [راجع: ٢٤٥٥]

(٢٤٨٩) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' کہا ہم سے جبلہ بن سحیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں کو اجازت کے بغیر (دستر خوان پر) دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر کھائے۔

٢٤٩٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: ((كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ: لَا تَقْرِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ)).

[راجع: ٢٤٥٥]

(٢٤٩٠) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہمارا قیام مدینہ میں تھا اور ہم پر قحط کا دور دورہ ہوا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں کھجور کھانے کے لیے دیتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گذرتے ہوئے یہ کہہ جایا کرتے تھے کہ دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر نہ کھانا کیونکہ نبی کریم نے اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

الحمد للہ نواں پارہ ختم ہوا۔